

امثال الاقفاوی

فتاویٰ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فی اعظم پاکستان
خلیفہ امین حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جدید مطبوعہ

شعبۂ اربعہ کتبہ القاری

خادم الامناء والحدیث نجف امروہو قبا علیہ

مدرسہ رشیدیہ شاہی مراد آباد الہند

۹

بقیۃ الحظر و الإباحۃ

وصایا، فرائض

ناشر:

زکریا بک ڈیوانڈیا الہند

امثال ابي الفتاوى اجاك

فتاوى

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

مستقیم:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان
خلیفہ ماحول حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

جلدین مطبوعہ حاشیہ: لطیف شیبہ الرحمن قادری

جميع حقوق الطبع محفوظة

محشی: — شیبہ الرحمن قادری 9412552294

مالک: — مکتبہ زکونیا — 01336-223223

ZAKARIA BOOK DEPOT DEOBAND

فون: 01336-223223 مکان: 01336-223223 فکس: 01336-223223



زکریا بک ڈپوٹ دیوبند سہارنپور یو پی



ZAKARIA BOOK DEPOT
DEOBAND SAHARANPUR (U.P.)

Ph : (01336) 223223 (Cy) 225223

Fax : (01336) 225223

Mob : 99667363223, 99316861123



اجمالى فهرست ايك نظر ميں

رقم المسألة	عنوانات	
٢٣١ - ١	مقدمة التحقيق ، الطهارة ، بجميع أبوابها ، الصلاة ، من باب المواقيت إلى الباب الرابع ، القراءة .	المجلد الأول
٥٢٢ - ٢٣٢	بقية الصلاة من باب التجويد إلى الباب السابع عشر ، الجمعة والعيد .	المجلد الثاني
٨٣٥ - ٥٢٥	بقية الصلاة ، الزكاة .	المجلد الثالث
١١٢٢ - ٨٣٦	بقية الزكاة بجميع أبوابها ، صدقة الفطر ، الصوم بجميع أبوابها ، الحج بجميع أبوابها ، النكاح من الباب الأول ، النكاح الصحيح والفساد ، الجهاز والمهر .	المجلد الرابع
١٢٨٥ - ١٢٨٠	بقية النكاح ، المحرمات ، الأولياء والكفاءة ، الطلاق ، فسخ نكاح ، خلع ، ظهار ، إيلاء ، عدة ، رجعة ، نسب ، حضانة ، نفقات ، حدود ، تعزيز ، أيمان ، نذور ، الوقف .	المجلد الخامس
١٨١٣ - ١٢٨١	بقية الوقف ، أحكام مسجد ، كتاب البيوع ، إقالة ، سلم ، صرف ، بيع فاسد ، يهلون كى بيع ، بيع الوفاء ، كتاب الربو .	المجلد السادس

المجلد السابع ١٨١٢-٢٠٩٥ بقية الربوا، وكالة، كفالة، حوالة، وديعة،

ضمان، عارية، إجارة، دعوى، صلح، مضاربة،
قضاء، شهادة، شفعة، غصب، رهن.

المجلد الثامن ٢٠٩٤-٢٢٠٣ بقية الرهن، هبة، شركة، قسمة، مزارعة،

شرب، ذبائح، أضحية، صيد، عقيقة،
الحظر والإباحة.

المجلد التاسع ٢٢٠٢-٢٢٠٨ بقية الحظر والإباحة، وصايا، فرائض.

المجلد العاشر ٢٢٠٩-٣٠٠٦ بقية الفرائض، مسائل شتى، ما يتعلق

بتفسير القرآن.

المجلد الحادى عشر ٣٠٠٤-٣٣٣٢ بقية ما يتعلق بتفسير القرآن، ما يتعلق

بالحديث، سلوك، رؤيا، بدعات، عقائد
وكلام.

المجلد الثانى عشر ٣٣٣٥-٣٥١٢ بقية كتاب العقائد والكلام.





فہرست مضامین

صفحہ نمبر

مسئلہ نمبر

۲۳	ہنود کے ہاتھ سے پانی یا کوئی کچی ہوئی چیز کھانا	۲۴۰۴
۲۵	ریگ مائی کھانے کا حکم	۲۴۰۵
۲۶	شراب میں اجزائے ارضی کامل جانایا نشہ کی حد میں نہ آنا جواز کا سبب نہیں بنتا	۲۴۰۶
۲۷	تمباکو کھانے کا حکم	۲۴۰۷
۲۹	تین سانس میں پانی پینا اور ہر سانس میں بسم اللہ کہنا	۲۴۰۸
۲۹	اشتبہا شکر تری ولایتی	
۳۰	سوال متعلق اشتہار مذکور	
۳۰	حکم شکر ولایتی	۲۴۰۹
۳۲	نبیز جو حضور ﷺ نے نوش فرمائی اس کی تحقیق	۲۴۱۰
۳۳	اثر بہ اربعہ منہیہ کے علاوہ میں گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی کا حکم	۲۴۱۱
۳۴	حلال جانور کے اعضاء محرمہ کا بیان	۲۴۱۲

۳۵	۶/ باب: ہدیہ اور دعوت کے متعلق احکام	□
----	--------------------------------------	---

۳۵	سود خوار پابند رسوم کی دعوت قبول کرنا	۲۴۱۳
۳۶	میت کے گھر والوں کی دعوت کھانا	۲۴۱۴
۳۹	ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا جو پہلے حکومت کے ملازم تھے	۲۴۱۵
۴۰	سود خور اگر یہ کہے کہ میں دعوت مالِ حلال سے کر رہا ہوں تو اس قول میں تحرّی کرنا چاہئے	۲۴۱۶

۴۲	۷/ باب: احکام متعلقہ لباس	□
----	---------------------------	---

۴۲	ٹخنوں سے نیچے پا جامہ یا تہبند لٹکانا دفع شبہ متعلقہ مسئلہ مذکورہ	۲۴۱۷
----	---	------

۲۴۱۸	بدون خیلاء اسبال ازار کی کراہت پر اشکال کا جواب	۴۴
۲۴۱۹	اسبال ازار، حکم لہنگا، نکاح بیوہ، عورتوں کو بازار جانا، ڈاڑھی و مونچھیں اور چوٹی وغیرہ کے احکام	۴۵
۲۴۲۰	مختلف قسم کے رنگوں کی حلت و حرمت کا بیان	۵۰
۲۴۲۱	عورتوں کو مردانہ جوتہ پہننے کی ممانعت	۵۱
۲۴۲۲	مردانہ جوتہ کی ایڑی بٹھا کر پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے	۵۲
۲۴۲۳	سلیپر جوتہ پہننا	۵۲
۲۴۲۴	ایضاً	۵۳
۲۴۲۵	مختلف چوڑیاں پہننا	۵۴
۲۴۲۶	مخمل کا حکم	۵۵
۲۴۲۷	ایضاً	۵۶
۲۴۲۸	ٹسر کا استعمال اور اس کا حکم	۵۷
۲۴۲۹	ایضاً	۵۸
۲۴۳۰	اطلس پہننا	۵۹
۲۴۳۱	کامدار ٹوپی کا استعمال	۶۰
۲۴۳۲	چوڑی دار پائجامہ پہننا	۶۱
۲۴۳۳	چوڑی دار پائجامہ کا حکم	۶۲

۶۳	۸/ باب: سونے، چاندی، پیتل، لوہے وغیرہ کا استعمال	□
----	--	---

۲۴۳۴	تانبہ پیتل وغیرہ کے برتنوں کا استعمال	۶۳
۲۴۳۵	ظروف بدری کے استعمال کا حکم	۶۴
۲۴۳۶	لاٹھی میں لوہا، پیتل، چاندی وغیرہ کا چھلا لگوانے کا حکم	۶۵
۲۴۳۷	لوہے کا جوتا استعمال کرنے کا حکم	۶۶
۲۴۳۸	سونے چاندی کے بٹن	۶۶
۲۴۳۹	ایضاً	۶۷

۶۸	ایضاً.....	۲۴۴۰
۷۰	تفصیل حکم جرس.....	۲۴۴۱
۷۲	چاندی کے پائے استعمال کرنا حرام ہے.....	۲۴۴۲
۷۲	چاندی کے کیس کی گھڑی کا استعمال کرنا.....	۲۴۴۳
۷۶	چاندی کے گلاس کا حکم.....	۲۴۴۴
۷۷	ناک میں لونگ پہننا.....	۲۴۴۵
۷۸	جرمنی سلور کا استعمال.....	۲۴۴۶
۷۹	روپے کو بطور زیور ہار بنا کر گلے میں ڈالنا.....	۲۴۴۷
۷۹	پیتل، رانگ، تانبہ، گلت کا استعمال جائز مع دلائل.....	۲۴۴۸
۸۱	جس دوات کا ڈھکنا چاندی کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں.....	۲۴۴۹
۸۲	جس قلم کا نب سونے کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں.....	۲۴۵۰
۸۳	ایضاً.....	۲۴۵۱
۸۴	جہیز میں سونے چاندی کے برتن دینا.....	۲۴۵۲
۸۵	بجھنے والے زیور کی حرمت کی تفصیل.....	۲۴۵۳
۸۶	طلائی دانتوں کا حکم.....	۲۴۵۴
۸۷	جس بٹن پر چاندی کا حلقہ چڑھا ہو.....	۲۴۵۵
۸۸	ایضاً.....	۲۴۵۶
۸۹	پیتل کے برتنوں کا حکم.....	۲۴۵۷
۹۰	نقرئی و طلائی تعویذ کا حکم.....	

۹۱	۹/باب: کسب جائز و ناجائز و مکروہ	<input type="checkbox"/>
----	----------------------------------	--------------------------

۹۱	بارود و سکہ بنانا.....	۲۴۵۸
۹۱	زمیندار کو مزدوروں اور چمڑہ نکالنے والوں سے ٹیکس لینا.....	۲۴۵۹
۹۲	تصویر بنانے کی نوکری کا حکم.....	۲۴۶۰

۲۴۶۱	مباح الاصل چیز جو نابالغ کے احراز سے اس کی ملک ہو اس کا حکم	۹۳
۲۴۶۲	سرکاری آفسران ماتحت ملازمین کی تنخواہ سے کچھ بچالیں اس کا حکم	۹۴
۲۴۶۳	بینڈ بلجہ کی ملازمت کا حکم	۹۵
۲۴۶۴	جس زمین کی سیٹھانی سرکاری اجازت اور معاوضہ کی ادائیگی کے بغیر کی گئی ہو اس کی پیداوار کا حکم	۹۶
۲۴۶۵	حکیم لوگ جو عطاروں سے لیتے ہیں یہ رشوت ہے	۹۷
۲۴۶۶	خلاف ورزی معاہدہ کی صورت میں بائع سے جُرمانہ وصول کرنا	۹۸
۲۴۶۷	ناجائز ملازمت کا حکم	۱۰۰
۲۴۶۸	جن لوگوں کو سرکاری کام کے لئے پاس ملا ہو اُس سے ذاتی ضرورت کا سفر	۱۰۱

□	۱۰/ باب: مالِ حرام و مشتبہ کے احکام	۱۰۲
۲۴۶۹	مالِ حرام سے خریدے گئے برتن کے استعمال کا حکم	۱۰۲
۲۴۷۰	توبہ کے بعد مالِ حرام کا حکم	۱۰۳
۲۴۷۱	ایضاً	۱۰۶
۲۴۷۲	کافر زانیہ مسلمان ہو جائے تو اس کا مال حرام جائز نہ ہوگا	۱۰۷
۲۴۷۳	جو برتن مالِ حرام سے خریدا گیا اس کا استعمال گناہ ہے	۱۰۸
۲۴۷۴	میراث میں ملے ہوئے مالِ حرام کا حکم	۱۰۹
۲۴۷۵	جو مال بطور ریا کے دیا جائے مگر خوشدلی سے اس کا حکم	۱۱۰
۲۴۷۶	سوخنے حرام سے آگ لینا	۱۱۱
۲۴۷۷	فاحشہ عورت یا کفار کے بنوائے ہوئے کنویں سے پانی لینا	۱۱۳
۲۴۷۸	ریلوے ملازم کیلئے اسٹیشن کے ٹھیکہ دار فروخت اشیاء سے رعایتی قیمت پر چیزیں خریدنا	۱۱۴
۲۴۷۹	سرکاری کام سے بچی ہوئی چیزیں مثل کاغذ، قلم، روشنائی وغیرہ کا حکم	۱۱۵
۲۴۸۰	ایضاً	۱۱۷
۲۴۸۱	مالِ مخلوط از حلال و حرام جائز ہے جب تک کہ اس میں حرام غالب نہ ہو	۱۱۷
۲۴۸۲	غالب حلال آمدنی سے خریدا ہوا مکان حلال ہے	۱۱۹

۱۲۰ ناجائز سوختہ سے پکی ہوئی اینٹ یا گرم کئے ہوئے پانی کا استعمال	۲۴۸۳
۱۲۱ وارث کے لئے رشوت کے مال کا حکم	۲۴۸۴
۱۲۳ اہل رشوت کے ساتھ خلط کر کے کھانا کھانا	۲۴۸۵
۱۲۴ ایضاً	۲۴۸۶

۱۲۶	۱۱/باب: جائز و ناجائز، مکروہ افعال و استعمال	□
۱۲۶ دورہ حجام کے نقصان کی تلافی کی ایک صورت	۲۴۸۷
۱۲۷ گھر کی نالی کو قدیم سے زیادہ بڑھا لینا	۲۴۸۸
۱۲۹ پاکلی کی سواری کا حکم	۲۴۸۹
۱۳۰ ضرر کے خوف سے رشوت دینا	۲۴۹۰
۱۳۱ افسروں کو ہیئت متعارفہ کے موافق سلام کرنا	۲۴۹۱
۱۳۲ اہل باطل کے رسائل کی کتابت	۲۴۹۲
۱۳۳ کھانے کی تواضع متعارف بشرط صدق نیت جائز ہے	۲۴۹۳
۱۳۳ دھوکا دینا اور سودے میں میل کرنا	۲۴۹۴
۱۳۴ کسی دوسرے شخص کا مارکہ بنالینا	۲۴۹۵
۱۳۵ ٹیکس تشخیص کرنے والے سے اپنا مال چھپانا	۲۴۹۶
۱۳۶ حکومت کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس ناجائز ہے	۲۴۹۷
۱۳۸ حیلہ کا حکم	۲۴۹۸
۱۴۱ جس جانور کا بچہ مر جائے اس کا دودھ نکالنے کے لئے مصنوعی بچہ بنا کر رکھنا	۲۴۹۹
۱۴۱ نبی بخش نام رکھنا جائز نہیں	۲۵۰۰
۱۴۲ ڈاکٹری معائنہ کی شرط کے ساتھ جیون بیمہ کا حکم	۲۵۰۱
۱۴۴ ایضاً	۲۵۰۲
۱۴۷ پیر بخش نام رکھنا	۲۵۰۳
۱۴۸ ہندہ نام رکھنا	۲۵۰۴

- ۲۵۰۵ قربان علی نام کو علی بخش پر قیاس کرنا صحیح نہیں ۱۴۹
- ۲۵۰۶ کوئی متبرک لباس پہن کر نماز پڑھنا ۱۵۰
- ۲۵۰۷ لندن وغیرہ کی سیاحت کا حکم ۱۵۱
- ۲۵۰۸ ہدایات برائے سفر لندن ۱۵۲
- ۲۵۰۹ اپنی لڑکی کو ماں یا لڑکے کو باپ کہہ دینے کا حکم ۱۵۲
- ۲۵۱۰ مفاسد کے پائے جانے کی وجہ سے رسم بیعت کے ترک کے سلسلہ میں مشورہ اور جواب ۱۵۳
- ۲۵۱۱ رسالہ اخبار بنی کے دو قول میں فیصلہ ۱۵۳
- ۲۵۱۲ افکار دینی ضمیمہ اخبار بنی ۱۵۴
- ۲۵۱۳ جب روپیہ بدون نالش کے وصول ہو جائے تو زرخرچہ مقدمہ کی واپسی لازم ہے ۱۶۲
- ۲۵۱۴ زیر پائی (زنانی جوتی) کا حکم ۱۶۴
- ۲۵۱۵ یزید کی طاعت سے خروج کے عدم جواز پر شبہ کا جواب ۱۶۴
- ۲۵۱۶ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ۱۶۶
- جس تسبیح میں چھوٹا سا نوٹو لگا ہوتا ہے اس کا استعمال ۱۶۸

المقالة الممالكة في تصور الحيلة المألكة

- ۲۵۱۷ مردہ بیوی کے تصور کے احکام ۱۷۱
- ۲۵۱۸ بعض شرکاء چندہ کا بذریعہ قریب حق سے زائد لینا ۱۷۶
- غیر جنس میں سے اپنا حق کسی حیلہ سے حاصل کرنا ۱۷۷
- گاڑی کی اجازت سے ریل کا بلا کر ایہ سفر ۱۷۷
- بڑے تالاب یا حظیرہ کا پانی روکنا جس میں مملوک وغیرہ مملوک مچھلیاں ہوں ۱۷۸
- ۲۵۱۹ کسی خاص بستی کے تالاب سے دوسرے لوگوں کا مچھلیاں پکڑنا ۱۷۸
- ۲۵۲۰ زانی کے واسطے دعا کا حکم ۱۷۹
- ۲۵۲۱ ہندوستان سے ہجرت کا حکم ۱۸۰
- ۲۵۲۲ بچے کے مرنے کے بعد اس کی آون نال کا ثنا ۱۸۱

۲۵۲۳	مہمانداری کے واجب ہونے اور نہ ہونے کی تحقیق	۱۸۲
۲۵۲۴	ظالم گرفتار مقدمہ کی امداد کا حکم	۱۸۴
۲۵۲۵	مدارات فساق کا حکم	۱۸۶
۲۵۲۶	سود کے حساب کی تعلیم کا حکم	۱۸۷
۲۵۲۷	ہجئے کفار کا جواز	۱۸۸
۲۵۲۸	بابو وغیرہ کو رشوت دینا	۱۹۱

□	۱۲/باب: نکاح اور منگنی وغیرہ	۱۹۳
---	------------------------------	-----

۲۵۲۹	بیوہ عورتوں کو نکاح سے روکنا	۱۹۳
۲۵۳۰	بیوہ عورت کو کسی دوا وغیرہ سے باکرہ بنانا دھوکہ دینے کے لئے	۱۹۴

□	۱۳/باب: عورتوں پر پردے اور نظروں وغیرہ کے احکام	۱۹۵
---	---	-----

۲۵۳۱	عورتوں کے پردہ کا حکم	۱۹۵
۱۹۸	سوال بریں فتویٰ	
۲۵۳۲	ایضاً	۱۹۹
۲۰۲	پردہ کے سلسلہ میں تفصیل اور اس شخص کی امامت کا حکم جس کی عورت بے پردہ ہو	

إلقاء السكينة في تحقيق إبداء الزينة

۲۵۳۳	عورتوں کے پردہ کا حکم	۲۰۳
۲۰۹	تقریر قولہ تعالیٰ: "لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ" از مولوی حبیب احمد صاحب	
۲۱۲	فوائد متعلقہ آیت مطلوبہ	
۲۵۳۴	ایضاً	۲۲۲
۲۵۳۵	فاسق عورتوں کو گھروں میں آنے سے روکنا	۲۲۶
۲۵۳۶	عورتوں کو بازار میں جانا	۲۲۷
۲۵۳۷	برقع سے ڈولی کا سفر بہتر ہے	۲۲۸

۲۲۹	عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا یا آواز سنانا وغیرہ	۲۵۳۸
۲۳۳	جو سات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے	۲۵۳۹
۲۳۳	عورتوں کو اخبار وغیرہ میں اپنا نام ظاہر کرنا	۲۵۴۰
۲۳۴	مزدوری پیشہ عورت کو سر اور کہنیوں تک ہاتھ کھولنا	۲۵۴۱
۲۳۵	دندان ساز کا عورت کو مس کرنا	۲۵۴۲
۲۳۵	خوشدامن کا اپنے داماد سے پردہ	۲۵۴۳
۲۳۷	عورت کی قرأت اجنبی مردوں کو بلا ضرورت سننا	۲۵۴۴
۲۳۸	کنواری لڑکیوں کو عورتوں سے پردہ کرنا خلاف حدیث نہیں	۲۵۴۵
۲۳۹	بوڑھی عورت کے لئے سفر بلا محرم کے جواز کی دلیل	۲۵۴۶

۲۴۰	۱۴/باب: زنا اور اُس کے متعلقات	□
۲۴۰	زانیہ عورت کو بلا معاوضہ زنا کوئی ہدیہ دینا	۲۵۴۶
۲۴۱	کسی آلہ کے ذریعہ اخراج منی	۲۵۴۷
۲۴۲	دیوثی کی حرمت اور اس کے مرتکب کے فاسق ہونے کا بیان	۲۵۴۸
۲۴۳	اجنبی عورت سے بدن دبوکانا	۲۵۴۹

۲۴۵	۱۵/باب: احکام متعلقہ علاج و دوا وغیرہ	□
۲۴۵	اسقاطِ حمل	۲۵۵۰
۲۴۶	ایضاً	۲۵۵۱
۲۴۸	ایضاً	۲۵۵۲
۲۴۹	ایضاً	۲۵۵۳
۲۵۱	کافر کے لئے حرام دوا تجویز کرنا	۲۵۵۴
۲۵۲	حرام دوا کا استعمال	۲۵۵۵
۲۵۴	مصنوعی دانت بنانا	۲۵۵۶

۲۵۵	بچہ نکالنے کے لئے حاملہ کا پیٹ چاک کرنا	۲۵۵۷
۲۵۷	افیون کا استعمال بوقت اضطرار	۲۵۵۸
۲۵۷	دوا میں افیون	۲۵۵۹
۲۵۹	دوا وغیرہ میں افیون کا استعمال	۲۵۶۰
۲۶۰	چچک سے حفاظت کے لئے ٹیکا لگوانا	۲۵۶۱
۲۶۱	ایضاً	۲۵۶۲
۲۶۲	ایضاً	۲۵۶۳
۲۶۴	دوا میں سانپ کا پتہ استعمال کرنا	۲۵۶۴
۲۶۵	ٹڈیوں کی بیٹ سرمہ میں ملا کر استعمال کرنے کا حکم	۲۵۶۵
۲۶۶	ہومیو پیتھک دوا کا استعمال	۲۵۶۶
۲۶۷	گیس کے چولھے میں اسپرٹ کا استعمال	۲۵۶۷
۲۶۷	اسپرٹ کا استعمال	۲۵۶۸
۲۶۸	ایضاً	۲۵۶۹
۲۶۹	مصنوعی آنکھ بنوانا	۲۵۷۰
۲۷۰	بال اُڑانے والا صابون استعمال کرنا	۲۵۷۱
۲۷۱	عرقیات ڈاکٹری کا استعمال	۲۵۷۲
۲۷۲	جند بیدستر کا حکم	۲۵۷۳
۲۷۳	جند بیدستر کا حکم	۲۵۷۴
۲۷۴	نوشادر پاک ہے	۲۵۷۵
۲۷۴	مرض فتن کے علاج کے جواز پر شبہ اور اس کا جواب	۲۵۷۶
۲۷۷	انگریزی دواؤں کا استعمال	۲۵۷۷
۲۷۹	ایضاً	۲۵۷۸



۱۶/ باب: بالوں کے حلق و قصر اور خضاب اور ختنہ وغیرہ کے احکام

۲۸۲

۲۸۲ خضاب	۲۵۷۸
۲۸۳ مسائل خضاب	۲۵۷۹
۲۸۷ ایضاً	۲۵۸۰
۲۸۷ ایضاً	۲۵۸۱
۲۸۸ ایضاً	۲۵۸۲
۲۸۸ ایضاً	۲۵۸۳
۲۸۹ ایضاً	۲۵۸۴
۲۸۹ ایضاً	۲۵۸۵
۲۹۱ حکم خضاب سیاہ	۲۵۸۶
۲۹۴ حکم خضاب	۲۵۸۷

رسالہ ”قول السداد فی الخضاب بالسواد“

۲۹۵ حکم خضاب	۲۵۸۸
۲۹۹ داڑھی اور مونچھوں کے کاٹنے اور منڈوانے کے احکام	۲۵۸۹
۳۰۰ ایضاً	۲۵۹۰
۳۰۲ ایضاً	۲۵۹۱
۳۰۳ ایضاً	۲۵۹۲
۳۰۷ ایضاً	۲۵۹۳
۳۰۸ ایضاً	۲۵۹۴
۳۰۸ داڑھی مونچھوں اور چوٹی وغیرہ کے احکام	
۳۰۹ داڑھی کا حکم اور مقدار	۲۵۹۵
۳۱۰ سر کا بعض حصہ منڈانا	۲۵۹۶

۳۱۱	پیشانی اور گدی اور سینہ کے بال صاف کرنا	۲۵۹۷
۳۱۳	سر کے بال کٹوانا	۲۵۹۸
۳۱۵	سر کے بال کٹوانا	۲۵۹۹
۳۱۹	عورتوں کے بال کٹوانا	۲۶۰۰
۳۲۱	ایضاً	۲۶۰۱
۳۲۳	سر پر بال رکھنا	۲۶۰۲
۳۲۶	حجامت اور ناخن بنوانا جمعہ سے پہلے یا بعد میں	۲۶۰۳
۳۲۶	موئے زیر لب کا حلق و نف ہر برابر ہے	۲۶۰۴
۳۲۷	حکم حلق موئے زیریں لب	۲۶۰۵
۳۲۸	پورے سر منڈانے کے مسنون ہونے پر اعتراض کا جواب	۲۶۰۶
۳۳۰	داڑھی کا فلسفہ اور اس کے رکھنے کا حکم	۲۶۰۷
۳۳۱	مکتوب آمدہ از میرٹھ	
۳۳۲	یونفارم کی سیاسی حیثیت	
۳۳۳	ترک شعار کے نتائج	
۳۳۴	ترقی اقوام و ملل کا راز	
۳۳۶	داڑھی اسلام کا شعار ہے	
۳۴۰	نومسلم کے ختنہ کا حکم	۲۶۰۸
۳۴۲	ختنہ کا اعلان بہتر ہے یا اخفاء	۲۶۰۹
۳۴۳	آدمی بڑا ہو جاوے اور ختنہ کا تحمل نہ ہو تو ترک ختنہ کا حکم	۲۶۱۰
۳۴۵	بالغ ہونے کے بعد ختنہ کا حکم	۲۶۱۱

۳۴۷	باب ۱/۷: غناء و مزامیر اور لہو و لعب و تصاویر کے احکام	<input type="checkbox"/>
-----	--	--------------------------

۳۴۷	شطنج کا حکم	۲۶۱۲
۳۵۳	بزرگوں کی تصویر رکھنا	۲۶۱۳

۲۶۱۴	فونوگراف کا حکم	۳۵۴
۲۶۱۵	ایضاً	۳۵۶
۲۶۱۶	فونوگراف کا حکم اور اس کی پلیٹ بلا وضو چھونے کی تحقیق	۳۵۸
۲۶۱۷	گرا موفون سے قرآن کریم سننے کا حکم	۳۶۱
۲۶۱۸	گرا موفون سے قرآن پاک سننے کا حکم	۳۶۴
۲۶۱۹	تعلیمی تاش کا حکم	۳۷۳
۲۶۲۰	نصف دھڑ کی تصویر بنانے کا حکم	۳۷۴
۲۶۲۱	نا تمام تصویر بنانے کا حکم	۳۷۵
۲۶۲۲	فونو کو آئینہ پر قیاس کرنا غلط ہے	۳۷۸
۲۶۲۳	کپڑے کے تھان پر جو تصویر کارخانہ کی علامت ہو اس کا حکم	۳۷۹
۲۶۲۴	تصویر والے رویہ کا حکم	۳۸۰
۲۶۲۵	کتب طب میں موجود تصاویر کا حکم	۳۸۱
۲۶۲۶	جاندار کی تصویر کشی کے سلسلہ میں تحقیق	۳۸۳
۲۶۲۷	بچوں کے کھیل کھلونے فروخت کرنے کا حکم	۳۸۷
۲۶۲۸	کرکٹ کھیل کا حکم	۳۸۸
۲۶۲۹	بائسکوپ اور سنیما کا دیکھنا جائز نہیں	۳۹۰
۲۶۳۰	رسالہ تصحیح العلم فی تصحیح الفلم	۳۹۲
۲۶۳۱	غیر مسلم قوموں سے ماخوذ مختلف کھیلوں کا حکم	۳۹۹

۴۰۱	۱۸/باب: حقوق حیوانات و متعلقات آں	□
-----	-----------------------------------	---

۲۶۳۲	قمار کے لئے جانور پالنا	۴۰۱
۲۶۳۳	جانور کی پیشاب گاہ میں ہاتھ ڈال کر دودھ دہنا	۴۰۲
۲۶۳۴	جانور کو خضی کرنا	۴۰۳
۲۶۳۵	کھٹل کو مارنے کے لئے چار پائی میں گرم پانی ڈالنا	۴۰۳

۲۶۳۶	زندہ کیڑوں کو آگ میں جلانا یا کسی جانور کو کھلانا	۴۰۵
۲۶۳۷	موذی گتے کو ہلاک کرنا اور اس کے ضمان کا حکم	۴۰۷
۲۶۳۸	دوا کی ضرورت سے حیوانات کو قتل کرنے کا حکم	۴۰۸
۲۶۳۹	جانوروں کا کاجی ہاؤس میں داخل کرنا	۴۰۹
۲۶۴۰	موذی جانوروں کو مجبوری کے وقت آگ میں جلانا	۴۱۱

□	۱۹/ باب: تشبہ بالكُفَّار	۴۱۳
۲۶۴۱	میز وُرسی پر کھانا کھانے کا حکم	۴۱۳
۲۶۴۲	لہنگا پہننے کا حکم	۴۱۴
۲۶۴۳	ہندوؤں کی طرح چوٹی رکھنا	۴۱۵
۲۶۴۴	مدارس اسلامیہ میں اتوار کے دن چھٹی کرنے کا حکم	۴۱۶
۲۶۴۵	سائیکل پر سواری کرنے کا حکم	۴۱۷
۲۶۴۶	فٹ بال میچ کھیلنے کا حکم	۴۱۷
۲۶۴۷	کفار کے رسم و رواج میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں	۴۱۹
۲۶۴۸	لندن وغیرہ میں کفار کے لباس کا حکم	۴۲۱

□	۲۰/ باب: معاملات المسلمین بأهل الكتاب والمشرکین	۴۲۲
۲۶۴۹	کافر کے حقوق کیسے ادا کئے جائیں	۴۲۲
۲۶۵۰	کفار کے میلوں میں بغرض تجارت جانا	۴۲۳
۲۶۵۱	ہندوؤں کے میلوں میں بغرض تجارت جانا	۴۲۴
۲۶۵۲	کفار کے مندروں میں جانا	۴۲۵
۲۶۵۳	چھوت چھات کرنے والے ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا حمیت کے خلاف ہے	۴۲۸
۲۶۵۴	کافر پڑوسی کی دعوت جائز ہے	۴۲۸
۲۶۵۵	کفار و مشرکین کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم	۴۲۹



۲۱/ باب: احکامِ سلام و تعظیم اکابر

۴۳۱

- ۲۶۵۶ آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ۴۳۱
- ۲۶۵۷ قیامِ تعظیمی کی تحقیق ۴۳۵
- ۲۶۵۸ بزرگوں کے القاب میں قبلہ کعبہ لکھنا ۴۴۰
- ۲۶۵۹ آداب والقاب کے سلسلہ میں فتاویٰ رشیدیہ اور بہشتی زیور کی عبارت میں تعارض کا جواب.. ۴۴۱
- ۲۶۶۰ سلام کا جواب سنا ضروری ہے محض آہستہ کہنا کافی نہیں ۴۴۲
- ۲۶۶۱ الفاظ سلام کی تحقیق ۴۴۳
- ۲۶۶۲ کن کن مواقع میں سلام کرنا مکروہ ہے؟ ۴۴۸
- ۲۶۶۳ متکبر کو سلام نہ کرنا ۴۴۹
- ۲۶۶۴ استنجاء کے وقت سلام ۴۵۱
- ۲۶۶۵ کسی کے پیر کو ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملنا ۴۵۲
- ۲۶۶۶ کھانا کھانے والے کو سلام کرنا ۴۵۴
- ۲۶۶۷ بدعتی کی تعظیم جائز نہیں ۴۵۵
- ۲۶۶۸ روضہ مطہرہ وغیرہ کو بوسہ دینا ۴۵۵
- ۲۶۶۹ رسول اللہ ﷺ کی مدح نظم و نثر میں ۴۵۶
- ۲۶۷۰ سجدہ تعظیمی کی تحقیق ۴۵۷
- ۲۶۷۱ بادشاہ کو ”محی الملئہ والدین“ جیسے القاب سے ملقب کرنے کا حکم ۴۵۹



۲۲/ باب: مسائل متعلقہ طاعون و وباء

۴۶۱

- ۲۶۷۲ طاعون سے بھاگنے کی ممانعت ۴۶۱
- ۲۶۷۳ حدیث ”فلا تخرجوا فرارا منه“ پر چند شبہات کا جواب ۴۶۴
- ۲۶۷۴ حفظ ماقدم کے لئے دفع طاعون کی دوا کرنا ۴۶۶
- ۲۶۷۵ ٹیکہ طاعون کی تحقیق ۴۶۷
- ۲۶۷۶ ایام طاعون میں ایک گھر سے دوسرے گھر میں یا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں چلے جانے کا جواز ۴۶۸

۲۶۷۷	طاعون سے بھاگنے کی ممانعت منصوص ہے قیاس کی ضرورت نہیں	۴۶۸
۲۶۷۸	طاعون عمواس میں حضرت عمرؓ کے حکم نقل از بلدہ سے فرار پر استدلال درست نہیں	۴۶۹
۲۶۷۹	فرار عن الطاعون کو سبب نجات سمجھنے والا کافر نہیں ہے ہاں سخت فاسق ہے	۴۷۱
۲۶۸۰	بلا عقیدہ مذکورہ بالا بھاگنا بھی گناہ کبیرہ ہے	۴۷۲
۲۶۸۱	بغرض تبدیل آب وہو ابھی فرار جائز نہیں	۴۷۴
۲۶۸۲	مقام طاعون میں داخل ہونے سے متعلق اشکال کا جواب	۴۷۵
۲۶۸۳	طاعون کی تمنا اور اس کے علاج کا حکم	۴۸۲
۲۶۸۴	مسائل متعلقہ طاعون	۴۸۳
۲۶۸۵	طاعون کی وجہ سے فناء آبادی میں جانے کا حکم	۴۸۴
۲۶۸۶	شبہ متعلق جواب مندرجہ بالا	۴۸۵
۲۶۸۷	فرار عن الطاعون کا حکم	۴۸۸
۲۶۸۷	فرار عن الطاعون سے متعلق چند سوالات	۴۹۰
۲۶۸۸	فرار عن الطاعون سے ممانعت کے متعلق احادیث پر ہونے والے چند شبہات کا ازالہ	۴۹۸
۲۶۸۹	ایضاً	۵۰۳
۲۶۹۰	ایضاً	۵۰۸
۲۶۹۱	احادیث بالا کے متعلق سوالات	۵۱۰
۲۶۹۱	اب شبہات متعلقہ علاج الخط کا جواب سنئے	۵۱۴
۲۶۹۲	ایضاً	۵۱۵
۲۶۹۳	ایضاً	۵۱۸
۲۶۹۴	طاعون سے بھاگ کر طاعون ہی کی وجہ سے مرنے والا شہید شمار ہوگا؟	۵۲۰
۲۶۹۵	فناء شہر میں منتقل ہونے سے فرار عن الطاعون میں داخل نہ ہوگا	۵۲۲
۲۶۹۶	دفع وباء کے واسطے اذان دینے کا حکم	۵۲۳
۲۶۹۷	دفع طاعون کے لئے دعا کا جواز	۵۲۸



۲۳/ باب: مسائل متفرقہ

۵۲۹

۵۲۹ اُدھار سودا گراں بیچنا	۲۶۹۷
۵۳۰ وعدہ میں لفظ انشاء اللہ کہنے سے وعدہ باطل نہیں ہوتا	۲۶۹۸
۵۳۱ کفار کا نام لکھنا اگرچہ ان میں معبودات باطلہ کی تعظیم ہو، بضرورت جائز ہے	۲۶۹۹
۵۳۲ کتابۃ النساء کے ممنوع ہونے سے متعلق حدیث کی تحقیق	۲۷۰۰
۵۳۳ تجل اور بذاذات (سادگی) میں منافات نہیں	۲۷۰۱
۵۳۴ حدیث میں لفظ ”استکثروا من النعال“ کے معنی کی تحقیق	۲۷۰۲
۵۳۵ ایضاً	۲۷۰۳
۵۳۷ حضرت غوث اعظم کی بعض کرامات اور ان کی تصدیق کی شرط	۲۷۰۴
۵۳۸ آیت کریمہ ”وما علمناہ الشعر“ پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب	۲۷۰۵
۵۴۰ اعانت علی المحصیۃ کی چند جزئیات	۲۷۰۶

۳۶/ کتاب الوصایا

۵۴۲ موصی لہ کے وصیت کو رد کرنے کے بعد موصی کا وصیت سے رجوع کرنا	۲۷۰۷
۵۴۴ وارث کے لئے وصیت کا حکم	۲۷۰۸
۵۴۵ اجنبی اور وارث کے لئے وصیت کا حکم	۲۷۰۹
۵۴۷ وصیت کی تعلیق و اضافت کا حکم	۲۷۱۰
۵۴۹ متعلق جواب بالا	۲۷۱۱
۵۵۰ متعلق جواب بالا	۲۷۱۲
۵۵۱ خاص جگہ دفن کرنے کی وصیت کرنا	۲۷۱۳
۵۵۳ وارث یا اجنبی کے لئے وصیت اور رد کے بعد وارث کا اجازت دینا	۲۷۱۴
۵۵۵ بعد معافی مہر کسی جائیداد کی نسبت یہ لکھنا کہ یہ بعوض مہر کے ہے	۲۷۱۵
۵۵۷ موصی کی زندگی میں موصی لہ کے رد سے وصیت کا باطل نہ ہونا	۲۷۱۶

۲۷۱۷	وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں.....	۵۶۰
۲۷۱۸	دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں.....	۵۶۱
۲۷۱۹	وصایا میں میراث کا جاری نہ ہونا.....	۵۶۳
۲۷۲۰	بالغ و نابالغ کے مشترکہ مال سے صدقہ کے جواز کی صورت.....	۵۶۳
۲۷۲۱	مقدار وصیت سے کم مال ہو تو کیا کریں؟.....	۵۶۵
۲۷۲۲	مورث کی طرف سے بعض ورثہ کے حقوق مختص کر لینے کی چند جائز اور ناجائز تدبیریں.....	۵۶۸
	اس کا یہ جواب گیا.....	۵۶۹
	پھر اس جواب پر یہ خط آیا.....	۵۶۹
	پھر یہ جواب گیا.....	۵۶۹
۲۷۲۳	مرض الموت کی تعریف.....	۵۷۰
۲۷۲۴	مصرف خیر میں صرف کرنے کی وصیت یعنی کسی مقرض کا قرض ادا کرنا یا یونیورسٹی میں دینا.....	۵۷۱
۲۷۲۵	وصیت کی ایک مخصوص صورت کا حکم.....	۵۷۳

۳۷ / کتاب الفرائض

۲۷۲۶	خاص غرض کے لئے خریدے ہوئے سامان میں میراث کا حکم.....	۵۷۵
۲۷۲۷	ولد الزنا اور ماں میں وراثت.....	۵۷۶
۲۷۲۸	حصوں کے امتیاز اور سپردگی کے بغیر تقسیم معتبر نہیں.....	۵۷۷
۲۷۲۹	توارث اخت من الزنا.....	۵۷۸
۲۷۳۰	سرکاری وظیفہ میں میراث کا حکم.....	۵۸۰
۲۷۳۱	حق وراثت میں مختلف جہتوں کا اعتبار.....	۵۸۲
۲۷۳۲	عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے.....	۵۸۴
۲۷۳۳	قرض دار اور اس کے ورثاء کی عدم موجودگی میں میت کے ترکہ کا مصرف.....	۵۸۷
۲۷۳۴	تقسیم ترکہ اور مشترکہ مال کے ذریعہ حاصل شدہ منافع کا حکم.....	۵۸۹
	ترکہ میں مہر وغیرہ پر حق مرتہن مقدم ہے.....	۵۹۱

۵۹۱	مہر میں وراثت کا حکم	۲۷۳۵
۵۹۳	سرکاری عطیہ میں میراث کا حکم	۲۷۳۶
۵۹۵	ترکہ نبویہ سے متعلق حدیث کا حل	۲۷۳۷
۵۹۶	اس کے جواب میں ارشاد فرمایا	
۶۰۰	ورثہ کے حق میں مال حرام کا حکم	۲۷۳۸
۶۰۲	تحقیق تقسیم صنف ثالث ذوی الارحام مختلف الاصول	۲۷۳۹
۶۰۳	بیوی کے پاس رکھے ہوئے سامان کا حکم	۲۷۴۰
۶۰۸	وصیت برائے وارث یا اجنبی و اجازت وارث بعد رد	
		کسی کے نام جائیداد خریدنے سے اس کی ملک نہ ہونا اور بعد مرنے کے مثل دوسرے	
۶۰۸	ترکہ کے تقسیم ہونا	
۶۰۸	نانی کے بھتیجے کی وراثت کا حکم	۲۷۴۱
۶۰۹	قبل ادائے دین وارث ترکہ کا مالک ہے یا نہیں	۲۷۴۲
۶۰۹	زمین عاریت کی بیع باطل ہونا اور وصیت کا ثلث میں جاری ہونا	۲۷۴۳
۶۱۱	خالہ زاد بھائی پر علاتی ماموں مقدم ہے	۲۷۴۴
۶۱۲	شیعہ و سنی کے درمیان میراث کا حکم	۲۷۴۵
۶۱۳	امور خیر میں صرف کرنا بیت المال کے قائم مقام ہے	۲۷۴۶
۶۱۴	زوجین پر رد کے لئے ذوی الارحام کا نہ ہونا شرط ہے	۲۷۴۷
۶۱۵	لڑکیوں کو نہ دینے کی صورت میں لڑکوں کا جائیداد مورد و شہ کا مالک نہ ہونا	۲۷۴۸



بقیہ کتاب الحظر والإباحة

ہنود کے ہاتھ سے پانی یا کوئی پکی ہوئی چیز کھانا

سوال (۲۴۰۴): قدیم ۱۱۴/۴ - ہنود کے ہاتھ سے پانی پینا یا کوئی پختہ شے کھانی درست ہے یا نا درست ہے؟ نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اگر درست ہے تو کس صورت سے درست ہے، کافر نجس العین ہے یا کچھ کم؟

الجواب: انسان نجس العین نہیں، اگرچہ کافر و مشرک ہو، بعضے لوگوں کو آیت کریمہ انما المشرکون نجس فلا یقر بوا المسجد الحرام (۱) سے شبہ ہو جاتا ہے کہ مشرک نجس العین ہے، اور اسی وجہ سے مسجد حرام میں آنا درست نہیں، مگر انصاف یہ ہے کہ اس آیت سے ہرگز اس مطلب پر استدلال نہیں ہو سکتا، لفظ نجس مشترک ہے درمیان نجاست اصلی و عارضی و ظاہری و باطنی و حقیقی و حکمی و خفیہ و غلیظہ کے، پس بلا دلیل ایک معنی کو معین کرنا تحکم ہے؛ بلکہ لفظ محتمل سب معانی کو ہے۔ جب محتمل ہوا قابل استدلال نہ رہا۔ إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں: انما الخمر والمیسر والأنصاب والازلام رجس (۲)۔ پھر کیا میسر و انصاب و ازلام کو نجس العین کہیں گے؟ اور ممانعت دخول مسجد حرام کی کچھ نجس العین ہونے کی وجہ سے نہیں، اگر یہ وجہ ہوتی تو مسجد حرام کی کیا تخصیص تھی سب مساجد کے لئے یہی فرماتے، پس خاص مسجد حرام کے حکم بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے ممانعت حج و عمرہ کی ہے، جو خاص مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور مساجد میں داخل ہونا مشرک کا جائز ہے (۳) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد

(۱) سورة التوبة، رقم الآية: ۲۸۔

(۲) سورة المائدة، رقم الآية: ۹۰۔

(۳) قوله تعالى: "فلا یقر بوا المسجد الحرام" قالت الحنفیة: المراد به النهی عن الحج والعمرة لا عن الدخول مطلقا بدلیل أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث علیا رضی اللہ عنہ ینادی فی الموسم: لا یحج بعد العام مشرک، فظہر أن المراد منعہم عن الحج والعمرة فیجوز عنده دخول الکافر المسجد الحرام، ودخول غیرہ بالطریق الأولى، وورد النهی عن الاقتراب للمبالغة. (تفسیر مظہری سورة التوبة، آیت: ۲۸، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/ ۱۵۹)

بنی ثقیف کو جو کہ مشرکین تھے مسجد میں اتارا۔ اور ثمامہ ابن اثال کو جو کہ حالتِ شرک میں گرفتار ہو کر آئے تھے، مسجد کے ستون سے باندھا، دونوں روایتیں مرقوم ہیں:

روي أن النبي ﷺ أنزل وفد ثقیف في المسجد، وكانوا مشرکین. انتهی عناية شرح هداية (۱)۔ وروي البخاري بعث رسول الله ﷺ خيلا قبل نجد فجاءت برجل من بني حنيفة يقال له ثمامة بن أثال سيد أهل اليمامة فربطوه بسارية من سواري المسجد. جلد اول، صفحہ ۶۷، باب دخول المشرك في المسجد (۲)۔

پس اگر مشرک نجس العین ہوتا تو آپ ﷺ کیوں مسجد میں داخل ہونے دیتے؟ اور اسی طرح صحابہؓ و تابعین و اتباع تابعین وغیرہم امت کا تعامل رہا۔ پس معلوم ہوا کہ مراد نجس سے آیت میں نجس العین نہیں؛ بلکہ مراد نجس الباطن و خبیث الاعتقاد ہے (۳) کیونکہ شرک نجاست قلب کی ہے جیسے ایمان طہارت قلب کی ہے۔ جب مراد نجاست باطنی ہوئی تو باطنی نجاست طہارت ظاہری کے منافی نہیں ہو سکتی، پس جو احکام متعلق طہار ت ظاہری کے ہیں سب ثابت ہوں گے، اس کے ہاتھ کا دباغت ہوا چمڑا پاک ہوگا، یا وہ پانی پلائے یا احتیاط سے کوئی حلال کھانا پکا کر کھلائے، کھانا پینا جائز و حلال ہوگا (۴) ہاں اگر کوئی یوں سمجھے کہ

(۱) عناية مع فتح القدیر، الطهارة، فصل في الآسار وغیرها، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۱۱۳، کوئٹہ ۱/ ۹۴۔

(۲) بخاری شریف، کتاب الصلاة، باب دخول المشرك في المسجد، النسخة الهندية ۱/ ۶۷، رقم: ۴۶۴، ف: ۴۶۹۔

(۳) ونجاسة المشرك في اعتقاده لا في ظاهره. (هداية، کتاب أدب القاضي، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۳/ ۱۳۵)

وأما نجاسة المشرك ففي الاعتقاد على معنى التشبيه. (شامي، کتاب القضاء، قبیل مطلب في أجرة المحضر، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/ ۴۷، کراچی ۵/ ۳۷۲)

(۴) ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام ولم يذكر محمد الأكل مع المجوسي ومع غيره من أهل الشرك أنه هل يحل أم لا؟ وحكي عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب: أنه إن ابتلي به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به، وأما الدوام عليه فيكره. (هندية، کتاب الكراهية، الباب الرابع عشر: في أهل الذمة الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۷، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۰۱) ←

ہندو باوجود یہ کہ اہل باطل ہیں ہم سے کہ اہل حق ہیں ذلیل و ناپاک سمجھ کر پرہیز کرتے ہیں، تو اس کی پاداش میں ہم بھی ان سے احتراز رکھیں، اس احتیاط کا کچھ مضائقہ نہیں کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ (۱)۔ و جزاء سیئة سیئة مثلها (۲)۔ واللہ أعلم وعلمہ اتم وأحکم۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۸)

ریگ ماہی کھانے کا حکم

سوال (۲۴۰۵): قدیم ۱۱۵/۴ - ریگ ماہی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اطباء ایک قسم کی مچھلی بیان کرتے ہیں جو مصر سے آتی ہے؟
الجواب : جائز نہیں؛ کیونکہ وہ ہوام ارض سے ہے (۳) صرف تشبیہاً ماہی کہلاتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
 (تمتہ اولیٰ ص ۱۴۶)

← ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام، قال عليه الصلاة والسلام: سنوا بالمجوس سنة أهل الكتاب غير ناكحي نساءهم ولا آكلي ذبائحهم. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: المجلس العلمي ۸/ ۶۹، رقم: ۹۶۰۳)
 قال محمد: يكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولا يكون الأكل والشرب حراماً، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب، أو أكل كان شارباً وآكلاً حراماً. (تاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: في أهل الذمة الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۶۵، رقم: ۲۸۳۷۰)

البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۳۷۴، كوثه ۸/ ۲۰۴۔
 (۱) وقال عليه الصلاة والسلام: الإسلام يعلو ولا يعلى. (بخاري شريف، كتاب الجنائز، النسخة الهندية ۱/ ۱۸۰، تحت رقم الباب: ۷۹)
 السنن الكبرى للبيهقي، كتاب اللقطة، باب ذكر بعض من صار مسلماً بإسلام أبيه وأو أحدهما من أولاد الصحابة، دار الفكر بيروت ۹/ ۲۳۳، رقم: ۱۲۳۹۹۔
 سنن الدارقطني، باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۱۷۷، رقم: ۳۶۲۰۔
 (۲) سورة الشورى، رقم الآية: ۴۰۔
 (۳) ويحرم كل ذي ناب من السباع وهو الأسد والذئب وجميع الهوام ←

شراب میں اجزائے ارضی کامل جانایا نشہ کی حد میں نہ آنا جواز کا سبب نہیں بنتا

سوال (۲۴۰۶): قدیم ۱۱۰/۴ - ایک فریق کا خیال ہے کہ خمر دوسرے اجزائے ملحیات ارضی وغیرہ امتزاج پانے کی وجہ سے خل کا حکم پیدا کرتی ہے، بعض کا قول ہے کہ جو ہر مذکور داخل دائرہ ماخامر العقل نہیں ہے، جس پر خمر کا اطلاق ہو سکے، کیا یہ صحیح مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

← مما يكون سكناه في الأرض كالفأرة، والوزغة، وسام أبرص، والقنفذ، والجيفة، والصفدع، وكل ما لا دم فيه كالزنبور، والبرغوث، والذباب، والبعوض، والقمل والقراد. (خانية على هامش الهندية، كتاب الصيد والذبائح، قدیم زکریا دیوبند ۳/ ۳۵۸، جدید زکریا ۳/ ۲۵۴)

أما الذي يعيش في البر فأنواع ثلاثة: ما ليس له دم أصلاً، وما ليس له دم سائل، وما له دم سائل، فما لا دم له، مثل الجراد، والزنبور، والذباب، والعنكبوت، والخنفساء، والعقرب، والبيغاء، ونحوها لا يحل أكله إلا الجراد خاصة، وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية، والوزغ، وسام أبرص، وجميع الحشرات وهوام الأرض من الفأر، والجراد، والقنفذ، والضب، واليربوع، وابن عرس ونحوها، ولا خلاف في حرمة هذه الأشياء إلا في الضب، فإنه حلال عند الشافعي. (هندية، كتاب الذبائح، الباب الثاني: في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۲۸۹، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۳۳)

وكرهوا أيضا جميع الهوام الذي سكناه في الأرض نحو الفأرة، والوزغ، والقنفذ، وسام أبرص، والحيات، وجميع هوام الأرض إلا الأرنب، فإنه يحل أكله. (المحيط البرهاني، كتاب الصيد، الفصل الأول الخ، المجلس العلمي ۸/ ۴۱۵، رقم: ۱۰۶۴۴)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصيد، الفصل الأول: ما يؤكل وما لا يؤكل، مكتبة زکریا دیوبند ۱۸/ ۴۴۹، رقم: ۲۹۵۴۴ -

وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية، والوزغ، وسام أبرص، وجميع الحشرات وهوام الأرض من الفأر والقراد، والقنفذ، والضب، واليربوع، وابن عرس ونحوها، ولا خلاف في حرمة هذه الأشياء إلا في الضب، فإنه حلال عند الشافعي. (بدائع الصنائع، كتاب الصيد والذبائح، مكتبة زکریا دیوبند ۴/ ۱۴۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : اجزائے خمر حکم خمر میں ہیں، کما صرحوا (۱)۔ اس لئے دوسرا عذر صحیح نہیں، اور اگر اس کا استحالة ہو جاتا تو خواص بھی باقی نہ رہتے۔ ”وہی باقیہ“ پس پہلا عذر بھی صحیح نہیں (۲)۔

۱۱ صفر ۱۳۳۳ھ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۳)

تمباکو کھانے کا حکم

سوال (۲۴۰۷): قدیم ۱۱۶/۴ - اکثر لوگ اس امر میں جھجھکے ہوئے ہیں کہ آج کل جو زدہ پان وغیرہ میں کھایا جاتا ہے بلا کراہت جائز ہے، اس کی کوئی صورت جواز بلا کراہت معلوم نہیں ہوتی،

(۱) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أسكر كثيره فقليله حرام. (أبوداؤد شريف، كتاب الأشربة، باب ما جاء في السكر، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۸، دار السلام رقم: ۳۶۸۱)

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل مسكر حرام، ما أسكر الفرق منه فملاء الكف منه حرام. (ترمذي شريف، أبواب الأشربة، باب ما أسكر كثيره فقليله حرام، النسخة الهندية ۲/ ۸، دار السلام، رقم: ۱۸۶۶)

وأما الخمر فلها أحكام ستة: أحدها: أنه يحرم شرب قليلها وكثيرها الخ. (هندية، كتاب الأشربة، الباب الأول، قديم زكريا ۵/ ۴۱۰، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۶۸) ويحد بشرب قطرة من الخمر وإن لم يسكر. (ملتنقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۴۷)

والثالث أن عينها حرام غير معلول بالسكر ولا موقوف عليه، ومن الناس من ينكر حرمة عينها، وقال: إن السكر منها حرام؛ لأن به يحصل الفساد وهو الصد عن ذكر الله، وهذا كفر؛ لأنه جحود الكتاب، فإنه سماه رجسا، والرجس ما هو محرم العين، وقد جاءت السنة متواترة أن النبي صلى الله عليه وسلم حرم الخمر وعليه انعقد الإجماع؛ ولأن قليله يدعوا إلى كثيره. (هداية، كتاب الأشربة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۹۳)

(۲) من معانى الاستحالة لغة: تغيير الشيء عن طبعه ووصفه أو عدم الإمكان، ولا يخرج استعمال الفقهاء والأصوليين للفظ ”استحالة“ عن هذين المعنيين اللغويين. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳/ ۲۱۳)

شیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تجربہ سے معلوم ہے کہ اگر غیر عادی شخص ذرا سا بھی زردہ کھا لیتا ہے تو آدھ گھنٹہ تک مبہوت رہتا ہے، عادی شخص کے کھانے کا کیا اعتبار، اگر ”کل مسکر حرام“ کے قاعدہ سے حرمت ثابت ہے تو یہ کئی مشکل ہے، درجہ حرمت نہیں تو درجہ کراہت تحریمی تو ہے، اور اگر یہ بھی نہیں تو کراہت تنزیہی سے تو نہ نکلے گی، اس کے کھانے میں کوئی فائدہ نہیں، ایک عمل ہے کہ اختیار اُپیدا ہوتا ہے، اور ہمیشہ تک مال و پیسہ کا نقصان رہتا ہے، اور جہاں زمانہ جو حقہ نوشی میں مبتلا ہیں اُن کے لئے ایک زبردست دلیل ہے کہ جب مولوی لوگ تمباکو کھاتے ہیں تو اگر ہم حقہ میں ڈال کر پی لیں تو کیا حرج؟ عادی شخص کی نسبت حقہ نوشی بھی مورث نشہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ زردہ خوردنی، اور غیر عادی کی نسبت دونوں برابر ہیں، مولوی لوگ یہ فرق نکال سکتے ہیں کہ حقہ نوشی میں اور بھی مضرات پائے جاتے ہیں جیسا دخان بدبودار اندرون کے لئے مضر ہے، اور یہ طریق یہود اور غیر قوموں کی روش ہے، اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ تو جہاں کہہ سکتے ہیں، چلو صرف دخان بد کافرق رہا؛ اس لئے حقہ نوشی تو مکروہ تحریمی رہا، زردہ خوردنی مکروہ تنزیہی رہا؟

الجواب: بلا ضرورت کراہت تو سمجھتا ہوں، اور بضرورت کھانا اور پینا دونوں جائز ہیں، اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ نہیں، دوسرے عوارض خارجیہ سے گو کراہت ہو جاوے (۱) اور عوارض کی خفّت و

(۱) قلت: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن وهو الإباحة على المختار أو التوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره وإضراره الخ. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الأشربة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰ / ۴۴، کراچی ۶ / ۴۶۰)

يباح أكل النورة مع الورق المأكل في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها. (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل الكهنوي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه وما لا يحل، إدارة القرآن کراچی ۴ / ۱۴۸)

سئل بعض الفقهاء عن أكل الطين البخاري ونحوه قال: لا بأس بذلك ما لم يضر وكرهية أكله لا للحرمة بل لتهييج الداء. (هنديّة، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر: في الكراهية في الأكل، قديم زكريا ديوبند ۵ / ۳۴۱، جديد زكريا ديوبند ۵ / ۳۹۴)

وأما الأفيون فهو حرام؛ لأنه مضر بالبدن، وكل شيء يضره فأكله حرام. (تقريرات رافعي، باب حد الشرب، مكتبه زكريا ديوبند ۶ / ۴۱)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

شدّت سے کراہت کی شدّت و خفت میں تفاوت ہوگا، اور شکر تمباکو میں نہیں ہے صرف حدّت ہے، اسی سے پریشانی ہوتی ہے؛ لیکن عقل موؤف نہیں ہوتی، اور اُن عوارض خارجیہ ہی کے اعتبار سے کھانا اخف ہے بہ نسبت پینے کے کما ہومشاہد ۱۲/ صفر ۱۳۳۰ھ (تمتہ اولیٰ ص ۱۴۶)

تین سانس میں پانی پینا اور ہر سانس میں بسم اللہ کہنا

سوال (۲۴۰۸): قدیم ۱۱۶/۴ - (۱) درآب نوشیدن آنچه در احادیث آمده کہ بسم کرات نوشیده شود آیا در اول ہر مرتبہ بسم اللہ و در آخر آں الحمد للہ گفتہ شود یا نہ؟
الجواب: (۲) نہ۔ لأن مجموع الثلاث عمل واحد (۳)۔

۸/ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۳)

اشتہار شکر تری ولایتی

(۴) بخد مت ہمہ مسلمانان و ہندوان واضح باشد کہ شکر تری ولایتی از چقدر و شغل و تاثر و ماسیاری شود و برائے مقطر یعنی صاف کردن و استخوانہائے نرگاوان و ہمہ مردار جانوران و خون نرگاوان استعمال می کنند بدیں

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: پانی پینے کے سلسلہ میں احادیث میں جو آیا ہے کہ تین مرتبہ میں پیا جائے تو کیا ہر مرتبہ کے شروع میں ”بسم اللہ“ اور آخر میں ”الحمد للہ“ کہا جائے یا نہ؟
(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: ہر مرتبہ کے شروع و آخر میں نہ کہا جائے؛ اس لئے کہ تینوں کا مجموعہ مل کر عمل واحد ہے۔

(۳) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله عليه وسلم: لا تشربوا واحدا كشر البعير، ولكن اشربوا مثنى وثلاث وسموا إذا أنتم شربتم واحمدا إذا أنتم رفعتمهم (فرغتم). (ترمذي شريف، أبواب الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء، النسخة الهندية ۲ / ۱۰، دار السلام، رقم: ۱۸۸۵)

(۴) خلاصہ ترجمہ: تمام مسلمانوں اور ہندوؤں کی خدمت میں عرض ہے کہ ولایتی شکر تری چقدر شغل اور تاثر و خما سے تیار ہوتی ہے اور اس کو مقطر یعنی صاف کرنے کے لئے بیلوں اور تمام مردہ جانوروں کی ہڈیاں اور بیلوں کا خون استعمال کرتے ہیں، اس وجہ سے یہ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے مذہب کے ←

وجہ برخلاف ہندو و مسلمان یعنی ہر دو مذہب است ایمان و دھرم را غرق می کنند، نیز در رائے ڈاکٹر ان و حکیمان مضمر صحت ست و بیماری طاعون و ہیضہ پیدامی کنند، علاوہ ازیں کروڑ ہا روپیہ از ہندوستان، پنجاب، کشمیر بدیگر ممالک میر و ندرمدان مفلس شدہ؛ لہذا التماس ست کہ جملہ صاحبان اہل اسلام و ہندوان ایں ناپاک شکر تری را مطلقاً ترک کنند کہ برائے مسلمانان و ہندوان (یعنی ہر دو مذہب) واقعی حرام است اگر سلامتی ایمان و دھرم بکار است شکر تری دیسی بخورند و ولایتی ترک کنند۔

المشتہر: خواجہ ملک محمد حسن سوداگر کشمیر

سوال متعلق اشتہار مذکور

حکم شکر و ولایتی

سوال (۲۴۰۹): قدیم ۱۱۷/۴ - داندہ شکر جس کی کیفیت ترکیب صفائی اشتہار ہذا میں بیان کی ہے، آیا عند الشرح طاہر و حلال ہے، یا نجس و حرام مہربانی فرما کر جواب مفصل و مدلل بیان فرمائیے؟
المرسل:- محمد عبدالرحمن از گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی

الجواب: جہاں تک تحقیق ہوئی ہڈی تو جلا کر استعمال کی جاتی ہے، اور جل کر ہڈی پاک ہو جاتی ہے خواہ کسی جانور کی ہو (۱)۔

← خلاف ہے اور دونوں اپنے مذہب کا بیڑا غرق کر رہے ہیں، نیز ڈاکٹروں اور حکیموں کی رائے میں یہ صحت کے لئے مضر بھی ہے، اور اس سے طاعون اور ہیضہ جیسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اس کے علاوہ وہ کروڑوں روپے پورے ہندوستان پنجاب، کشمیر سے دوسرے ملکوں میں لے جا رہے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ مفلس و غریب ہو گئے ہیں؛ لہذا درخواست ہے کہ تمام مسلمان و ہندو اس ناپاک شکر تری کو بالکل چھوڑ دیں؛ کیوں کہ دونوں مذہب میں قطعی طور پر یہ حرام ہے، اگر ایمان و دھرم کی سلامتی مقصود ہے تو دیسی شکر تری کھائیں اور ولایتی شکر تری چھوڑ دیں۔

(۱) والحرق كالغسل وقد منا أنه من المطهرات؛ لأن النار تأكل ما فيه من النجاسة لا يبقى فيه شيء أو تحيله فيصير الدم رماً إذا فبطهر بالاستحالة، ولهذا لو أحرقت العذرة وصارت رماً طهرت للاستحالة كالخمر إذا تخللت، وكالخنزير إذا وقع في المملحة وصار ملحاً.
(الدر المختار مع الشامی، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۴۵۸، کراچی ۶/۷۳۵) ←

البتہ بیلوں کا خون کہ دم مسفوح ہے نہ قطعی نجس ہے (۱) اور جس چیز میں ملے گا اس کو نجس کر دے گا، گو کسی تدبیر سے پھر وہ مقطر اور خارج کر لیا جاوے لیکن شکر کے اجزا تو اس سے نجس ہو چکے ہیں اور بحال باقی ہیں جیسے آٹا شراب میں گوندھ کر روٹی پکائی جائے گو شراب آگ میں اڑ جاتی ہے لیکن اجزائے دقیق کہ نجس ہو گئے تھے باقی ہیں اس لئے روٹی اس کی نجس ہوگی۔ کما صرحوا فی الكتب الفقهية (۲)۔ واللہ أعلم۔ مگر یہ جواب بر تقدیر ثبوت اس امر کے ہے ورنہ نہیں۔ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

(امداد، ج ۱، ص ۱۲ و حوادث اول ص ۶۰)

← ومنها (ما يطهر به النجس) الإحراق: السرقيين إذا أحرق حتى صار رمادا فعند محمد رحمه الله يحكم بطهارته وعليه الفتوى، هكذا في الخلاصة، وكذا العذرة هكذا في البحر. (هندية، كتاب الطهارة، الباب السابع: في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول، قديم زكريا ديوبند ۱/ ۴۴، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۹۹)

ولو أحرقت العذرة أو الروث فصار كل منهما رمادا أو مات الحمار في المملحة، وكذا إن وقع فيها بعد موته، وكذا الكلب والخنزير لو وقع فيها فصار ملحا طهر عند محمد، وأكثر المشايخ اختاروا قول محمد وعليه الفتوى؛ لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وقد زالت بالكلية، فإن الملح غير العظم واللحم (حلي كبير، فصل في الآسار، مكتبته أشرفيه ديوبند ص: ۱۸۸)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۰/ ۱۷۸ -

(۱) إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ. [الأنعام: ۱۴۵]

(۲) وإذا عجن الدقيق بالخمير وخبزه لا يؤكل. (هندية، كتاب الأشربة، الباب الأول

الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۱، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۶۸)

ولو عجن الدقيق بالخمير وخبزه لا يؤكل. (المحيط البرهاني، كتاب الأشربة، الفصل

الأول: في أنواع ما يتخذ من العنب، المجلس العلمي ۱۹/ ۱۱۶، رقم: ۱۸۶۷۳)

الفتاوى الثائرا خانية، كتاب الأشربة، الفصل الأول الخ، مكتبته زكريا ديوبند ۱۸/ ۴۱۳،

رقم: ۲۹۴۱۲ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نبیز جو حضور ﷺ نے نوش فرمائی اس کی تحقیق

سوال (۲۴۱۰): قدیم ۱۱۷/۴ - میں آج کل طبقات بن سعد کا ترجمہ لکھ رہا ہوں اس میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جو مشکل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً فتح مکہ میں آپ نے سقایۃ النبیذ سے نبیز نوش فرمائی، پھر ایک زمانہ کے بعد ابن عباسؓ سے کسی نے کہا (جب وہ بھی نبیز پلا رہے تھے) کہ اس میں تم کیا بہتری سمجھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے،“ نبیز کے معنی لغت میں مجھے سوائے خمر کے اور کچھ نہیں ملے؛ لیکن میں نے اس مقام کی یہ توجیہ سمجھی کہ آیا جاہلیت میں کوئی مقام حقیقۃً سقایۃ النبیذ ہوگا، اور بعد اسلام اس میں زمزم رکھا گیا ہوگا، مگر اس کا نام نہیں بدلا گیا۔ واللہ اعلم

الجواب: کتب لغت میں مجازی معنی بھی لکھ دیئے جاتے ہیں، نبیز کے حقیقی معنی خیساندہ کے ہیں، اس پر محمول کرنے سے کون مانع ہے؛ بلکہ جب تک قرینہ خلاف کا نہ ہو رائج ہے (۱) باقی میں نے کتب لغت کی طرف مراجعت نہیں کی۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ص ۸)

(۱) الأصل في الكلام الحقيقة: الحقيقة نقیض المجاز، وهي استعمال اللفظ بالمعنى الذي وضع له كالأسد للحيوان المفترس واليد للعضو المعلوم، والمجاز يطلق على اللفظ المستعمل لغير ما وضع له بشرط وجود قرينة تدل على عدم إرادة المعنى الحقيقي، فالأصل في الكلام الحقيقة، أي لا يجوز حمل اللفظ على المجاز إذا أمكن حمله على المعنى الحقيقي. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/ ۲۴-۲۵، رقم المادة: ۱۲)

أولاً: من القواعد العامة عند الفقهاء أن الأصل في الكلام الحقيقة، ولما كانت الحقيقة هي الأصل، والمجاز خلف عنها فلا يصرف اللفظ عن معناه الحقيقي إلى المجازي إلا عند عدم إمكان المعنى الحقيقي بأن كان متعذراً أو متعسراً أو مهجوراً عادة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۸ / ۵۰)

الأصل في الكلام الحقيقة. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفیہ دیوبند ص: ۵۹)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اشربہ اربعہ منہیہ کے علاوہ میں گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی کا حکم

سوال (۲۴۱۱): قدیم ۴/۱۱۸- خاکسار نے یکشم خود دیکھا ہے کہ ایک نان بائی مسلمان نے تاڑی جونسہ کی چیز اور حرام ہے آٹے میں خمیر کے واسطے ملائی، اور اُس سے پاؤڈر اور لسکٹ بنا کر فروخت کئے، اس قسم کی روٹی لسکٹ وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: نہیں، مگر جہاں اس سے نہ بچ سکتے ہوں وہاں بر بناء بعض روایات اجازت ہے (۱)۔

۱۳/رمضان ۱۳۳۱ھ (حوادث اول، ص ۱۲۰)

(۱) أما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ، فإنه يجوز شربه ما دون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وعند محمد حرام شربه، قال الفقيه: وبه نأخذ، كذا في الخلاصة. (هندية، كتاب الأشربة، الباب الثاني في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴، جديد زكريا ديوبند ۴/ ۴۷۱)

و حرمها محمد أي الأشربة المتخذة من العسل والبن ونحوهما قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها، وبه يفتى ذكره الزيلعي وغيره واختاره شارح الوهبانية، وذكر أنه مروي عن الكل قلت: وفي طلاق البزازية، وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس أيضا، ولو سكر منها المختار في زماننا أنه يحد، زاد في الملتقى: ووقوع طلاق من سكر منها تابع للحرمة والكل حرام عند محمد وبه يفتى. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأشربة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/ ۳۶-۳۸، كراچی ۶/ ۴۵۵-۴۵۶)

والكل حرام عند محمد وبه يفتى لفساد الزمان والخلاف بينه وبين الشيخين إنما هو عند قصد التقوي بشر بها أما عند قصد التلهي فحرام إجماعا. (مجمع الأنهر، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۵۰-۲۵۱)

وأما ما سواها -الأشربة الأربعة- فيتخذ النبيذ من كل شيء من الحبوب والثمار والألبان وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة، وحكمها ما ذكرنا أن القليل أي القدر غير المسكر منها حلال إذا كان بقصد التقوي على العبادة، وحرام بقصد التلهي والكثير أي القدر المسكر منه حرام، وهذا مذهب الشيخين للأحناف وأما الشافعي وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة فذهبوا إلى أن المسكر المائع من كل شيء يحرم قليله وكثيره أسكر أم لم يسكر، وأفتى أرباب الفتاوى منا بقول محمد بن حسن. (العرف الشذي على الترمذي، الأشربة، النسخة الهندية ۲/ ۷-۸)

حلال جانور کے اعضاء محرمہ کا بیان

سوال (۲۴۱۲): قدیم ۱۱۸/۴ - جو جانور حلال ہیں اُن کی کونسی چیزیں حرام ہیں؟

الجواب: جانور میں سات چیزیں حرام ہیں: (۱) خون جاری (۲) ذکر (۳) نہیے (۴) شرمگاہ (۵) غرود (۶) پھلنا (۷) پتہ۔

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعة: الدم المفسوح، والذكر والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة، كذا في البدائع. عالمگیری ج ۴، ص ۱۶۰ (۱) والله اعلم ۹ ربيع الثاني ۱۳۰۱ھ

(۱) ہندیہ، کتاب الذبائح، الباب الثالث: في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ۵ / ۲۹۰، جديد زكريا ديوبند ۵ / ۳۳۵۔

عن مجاهد أن النبي صلى الله عليه وسلم كره من الشاة سبعا: المثانة، والمرارة، والغدة، والذكر، والحياء، والأنثيين. (مراسل أبي داود، النسخة الهندية ص: ۱۹، رقم: ۴۱۲) عن مجاهد قال: كره رسول الله صلى الله عليه وسلم من الشاة سبعا: المرارة، والمثانة، والغدة، والحياء، والذكر، والأنثيين، والدم، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب من الشاة مقدمها. (إعلاء السنن، الذبائح، باب ما يكره من الحيوان المذكي، دار الكتب العلمية بيروت ۱۷ / ۱۴۴، كراچی ۱۷ / ۱۳۰)

مصنف عبد الرزاق، باب ما يكره من الشاة، المجلس العلمي ۴ / ۵۳۵، رقم: ۸۷۷۱۔

المعجم الأوسط للطبراني، دار الكتب العلمية بيروت ۶ / ۴۸۱، رقم: ۹۴۸۰۔

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول فالذي يحرم أكله منه سبعة: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (بدائع الصنائع، قبيل كتاب الاصطياد، مكتبه زكريا ديوبند ۴ / ۱۹۰، كراچی ۵ / ۶۱)

تنمة: ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (شامی، قبیل کتاب الأضحیة، مكتبه زكريا ديوبند ۹ / ۴۵۱، كراچی ۶ / ۳۱۱)



الموسوعة الفقهية الكويتية ۵ / ۱۵۲ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/ باب: ہدیہ اور دعوت کے متعلق احکام

سود خوار یا بند رسوم کی دعوت قبول کرنا

سوال (۲۴۱۳): قدیم ۱۱۸/۴ - اس مقام پر اکثر لوگ سود لیتے ہیں اور وہ لوگ کاشت بھی کرتے ہیں، بعض کے یہاں نصف آمدنی حلال ہے اور نصف حرام اور کہیں نصف سے زیادہ حلال ہے، اور نصف سے کم حرام، اور بعض جگہ اس کا عکس۔ ان لوگوں کے مکان میں پردہ بھی نہیں، اور مولود شریف کی محفلیں بھی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہیں؟ لیکن اکثر ایسی محافل میں جانے سے بعض لوگوں کی اصلاح بھی ہوتی ہے؟

الجواب: بے پردگی و مجلس مولود بہیبت متعارفہ اور جمیع معاصی اور بدعات کو اموال کی حلت اور حرمت میں کچھ خل نہیں، پس اس بنا پر تو ردِ دعوت بے اصل ہے، اگر رد سے قصد جزو اصلاح کا ہو تو رد کریں (۱) اور اگر قبول کرنے میں تالیفِ قلب اور امید قبول نصیحت ہو تو قبول کرنا اولیٰ ہے (۲)۔

(۱) لا یجیب دعوة الفاسق الملعن لیعلم أنه غیر راض بفسقه. (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر: فی الهدایا والضيافات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۳، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۹۷)

وأما الإجابة إلى دعوة المجاهر بالفسق فقد نص الحنفية وقالوا: لا یجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم أنه غیر راض بفسقه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/ ۱۲۲)

(۲) وإن علم المقتدی به بذلك قبل الدخول وهو محترم یعلم أنه لو دخل یترون ذلك فعليه أن یدخل وإلا لم یدخل کذا فی التمر تاشی. (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر: فی الهدایا والضيافات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۳، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۹۷)

إلا إذا علم أنهم یترون ذلك احتراماً له فعليه أن یدخل إتقانی. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۰۲، کراچی ۶/ ۳۴۸)

بزازیة علی هامش الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الخامس فی الأکل، قدیم زکریا دیوبند ۶/ ۳۶۴، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۰۶۔

البتہ سود کے اختلاط کو حرمت میں اثر ہے، پس اگر نصف یا زائد سود ہے تو سب حرام ہے اور اگر نصف سے کم ہے تو حلال ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم (امداد، ج ۲، ص ۱۵۰)

میت کے گھر والوں کی دعوت کھانا

سوال (۲۴۱۴): قدیم ۱۱۹/۴ - اول روزا ہالیان میت جو طعام کرتے ہیں اُس کی کوئی سند شرعی صحیح موجود ہے یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے گھر کا طعام کھایا ہے یا نہیں؟

الجواب: فی ردالمحتار عن الفتح: ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت؛ لانه شرع فی السرور لا فی الشور، وھی بدعة مستقبحة روى الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل المیت

(۱) آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل، ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته، والأكل منها كذا في الملتقط. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: في الهدايا والضيافات، قديم زكريا ديوبند ۳/ ۵، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۹۷)

غالب مال المهدي إن حلالاً لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها، ولا يأكل إلا إذا قال أنه حلال ورثه أو استقرضه. (بازاية على هامش الهندية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، قديم زكريا ديوبند ۶/ ۳۶۰، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۲۰۳)

وفي عيون المسائل: رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه، وإن كان غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل الهدية، ويأكل ما لم يتبين له أن ذلك من الحرام. (تاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر: في الهدايا والضيافات، مكتبة زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵)

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۸۶ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وصنعهم الطعام من النياحة ۵۱. وفي البرازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ (۱)۔

اس روایت حدیثیہ فقہیہ سے اس طعام کی کراہت ثابت ہوتی ہے، بعض لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے میت کے گھر سے کھانے پر ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

(۱) شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مكتبة زكريا ديوبند ۳ / ۱۴۸، کراچی ۲ / ۲۴۰۔

عن جرير بن عبد الله البجلي قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة. (ابن ماجة شريف، كتاب الجنائز، باب ماجاء في النهي عن الاجتماع إلى أهل الميت، النسخة الهندية ص: ۱۱۶، دارالسلام رقم: ۱۶۱۲) مسند أحمد بن حنبل ۲ / ۲۰۴، رقم: ۶۹۰۵۔

المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي بيروت ۲ / ۳۰۷، رقم: ۲۲۷۹۔
قرر أصحاب مذهبنا من أنه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول أو الثالث أو بعد الأسبوع كما في البرازية، وذكر في الخلاصة، أنه لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة أيام. (مرقاة المفاتيح، باب في المعراج، الفصل الثالث، مكتبة إمداديه ملتان ۱۱ / ۲۲۳)
فإن كانت من أهل الميت فقد ذهب الفقهاء - الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة - إلى أنه يكره اتخاذها؛ لأن فيه زيادة على مصيبتهم وشغلا لهم إلى شغلهم وتشبها بصنع أهل الجاهلية، ولأن اتخاذ الطعام في السرور وليس ذلك موضعه وهو بدعة مستقبحة مكروهة لم ينقل فيها شيء الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۴ / ۸)

فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الدفن، مكتبة زكريا ديوبند ۲ / ۱۵۱، کوئٹہ ۲ / ۱۰۲۔

برازية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون: في الجنائز، قديم زكريا ديوبند ۴ / ۸۱، جديد زكريا ديوبند ۱ / ۵۴۔

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، الصلاة، قبيل فصل في زيارة القبور، دارالكتاب ديوبند ص: ۶۱۷۔

عن رجل من الأنصار قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأيت رسول الله ﷺ وهو على القبر يوصي الحافر "أوسع من قبل رجله أوسع من قبل رأسه" فلما رجع استقبله داعي امرأة فجاء فجئ بالطعام، فوضع يده، ثم وضع القوم، فأكلوا. الحديث (۱)۔

سواس کے تین جواب تو ردالمحتار میں ہیں:-

أقول: وفيه نظر، فإنه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص على أنه بحث في المنقول في مذهبنا ومذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلالاً بحديث جرير المذكور على الكراهة، ولا سيما إذا كان في الورثة صغار إلى آخر ما قال وأطال (۲)۔

جواب اول کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک واقعہ خاصہ ہے ممکن ہے کہ کسی سبب خاص سے آپؐ نے کھانا تناول فرمایا ہو، اس سے دلیل نہیں میں جو عام ہے، قدح نہیں لازم آتا۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جو امر مذہب میں مقرر و منقول ہے اور خود مٹی بھی ہے دلیل صحیح پر، اس میں بحث اور شبہ نکالنا ہے جو مقلد کا حق نہیں ہے۔

تیسرے جواب کا تلخیص یہ ہے کہ اب طعام میت کے ساتھ بہت سے مفاسد کا اقرار ہو گیا ہے، سواس کی اجازت میں سب مفاسد کی اجازت لازم آتی ہے، پس مضمون حدیث پر اس امر منکر کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اور چوتھا جواب اس احقر کے نزدیک یہ ہے کہ اس حدیث میں یہی امر کہیں مذکور نہیں کہ یہ طعام میت کے گھر تھا، گو شرح منیہ میں دعویٰ کیا ہے۔ دعتہ امرأة رجل ميت لما رجع من دفنه الخ (۳)۔

(۱) أبوداؤد شريف، كتاب البيوع، باب في اجتناب الشبهات، النسخة الهندية ۲/ ۴۷۳، دارالسلام رقم: ۳۳۳۲۔

(۲) شامي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من اهل الميت، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۱۴۹، کراچی ۲/ ۲۴۱۔

(۳) شامي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۱۴۸، کراچی

لیکن کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ ضروری ہے۔ واذلیس فلیس (*)۔

پانچواں جواب یہ ہے: إذا تعارض المحرم والمبیح ترجح المحرم (۱)۔ بہر حال جس طرح اس وقت رسم ہے وہ بے شبہ ممنوع ہے، اور وہ شارع علیہ السلام سے تولاً وفعلاً منقول نہیں فقط۔

کیم شعبان ۱۴۲۱ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۵۵)

ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا جو پہلے حکومت کے ملازم تھے

سوال (۲۴۱۵): قدیم ۱۲۰/۴ - میں دورہ میں رہتا ہوں اور اکثر اپنے ہم پیشہ وہم مرتبہ لوگوں سے میل جول اور بے تکلفی ہے اور بعض بعض سے رشتہ داری بھی ہے، جب دورہ میں جاتا ہوں اور وہ کھانا وغیرہ کے لئے کہتے ہیں تو کھا لیتا ہوں، اور جب وہ میرے مکان پر آتے ہیں تو وہ بھی کھانا کھا لیتے ہیں، یہ تعلق پیشتر سے ہے، افسر ماتحتی کا بھی تعلق نہیں ہے، وہ بھی پٹرول ہیں اور میں بھی پٹرول ہوں، وہ آب پاشی کا کام کرتے ہیں، میں ضلعدار صاحب کی پیشی کا کام کرتا ہوں، مجھ سے پیشتر جو صاحب اس کام پر تھے اُن کو کھانا کوئی نہیں کھلاتا تھا، نہ معلوم مجھ سے کیوں اس قدر محبت کرتے ہیں کہ باوجود عذر کرنے کے بھی مجھ کو کھانا نہیں پکانے دیتے؛ لیکن سب لوگوں سے نہیں؛ بلکہ جن لوگوں سے پیشتر سے تعلق ہے وہی ایسا کرتے ہیں، اور چونکہ وہ لوگ بیحد محبت کرتے ہیں؛ اس لئے ان سے صاف انکار کرتے ہوئے شرم آتی ہے، یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو، اور کسی قسم کا غیر محبت کا شبہ بھی نہیں ہوتا، اور نہ ظاہراً اُن پر کوئی بار معلوم ہوتا ہے؛ البتہ اُن کے یہاں رشوت وغیرہ کا مال آتا ہے جس سے مجھ کو کراہت تو ہوتی ہے؛ لیکن

(*) علاوہ اس کے یہ طعام بسبب میت کے نہ تھا اور کلام اسی میں ہے ۱۲ منہ

(۱) إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمبیح غلب الحرام والمحرم. (قواعد

الفقه، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۵۵)

إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام وبمعناها ما اجتمع محرم ومبیح إلا غلب المحرم والعبارة الأولى لفظ الحدیث أوردہ جماعة ما اجتمع الحلال والحرام إلا غلب الحرام الحلال. (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، قدیم ص: ۱۷۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۳۰۱)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اُن کی محبت اور دل شکنی کی وجہ سے خاموش رہتا ہوں کہ وہ خیال کریں گے کہ ہم کو ذلیل سمجھتا ہے؛ لہذا عرض ہے کہ اس سے غلام کے ذمہ تو کوئی گناہ اس قسم کا نہ ہوگا جس سے باز پرس ہو، اور یہ رشوت تو نہیں ہے؟ جہاں کسی قسم کا بار اور بے تعلقی ہوتی ہے یا جو چیز میرے سامنے مشکوک ہوتی ہے وہ نہیں کھاتا، عذر کر دیتا ہوں، اور وہ لوگ زیادہ اصرار بھی نہیں کرتے۔

الجواب : اس طور سے اُن کا کھانا کھا لینے میں کچھ حرج نہیں، یہ رشوت نہیں؛ البتہ اگر وہ رشوت سے کھلائیں بہ نرمی عذر کر دیا جاوے (۱)۔

۱۵ شوال ۱۳۳۶ھ (حوادث خامسہ ص ۱۷)

سود خوارا اگر یہ کہے کہ میں دعوت مالِ حلال سے کر رہا ہوں تو اس قول میں تحرّی کرنا چاہئے

سوال (۲۴۱۶): قدیم ۱۲۱/۴ - جس کا اکثر مال یا مساوی مال حرام ہو اور وہ ظاہر کرے

(۱) آکل الربا و کاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل، ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته، والأكل منها كذا في الملتقط. (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر: فی الهدایا والضيافات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۳، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۹۷)

غالب مال المہدی إن حلالا لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها، ولا يأكل إلا إذا قال أنه حلال ورثه أو استقرضه. (بازایۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الفصل الرابع فی الہدیۃ والمیراث، قدیم زکریا دیوبند ۶/ ۳۶۰، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۰۳)

وفي عیون المسائل: رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه، وإن غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل الهدية، ويأكل ما لم يتبين له أن ذلك من الحرام. (تاتارخانیۃ، کتاب الکراہیۃ، الفصل السابع عشر: فی الہدایا والضيافات، مکتبہ زکریا دیوبند

۱۸/ ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵)

مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۸۶ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کہ میں اپنے حلال مال سے ضیافت یا ہدیہ دیتا ہوں، تو بدون کسی شہادت و تصدیق کے محض اُس کا بیان مسموع ہوگا یا بر بنائے فسق و اعلان مردود و نامقبول ہوگا؟

الجواب: في الدر المختار: ويتحري في خبر الفاسق بنجاسة الماء، وخبر المستور ثم يعمل بغالب ظنه. ص ۳۰۸ (۱)۔ بناء براس روایت کے اگر قلب اس کے صدق کی شہادت دے تو عمل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمہ رابعہ ص ۱۹)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر و الإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۹۹۹، کراچی ۶/ ۳۴۶۔

ويتحري في خبر الفاسق، والمستور، ثم يعمل بغالب ظنه كما في حظر الدر المختار. حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، الصلاة، فصل في متعلقات الشروط وفروعها، دار الكتاب ديوبند ص: ۲۴۳)

ويتحري في خبر الفاسق بنجاسة الماء، وفي خبر المستور، ثم يعمل بغالب رأيه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۸۹-۱۹۰) تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس، إمدادیہ ملتان ۶/ ۱۳، زکریا دیوبند ۷/ ۲۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۷/ باب: احکام متعلقہ لباس

ٹخنوں سے نیچے پا جامہ یا تہبند لٹکانا و دفع شبہ متعلقہ مسئلہ مذکورہ

سوال (۲۴۱۷): قدیم ۱۲۱/۲ - زید کا خیال ہے کہ ازراحت الکعبین ممنوع اس وقت ہے جب کہ براہ تکبر و خیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے، اور جب کہ تکبراً نہ ہو محض خوبصورتی اور زینت کیلئے ایسا کرے تو جائز ہے، اور زینت محض امر زوقی ہے، ایک ہی امر ایک کو پسند ہوتا ہے، دوسرا ناپسند کرتا ہے، اختلاف ملک، اختلاف رواج کی وجہ سے بہت فرق ہو جاتا ہے، جس طرح نصف ساق تک پاٹ جامہ اور اُس سے بھی اونچا بُرا لگتا ہے، اسی طرح مافوق الکعبین بہ نسبت ماتحت الکعبین کے ابنا زماں کی نظر میں بدنما لگتا ہے، صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے نیچا پہنتے ہیں، رہا کبر اور تفاخر سود و چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہیں ہو سکتا؛ بلکہ زینت و پسندیدگی اس کی باعث ہے، چنانچہ احادیث میں اکثر یہ قید مذکور ہے من جر از ارہ خیلاء (۱)۔ وغیرہ میں خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثیں مطلق ہیں، جیسے ما أسفل من الکعبین من الإزار ففي النار (۲)۔ وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی قید پر محمول ہیں اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ مطلق و مقید دونوں دو واقعہ پر آئے ہوں، جیسے کفارہ قتل و کفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے، جیسے کفارہ قسم کا، قرأت ابن مسعود متابعات کے ساتھ مقید ہو جانا، نیز اس کی مؤید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما أسفل من الکعبین کی وعید بیان کی اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لن ينظر الله إليه يوم القيامة تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میری ازار لٹک پڑتی ہے، إلا أن أتعاهد تو حضرت نے

(۱) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من خیلاء، النسخة الهندية ۲/

۸۶۱، رقم: ۵۵۶۰، ف: ۵۷۸۸۔

مسلم شریف، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خیلاء، النسخة الهندية ۲/

۱۹۵، بیت الأفكار رقم: ۲۰۸۵۔

(۲) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الکعبین فهو في النار، النسخة

الهندية ۲/ ۸۶۱، رقم: ۵۵۵۹، ف: ۵۷۸۷۔

فرمایا: انک لست ممن تفعله خیلاء۔ رواہ البخاری کذا فی مشکوٰۃ (۱)۔ پس اگر مطلقاً جِرازِ ممنوع ہوتا، تو آپ اجازت نہ دیتے، تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء ہی کی صورت میں ہے اور بلا اس کے جائز ہے، اس شبہ کا حل مطلوب ہے؟

الجواب: فی نور الأنوار، بحث حمل المطلق علی المقید فی حکم واحد ما نصہ: وفي صدقة الفطر ورد النصان في السبب، ولا مزاحمة في الأسباب فوجب الجميع بينهما يعني أن ما قلنا إنه يحمل المطلق على المقيد في الحادثة الواحدة والحكم الواحد إنما هو إذا وردا في الحكم للتضاد، وأما إذا وردا في الأسباب أو الشروط فلا مضايقة فيه ولا تضاد، فيمكن أن يكون المطلق سبباً بإطلاقه، والمقيد سبباً بتقييده اهـ (۲)۔

اور ما نحن فيه میں حکم معصیت ہے اور مطلق جِرازِ جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں، یہاں مطلق مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں، پس مطلق جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی؛ البتہ دونوں حرمتوں میں اگر کسی قدر تفاوت مانا جائے تو گنجائش ہے؛ کیونکہ ایک جگہ ایک منہی عنہ کا ارتکاب ہے، یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے، یعنی جر کا اور خیلاء کا، پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخر ایسا کرتے تھے اس لئے حرمت اسی کی ہوگی بلا دلیل ہے؛ کیونکہ خصوص مورد سے خصوص حکم لازم نہیں آتا، جب کہ الفاظ میں عموم ہو (۳)۔ ویتفرع علیہ کثیر من الأحکام الفقہیۃ۔

(۱) مشکوٰۃ شریف، کتاب اللباس، الفصل الأول، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۳۷۶۔

(۲) نور الأنوار، مبحث الوجوه الفاسدة، بحث كون المطلق محمولاً علی المقید، مکتبہ

نعمانیہ دیوبند ص: ۱۶۰۔

(۳) العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔ (النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب صفة

الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۳۵)

العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب، وهنا اللفظ عام۔ (البنایة، الصلاة، باب شروط

الصلاة التي تقدمها، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۱۱۹)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۸/ ۶۸، ۱۰/ ۵۸۔

رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، میرے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ انک
لست تفعله بالاختیار والقصد چنانچہ إلا أن أتعاهد اس کی دلیل ہے کہ بلا قصد ایسا ہو جاتا تھا، اور
اسی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہے (۱)۔ رہا للخیلاء کی قید، یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر جو لوگ
اس فعل کو باختیار کرتے ہیں وہ براہ خیلاء کرتے ہیں، پس حدیث میں اطلاق سبب (یعنی فعلہ بالخیلاء)
کا مسبب (یعنی فعل بالاختیار) پر ہوا ہے۔ وهو شائع في الكلام أي شيوع. فقط واللہ اعلم
۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد ج ۲ ص ۱۵۰)

بدون خیلاء اسبال ازار کی کراہت پر اشکال کا جواب

سوال (۲۴۱۸): قدیم ۱۲۲/۲ - آنجناب کے کسی رسالہ کے منہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسبال
مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ بعض احادیث میں خیلاء کی قید موجود ہے۔

والمطلق يحمل على المقيد، وأيضا يؤيده ما في تاريخ الخلفاء للسيوطي مانصه
أخرج البخاري عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله
إليه يوم القيامة، فقال أبو بكر: إن أحد شقي ثوبي يسترخي إلا أن أتعاهد ذلك منه،
فقال رسول الله ﷺ: إنك لست تصنع ذلك خيلاء. ۱۲ تاريخ الخلفاء في فصل في
الأحاديث الواردة في فضل أبي بكر الصديق مقرونا بعمر رضي الله عنهما (۲)۔

(۱) عن سالم عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من جر ثوبه خيلاء لم ينظر
الله إليه يوم القيامة، فقال أبو بكر الصديق يا رسول الله! إن أحد شقي إزاري يسترخي إلا أن
أتعاهد ذلك منه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لست ممن يصنعه خيلاء. (بخاري
شريف، كتاب اللباس، باب من جر إزاره من غير خيلاء، النسخة الهندية ۲ / ۸۶۰، رقم: ۵۵۵۶،
ف: ۵۷۸۵)

نسائي شريف، كتاب الزينة، إسبال الإزار، النسخة الهندية ۲ / ۲۵۴، دار السلام رقم:
۵۳۳۷۔

(۲) تاريخ الخلفاء للسيوطي، فصل في الأحاديث الواردة في فضله وحده سوى ما تقدم،
مكتبة رحيمية ديوبند ۴۱۔

وإليه ذهب الشيخ ولي الله المحدث الدهلوي في المصنفى (۱)۔

الجواب: حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں مطلق اپنے اطلاق پر اور مقید اپنی تنقید پر رہتا ہے اور دونوں پر عمل واجب ہوتا ہے۔ کما هو مصرح في الأصول (۲)۔ اور جو حدیث تائید میں نقل کی ہے خود سوال میں تصریح ہے کہ وہ عمدانہ کرتے تھے (۳) پس جواب کے بھی یہی معنی ہیں۔ انک لست تصنع ذلک عمدًا۔ چونکہ خیلاء سبب ہوتا ہے تعدد کا، پس سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

اسبال ازار، حکم لہنگا، نکاح بیوہ، عورتوں کو بازار جانا، ڈاڑھی و مونچھیں اور چوٹی وغیرہ کے احکام

سوال (۲۴۱۹): قدیم ۱۲۳/۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں یعنی مردوں کو پاجامہ ٹخنوں کے نیچے پہننا اور مسلمان عورتوں کو لہنگا پہننا اور بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی سے روکنا۔

(۱) المصطفیٰ فی شرح الموطأ، کتاب الأحکام بالطعام والشرب واللباس، مکتبہ رحیمیہ دہلی ۱۹۳/۲۔

(۲) وفي صدقة الفطر ورد النصان في السبب ولا مزاحمة في الأسباب فوجب الجمع بينهما يعني أن ما قلنا أنه يحمل المطلق على المقيد في الحادثة الواحدة، والحكم الواحد إنما هو إذا وردا في الحكم للتضاد، وأما إذا وردا في الأسباب أو الشروط فلا مضايقة فيه، ولا تضاد فيمكن أن يكون المطلق سببا بإطلاقه، والمقيد سببا بتقييده الخ. (نور الأنوار، مبحث الوجوه الفاسدة، بحث كون المطلق محمولا على المقيد، مکتبہ نعمانیہ دیوبند ص: ۱۶۰)

(۳) عن سالم عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة، فقال أبو بكر الصديق: يا رسول الله! إن أحد شقي إزاري يسترخي إلا أن أتعاهد ذلك منه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لست ممن يصنعه خيلاء. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب من جر إزاره من غيره خيلاء، النسخة الهندية ۸۶۰/۲، رقم: ۵۵۵۶، ف: ۵۷۸۵)

نسائی شریف، کتاب الزینة، إنبال الإزار، النسخة الهندية ۲/ ۲۵۴، دار السلام رقم: ۵۳۳۷۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور مسلمان عورتوں کو بازار جانا، اور دیگر مسلمانوں کو داڑھی کتر وانا یا مونڈانا اور مونچھیں بڑھانا اور سر میں پٹھے رکھنا یا خط بنوانا اور چوٹی رکھنا، یہ شرع شریف میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے؟ مینو اتو جروا فقط۔

الجواب: یہ سب امور محصیت ہیں بعض صغیرہ بعض کبیرہ، اور وقت اصرار سب کبیرہ ہو جاتے ہیں۔

أما الأول: فلما روي عن أبي هريرة رض قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. رواه البخاري وغيره ذلك من الأحاديث (۱)۔

أما الثاني: فلما روي عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: رأى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عليّ ثوبين معصفرين، فقال: إن هذه ثياب الكفار فلا تلبسها. رواه مسلم (۲)۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے معصفر سے ممانعت کی علت یہ ارشاد فرمائی کہ یہ لباس کفار میں سے ہے، اُن کے ساتھ تشبیہ جائز نہیں، پس لہنگا بھی مخصوص لباس زنانہ ہنود کا ہے؛ اس لئے برا ہے (۳)۔

(۱) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار، النسخة الهندية ۲ / ۸۶۱، رقم: ۵۵۵۹، ف: ۵۷۸۷۔

وأخرج البخاري أيضا عن أبي هريرة رض أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطرا۔

وأخرج أيضا عن ابن عمر رض يقول: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من جر ثوبه من مخيلة لم ينظر الله إليه يوم القيامة. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، النسخة الهندية ۲ / ۸۶۱، رقم: ۵۵۶۰، ۵۵۶۳، ف: ۵۷۸۸-۵۷۹۱)

عن أبي ذر رضي الله عنه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة، ولا ينظر إليهم ولا يزكهم ولهم عذاب أليم قال: فقرأها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مراراً، قال أبو ذر: خابوا وخسروا من هم يا رسول الله! قال: المسبل والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. (مسلم شریف، کتاب الإیمان، باب بیان غلط تحریم إسبال الإزار، النسخة الهندية ۱ / ۷۱، بیت الأفكار رقم: ۱۰۶)

(۲) مسلم شریف، کتاب اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، النسخة الهندية ۲ / ۱۹۳، بیت الأفكار رقم: ۲۰۷۷۔

(۳) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من ←

أما الثالث: فلما قال الله تعالى: فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف ذلك يوعظ به من كان منكم يؤمن بالله واليوم الآخر ذلكم ازكى لكم واطهر الآية (۱)۔ وقال الله تعالى: وأنكحوا الأيامى منكم الآية (۲)۔ وقال رسول الله ﷺ: يا علي! لا تؤخر ثلثا وعد منها الأيم إذا وجدت لها كفوا (الحديث (۳)۔ اور اگر اس کو عار و عیب و ننگ سمجھتا ہے تو خوف کفر ہے:-

لقوله تعالى: فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما. الآية (۴)۔ ولقوله عليه السلام: لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به. (الحديث (۵)۔
أما الرابع: فلقوله تعالى: ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى (۶)۔

← تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲ / ۵۵۹، دار السلام، رقم: ۴۰۳۱)

(من تشبه بقوم) أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق. (مرقاة، كتاب اللباس، الفصل الثاني، إمداديه ملتان ۸ / ۲۵۵)
(۱) سورة البقرة، رقم الآية: ۲۳۲۔
(۲) سورة النور، رقم الآية: ۳۲۔

(۳) عن علي بن أبي طالب أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنائز إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوا. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل، النسخة الهندية ۱ / ۴۳، دار السلام رقم: ۱۷۱)

(۴) سورة النساء، رقم الآية: ۶۵۔

(۵) مشكوة شريف، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، قبيل الفصل

الثالث، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱ / ۳۰۔

(۶) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۳۳۔

ولقوله تعالى: غير متبرجت بزينة الآية (۱) - ولقوله تعالى: ولا يبدین زینتهن. الآية (۲) -
پس معلوم ہوا کہ زینت کے ساتھ عورت کو بازار یا مجمع میں نکلنا یا کسی غیر محرم کے سامنے آنا قطعاً حرام ہے؛ البتہ اگر
کوئی ضروری حاجت ہو اور ہیئت رشتہ اور ثیاب بذلہ یعنی میلے کچیلے کپڑوں میں پردہ کر کے نکلے تو جائز ہے۔

لقوله تعالى: يدنين عليهن من جلابيهن (۳) - ولقوله تعالى: إلا ما ظهر منها (۴) -
وفي الدرالمختار: وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال؛ لأنه
عورة بل لخوف الفتنة (۵) - واللّٰهُ أعلم.

أما الخامس والسادس: فلما روى عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ:
خالفوا المشركين، وفروا اللحى، واحفوا الشوارب (۶) - وفي رواية: انهكوا
الشوارب واعفوا اللحى. متفق عليه (۷) -
البتہ مقدار قبضہ یعنی ایک مٹھی سے اگر داڑھی زائد ہو جاوے اُس وقت کتر و نادرست ہے، چنانچہ عالمگیری
میں تصریح کی گئی ہے (۸) -

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۶۰ -

(۲) سورة النور، رقم الآية: ۳۱ -

(۳) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۹ -

(۴) سورة النور، رقم الآية: ۳۱ -

(۵) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/

۷۹۹، کراچی ۱/ ۴۰۶ -

(۶) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵، رقم:

۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲ -

(۷) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب إعفاء اللحى، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵، رقم:

۵۶۶۴، ف: ۵۸۹۳ -

مسلم شریف، الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۹، بیت الأفكار

رقم: ۲۵۹ -

(۸) عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا ←

أما السابغ: فلما روى عن ابن عمر^{رض} أن النبي^{صلی اللہ علیہ وسلم} رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلك، وقال: احلقوا كله أو اتركوا كله. رواه مسلم (۱)۔

أما الثامن: فلما روى عن الحجاج بن حسان قال: دخلنا على أنس بن مالك فحدثني أختي المغيرة قالت: وأنت يومئذ غلام ولك قرنان أو قصتان فمسح رأسك وتبرك عليك، وقال: احلقوا هذين أو قصوهما، فإن هذا زي اليهود. رواه أبو داؤد (۲)۔

وہ زئی یہود تھا یزئی ہند ہے اور خصوصاً اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جائے تو شرک ہے۔ واللہ اعلم

۲۱ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۰۳ھ

← المشرکین وفروا اللحي واحفوا الشوارب، وکان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض علی لحيته فما فضل أخذه. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من طولها وعرضها. (ترمذی شريف، كتاب الأدب، باب ماجاء في أخذ اللحية، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۵، دارالسلام رقم: ۲۷۶۲)

ولا بأس إذا طالت لحيته أن يأخذ من أطرافها ولا بأس أن يقبض علی لحيته، فإن زاد علی قبضته منها شيء جزه. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۸، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴)

(۱) مشکوة شريف، كتاب اللباس، باب الترجل، مكتبة أشرفيه ديوبند ۲/ ۴۸۰۔

مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب كراهية القزع، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۳، بيت الأفكار رقم: ۲۱۲۰۔

أبو داؤد شريف، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذوابة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دارالسلام رقم: ۴۱۹۵۔

نسائي شريف، كتاب الزينة من السنن، الرخصة في حلق الرأس، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۴، دارالسلام رقم: ۵۰۵۱۔

(۲) أبو داؤد شريف، كتاب الترجل، باب ماجاء في الرخصة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دارالسلام رقم: ۴۱۹۷۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مختلف قسم کے رنگوں کی حلت و حرمت کا بیان

سوال (۲۴۲۰): قدیم ۴/۱۲۵- پارچہ میں کس کس قسم کا رنگ ناجائز ہے؟

الجواب: عورتوں کے لئے ہر قسم کا رنگ جائز ہے، اور مردوں کے لئے کسم اور زعفران کا اتفاقاً ممنوع ہے اور سرخ میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حرام، بعض کے نزدیک مباح، بعض کے نزدیک مستحب، بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، اور قول اخیر مفتی بہ ہے، اور باقی سب رنگ جائز ہیں۔

وكره لبس المعصفر والمزغفر الأحمر والأصفر للرجال مفاده أن لا يكره للنساء، ولا بأس بسائر الألوان، وفي المجتبى والقهستاني وشرح النقاية لأبي المكارم: لا بأس بلبس الثوب الأحمر اه. ومفاده: أن الكراهة تنزيهية لكن صرح في التحفة بالحرمة، فأفاد أنها تحريمية، وهي المحمل عند الإطلاق قاله المصنف قلت ولشرب نبالي فيه رسالة نقل فيها ثمانية أقوال: منها: أنه مستحب. در مختار وفي الشامي: ولكن جل الكتب على الكراهة كالسراج والمحيط والاختيار والمنتقى والذخيرة وغيرها، وبه أفنى العلامة قاسم. جلد ۵، ص ۲۲۸ (۱)۔

۲۵/ربیع الاول ۱۳۰۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۲۷)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبه زكريا ديوبند

۵۱۵-۵۱۶، کراچی ۶/۳۵۸۔

ويكره الثوب الأحمر والمعصفر للرجال؛ لأنه عليه السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصفر، وفي المنع: ولا بأس بلبس الثوب الأحمر، وبه صرح أبو المكارم في شرح النقاية، وهذا ظاهر في أن المراد بالكراهة كراهة التنزيه؛ لأنها ترجع إلى خلاف الأولى كما صرح به كثير من المحققين؛ لأن كلمة لا بأس تستعمل غالباً فيما تركه أولى كما قاله بعض أهل التحقيق، لكن صرح صاحب تحفة الملوك بالحرمة، فأفاد أن المراد كراهة التحريم وهو المحمل عند الإطلاق. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل: في اللبس، دار الكتب العلمية

بيروت ۴/۱۹۲) ←

عورتوں کو مردانہ جوتہ پہننے کی ممانعت

سوال (۲۴۲۱): قدیم ۴/۱۲۵ - مردانہ چڑھواں جوتہ عورتوں کو پہننا کیسا ہے؟ بعض دیار میں علی العموم رواج ہے کہ عورتیں بھی مثل مردوں کے وہی جوتہ پہنتی ہیں جو ایڑی کی طرف زیر پائی کے بیٹھا ہے اور چپٹا نہیں ہوتا؛ بلکہ جیسا مردوں کا جوتہ ویسا ہی وہ بھی، اوّل تو مجھے ناجائز ہی ہونے کا خیال ہوا؛ کیونکہ عورتوں کو لباس وغیرہ میں مردوں کی مشابہت پیدا کرنے کی حدیث شریف میں وعید آئی ہے؛ لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب فلانے صاحب مرحوم مغفور کے یہاں سب یا اکثر عورتیں اور لڑکیاں بھی مردانہ جوتہ پہنتی ہیں اور مولانا مرحوم نے کبھی منع نہیں فرمایا اس وقت سے یہ رائے سُست ہو گئی؛ لیکن ابھی کچھ اطمینان نہیں ہوا، میں نے جو ایک آدھ کو منع کیا تو یہ کہا گیا کہ اس میں پیر کو آرام زیادہ ملتا ہے، اور چلنے میں نکل جانا اور اس میں چلتے وقت خاک اور چھینٹیں بھی نہیں اُڑتیں؛ اس لئے ایسا پہنا جاتا ہے اور زیر پائی میں ایڑی کو تکلیف ہوتی ہے؟

الجواب: اس کے رواج میں عموم نہیں ہوا، کہ دیکھنے والوں کو منکر اور موجب تشبہ نہ معلوم ہوتا ہو؛ اس لئے تشبہ اس میں ضرور ہے (۱) کسی بزرگ کا منع نہ کرنا جُت شرعیہ نہیں، رہا تکلیف ہونا، سواس کی اصلاح و ترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے، رہا چھینٹ وغیرہ کا پڑنا سواس کی احتیاط بھی دُشوار نہیں۔ فقط۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۵۲)

← ویکرہ تحریرما للرجال الأحمر والمعصفر، وقیل: تنزیہا، قیل: يستحب أحياناً، ولا بأس بسائر الألوان. (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، الکراهیة، فصل فی اللبس، دارالکتب العلمیة بیروت ۴/ ۱۹۲)

تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، قبیل کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۶۶۹، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۲۹۔

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهات بالرجال من النساء، والمتشبهين بالنساء من الرجال. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ما جاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۶، دارالسلام رقم: ۲۷۸) ←

مردانہ جوتہ کی ایڑی بٹھا کر پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے

سوال (۲۴۲۲): قدیم ۱۲۶/۴ - دہلی کی جوتی نوکدار کا مدار جو کہ مرد پہنتے ہیں اگر اس جوتی کی ایڑی بٹھا کر عورت پہنتے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: میں تو جائز سمجھتا ہوں (۱)۔ ۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ (تتمہ خامسہ ص ۷۳)

سلیپر جوتہ پہننا

سوال (۲۴۲۳): قدیم ۱۲۶/۴ - سلیپر پہننے میں نصاریٰ کی مشابہت تو نہیں ہے؟

الجواب: اگر مشابہت نہیں ہے تو جائز ہے (۲)۔ واللہ اعلم

یوم الاحیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۶۹)

← وأخرج أبو داود عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء.

وأخرج أيضا عن ابن أبي مليكة قال: قيل لعائشة: إن امرأة تلبس النعل، فقالت: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل من النساء. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لباس النساء، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دار السلام رقم: ۴۰۹۷-۴۰۹۹)

بخاري شريف، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۴، رقم: ۵۶۵۶، ف: ۵۸۸۵۔

ابن ماجه شريف، كتاب النكاح، باب في المخنثين، النسخة الهندية ص: ۱۳۷، دار السلام رقم: ۱۹۰۳-۱۹۰۴۔

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۷/ ۴۰، رقم: ۹۵۵۷۔

(۱) چونکہ ممانعت کی اصل وجہ تشبہ بالرجال تھی (کما تقدم تخريجه آنفا) اور جب اس جوتی کی ایڑی بٹھا کر اس کی ہیئت کذائیہ بدل دی گئی تو مردوں کے ساتھ مشابہت باقی نہ رہی؛ لہذا اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز ہوگا۔

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ←

ایضاً

سوال (۲۴۲۴): قدیم ۱۲۶/۲ - سلپیہ یعنی بلا ایڑی کا جو تہ مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر تحقیق سے ثابت ہو جاوے کہ اس میں تشبہ نہیں ہے تو درست ہے (۱)۔

۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۱۲۵)

← تشبہ بقوم فہو منهم۔ (أبو داؤد شریف، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۳۷۵۔

مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم ۷/ ۳۶۸، رقم: ۲۹۶۶۔

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفاسق أو الفجار أو بأهل التصرف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مراجعة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۵)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفاسق أو الفجار أو بأهل التصرف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قاله القاري: قال العلقمي: أي من تشبه بالصلحاء يكرم كما يكرمون، ومن تشبه بالفاسق لم يكرم، ومن وضع عليه علامة الشرفاء أكرم، وإن لم يتحقق شرفه. (عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دار الكتاب العربي بيروت ۴/ ۷۸، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۱/ ۵۱)

شرح الطيبي، كتاب اللباس، تحت رقم الحديث: ۴۳۴۷، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/ ۲۳۲، کراچی ۸/ ۲۱۹۔

بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، قدیم ۵/ ۴۱، جدید دار البشائر الإسلامية ۱۲/ ۵۹۔

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱) ←

مختلف چوڑیاں پہننا

سوال (۲۴۲۵): قدیم ۴/۱۲۶- چوڑی ربڑو بلوری، سادہ و نقشی و کچ کی سیاہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سب جائز ہے (۱)۔ فقط ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۸۴)

← مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۳۷۵۔
قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصرف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۵)
عون المعبود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دارالكتاب العربي بیروت ۴/ ۷۸، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۱/ ۵۱۔

بذل المجهود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، قديم ۵/ ۴۱، جدید دارالبشائر الإسلامية ۱۲/ ۵۹۔

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن امرأتين أتتا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي أيديهما سواران من ذهب، فقال لهما: أتؤديان زكاته؟ فقالتا: لا، فقال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتحبان أن يسوركما الله بسوارين من نار؟ قالتا: لا، قال: فأديا زكاته. (ترمذي شريف، كتاب الزكوة، باب ماجاء في زكاة الحلبي، النسخة الهندية ۱/ ۱۳۸، دارالسلام رقم: ۶۳۷)

يجوز للنساء لبس أنواع الحلبي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، والخلخال، والطوق والعقد، والتعاويذ، والقلائد وغيرها. (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، دارالكتب العلمية بیروت ۱۷/ ۳۱۸، کراچی ۱۷/ ۲۹۳)

وجميع أنواع الزينة بالحلي والطيب ونحو ذلك جائز لهن ما لم يغيرن شيئا من خلقهن. (عمدة القاري، کتاب اللباس، باب الطيب، في الرأس والحية، دار إحياء التراث العربي

۲۲/ ۵۹، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۵/ ۱۰۸، تحت رقم الحديث: ۵۹۲۳) ←

محمل کا حکم

سوال (۲۴۲۶): قدیم ۱۲۶/۴ - محمل کا شانی یاد و سری قسم کی محمل سرخ یا سنہریا زرد یا سیاہ پہنی مردوں کو جائز ہے یا ناجائز، حرام یا مکروہ؟ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نفع المفتی والساؤل میں منع لکھتے ہیں؟

الجواب: مثل ریشم (*) کے حرام ہے۔ لآنه منه (۱)۔ فقط

۱۲/۱۲ یقعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۸۴)

(*) بعد میں معلوم ہوا کہ بعض محمل ریشمی نہیں، پس وہ جائز ہوگی۔ ۱۲ منہ

← ویکره للولي إلباس الخلخال أو السوار لصبي (در مختار) وفي الشامية: أي الذکر؛ لآنه من زينة النساء. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۶۰۲، کراچی ۶/۴۲۰)

(۱) عن عمر بن الخطاب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال، وقدر ما يجوز منه، النسخة الهندية ۲/۸۶۷، رقم: ۵۶۰۶، ف: ۵۸۳۵)

أبو داود شریف، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الحریر، النسخة الهندية ۲/۵۶۰، دار السلام رقم: ۴۰۴۰۔

مسلم شریف، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة الخ، النسخة الهندية ۲/۱۸۹، بیت الأفكار رقم: ۲۰۶۷۔

یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبين بدنه علی المذهب الصحيح علی الرجل الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۵۰۶، کراچی ۶/۳۵۱)

ويحل للنساء لبس الحریر ولا يحل للرجال ولو بحائل بینہ وبين بدنه علی المذهب كما فی التنویر؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن لبس الحریر والدياج، وقال: إنما يلبسه من لا خلاق له، أي لا نصيب له في الآخرة. (مجمع الأنهر، کتاب الکراهية، فصل فی

اللبس، دارالکتب العلمية بیروت ۴/۱۹۲) ←

ایضاً

سوال (۲۴۲۷): قدیم ۱۲۶/۴ - پارچہ منجمل میں بہت اختلاف ہے علماء سے سنا گیا ہے کہ خالص ریشم یا جس کا تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہو حرام ہے، جس کا تانا ریشم بانا سوت ہو درست ہے، منجمل کس درجہ میں رہا، اس پر تو ریشم جمایا جاتا ہے، اس کے جواز کا کیا قاعدہ، تانے بانے سے اس کو تعلق نہیں، تحریر فرمائیے، کس قدر ریشم جما ہو تو حلال اور کس قدر حرام؟

الجواب: اس کی تیشل ابرے کے ہے، اگر ریشمی ہوگی حرام ہے (۱)۔

رجب ۱۳۳۳ھ (تمتہ اولیٰ ص ۱۴۷)

← يجب أن يعلم أن لبس الحرير وهو ما كانت لحمته حريرا وسداه حريرا حرام على الرجال في جميع الأحوال عند أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: لا يكره في حالة الحرب، ويكره في غير حالة الحرب. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع: في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۳۱، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۸۳)

(۱) عن عمر بن الخطاب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال، وقد مر ما يجوز منه، النسخة الهندية ۲/ ۸۶۷، رقم: ۵۶۰۶، ف: ۵۸۳۵)

عن عبد الرحمن ابن أبي ليلى قال: استسقى حذيفة فسقاه مجوسي في إناء من فضة، فقال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تلبسوا الحرير ولا الديباج، ولا تشربوا في آنية الذهب والفضة، ولا تأكلوا في صحافها، فإنها لهم في الدنيا. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء، وخاتم الذهب والحرير على الرجال، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۹، بيت الأفكار رقم: ۲۰۶۷)

أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الحرير، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۰، دار السلام رقم: ۴۰۴۰۔

يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح على الرجل الخ. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۰۶، كراچی ۶/ ۳۵۱) ←

ٹسرکا استعمال اور اس کا حکم

سوال (۲۴۲۸): قدیم ۴/۱۲۷ - ٹسرکا کپڑا جو آج کل رائج ہے ریشم ہے یا نہیں، استعمال اس کا

مردوں کو جائز ہے یا کیا؟

الجواب: تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ وہ ریشم ہے گواد نے درجہ کا ہو (۱)۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

← ويحل للنساء لبس الحرير ولا يحل للرجال ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب كما في التنوير؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن لبس الحرير والديباج، وقال: إنما يليسه من لا خلاق له، أي لا نصيب له في الآخرة. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۹۲)

البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۸/ ۳۴۷، كوئٹہ ۸/ ۱۸۹ -
ہندیہ، كتاب الكراهية، الباب التاسع: في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره، قديم زكريا
ديوبند ۵/ ۳۳۱، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۸۳ -

(۱) عن عمر بن الخطاب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال، وقد مر ما يجوز منه، النسخة الهندية ۲/ ۸۶۷، رقم: ۵۶۰۶، ف: ۵۸۳۵)

عن عبدالرحمن ابن أبي ليلى قال: استسقى حذيفة فسقاه مجوسي في إناء من فضة، فقال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تلبسوا الحرير ولا الديباج، ولا تشربوا في آنية الذهب والفضة، ولا تأكلوا في صحافها، فإنها لهم في الدنيا. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء، وخاتم الذهب والحرير على الرجال، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۹، بيت الأفكار رقم: ۲۰۶۷)

يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح على الرجل الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۰۶، کراچی ۶/ ۳۵۱)

ويحل للنساء لبس الحرير ولا يحل للرجال ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب كما في التنوير؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن لبس الحرير والديباج، وقال: ←

ایضاً

سوال (۲۴۲۹): قدیم ۴/۱۲۷ - لوگ ریشم کو استعمال کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ٹسر کو جائز حالانکہ دونوں کی ماہیت ایک ہے، یعنی کیڑا شہوت کے پتے کھا کر ریشم بناتا ہے اور اسی قسم کا دوسرا کیڑا جو ارنڈ کے پتے یا دوسری جنگلی پتے کھا کر ٹسر بناتا ہے تو آیا ایسی صورت میں ٹسر کا اور ریشم کا ایک حکم ہے یا دو؟

الجواب: دونوں کا ایک حکم ہے، یعنی دونوں ریشم ہیں ایک اعلیٰ ایک ادنیٰ (۱)۔

۸/ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

← إنما يلبسه من لا خلاق له، أى لا نصيب له في الآخرة. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۹۲)

ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع: فی اللبس ما یکرہ من ذلك وما لا یکرہ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۳۱، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۸۳۔

(۱) عن عمر بن الخطاب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب لبس الحرير واقتراشه للرجال، وقدر ما يجوز منه، النسخة الهندية ۲/ ۸۶۷، رقم: ۵۶۰۶، ف: ۵۸۳۵)

مسلم شریف، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة الخ، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۹، بیت الأفكار رقم: ۲۰۶۷۔

أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الحرير، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۰، دار السلام رقم: ۴۰۴۰۔

یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ و بین بدنه علی المذهب الصحیح علی الرجل الخ. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۰۶، کراچی ۶/ ۳۵۱)

ویحل للنساء لبس الحریر ولا یحل للرجال ولو بحائل بینہ و بین بدنه علی المذهب کما فی التنویر؛ لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لبس الحریر والديبا، وقال: إنما يلبسه من لا خلاق له، أى لا نصيب له في الآخرة. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۹۲) ←

اطلس پہننا

سوال (۲۴۳۰): قدیم ۴/۱۷- کپڑا (اطلس) جس کا تانا ریشم کا اور بانا ٹسرکا ہوتا ہے، مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ ٹسر ایک قسم کا (سن) ہوتا ہے کہ جس کو صاف کرنے سے ریشم کے مانند ملائم کر لیتے ہیں اور پھر اس کو استعمال کرتے ہیں، اور یہ (سن) بھاگلپور کی طرف ہوتا ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب: کپڑے میں بانا معتبر ہے، پس اگر ٹسر کی وہی حقیقت ہے جو سائل نے لکھی ہے تو یہ کپڑا مرد کیلئے بھی جائز ہے گوتانا ریشم ہے (۱)۔ ۱۵/ربیع الاول ۱۳۷ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۱)

«يجب أن يعلم أن لبس الحرير وهو ما كانت لحمته حريرا وسداه حريرا حرام على الرجال في جميع الأحوال عند أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: لا يكره في حالة الحرب، ويكره في غير حالة الحرب. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع: في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره، قديم زكريا ديوبند ۵/۳۳۱، جديد زكريا ديوبند ۵/۳۸۳)

(۱) وأما ما كان سداه حريرا ولحمته غير حرير فلا بأس بلبسه بلا خلاف بين العلماء وهو الصحيح وعليه عامة المشايخ. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع: في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره، قديم زكريا ديوبند ۵/۳۳۱، جديد زكريا ۵/۳۸۳)

و لا بأس بلبس ماسداه إبريسم ولحمته غيره، أي غير الإبريسم سواء كان مغلوبا أو غالبا أو مساويا للحرير كالقطن والكتان والصوف يعني في الحرب وغيره؛ لأن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يلبسون مثل هذا، ولأن الثوب يصير بالنسج والنسج باللحمة، فهي معتبرة لكونها علة قريبة فيضاف الحكم من الحل والحرمة إليها دون السدى فيكون العبرة لما يظهر دون ما يخفى. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۱۹۴-۱۹۵)

ويحل لبس ماسداه إبريسم ولحمته غيره ككتان وقطن وخز؛ لأن الثوب إنما يصير ثوبا بالنسج والنسج باللحمة فكانت هي المعتبرة دون السدى. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۵۱۳، كراچی ۶/۳۵۶)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العاشر في اللبس ما يكره من ذلك، مكتبته زكريا ديوبند ۱۸/۱۰۸، رقم: ۲۸۱۸۶-

البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، مكتبته زكريا ديوبند ۸/۳۴۸، كوئٹہ ۸/۱۹۰-

کامدار ٹوپی کا استعمال

سوال (۲۴۳۱): قدیم ۱۲۷/۴ - میرٹھی ٹوپی پر سونے چاندی کا یا پیتل و ریشم کلابتوں کا کام کیا جاتا ہے، اس طرح کہ کوئی بیل بٹا چار انگل کا نہیں ہوتا ہے، مگر اس طرح متصل ہوتا ہے کہ بعض دو میں کوئی فرجہ دیکھا نہیں جاتا، اور بعض ٹوپی میں کسی قدر فرق ہوتا ہے، اس کا استعمال کیسا ہے؟

الجواب: اگر فرجہ متمیز بلا تکلف ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز (۱)۔

۸ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تمتہ اولیٰ ص ۱۳۲)

(۱) ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم؛ لأن الناس يلبسون الثياب وعليها الأعلام والطرز في تلك الأعصار من غير نكير، وإن كان أكثر من الأربع فهو مكروه وقد روي أن النبي صلى الله عليه وسلم لبس جبة مكفوفة بالحرير، وروي أنه عليه الصلاة والسلام لبس فروة أطرافها من الديباج، وكان المعنى في ذلك أنه تبع كما في السراج وكذلك إذا كان في طرف القلنسوة لا بأس به إذا كان قدر أربع أصابع أو دونها في ظاهر المذهب كما في القنية. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۹۲-۱۹۳)

يحرم لبس الحرير ولو بحائل على المذهب على الرجل لا المرأة إلا قدر أربع أصابع كأعلام الثوب مضمونة، وقيل: منشورة، وقيل: بين بين، وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق ولو في عمامة كما بسط في القنية، وفيها عمامة طرازها قدر أربع أصابع من إبريسم من أصابع عمر رضي الله عنه، وذلك قيس شبرنا يرخص فيه، وكذا المنسوج بذهب يحل إذا كان هذا المقدار أربع أصابع وإلا لا يحل للرجل زيلعي. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۰۶-۵۰۷، کراچی ۶/ ۳۵۱-۳۵۳)

وفي السراجية: ويكره أن يلبس الذكور قلنسوة من الحرير أو الذهب أو الفضة أو الكرباس الذي خيط عليه إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع ولا بأس بأن يكون على طرف القلنسوة قدر أربعة أصابع من ذلك، وكذا على طرف العمامة، وكذا علم الجبة. (تاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العاشر: في اللبس، ما يكره من ذلك وما لا يكره، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۱۰، رقم: ۲۸۱۹۲) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

چوڑی دار پانچامہ پہننا

سوال (۲۴۳۲): قدیم ۴/۱۲۷- چوڑی دار پانچامہ جوشا آقین اوباشوں میں رائج ہے، جب کہ بوتام لگا کر ٹخنے سے اُوپر رکھا جائے جائز ہونا چاہئے، عدم جواز کی کیا دلیل ہے، اسراف تو کہہ نہیں سکتے؛ کیونکہ بغرض زینت اگر کچھ کپڑا زائد لگ جائے تو اسراف میں داخل نہیں، ورنہ لکھنؤ کا زنا نہ پانچامہ بھی ناجائز ہونا چاہئے، حالانکہ اگر اس میں قباحت ہے تو صرف اتنی کی تستر کلی طور پر نہیں ہوتا، چلنے میں ران اور ساق کھل جاتی ہے، کپڑا زیادہ لگنا وجہ ممانعت نہیں ہے، ورنہ کالیوں کا پانچامہ بھی ممنوع ہونا چاہئے، اور مردوں کو لمبا کرتہ اچکن بھی ممنوع ہو کہ اس سے کم لمبا چوڑا بن سکتا ہے؟

الجواب: چونکہ اس میں تشبہ بالفساق ہے اس لئے مکروہ ہے (۱) جیسا ایک حدیث میں ہے کہ ایک بزرگ نے ایک امیر پر خطبہ میں انکار کیا تھا۔ یلبس ثياب الفساق (۲)۔ حالانکہ وہ صرف باریک کپڑا پہنے تھا، جو فی نفسہ مباح ہے، مگر اس وقت ثياب رقیقہ شعار فساق کا تھا۔ کذا ہذا۔ فقط واللہ اعلم (امداد، ج ۲، ص ۱۵۲)

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

مشکوۃ المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه أشرفيه ديوبند ۲/ ۳۷۵۔

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۷/ ۳۶۸، رقم: ۲۹۶۶۔

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاۃ المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۸/ ۲۵۵)

عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دار الكتاب العربي بيروت ۴/ ۷۸، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۱/ ۵۱۔

(۲) عن زياد بن كسيب العدوي قال: كنت مع أبي بكره تحت منبر ابن عامر ←

چوڑی دارپا عجامہ کا حکم

سوال (۲۴۳۳): قدیم ۴/۱۲۸- اگر آڑپا عجامہ ٹخنے سے اونچا ہو تو اس کے استعمال میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب: آڑپا عجامہ اکثر اوباشوں کی وضع ہے، اور تشبہ اہل باطل کیساتھ ممنوع ہے۔

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

← وهو يخطب وعليه ثياب رفاق، فقال أبو بلال: انظروا إلى أميرنا يلبس ثياب الفساق، فقال أبو بكر: أسكت، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أهان سلطان الله في الأرض أهانه الله. (ترمذي شريف، كتاب الفتن، باب ماجاء في الخلفاء، النسخة الهندية ۲/ ۴۶، دارالسلام رقم: ۲۲۲۴)

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبته أشرفيه ديوبند ۲/ ۳۷۵۔

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۷/ ۳۶۸، رقم: ۲۹۶۶۔

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبته إمداديه ملتان ۸/ ۲۵۵)

عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دارالكتاب العربي بيروت ۴/ ۷۸، مكتبته أشرفيه ديوبند ۱۱/ ۵۱۔

بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، قدیم ۵/ ۴۱، جدید دارالبشائر الإسلامية ۱۲/ ۵۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۸/ باب: سونے، چاندی، پیتل، لوہے وغیرہ کا استعمال

تانبہ پیتل وغیرہ کے برتنوں کا استعمال

سوال (۲۲۳۲): قدیم ۱۲۸/۲ - خاص ظروف تانبہ و جست و پیتل و پھول و لوہا میں خواہ قلعی دار تانبہ ہو یا بغیر اس کے کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب: چاندی سونے کے سوا جس چیز کا برتن ہو اس کا استعمال جائز ہے۔

وفي الجوهرية: وأما الآنية من غير الفضة والذهب فلا بأس بالأكل والشرب فيها والانتفاع بها، كالحديد، والصفرة، والنحاس، والرصاص، والخشب، والطين. اه ردالمحتار لیکن صاحب درمختار نے تانبہ اور پیتل میں کھانے کو مکروہ کہا ہے۔ حیث قال: ويكره الأكل في نحاس أو صفر اه. مگر علامہ شامی نے اس کو مقید کیا ہے بقلعی کے ساتھ حیث قال: ثم قيد النحاس بالغير المطلي بالرصاص الخ (۱)۔

پس اس حمل پر کلام صاحب جو ہرہ و درمختار میں تطبیق ہوگئی کہ جواز مخصوص ہے قلعی کے ساتھ اور کراہت بے قلعی کے ساتھ۔ فتنبہ و تفقہ واللہ اعلم۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۴)

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۴۹۴،

۴۹۵، کراچی ۶/ ۳۴۳۔

لا من رصاص وزجاج وبلور وعقيق (کنز) وتحتہ فی التبيين: أي لا يكره استعمال الأواني من هذه الأشياء، وقال الشافعي: يكره؛ لأنه في معنى الذهب والفضة في التفاخر به، قلنا: لا نسلم، ولئن كانت عادتهم جارية بالتفاخر في غير الذهب والفضة فلم تكن هذه الأشياء في معناهما، فامتنع الإلحاق بهما، ويجوز استعمال الأواني من الصفر لما روي عن عبد الله بن يزيد أنه قال: أتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخرجنا له ماء في تور من صفر فتوضأ. رواه البخاري، وأبو داود وغيرهما. ويمكن أن يستدل به على إباحة غير الذهب والفضة؛ لأنه في معناه بل عينه. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۲۵،

إمدادیه ملتان ۶/ ۱۱) ←

ظروف بدری کے استعمال کا حکم

سوال (۲۴۳۵): قدیم ۱۲۸/۴ - پاندان وغیرہ یعنی کٹورہ و پلنگ و گالدان ظروف بدری میں استعمال کیسا ہے؟

الجواب: شرعاً اعتبار غالب کا ہے، پس اگر بدری چاندی یا سونا غالب ہے تو اس کا استعمال ناجائز ہے، اور اگر مغلوب ہے تو جائز، اور اگر دونوں مساوی ہیں تو احتیاط عدم جواز میں ہے۔

وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه منهما يقوم، واختلف في غش المساوي، والمختار لزومها احتياطاً اهـ۔ قاله صاحب الدر المختار في أحكام الزكاة (۱)۔ قلت لما جعل الحكم للغالب وأوجب الزكاة فيه فلا بد من أن يكون الحكم له في كل الأحكام، وكذا المغلوب والمساوي. والله أعلم۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۴)

← وحل استعمال إناء عقيق وبلور وزجاج ورصاص عندنا لعدم التفاخر بمثل هذه الآنية عادة؛ لأنها ليست من جنس الأثمان، وقال الشافعي: يكره لحصول التفاخر كالحجرين، قلنا: لا نسلم، ولئن كانت عادتهم جارية بالتفاخر في غيرهما فلم تكن هذه الأشياء في معناهما فامتنع الإلحاق بهما، ويجوز استعمال الأواني من الصفر، وفي التبیین: ويمكن أن يستدل به على إباحة غير الذهب والفضة؛ لأنه في معناه بل عينه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، قبيل فصل في الكسب، دار الكتب العلمية بيروت ۴ / ۱۸۲-۱۸۳) كونه الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبته زكريا ديوبند ۸ / ۳۴۱، كوئٹہ ۸ / ۱۸۶۔

الجوهرة النيرة، كتاب الحظر والإباحة، دار الكتاب ديوبند ۲ / ۳۶۴۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، مكتبته زكريا ديوبند ۳ / ۲۳۰-۲۳۱، كراچی ۲ / ۳۰۰۔

وما غلب ذهبه أو فضته فحكمه حكم الذهب والفضة الخالصين، وما غلب غشه تعتبر قيمته لا وزنه، وتشترط نية التجارة فيه كالعروض واختلف في الغش المساوي، والمختار لزومها احتياطاً. (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت ۴ / ۳۰۵-۳۰۶) ←

لاٹھی میں لوہا، پیتل، چاندی وغیرہ کا چھلا لگوانے کا حکم

سوال (۲۴۳۶): قدیم ۱۲۹/۴ - لاٹھی میں شام لوہا، پیتل و چاندی وغیرہ کی لگانا کیا حکم ہے؟

الجواب: سوائے چاندی سونے کے ہر جگہ خواہ اُوپر ہو یا نیچے جائز ہے، اور چاندی سونے کی اگر پکڑنے کی جگہ ہو تو جائز نہیں، اگر نیچے ہو تو جائز ہے۔

كما لو جعله أي التفضيض في نصل سيف وسكين أو في قبضتهما أو لجام أو ركاب ولم يضع يده موضع الذهب والفضة. درمختار (۱)۔ واللہ اعلم۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۴)

← وما غلب على الغش فكالخالص من النقدين؛ لأن الدرهم لا تخلو عن قليل غش؛ لأنها لا تطبع إلا به فجعلنا الغلبة فاصلة. نهر. ومثلها الذهب واختلف في الغش المساوي والمختار لزومها احتياطاً. (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، كتاب الزكوة، قبيل باب المصرف، دار الكتاب ديوبند ص: ۷۱۸)

النهر الفائق، كتاب الزكوة، باب زكاة المال، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۴۳۹۔
(۱) الدرالمختار مع الشامسي، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۹۶،
کراچی ۶/ ۳۴۴۔

وحل الشرب من إناء مفضض، والركوب على سرج مفضض، والجلوس على كرسي مفضض، ويتقى موضع الفضة (كنز) وفي التبيين: أي يتقى موضعها بالفم، وقيل: بالفم واليد في الأخذ، وفي الشرب وكذا إذا جعل ذلك في نصل السيف والسكين أو في قبضتهما ولم يضع يده في موضع الذهب والفضة. (تبیین الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۲۵، إمداديه ملتان ۶/ ۱۱)

وكذلك (يحل) إذا جعل ذلك في نصل السيف والسكين أو في قبضتهما ولم يضع يده في موضع الذهب والفضة. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۳۴۱، كوئٹہ ۸/ ۱۸۶)

إذا كان في نصل السكين أو في قبضة السيف فضة، قال أبو حنيفة: إن أخذ السكين من موضع الفضة يكره وإلا فلا. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العاشر: في استعمال الذهب والفضة، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۳۴، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۸۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

لوہے کا جوتا استعمال کرنے کا حکم

سوال (۲۴۳۷): قدیم ۱۲۹/۴ - جوتا میں نعل پہنی لگانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نعل لگانا جائز ہے۔ فی رد المحتار، فی مفسدات الصلوة: قال هشام: رأیت علی أبي یوسف نعلین مخصوصین بمسامیر فقلت: أتري بهذا الحديد بأساً؟ قال: لا، الخ (۱)۔ واللہ اعلم۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۴)

سونے چاندی کے بٹن

سوال (۲۴۳۸): قدیم ۱۲۹/۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت در بارہ چاندی سونے کے بٹنوں کے، آیا مردوں کو قمیص وغیرہ میں اُن کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ مع سند کے لکھیں۔ اللہ اس کا اجر دے۔ فقط

الجواب: (۲) چاندی سونے کے بٹن لگانا مردوں کو جائز ہے۔
كما في الدر المختار، في المجلد الخامس، في كتاب الكراهية، في فصل اللبس.

(۱) شامی، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا، مطلب: فی التشبه بأهل الكتاب، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۳۸۴، کراچی ۱/ ۶۲۴۔

قال هشام في نوادره: رأيت على أبي يوسف نعلين مخصوصتين بمسامير، فقلت: أ ترى بهذا الحديد بأساً؟ قال: لا. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل الثاني والثلاثون: في المتفرقات، المجلس العلمي ۸/ ۱۲۷، رقم: ۹۷۵۱)

ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع: فی اللبس ما یکرہ من ذلك وما لا یکرہ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۳۳، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۸۶۔

منحة الخالق على البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۱۸، کوئٹہ ۲/ ۱۱۔

(۲) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنے اس جواب سے رجوع فرما لیا ہے جیسا کہ آگے سوال نمبر: ۲۴۴۰ کے جواب میں آ رہا ہے۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفي التاتار خانية عن السير الكبير: لا بأس بأزرار الديباغ والذهب (۱)۔

ترجمہ لفظی اس کا یہ ہوا کہ کچھ ڈرنہیں ریشم اور سونے کی گھنڈیوں کا فقط، پس گھنڈی اور بٹن اول تو صورت مقارب ہیں، دوسرے اس قسم کی اشیاء کے جواز کی دلیل تابعیت لکھی ہے۔ یہ علت دونوں میں مشترک ہے، غرض بٹن اور گھنڈی صورت معنی ای علت مساوی ہیں، جب ایک جائز دوسرا بھی جائز اور جب سونے کی تصریح موجود ہے چاندی بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ لٰنہا اکثر منہ رخصۃ۔ واللہ اعلم۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۵)

ایضاً

سوال (۲۴۳۹): قدیم ۱۲۹/۲ - آپ کی کتاب ”صفائی معاملات“ مطبوعہ رزاتی کا پور صفحہ ۳۴ پر بیان بعض متفرق حلال و حرام چیزوں کے بیان میں یہ مسئلہ ہے کہ چاندی سونے کے بوتام یعنی بٹن اور گھنڈی لگانا جائز ہے فقط۔ اس مسئلہ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ واقعی سونے چاندی کے بوتام لگانا جائز ہے یا اس کتاب میں کاتب سے غلطی ہوئی ہے؟ آپ اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں۔ اگر جائز ہے، اس کی تشریح ہو تو بہت بہتر ہوتا کہ اطمینان ہو؟

الجواب: (۲) کاتب کی تو غلطی نہیں ہے، میں نے ہی لکھا ہے، اور اس میں کسی قدر قیاس سے بھی کام لیا ہے، اصل مسئلہ جو درمختار وغیرہ میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ولا بأس بأزرار الذهب الخ۔ یہ ”ازرار“ جمع ”زر“ کی ہے۔ اور ”زر“ کا ترجمہ ہے گھنڈی اور علت لکھی ہے: لٰنہ تابع للباس (۳)۔ پس اس علت کے اشتراک سے زر کے مفہوم میں توسع کر کے بوتام کو شامل سمجھا گیا ہے، اتنا تصرف اس میں قیاس کا ہے، پس یہ حقیقت ہے اس فتویٰ کی، مگر چند روز سے خود مجھ کو اس میں تردد ہو گیا، وجہ تردد یہ

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۱۱/۹، کراچی ۶/۳۵۵۔

(۲) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنے اس زیر نظر فتویٰ سے رجوع فرمایا ہے جیسا کہ آگے سوال نمبر: ۲۴۴۰ کے جواب میں آ رہا ہے۔

(۳) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۱۱/۹، کراچی ۶/۳۵۵۔

ہے کہ ایک بڑے محقق کا قول اس باب میں یہ سنا ہے کہ زر سے مراد گھنڈی ہے جو کلابتوں کے تاروں سے بنی ہوئی ہو، اور کپڑے میں سلی ہوئی ہو، بوتام مراد نہیں، اور پوری تابع ایسی ہی گھنڈی ہے، پس بہتر یہ ہے کہ اور علماء سے تحقیق مزید کر لیجئے۔ (ترجیح خامس ص ۱۰۹)

ایضاً

سوال (۲۴۴۰): قدیم ۴/۱۳۰ - امور مذکورہ ذیل دریافت طلب ہیں مفصل مدلل جواب سے مشرف فرمادیں۔ ”صفائی معاملات“ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سونا چاندی کے بوتام یعنی بٹن مطلقاً جائز ہیں، خواہ کتنے ہی وزن میں ہوں، اور ان کے ساتھ زنجیر خواہ ایک ہو یا زیادہ، اور زنجیر کے ساتھ گھونگھریاں بھی ہوں یا نہ ہوں بلا کراہت جائز ہیں۔ بندہ نے اس کے جزئیہ کو بعض کتب فقہ میں تلاش کیا تو میرے خیال میں اس کے متعلق درمختار کی یہ عبارت آئی:

في التتار خانية، عن السير الكبير: لا بأس بأزرار الديباج والذهب (۱)۔

اور عالمگیری کی یہ عبارت: في السير الكبير: لا بأس بلبس الثوب في غير الحرب إذا كان إزاره ديباجاً أو ذهباً كذا في الذخيرة (۲)۔

بندہ اس عبارت کا جو مطلب سمجھا ہے وہ عرض کرتا ہے، مراد ازرار ازرب سے کلابتوں کی گھنڈی ہے جو کپڑے کے ساتھ سلی ہوئی ہوتی ہے، نہ خالص سونے کا بٹن جو علیحدہ ہوتا ہے بقریۃ ازرار الديباج کے اور بقرینہ اس کے کہ جہاں ملبوسات میں فضہ ازرب مذکور ہے مانند درمختار کے لایکرمہ علم الثوب من الفضة ویکرمہ من الذهب (۳)۔ اس سے مراد کلابتوں ہے، نہ خالص قطعہ ذہب

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند

۵۱۱/۹، کراچی ۶/۳۵۵۔

(۲) ہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع: في اللبس ما یکرہ من ذلك وما لا یکرہ، قدیم

زکریا دیوبند ۵/۳۳۳، جدید زکریا دیوبند ۵/۳۸۵۔

(۳) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مکتبہ زکریا

دیوبند ۵۱۱/۹، کراچی ۶/۳۵۵۔

وفضہ چونکہ یہ تو زیور میں داخل ہوگا اور زیور سونے چاندی کا مطلقاً مرد کے واسطے منع ہے سوائے چند اشیاء کے جو خاصہ آثار کے ساتھ ان کی رخصت ثابت ہے اور بوتام ان مستثنیات سے نہیں ہے، جیسا در مختار اور شامی سے واضح ہے:

في الدر المختار: ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها، أي الفضة إذا لم يرد به التزيين. وفي الشامي قوله: منها أي الفضة لا من الذهب. درر. وقال في غرر الأفكار: حال كون كل من الخاتم والمنطقة والحلية منها، أي الفضة لورود آثار اقتضت الرخصة منها في هذه الأشباه خاصة (۱)۔

اور از رار الذهب سے کلابتون کی گھنڈی مراد لیجاوے تو یہ البتہ تابع کپڑے کے ہے، بخلاف بوتام کے، کہ یہ اس زمانہ میں مستقل زیور ہو گیا ہے، چونکہ اس کی آرائش کے واسطے بعض لوگ دو تین چار زنجیریں لگاتے ہیں، اور بعض زنجیر میں ذی روح کی تصویر بناتے ہیں، اور بعض گوکھریاں لگاتے ہیں، جو وقت تیز چلنے کے بجتی ہیں، اور بعض جواہر کا جڑاؤ اُن میں کراتے ہیں، اور پہننے کا اطلاق اُن پر کیا جاتا ہے کہتے ہیں سونے کے بٹن پہننے یا چاندی کے بٹن پہننے، اور بوتام علیحدہ بھی کپڑے سے ہو سکتے ہیں، مانند خالص ریشمی ازار بند کے جو باوجود تابع ہونے سروال کے ناجائز ہے، یہ سب علامات بوتام کے مستقل زیور ہونے کے ہیں، اور اگر از رار الذهب میں کلابتون کی گھنڈی اور خالص سونے کا بٹن دونوں کا احتمال ہے، تو قاضی خاں کے اس قول سے:-

لا رخصة للرجل فيما يتخذ من الذهب والفضة مفضضاً أو مذهبا ما خلا الخاتم من الفضة وحلية السيف والسلاح لرخصة جاءت فيه. اهـ (۲)۔

بٹن کا احتمال مرتفع ہو گیا۔ پس گھنڈی باقی رہی، اور اگر امور مذکورہ سے قطع نظر کر کے از رار الذهب سے خالص سونے کا بٹن مراد لیا جاوے جب بھی اُن کا ترک استعمال اولیٰ معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ کلمہ لا باس سے مستفاد ہے۔ شامی کے باب مکروہات الصلوٰۃ میں مذکور ہے۔

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۵۱۶-۵۱۷، کراچی ۶/۳۵۸-۳۵۹۔

(۲) حنانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، باب ما يكره من الثياب والحلي والزينة وما لا يكره، قديم زكريا ديوبند ۴۱۳/۳، جديد زكريا ديوبند ۲۹۹/۳۔

قال في النهاية: لأن لفظ لا بأس دليل على أن المستحب غيره؛ لأن البأس الشدة (۱)۔

علاوہ اس کے اس زمانہ میں اکثر لوگ واسطہ فخر اور زینت اور بڑائی کے پہنتے ہیں، جو سبب ممانعت کا ہے نہ واسطہ اظہار نعمت کے، اسی واسطے اس کو اکثر علماء و صلحا نہیں پہنتے بلکہ اکثر چہال و فساق پہنتے ہیں۔

اب عرض یہ ہے کہ سونے چاندی کے بوتام کا جواز عبارت مذکورہ سے ہی ہے تو اس کی تشریح اور شبہات کا دفع مفصل فرمائیں، یا اور نصوص اور تصریحات فقہیہ سے اس کے جواز کی تفصیل تحریر فرمائیں، تاکہ تخریر دور ہو، اور اطمینان حاصل ہو؟

الجواب: مدّت ہوئی حضرت مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمہ اللہ کا قول کہ اس ازرا سے مراد کلابتون کی گھنڈی ہے، بٹن اُس میں داخل نہیں، اُن کے صاحبزادے قاری عبدالسلام مرحوم سے سُن کر ”صفائی معاملات“ کے اس مسئلہ میں مجھ کو تردد ہو گیا ہے، اور اس وقت احتیاط کے درجہ میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ (ترجیح خامسہ ص ۱۱۲)

تفصیل حکم جرس

سوال (۲۴۴۱): قدیم ۱۳۲/۴ - جرس ممنوع کی کیا تعریف ہے۔ مع کل جرس شیطان (۱) سے کیا مراد ہے؟ بجتی ہوئی گھڑی اور گھنٹہ جرس میں کیوں شامل نہیں؟ عامہ محدثین کی توجیہ (یعنی بوجہ اعلام دشمن، سفر میں ممنوع ہونا) سے تو لازم آتا ہے کہ اب غلبہ اسلام کے وقت سفر میں بھی جائز ہو، اگر ضرورت کو سببِ اباحت قرار دیا جائے تو اوّل تو کچھ زیادہ ضرورت بھی نہیں، بغیر بچے بھی وقت معلوم ہو سکتا ہے، نیز لازم آتا ہے کہ بیل گھوڑے کی گردن میں گھنٹی اور گھنگروں بھی پہنانے جائز ہوں کہ لوگ آواز

(۱) شامی، الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکرہ فیہا، مطلب: کلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۳۰-۴۳۱، کراچی ۱/ ۶۵۸۔

(۱) إن عامر بن عبد الله قال: علي بن سهل أخبره أن مولاة لهم ذهبت بابتة الزبير إلى عمر بن الخطاب، وفي رجلها أجراس فقطعها عمر، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن مع كل جرس شيطانا. (أبو داود شريف، كتاب الخاتم باب ماجاء في الجلال، النسخة الهندية ۲/ ۵۸۱، دار السلام رقم: ۴۲۳۰)

سُن کر راستہ سے ہٹ جائیں، اگر ہر جرس کی ممانعت عام رکھی جائے تو لوٹا، کٹورہ، گلاس کا ایک دوسرے سے لگ کر بچنا بھی حرام ہوگا، غرض یہ کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟

الجواب: جرس کی حرمت بعینہ نہیں ہے بغیر ہ ہے، جہاں کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حدِ اضطراب تک نہ ہو جو ازاکا فتویٰ دیں گے، تو گھڑی گھڑیاں میں غرض صحیح ہونا یقینی ہے؛ البتہ جہاں طرب، تلہی یا تفاخر و مثل اس کے غرض فاسد ہو وہاں ناجائز کہیں گے، روایت عالمگیری اس کی کافی دلیل ہے۔

في العالمگیریة في الباب السابع عشر من كتاب الكراهية: قال محمد في السير الكبير: إنما يكره اتخاذ الجرس للغزاة في دار الحرب وهو المذهب عند علمائنا إلى أن قال: قال محمد في السير: فأما ما كان في دار الإسلام وفيه منفعة لصاحب الرحلة فلا بأس به، قال: وفي الجرس منفعة جملة منها إذا ضلّ واحد من القافلة يلحق بها بصوت الجرس، ومنها: إن صوت الجرس يبعد هوام الليل عن القافلة كالذئب وغيره، ومنها أن صوت الجرس يزيد في نشاط الدواب فهو نظير الحداء كذا في المحيط (۱)۔

(۱) ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر: في الغناء واللهو و سائر المعاصي والأمر بالمعروف، قديم زكريا ديوبند ۳۵۳/۵، جديد زكريا ديوبند ۴۰۹/۵۔

قال محمد: إنما يكره اتخاذ الجرس للغزاة في دار الحرب وهو المذهب عند علماءنا رحمهم الله؛ لأن تعليق الجرس على الدواب إنما يكره في دار الحرب؛ لأن العدو يشعر بمكان المسلمين - إلى قوله - قال محمد في السير: فأما ما كان في دار الإسلام وفيه منفعة لصاحب الرحلة فلا بأس، وفي الجرس منفعة منها: إذا ضلّ واحد من القافلة يلتحق بها بصوت الجرس، ومنها: صوت الجرس يبعد هوام الليل عن القافلة كالذئب وغيره، ومنها: أن صوت الجرس يزيد في نشاط الدواب فهو نظير الحدو. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثاني والثلاثون: في المتفرقات، مكتبة زكريا ديوبند ۲۷۱-۲۷۲، رقم: ۲۸۷۶۹-۲۸۷۷۰)

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل الثاني والثلاثون: في المتفرقات، المجلس العلمي ۱۲۵/۸، رقم: ۹۷۴۴۔

اور چونکہ گھوڑے کے گلے میں محض تفاجر و تلبی کے لئے باندھتے ہیں، اور کوئی ضرورت نہیں ہے؛ لہذا جائز نہیں ہو سکتا (۱)۔ واللہ اعلم ۲۱ رذیقہ ۱۳۲۰ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۴۵)

چاندی کے پائے استعمال کرنا حرام ہے

سوال (۲۴۴۲): قدیم ۱۳۲/۴ - چاندی کا پلنگ جو اکثر جہیز میں دیا جاتا ہے، جس کے پائے تیلی پتلی چاندی سے منڈھے ہوئے ہوتے ہیں، اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بوقت استعمال بدن سے تو چاندی الگ رہتی ہے؛ البتہ پائے پر اگر کوئی بیٹھے تو جائز نہ ہونا چاہئے؟

الجواب: مفضض و مذہب یا مضرب کو جو امام صاحب نے بشرط اتقاء موضع ذہب و فضہ جائز فرمایا ہے مراد اس سے وہ ہے جس میں فضہ یا ذہب متفرق موضع میں لگا ہو، دلیل اس کی شرط مذکور ہے، ورنہ اگر ذہب و فضہ بالکل محیط ہو تو اس میں کوئی جز ایسا نہ ہوگا جس کے استعمال کے وقت اتقاء فضہ و ذہب ممکن ہو، چنانچہ ظاہر ہے؛ لہذا چاندی کے پائے جو متعارف ہیں کسی طرح جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۵۱)

چاندی کے کیس کی گھڑی کا استعمال کرنا

سوال (۲۴۴۳): قدیم ۱۳۳/۴ - جرمن سلور کا حکم چاندی ہی کا ہے یا نہیں؟ جس

(۱) إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا. [سورة النساء، رقم الآية: ۳۶]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ. [سورة لقمان، رقم الآية: ۵]

(۲) وحل الشرب من إناء مفضض، أي مزوق بالفضة والركوب على سرج مفضض والجلوس على كرسي مفضض، ولكن بشرط أن يتقي أي يجتنب موضع الفضة بفم، قيل: ويد، وجلوس سرج ونحوه، وكذا الإناء المضرب بذهب أو فضة والكرسي المضرب بهما وحلية مرآة ومصحف بهما (درمختار) وفي الشامية: ولا يخفى أن الكلام في المفضض، وإلا فالذي كله فضة يحرم استعماله بأي وجه كان كما قدمناه، ولو بلا مس بالجسد. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۴۹۵-۴۹۶، کراچی

۳۴۳-۳۴۴/۶

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

گھڑی کا کیس اسی چاندی کا ہو رکھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی کے پاس ہو تو کیا کرے؟ قیمتی شے کو ضائع کرنے سے کسی تدبیر یا حیلہ سے بچا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر لوہے یا پیتل وغیرہ کا خول چڑھوا لے تو جائز ہو جائیگی، اس قسم کی گھڑی کی بیچ کیوں جائز ہے، مسلمان کے ہاتھ پہننا جب کہ معلوم ہو کہ وہ اس کو استعمال کرے گا اعانت علی المعصیت نہیں ہے، زین اور قبضہ سیف وغیرہ موضع جلوس و قبض سے بچنے پر کیوں جائز ہو گیا فقہ میں ظرف کی قید نہیں؛ بلکہ استعمال مثل ذلک ہے جس میں مکملہ وغیرہ بھی داخل ہے جو آلہ ہے ظرف نہیں ہے، غرض کوئی قاعدہ کلیہ فرمائیں جس سے جزئیات مستخرج ہو جائیں، اور گھڑی کے بارہ میں اگر کوئی حیلہ نکل سکے بشرط یہ کہ صحیح ہو تو مسلمان کا مال بچ جائے؟

الجواب: جرمن سلور کی ماہیت اگر فضہ ہے تو حکم فضہ میں ہے ورنہ نہیں، مجھ کو اس کی ماہیت کی تحقیق نہیں (*)۔ اور جس گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں۔ قیاساً علی المرأة من الفضة (۱)۔ اور لوہے وغیرہ کا خول چڑھانا اس طرح سے کہ چاندی کا ظرف نظر نہ آئے ظاہراً جواز کے لئے کافی ہے۔

أخذنا مما في رد المحتار عن التتارخانية: لا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوی

(*) بعد میں ایک ماہر سے تحقیق ہوا کہ چاندی نہیں ۱۲ منہ

(۱) وكذا يكره الأكل بملعقة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما وما أشبه ذلك من الاستعمال كمكحلة ومراة الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۹۲، كراچی ۶/ ۳۴۱)

الحاصل أن الذهب لا يحل للرجال مطلقاً لا استعمالاً ولا اتخاذاً ولا تضييباً ولا تمويهاً لا لآلة الحرب ولا لغيرها، وكذا الفضة إلا في التضييب والخاتم وتحيلة آلة الحرب الخ. (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، قیل باب خاتم الحديد وغيره، دار الكتب العلمية بيروت ۱۷/ ۳۵۱، كراچی ۱۷/ ۳۲۵)

ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت

عليه فضة وألبس بفضة حتى لا يرى. جلد ۵ ص ۳۵۴ (۱)۔ قلت: والأمر المشترك بينهما ستر لا يجوز بما يجوز. فتأمل.

رہائے کا جواز وعدم جواز، سواس میں روایات فقہیہ بظاہر بہت متضاد معلوم ہوتی ہیں، چنانچہ درمختار میں ایک مقام پر ہے:

فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز (۲)۔

اور شامی میں اس میں تامل کیا ہے۔ بقول ائمنا بجواز بيع العصير من خمار اور آگے ایک فرق کیا ہے جلد ۵ ص ۳۵۴ (۳)۔

احقر کے نزدیک کراہت تنزیہی تو اس میں ضرور ہے، رہا تحریری سواس کا قاعدہ روایات فقہیہ کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز بجز معصیت کے اور کسی مباح غرض میں کام نہ آ سکے، اس کی بیع تو محرم ہے، اور جو دوسرے کام میں بھی آ سکے اس کی بیع میں تحریم نہیں۔

(۱) شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۵/ ۹، ۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰۔

ولا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة أو ألبس بفضة حتى لا يرى كذا في المحيط. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العاشر: في استعمال الذهب والفضة، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۳۵، جدید زكريا ديوبند ۵/ ۳۸۹)

الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادي عشر: في استعمال الذهب والفضة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۲۷، رقم: ۲۸۲۵۳۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۱۸-۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰۔

(۳) قوله: (وكل ما أدى الخ) يتأمل فيه مع قول أئمتنا بجواز بيع العصير من خمار. شرنبلالی. ويمكن الفرق بما يأتي من أن المعصية لم تقم بعين العصير بل بعد تغيره. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰)

کما قال الشيخ عن ابن الشحنة: إلا أن المنع في البيع أخف منه في اللبس إذ يمكن الانتفاع بها في غير ذلك، ويمكن سبكها وتغيير هيئتها. جلد ۵، ص ۳۵۲ (۱)۔

اور منطقہ حلیہ و سیف علاوہ تبعیت کے بوجہ آثار کے بھی مستثنیٰ ہیں۔ کما فی الہدایہ (۲)۔ اور سرج مفضض وغیرہ میں بشرط بچنے موضع فضہ کے اس لئے اجازت دی گئی ہے کہ تفضیض کو تابع قرار دیا ہے۔ کما فی الہدایہ (۳)۔ اور مکملہ وغیرہ خود استعمال میں مستقل ہیں، اسی طرح کیس گھڑی کا گو قصد میں تابع ہے، مگر وضع و ترکیب میں متبوع ہے جیسے آئینہ کا خانہ، اور اسی سے قاعدہ کلیہ سمجھ میں آ گیا ہوگا، اور حلیہ خول چڑھانے کا اوپر گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۸۱)

(۱) شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۱
کراچی ۶/ ۳۶۰۔ ۵۱۸-۵۱۹

(۲) لا يجوز للرجال التحلي بالذهب لما روينا، ولا بالفضة؛ لأنها في معناه إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة تحقيقاً لمعنى النموذج والفضة أغنت عن الذهب إذ هما من جنس واحد كيف وقد جاء في إباحة ذلك آثار، وفي الجامع الصغير: لا يتختم إلا بالفضة الخ. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، مكتبة أشرفية ديوبند ۴/ ۴۵۷)
عن أنس قال: كانت قبيلة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم فضة. (أبو داؤد شريف، كتاب الجهاد، باب في السيف يحلى، النسخة الهندية ۲/ ۳۴۸، دار السلام، رقم: ۲۵۸۳)
أما المنطقة ففي كتاب عيون الأثر للشيخ أبي الفتح بن سيد الناس اليعمری قال: وكان للنبي صلى الله عليه وسلم منطقة من أديم منشور ثلاث، حلقها وأبزيمها و طرفها فضة. (نصب الراية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، کراچی ۴/ ۳۳۴)

(۳) ويجوز الشرب في الإناء المفضض عند أبي حنيفة والركوب في السرج المفضض، والجلوس على الكرسي المفضض والسرير المفضض إذا كان يتقى موضع الفضة -إلى قوله- ولأبي حنيفة أن ذلك تابع ولا معتبر بالتوابع، فلا يكره كالجبة المكفوفة بالحريز، والعلم في الثوب ومسمار الذهب في الفص. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبة أشرفية ديوبند ۴/ ۴۵۳)

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۹۸۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

چاندی کے گلاس کا حکم

سوال (۲۴۴۴): قدیم ۱۳۴/۴ - عرض یہ ہے کہ اہلیہ کو منجملہ اشیاء جہیز کے کچھ ظروف نقرہ بھی میکہ سے ملے ہیں، ظاہر ہے کہ ان ظروف کا استعمال مرد و عورت کو حرام ہے، بجز زینت کے اور کسی کام میں نہیں آ سکتے ہیں، مگر منجملہ ظروف نقرہ کے ایک گلاس نقرہ ہے اور اُس پر سرپوش نقرہ اور طشتری نقرہ ہے، یہ گلاس مشبک ہے، اس میں گلاس شیشہ کا اتارا گیا ہے بدیں طور کہ پانی پینے کے وقت ہر دو لب گلاس مشبک نقرہ کے کسی جزو پر نہیں پڑتے ہیں، میرے خیال میں اس حالت کے گلاس میں شاید پانی وغیرہ پینا جائز نہیں ہو؟

الجواب : فی الهدایة: ویجوز الشرب فی الإناء المفضض - إلی قوله - إذا کان یتقی موضع الفضة، ومعناه یتقی موضع الفم، وقیل: هذا وموضع الید فی الأخذ وفيها، وعلى هذا الخلاف الإناء المصنوب بالذهب والفضة - إلی قوله - وحلقة المرأة وفيها لأبى حنیفة[ؒ] أن ذلك تابع، ولا معتبر بالتوابع (۱) - وفي الكفاية: والمراد حلقة المرأة التي تكون حوالي المرأة لا ما تأخذ المرأة بيدها، فإن ذلك مكروه بالاتفاق (۲) - في الدر المختار: وكذا يكره الأكل - إلی قوله - ومرآة في رد المحتار: قال أبو حنیفة[ؒ]: لأبأس بحلقة المرأة من الفضة إذا كانت المرأة حديدًا، وقال أبو يوسف[ؒ]: لا خير فيه. تاتار خانية (۳) -

روایت بالا میں نظر کرنے سے یہ امور مستفاد ہوئے:

(۱) یہ گلاس مشابہ اناء مضرب کے ہے، یا مشابہ حلقة آئینہ کے ہے۔

-
- (۱) ہدایة، کتاب الکراهیة، فصل فی الأكل والشرب، مکتبہ أشریہ دیوبند ۴/ ۵۳ -
- (۲) کفاية مع فتح القدیر، کتاب الکراهیة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۱، کوئٹہ ۸/ ۴۲ -
- (۳) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۹۲،
- کراچی ۶/ ۳۴۱ -

(۲) اناء مضبب میں نم کا نہ لگنا بالا اتفاق اور ہاتھ کا نہ لگنا بالا اختلاف شرط ہے۔

(۳) حلقہ آئینہ میں امام صاحبؒ کے نزدیک جواز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حرمت، اور ہاتھ میں پکڑنے کا حلقہ چاندی سونے کا ہو تو عدم جواز پر اتفاق ہے، ان امور مہدہ کے بعد حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگر یہ اناء مضبب کے مشابہ ہے تب تو منہ نہ لگنے کی صورت میں اس میں پانی پینا ایک قول میں جائز ہے اور ہاتھ لگنے کی وجہ سے دوسرے قول میں ناجائز ہے۔ اور اگر حلقہ آئینہ کے مشابہ ہے تو اگر اس کو ہاتھ نہ لگتا تو امام صاحبؒ کے نزدیک جواز ہوتا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک عدم جواز۔ اور جب ہاتھ بھی لگتا ہے تو کسی کے نزدیک جواز نہیں، بہر حال ایسے اختلافات و احتمالات میں پڑنا خطرہ سے خالی نہیں۔

۱۹ شوال ۱۳۳۸ھ

ناک میں لونگ پہننا

سوال (۲۴۴۵): قدیم ۴/۱۳۵ - اکثر عورتیں ناک میں سنہرا پھول چھوٹا سا پہنتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اختلاف ہے اگر احتیاط کی جائے تو بہتر ہے اور اگر کوئی پہن لے گنجائش ہے (۱)۔ فقط

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۸۴)

(۱) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے عورتوں کے ناک میں زیور پہننے کے بارے میں اختلاف نقل فرمایا ہے، احقر کو اختلافی جزئیہ تو نظر سے نہیں گذرا مگر زینت کے طور پر جواز کی عبارت دستیاب ہوئی ہے، جو ذیل میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ولا بأس بشقب أذن البنت والطفل استحسانا ملقط، قلت: وهل يجوز الخزام في الأنف لم أره (درمختار) وفي الشامية: قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط الخ، وقد نص الشافعية على جوازه مدني. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۶۰۲، کراچی ۶/۴۲۰) حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، کوئٹہ ۴/۲۰۹۔

الاستفسار: هل يجوز ثقب أنف النساء؟ الاستبشار: إن كان للترزين يجوز كما في ثقب الأذن يجوز قياسا على ثقب الأذن. (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل الكهنوي، المتفرقات، إدارة القرآن کراچی ۴/۱۹۶) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جرمنی سلور کا استعمال

سوال (۲۴۴۶): قدیم ۱۳۵/۴ - جرمنی سلور کو علماء نے لوہا کہا ہے، پانی کے نیچے کچڑ میں دو چار روز دفن کرنے سے صاف لوہا ظاہر ہونا شاہد لایا ہے، حضور والا کو اس کی تحقیق کیسی ہے؟ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں استعمال درست لکھا ہے۔ فقط

الجواب: مبصرین عدول سے معلوم ہوا کہ یہ ایک مرکب چیز ہے، ایسے اجزاء سے کہ ان میں چاندی نہیں ہے؛ لہذا مردوں کو بھی استعمال اس کا درست ہے۔ بجز انگشتی کے کہ حدیث میں نہیں آئی ہے، بجز چاندی کے مردوں کو اور بجز چاندی سونے کے عورتوں کو (۱)۔ فقط

۸/ ربیع الاول ۱۳۲ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۴۱)

(۱) عن ابن بريدة عن أبيه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من حديد، فقال: ما لي أرى عليه حلية أهل النار؟ ثم جاءه وعليه خاتم من صفر، فقال: ما لي أجد منك ريح الأصنام؟ ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب، فقال: ما لي أرى عليك حلية أهل الجنة؟ قال: من أي شيء اتخذته؟ قال: من ورق ولا تتمه مثقالا. (ترمذي شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في خاتم الحديد، النسخة الهندية ۱/ ۳۰۸، دار السلام رقم: ۱۷۸۵)

نسائي شريف، كتاب الزينة من السنن، مقدار ما يجعل في الخاتم من الفضة، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۵، دار السلام رقم: ۵۱۹۸۔

أبو داود شريف، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد، النسخة الهندية ۲/ ۵۸۰، دار السلام رقم: ۴۲۲۳۔

ولا يتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم بغيرها كحجر وذهب وحديد وصفر وورصاص وزجاج وغيرها لما مر (درمختار) وتحت في الشامية: وفي الجوهرية: والتختم بالحديد والصفرة والنحاس والورصاص مكروه للرجال والنساء. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۱۷-۵۱۸، كراچی ۳۵۹-۳۶۰)

اتفق الفقهاء على أنه يجوز للنساء التختم بالذهب ويحرم على الرجال ذلك لما روي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أحل الذهب والحريز لإناث أمتي وحرم على ذكورها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱/ ۲۳)

روپے کو بطور زیور ہار بنا کر گلے میں ڈالنا

سوال (۲۴۴۷): قدیم ۱۳۵/۴ - جس روپے، اٹھنی، چوٹی وغیرہ میں تصویر ہے جیسا کہ ایڈورڈ ہفتم کی تصویر ہے، اس کو عورتوں کا گلے میں ڈالنا، اس کو گلے یا کمر میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
الجواب: گلے میں ڈالنا درست نہیں، اور پاس رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے (۱) کیونکہ اول میں ضرورت نہیں، ثانی میں ضرورت ہے (۲)۔ ۸/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۱)

پیتل، رانگ، تانبہ، گلٹ کا استعمال جائز مع دلائل

سوال (۲۴۴۸): قدیم ۱۳۵/۴ - بہشتی زیور میں پیتل، رانگ، گلٹ وغیرہ کے جواز کا مسئلہ نظر سے گذرا، جزئی اس مسئلہ کی ارقام فرمائیے۔

(۱) ولو صلی ومعه دراهم علیہا تماثیل ملک لا بأس بہ؛ لأن هذا یصغر عن البصر۔
 (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی المکروہات، دارالکتاب دیوبند ص: ۳۶۲)

ومفادہ کراہۃ المستیین لا المستتر بکیس أو صرة بأن صلی ومعه صرة أو کیس فیہ دنانیر أو دراهم فیہا صور صغار فلا تکرہ لاستتارہا۔ (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، وما یکرہ فیہا، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۱۸، کراچی ۱/ ۶۴۸)

یفید أنہ لا یکرہ أن یصلی ومعه صرة أو کیس فیہ دنانیر أو دراهم فیہا صور صغار لاستتارہا، ویفید أنہ لو کان فوق الثوب الذی فیہ صورة ثوب ساتر لہ، فإنہ لا یکرہ أن یصلی فیہ لا ستتارہا بالثوب الآخر۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، وما یکرہ فیہا، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۸، کوئٹہ ۲/ ۲۷)

الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب الصلاۃ، الفصل الرابع: ما یکرہ للمصلی وما لا یکرہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۲۰۳، رقم: ۲۱۴۹۔

(۲) الضرورات تبیح المحظورات۔ (قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۸۹)

الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الضرر بزال، قدیم ص: ۱۴۰، جدید زکریا ۱/ ۲۵۱۔

الجواب: فی الدرالمختار: ولا یتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم بغيرها

کحجر، وذهب، وحديد، وصفر، وورصاص، وزجاج. وفي ردالمحتار عن الجوهرية: والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والورصاص مكروه للرجل والنساء. ج ۵، ص ۳۵۲ ۳۵۳ (۱)۔ قلت: وقد تقرر في محله أن مفاهيم الروايات حجة (۲)۔

بنا برجزئی وکلی مذکورین کے ثابت ہوا کہ بجز انکشتی کے دوسرا زبور حدید و صفر و نحاس و رصاص کا عورتوں کے لئے جائز ہے (۳) ۲۷/رب جب ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۲۲)

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۱۸/۹، کراچی ۶/۳۶۰۔

(۲) ولم يقل: قبل إدخالهما الإناء لئلا يتوهم اختصاص السنة بوقت الحاجة؛ لأن مفاهيم الكتب حجة بخلاف أكثر مفاهيم النصوص. (النهر الفائق، کتاب الطهارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/۳۷)

مفاهيم الكتب حجة بخلاف أكثر مفاهيم النصوص كذا في النهر. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الطهارة، مطلب في دلالة المفهوم، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/۲۲۹، کراچی ۱/۱۱۰)

(۳) عن عبد الله بن بريدة عن أبيه أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من شبه، فقال له: ما لي أجد منك ريح الأصنام؟ فطرحة، ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال: ما لي أرى عليك حلية أهل النار؟ فطرحة، فقال: يا رسول الله! من أي شيء أتخذه؟ قال: اتخذه من ورق ولا تشمه مثقالا. (أبو داود، شريف، کتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد، النسخة الهندية ۲/۵۸۰، دارالسلام رقم: ۴۲۲۳)

ترمذي شريف، آخر أبواب اللباس، باب ماجاء في خاتم الحديد، النسخة الهندية ۳۰۸/۱، دارالسلام رقم: ۱۷۸۵۔

وفي المغني لابن قدامة: يباح للنساء من حلي الذهب والفضة والجواهر كل ما جرت عاداتهن يلبسه كالسوار، والخلخال، والقرط، والخاتم وما يلبسه على وجوههن، وفي أعناقهن، وأيديهن، وأرجلهن وآذانهن وغيره. (إعلاء السنن، کتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله على النساء، دارالكتب العلمية بيروت ۱۷/۳۱۸، کراچی ۱۷/۲۹۴)

المغني لابن قدامة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۳۲۴۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جس دوات کا ڈھکنا چاندی کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں

سوال (۲۴۴۹): قدیم ۱۳۶/۴ - اگر کسی دوات کے گرد کا گھیرا اور نیچے کا پینڈا پیتل کا اور اوپر بند کرنے کا ڈھکنا چاندی کا ہو، ایسی دوات سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ڈھکنا تابع نہیں مستقل ہے؛ لہذا جائز نہیں (۱) بخلاف میخ و پتر وغیرہ کے جب کہ اس کو ہاتھ نہ لگایا جاوے (۲) - ۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۹۹)

(۱) وكره الأكل والشرب والإدهان والتطيب من إناء ذهب وفضة للرجل والمرأة؛ لإطلاق الحديث، وكذا يكره الأكل بملقعة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما وما أشبه ذلك من الاستعمال كمكحلة ومرآة وقلم ودواة ونحوها. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۹۲، كراچی ۶/ ۳۴۱)

ولا يجوز الأكل والشرب والإدهان والتطيب في أنية الذهب والفضة للرجال والنساء لقوله عليه السلام في الذي يشرب في إناء الذهب والفضة إنما يجرجر في بطنه نار جهنم وإذا ثبت هذا في الشرب فكذا في الإدهان ونحوه؛ لأنه في معناه؛ ولأنه تشبه بزي المشركين وتنعم بتنعم المترفين والمسرفين، وقال في الجامع الصغير: يكره ومراة التحريم، ويستوى فيه الرجال والنساء لعموم النهي، وكذلك الأكل بملقعة الذهب والفضة والاكتحال بميل الذهب والفضة وما أشبه ذلك كالمكحلة والمرآة وغيرهما لما ذكرنا. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۵۵۲)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادي عشر: في استعمال الذهب والفضة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۲۰، رقم: ۲۸۲۳۱ -

(۲) ويجوز الشرف في الإناء المفضض عند أبي حنيفة والركوب في السرج المفضض، والجلوس على الكرسي المفضض، والسير المفضض إذا كان يتقي موضع الفضة وقال أبو يوسف: يكره ذلك، وقول محمد يروى مع أبي حنيفة، ويروى مع أبي يوسف ولأبي حنيفة أن ذلك تابع ولا معتبر بالتوابع فلا يكره كالجبة المكفوفة بالحرير، والعلم في الثوب ومسمار الذهب في الفص. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۵۵۳) ←

جس قلم کا نب سونے کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں

سوال (۲۴۵۰): قدیم ۱۳۶/۴ - میری عادت ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت قلم ہاتھ میں رکھتا ہوں اور نئی ایجاد قلم سے جس کے اندر سیاہی ہوتی ہے مجھے بہت سہولت رہتی ہے؛ لیکن اس قلم کے نب میں سونے کی ملاوٹ ہوتی ہے، جس کی نسبت ۱۴/۲۴ ہے، اور نوک جو کاغذ پر لگتی ہے اور دھات کی ہوتی ہے، نب میں سونے کی ملاوٹ صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ رنگ نہ لگے، دوسری دھات کا نب بہت جلد زنگار خوردہ ہو جاتا ہے، کیا اس کے استعمال میں کوئی صورت جواز ہے؟

الجواب : چونکہ اس میں سونا نصف سے زائد ہے؛ اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں (۱) لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ کم قیمت قلم میں غالباً یہ نب سونے کی آمیزش کا نہیں ہوتا۔ اشرف علی ۲۸ شعبان ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالث ص ۱۴۴)

← ویجوز الأكل والشرب من إناء مفضض، والجلوس على سرير مفضض بشرط اتقاء موضع الفضة، ويكره عند أبي يوسف، وعن محمد روايتان في رواية مع الإمام، وفي رواية مع أبي يوسف وللإمام أن ذلك تابع ولا تعتبر بالتتابع فلا يكره كالجبة المكشوفة بالحرير والعلم في الثوب. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۸/۴)

الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۹۵، ۴، کراچی ۶/۳۴۳۔

(۱) وغالب الفضة والذهب فضة وذهب الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ المال، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/۲۳۰، کراچی ۲/۳۰۰)

وما غلب ذهبه أو فضته فحكمه حكم الذهب والفضة الخالصين الخ. (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۳۰۵)

وما غلب على الغش فكالخالص من النقيدين؛ لأن الدراهم لا تخلو عن قليل غش؛ لأنها لا تطيع إلا به فجعلنا الغلبة فاصلة. نهر. ومثلها الذهب. (حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح، کتاب الزکوۃ، قبیل باب المصرف، دارالکتاب دیوبند ص: ۷۱۸) ←

ایضاً

سوال (۲۴۵۱): قدیم ۱۳۶/۴ - قلم کے متعلق کارخانہ کا جواب کہ اس میں سونا بمقابلہ تانبے کے زیادہ ہے بالکل غلط معلوم ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ یہاں میں نے چار بڑے صراف اور جوہری سے اس کی جانچ کرائی، تو ان لوگوں نے کسوٹی پر لگا کر دیکھا کہ اس میں سونے کا رنگ بالکل خفیف آیا، ورنہ سیاہی آئی اور ان سب نے یہی تشخیص کیا کہ اس میں سونا غالب یا برابر ہونا تو درکنار آٹھواں حصہ بھی نہیں ہے؛ بلکہ بہت خفیف جزو اس میں سونے کا ہے، تو ایسی صورت میں تو اس کے استعمال میں کوئی تردد یا ناجوازی باقی نہیں رہتی، کارخانہ کا دعویٰ بلا دلیل معلوم ہوتا ہے، اگر حضور والا کی رائے میں مناسب ہو تو الامداد میں اس مسئلہ کو شائع فرما دیا جاوے، اس وجہ سے کہ بعض لوگوں کو نامکمل سوال کی بنا پر کہ جہاں خود سائل کو اس قلم میں سوائے سونے کے اور کسی دھات کے شامل ہونے کا علم بھی نہ تھا، حضور نے ناجوازی کا فتویٰ دیا تھا۔

← وكره الأكل والشرب والإدهان والتطيب من إناء ذهب وفضة للرجل والمرأة؛ لإطلاق الحديث، وكذا يكره الأكل بملعقة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما وما أشبه ذلك من الاستعمال كمكحلة ومراة وقلم ودواة ونحوها. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۴۹۲، كراچی ۶/ ۳۴۱)

ولا يجوز الأكل والشرب والإدهان والتطيب في آنية الذهب والفضة للرجال والنساء لقوله عليه السلام في الذي يشرب في إناء الذهب والفضة إنما يجرجر في بطنه نار جهنم وإذا ثبت هذا في الشرب فكذا في الإدهان ونحوه؛ لأنه في معناه؛ ولأنه تشبه بزي المشركين وتنعم بتنعم المترفين والمسرفين، وقال في الجامع الصغير: يكره ومراده التحريم، ويستوى فيه الرجال والنساء لعموم النهي، وكذلك الأكل بملعقة الذهب والفضة والاكتحال بميل الذهب والفضة وما أشبه ذلك كالمكحلة والمرأة وغيرهما لما ذكرنا. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۵۲)

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، قيل فصل في الكسب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۸۲ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: میں نے تو پہلے ہی لکھا تھا کہ کارخانہ کے جواب میں یہ شبہ ہے کہ اپنی تجارت کی اس مصلحت سے لکھ دیا ہو کہ یوں نہ سمجھا جاوے کہ باوجود اس میں سونا کم ہونے کے اتنی قیمت رکھ دی ہے، اور میرا پہلا فتویٰ بیان سائل پر تھا، اب اس کے خلاف بظن غالب ثابت ہوا تو حکم بھی بدل جاوے گا، یعنی جواز کا حکم دیا جاوے گا (۱)۔ (ترجیح خامسہ ص ۸۶)

جہیز میں سونے چاندی کے برتن دینا

سوال (۲۲۵۲): قدیم ۱۳۷/۲ - حضور کے ارشاد مورخہ ۹ شعبان ۱۳۳۳ھ میں مرقوم ہے کہ سونے چاندی کے برتن و سامان کا جہیز دینا حرام ہے، جب کہ ظن غالب اُن کے استعمال کا ہو، اب عرض یہ ہے کہ اگر ظن غالب اُن کے استعمال کا نہ ہو یا عدم استعمال کی شرط یا قسم دیکر اُن چیزوں کا جہیز دیا جائے تو وہ شرعاً جائز ہوگا کہ نہیں؟ حلفاً عرض ہے کہ جملہ ظن غالب کا مطلب ہی نہ سمجھ سکا، ضرور صراحت سے اصلی مطلب و وجہ حقیقت ارشاد فرمائیں تو اجر عظیم ہوگا؟

الجواب: ظن غالب گمان غالب ہے، اور جو صورت آپ نے لکھی ہے اس طرح دینا جائز ہوتا،

(۱) یعنی جب تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قلم کے نب میں سونا برائے نام اور مغلوب ہوتا ہے، غالب یا مساوی نہیں ہوتا ہے تو وہ سونے کے حکم میں نہ ہوگا؛ لہذا اس کا استعمال جائز و مباح ہوگا۔

و غالب الفضة والذهب فضة وذهب، وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض الخ.
(الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ المال، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۲۳۰، کراچی ۳۰۰/ ۲)

وما غلب ذهبه أو فضته فحكمه حكم الذهب والفضة الخالصين وما غلب غشه تعتبر قيمته لا وزنه، وتعتبر نية التجارة فيه كالعروض الخ. (ملتنقی الأبحر، مع مجمع الأنهر، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ الذهب والفضة والعروض، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۰۵)

حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح، کتاب الزکوۃ، قبیل باب المصروف، دارالکتاب دیوبند ص: ۷۱۸۔

جب کہ اور کوئی وجہ منع کی نہ ہوتی، یہاں وجہ اتباع رسم و تقاخر ہے، منع کے لئے یہ بھی کافی ہے (۱)۔

۱۰/رمضان ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالث ص ۱۴۷)

بجنے والے زیور کی حرمت کی تفصیل

سوال (۲۴۵۳): قدیم ۱۳۷/۴ - باجہ کا زیور عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں؟ مثل پازیب و چوڑیاں وغیرہ کے، اور نابالغ لڑکیوں کو باجہ کا زیور پہننا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: عن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حيان الأنصاري كانت عند عائشة إذ دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن، فقالت: لا تدخلنها علي إلا أن تقطعن جلاجلها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تدخل الملائكة بيتا فيه

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصرف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير عند الله تعالى. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۸/ ۲۵۵)

عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دار الكتاب العربي بيروت ۴/ ۷۸، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۱/ ۵۱-

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فُخُورًا. [سورة النساء، رقم الآية: ۳۶]

أخرج أبو داود عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال الله تعالى: الكبرياء ردائي، والعظمة إزاري فمن نازعني واحدا منهما قذفته في النار.

وأخرج أيضا عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر، ولا يدخل النار من كان في قلبه مثقال خردل من إيمان. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في الكبر، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دار السلام رقم: ۴۱۹۰-۴۰۹۱)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جرس۔ رواہ أبو داؤد، کذا فی مشکوٰۃ ج ۲، ص ۳۷۱ (۱)۔

وقال تعالى: وَلَا يَضْرِبَنَّ بَارٌّ جُلُوهَنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيَنَّ مِنْ زِينَتِهِنَّ (۲)۔

حدیث صراحۃ اس پر دال ہے کہ جن زیوروں میں خود باجہ ہے اُس کا پہننا بڑی عورت اور چھوٹوں کو سب کو ناجائز ہے، اور آیت بعد تامل اس پر دال ہے کہ جن زیوروں میں خود باجہ نہ ہو مگر دوسرے زیور سے لگ کر بچتے ہوں اُن کا پہننا درست ہے، مگر اُن کو پہن کر ایسی طرح چلنا کہ لگ کر آوازیں یہ درست نہیں (۳)۔
یکم محرم ۱۳۳۴ھ (تمہربعہ ص ۴)

طلائی دانتوں کا حکم

سوال (۲۴۵۴): قدیم ۴/ ۱۳۷ - ایک شخص کے سامنے سے اُوپر کا دانت گر گیا ہے، پڑھنے کے وقت ہوا نکلتی ہے تلفظ برابر نہیں نکلتا ہے، اس شخص کو سونے کا دانت لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کون کتاب میں اور کتنے صفحہ پر یہ مسئلہ لکھا ہے؟

الجاواب: اختلاف ہے؛ اس لئے گنجائش ہے، مگر اولیٰ احتیاط ہے۔ کذا فی الدر المختار (۴)۔
۴/ زیقعدہ ۱۳۴۱ھ (تمہ خامسہ ص ۲۴۵)

(۱) مشکوٰۃ شریف، کتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثانی ۲/ ۳۷۹۔

أبو داؤد شریف، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی الجلاجل، النسخة الهندية ۲/ ۵۸۱، دار السلام رقم: ۴۲۳۱۔

(۲) سورة النساء، رقم الآية: ۳۱۔

(۳) ومن الواجب أن يعلم أن هذه الكراهة فيما كان وضعه كذلك، وأما ما ليس بموضوع للصوت والجرس فلا يحرم، وإن لزم فيه التصويت أحياناً كما يشاهد في حلي النساء إذا أكثرن منها. (بذل المجهود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی الجلاجل، مکتبہ یحیوی سہارنپور ۵/ ۸۶، دار البشائر الإسلامية بیروت ۱۲/ ۱۵۹)

(۴) عن عرفجة بن أسيد قال: أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذت أنفا من ورق، فأتنت علي فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن اتخذ أنفا من ذهب. (ترمذي شريف، کتاب اللباس، باب ماجاء فی شد الأسنان بالذهب، النسخة الهندية ۱/ ۳۰۶، دار السلام

جس بٹن پر چاندی کا حلقہ چڑھا ہو

سوال (۲۴۵۵): قدیم ۱۳۸/۴ - شيروانی کے بٹن جن کا پینڈا پیتل کا اور اوپر کا حصہ سینک کا اور اُن کے کنارے چاندی کے پتر کی گوٹ لگی ہوتی ہے، جو شاید بٹن کا آٹھواں حصہ بھی نہیں ہوتی، استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ بٹن حضور والا کو اثنائے سفر حیدرآباد میں بھی دکھائے تھے۔

← أبوداؤد شریف، کتاب الخاتم، باب ماجاء في ربط الأسنان بالذهب، النسخة الهندية ۲ / ۵۸۱، دارالسلام رقم: ۴۲۳۲ -
مسند أحمد بن حنبل ۴ / ۱۴۲ -

ولا يشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة وجوزهما محمد (درمختار) وفي الشامية: وفي التاتارخانية: وعلى هذا الاختلاف إذا جدع أنفه أو أذنه أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سنا آخر فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند محمد من الذهب أيضا. (الدرالمختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبته زكريا ديوبند ۹ / ۵۲۰-۵۲۱، کراچی ۶ / ۳۶۲)

قال محمد في الجامع الصغير: ولا تشد الأسنان بالذهب وتشدها بالفضة، يريد به إذا تحركت الأسنان وخيف سقوطها، فأراد صاحبها أن يشدها، شدها بالفضة ولا يشدها بالذهب، وهذا قول أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه، وقال محمد: يشدها بالذهب أيضا، ولم يذكر في الجامع الصغير قول أبي يوسف، قيل: هو مع محمد، وقيل: هو مع أبي حنيفة، وعلى هذا الاختلاف إذا جدع أنفه أو أذنه فأراد أن يتخذ أنفا أو أذنا من ذهب وعلى هذا الاختلاف إذا سقط سنه، فأراد أن يتخذ سنا آخر على قول أبي حنيفة: يتخذ من الفضة دون الذهب، وعند محمد: يتخذ من الذهب أيضا. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل الحادي عشر: في استعمال الذهب والفضة، المجلس العلمي ۸ / ۵۱، رقم: ۹۵۶۵)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادي عشر الخ، مكتبته زكريا ديوبند ۱۸ / ۱۳۱، رقم: ۲۸۲۶۲ -

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دارالكتب العلمية بيروت ۴ / ۱۹۶ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار بعد ذكر حكم المفضض: و شرط جواز استعماله من اتقاء موضع الفضة مانصه، وكذا الإناء المضرب بذهب أو فضة، والكرسي المضرب بهما وحلية مرآة ومصحف بهما. وفي رد المحتار قوله: وحلية مرآة الذي في المنح والهداية وغيرها حلقة بالقاف قال في الكفاية: والمراد بها التي تكون حوالی المرأة لما تأخذه المرأة بيدها فإنه مكروه اتفاقاً. اهـ ج ۵، ص ۳۳۷ (۱)۔

یہ چاندی کا پتر جو مثل گوٹ کے ہے، مثل حلقہ آئینہ کے ہے، جس کے جواز استعمال کی شرط یہ ہے کہ اس کو ہاتھ نہ لگے اور یہ اس گوٹ میں ممکن نہیں؛ لہذا اس کا استعمال ناجائز ہے۔

۱۸/۱۲/۱۳۴۲ھ (تمتہ خامسہ ص ۲۴۹)

ایضاً

سوال (۲۲۵۶): قدیم ۱۳۸/۴ - کہتے ہیں بوتام پہننا ناجائز ہے، عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ تذکیر الاخوان میں مولانا اسماعیلؒ نے لکھا ہے بحث میں حدیث: إن اليهود والنصارى

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۹۶-۴۹۵، کراچی ۶/ ۳۴۳-۳۴۴۔

ویجوز الأكل والشرب من إناء مفضض، والجلوس على سرير مفضض بشرط اتقاء موضع الفضة، بأن لا يكون الفضة في موضع الفم عند الأكل والشرب، وقيل يتقي موضع الفم واليد، وفي موضع الجلوس عنده، هذا عند الإمام، ويكره ذلك عند أبي يوسف مطلقاً، وعن محمد روايتان، في رواية مع الإمام، وفي رواية مع أبي يوسف، وعلى هذا الخلاف الإناء المضرب بالذهب والفضة والكرسي المضرب بهما، وكذا إذا فعل ذلك في السقف والمسجد وحلقة المرأة الخ. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۹۸)

والمراد بحلقة المرأة التي تكون حوالی المرأة لا ما تأخذه المرأة بيدها، فإن ذلك مكروه بالاتفاق. (كفاية مع فتح القدير، كتاب الكراهية، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۱، کوئٹہ ۸/ ۴۴۲)

لا یصبغون فخالقوہم (۱) کے ۲۴۷ پر، سینہ پر پیش رو گریبان رکھ کر اس میں بوتام لگانا یہ سب نصاریٰ کی مشابہت ہے اھ۔ اب یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ کتاب کیا مولانا اسماعیلؒ کی تصنیف ہے، یا یہ عبارت الحاقی ہے، یا یہ کہنا غلط ہے؟

الجواب : تذکیر الاخوان مولانا کی نہیں ہے، مگر ہے کسی محقق کی، اور اس زمانہ میں بوتام کا اس قدر شیوع نہ ہوا تھا، نصاریٰ سے خصوصیت تھی، تشبہ کے سبب منع کیا (۲)۔ اور اب اس میں عموم ہے، اس لئے کچھ حرج نہیں۔ (تمتہ خامسہ ص ۲۰۰)

پیتل کے برتنوں کا حکم

سوال (۲۴۵۷): قدیم ۱۳۵/۲ - پیتل کا بدھنا لوٹا وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر مکروہ یا ناجائز ہو تو اس پر قلعی کرا کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالقوهم. (بخاري شريف، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۲، رقم: ۳۳۴۳، ف: ۳۴۶۲)

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

مشکوۃ المصابيح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مکتبہ اُشرافیہ دیوبند ۲/ ۳۷۵۔

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۵)

عون المعبود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دارالكتاب العربي بیروت ۴/ ۷۸، مکتبہ اُشرافیہ دیوبند ۱۱/ ۵۱۔

بذل المجهود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، قدیم ۵/ ۴۱، جدید دارالبشائر الإسلامية ۱۲/ ۵۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: پیتل کے برتن بوجہ احتمال ضرر طبعی یا تشبہ بالہنود مکروہ ہیں (۱) اگر قلعی سے یا تبدل لون یا ہیئت سے یہ دونوں عارض مرتفع ہو جاویں تو کراہت نہیں رہتی۔

۴ رزیقہ ۳۳۸ھ (تمہ خامسہ ص ۱۵۹)

نقرونی و طلائنی تعویذ کا حکم

یہ مسئلہ کتاب ہذا کے مسائل شتیٰ میں ص میں آیا ہے (۲)۔

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲ / ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبة إمداديه ملتان ۸ / ۲۵۵) عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دار الكتاب العربي بيروت ۴ / ۷۸، مكتبة أشرفيه ديوبند ۱۱ / ۵۱۔

قوله: (ويكره الأكل في نحاس أو صفر) عزاه في الدر المننقى إلى المفيد والشرعة، والصفير مثل قفل النحاس، وقيل: أجوده مصباح، وفي شرعة الإسلام: هو شيء مركب من المعدنيات كالنحاس والأشرب وغير ذلك اه، ثم قيد النحاس بالغير المطلي بالرصاص، وهكذا قال بعض من كتب على هذا الكتاب، أي قبل طليه بالقصدير والذهب؛ لأنه يدخل الصدا في الطعام فيورث ضررا عظيما، وأما بعده فلا. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة، مكتبة زكريا ديوبند ۹ / ۴۹۴-۴۹۵، کراچی ۶ / ۳۴۳)

ويكره الأكل في الصفر وفي النحاس) أي الغير المطلي بالرصاص. (شرح الإسلام، فصل في سنن الأكل والشرب، ص: ۲۴۴) (۲) دیکھئے سوال نمبر: ۲۸۴۰ کا جواب۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۹/ باب: کسب جائز و ناجائز و مکروہ

بارود و سکہ بنانا

سوال (۲۴۵۸): قدیم ۴/۱۳۹ - ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ سکہ ڈھالنا یا بندوق کی بارود بلا لائسنس بنانا قانوناً ناجائز ہے تو آیا شرعاً بھی ناجائز ہے، اور ہے تو کیوں؟

الجواب: چونکہ اس میں خطرہ ہے اور خطرہ میں پڑنا شرعاً ناجائز ہے، اس لئے بچنا واجب ہے (۱)۔
یکم رمضان ۱۴۳۳ھ (حوادث ثالثہ ص ۱۷۷)

زمیندار کو مزدوروں اور چمڑہ نکالنے والوں سے ٹیکس لینا

سوال (۲۴۵۹): قدیم ۴/۱۳۹ - گاؤں میں حسب معمول وزن کشتی کا منجانب زمیندار ٹھیکہ کسی کو دیدینا کہ فلاں شخص تمام گاؤں میں غلہ وزن کیا کرے اور اس قدر وزن کشتی لیا کرے اور زمیندار کو اس قدر دیا کرے یہ بھی ایک قسم کا حق زمینداری بطور حق لگان زمین کے سمجھا جاوے تو جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو جانور گاؤں میں فوت ہو جایا کرتا ہے اور اس سے کچھ حق زمینداری مقرر کر لیا جاتا ہے، اس کا جواز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) قال الله تعالى: 'وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ'. [سورة البقرة، رقم الآية: ۱۹۵]

عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه، قالوا وكيف يذل نفسه؟ قال: يتعرض من البلاء لما لا يطيق. (ترمذي شريف، كتاب الفتن، باب ماجاء في النهي عن سب الرياح، النسخة الهندية ۲/ ۵۱، دار السلام رقم: ۲۲۵۴)

ابن ماجه شريف، كتاب الفتن، باب قوله تعالى: يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم، النسخة الهندية ص: ۲۹۰، دار السلام رقم: ۴۰۱۸۔

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۷/ ۲۱۸، رقم: ۲۷۹۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: یہ زمیندار اگر وزن کشی یا چڑھ لینے والے سے اس بناء پر حق لیتا ہے کہ ہم نے تجھ کو یہ کام دلوا کر نفع پہنچایا تب تو یہ لینا حرام ہے (۱) اور اگر کوئی اور وجہ ہے تو سوال میں ظاہر کرنا چاہئے۔

۱۹ شعبان ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۱۴۴)

تصویر بنانے کی نوکری کا حکم

سوال (۲۴۶۰): قدیم ۱۳۹/۴ - جو لوگ حاکم کے کسکال گھر اور کارخانہ میں پیسہ اور روپیہ؛ اشرفی وغیرہ ڈھالتے ہیں، اور چونکہ اس میں تصویر ہوتی ہے، کیا اُن کو بھی مصوٰ رکھیں گی، اور تصویر بنانے کا اُن کو گناہ عند اللہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: تصویر بنانے کی نوکری کرنا جائز نہیں ہے (۲)۔

۵ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۶)

(۱) وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ. [سورة البقرة، رقم الآية: ۱۸۸]

سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۴۲]

عن عبد الله بن عمرو قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي.
(أبو داود شريف، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة، النسخة الهندية ۲/ ۵۰۴، دار السلام رقم: ۳۵۸۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم. (ترمذي شريف، كتاب الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم، النسخة الهندية ۱/ ۲۴۸، دار السلام رقم: ۱۳۳۷)

ابن ماجة شريف، كتاب الأحكام، باب التغليب في الحيف والرشوة، النسخة الهندية ص: ۱۶۷، دار السلام رقم: ۲۳۱۳۔

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون. (بخاري شريف، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰) ←

مباح الاصل چیز جو نابالغ کے احراز سے اس کی ملک ہو اس کا حکم

سوال (۲۴۶۱): قدیم ۱۳۹/۴ - (۱) دراز چیز کہ مباح باشد و بفعل کودکان نابالغ ملک ایشان می گردد آیا تصرف مادر و پدر ایشان جائز است یا نه مثلاً آب چاہ کہ طفلان از چاہ پُر کرده در خانہ می آرند مادر و پدر آں آب را در استعمال آرند یا نه۔ بیّنوا تو جروا۔

← عن أنس بن مالك قال: كنت جالسا عند ابن عباس فجعل يفتي ولا يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى سأله رجل فقال: إني رجل أصور هذه الصور، فقال له ابن عباس: ادنه، فدنا الرجل، فقال ابن عباس: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة في الدنيا كلف أن ينفخ فيها الروح يوم القيامة وليس بنافع. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صور الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۲، بيت الأفكار رقم: ۲۱۱۰)

ولا تصح الإجارة لأجل المعاصي الخ. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۷۵، كراچی ۶/ ۵۵)

ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل، وشيء من اللهو؛ لأنه معصية والاستئجار على المعصية باطل، فإن بعقد الإجارة يستحق تسليم المعقود عليه شرعا، ولا يجوز أن يستحق على المرء فعل به يكون عاصيا شرعا. (المبسوط للسرخسي، الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۶/ ۳۷-۳۸)

ومنها أن يكون مقدور الاستيفاء حقيقة أو شرعا فلا يجوز استئجار الآبق ولا الاستئجار على المعاصي؛ لأنه استئجار على منفعة غير مقدورة الاستيفاء شرعا. (هندية، كتاب الإجارة، الباب الأول الخ، قدیم زكريا ديوبند ۴/ ۴۱۱، جدید زكريا ديوبند ۴/ ۴۴۱)

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: کوئی چیز مباح ہے اور نابالغ بچوں کے فعل سے وہ ان کی ملکیت میں آگئی تو ان کے ماں باپ اس میں تصرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً بچے کنویں کا پانی بھر کر لاتے ہیں تو ماں باپ اس پانی کو استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: (۱) بعد غور چنان بذہن آمد کہ فقہاء در بعض جزئیات تصریح فرمودہ کہ پُر کردن غلہ در غائر مسلم الیہ اگر چہ اوحاضر نباشد قائم مقام قبض او باشد پس بر ہمیں منوال چوں ظروف آب کشی از ملک مستخدم باشد چوں آب در آن آمد ملک مستخدم شد و فعل طفلان محض خدمت باشد و ممکن ست کہ اگر زیادہ غور کردہ شود یا تتبع کتب کردہ شود و جہ اقرب ازیں بذہن آید۔

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولی ص ۲۰۱)

سرکاری آفسران ماتحت ملازمین کی تنخواہ سے کچھ بچالیں اس کا حکم

سوال (۲۲۶۲): قدیم ۱۴۰/۴- اگر زید و عمر و بکر تین شخص ایک جگہ سرکاری ملازم ہیں اور تینوں شخصوں کا کام اکٹھا ہے، اور ان کو سرکار کی طرف سے فی کس چار نوکر ملے ہوئے ہیں، یعنی کل بارہ نوکر ہیں، اور وہ شخص نو آدمی ملازم رکھ کر اپنا کام کر رہے ہیں، ایسی صورت میں زید و عمر و بکر کو تین ملازموں کی تنخواہ بچتی ہے تو وہ تنخواہ متذکرہ بالا اشخاص کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر سرکار نے بارہ (۱۲) آدمیوں کی تنخواہ دیکر ان کو اختیار دے دیا ہے کہ خواہ تم کم میں کام

(۱) خلاصہ ترجمہ جواب: غور کرنے کے بعد اس طرح کی بات ذہن میں آتی ہے کہ فقہاء نے بعض جزئیات میں صراحت بیان کیا ہے کہ مسلم الیہ کی بوری میں بھر دینا اگرچہ مسلم الیہ حاضر نہ ہو مسلم الیہ کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا، تو اسی طرح جب پانی کھینچنے کا ڈول مخدوم کی ملکیت میں ہو اور اس میں پانی آئے تو وہ بھی مخدوم کی ہی ملکیت کہلائے گا اور بچوں کے فعل کو محض خدمت قرار دیا جائے گا، ممکن ہے زیادہ غور کرنے اور کتابوں کو کھگانے کے بعد کوئی اس سے بھی قریب وجہ ذہن میں آجائے۔

ولو دفع رب السلم غرائره إلى المسلم إليه وفيها طعامه وقال: كل مالي عليك في الغرائر ورب السلم غائب اختلف المشايخ فيه، والصحيح أنه يصير قابضا الخ. (هندية، كتاب البيوع، الباب الثامن عشر في السلم، الفصل الثالث فيما يتعلق بقبض رأس المال والمسلم فيه، قديم زكريا ديوبند ۳/ ۱۷۸، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۱۷۹)

حانية على هامش الهندية، كتاب البيوع، باب السلم، فصل فيما يجوز فيه السلم وما لا يجوز، قديم زكريا ديوبند ۲/ ۱۲۰، جديد زكريا ديوبند ۲/ ۷۳۔

شہیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نکالو تم کو اختیار ہے تب تو ایسا کرنا ان کو جائز ہے (۱) اور وہ روپیہ ان ہی کی ملک ہے، اور اگر ایسا اختیار نہیں دیا تو جس قدر تنخواہ پکی ہے وہ ملک سرکار کی ہے، جو پکی ہے وہ سرکار کو واپس کر دینا واجب ہے (۲)۔

۲۲ صفر ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۱۳۲)

بینڈ باجہ کی ملازمت کا حکم

سوال (۲۴۶۳): قدیم ۱۴۰/۲ - ریاست چھوڑ ولی میں ایک بینڈ کا محکمہ ہے اور ایک شخص معتقد حضور کا ملازم ہے، اور کام صرف باجہ بجانا اور رات کو پہرہ تین گھنٹہ کا دینا ہے اور دس سال کا اقرار نامہ اور پچاس (۵۰) روپیہ ضمانت سرکار نے لی ہے کہ ملازمت چھوڑ کر بھاگ نہ جاوے، اور ملازمت نہ چھوڑ دے، اور باجہ میں جو ولایتی میوزک ہے وہ بجانا پڑتا ہے؛ لہذا عرض ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دین و مفتیان شرع متین کا کیا ارشاد ہے؟ ممنون و مشکور فرمایا جائے، اور باجہ کا سرکاری وقت مقرر شدہ ہے ۲ یا ۳ گھنٹہ کا؟

(۱) المالک للشيء هو الذي يتصرف فيه باختياره ومشئته. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان ما يبطل به الخيار، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۶۳۸، کراچی ۲/ ۳۲۷)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (بيضاوي شريف، سورة الفاتحة، مكتبه سعد ديوبند ۱/ ۷)

کل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/ ۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲)

(۲) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. [سورة النساء، رقم الآية: ۵۸]

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان. (بخاري شريف، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، النسخة الهندية ۱/ ۱۰، رقم: ۳۳)

مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق، النسخة الهندية ۱/ ۵۶، بیت الأفكار رقم: ۵۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : ناجائز فعل کی نوکری جائز نہیں (۱) لیکن جو نوکر ہو چکا اور وہ قانون سے مجبور ہے، مجبوری میں اس کو اجازت ہے (۲)۔ ۲۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ (حوادث ثالثہ ص ۱۶۲)

جس زمین کی سیپائی سرکاری اجازت اور معاوضہ کی ادائیگی کے بغیر کی گئی ہو اس کی پیداوار کا حکم

سوال (۲۴۶۴): قدیم ۱۴۰/۴ - نہر سرکاری سے قیمت پانی ملتا ہے اور اس کا اندازہ مقرر

(۱) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [المائدة، رقم الآية: ۲]
ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطفل، وشيء من اللهو؛
لأنه معصية والاستئجار على المعصية باطل، فإن بعقد الإجارة يستحق تسليم المعقود عليه
شرعا، ولا يجوز أن يستحق على المرء فعل به يكون عاصيا شرعا. (المبسوط للسرخسي،
الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۶ / ۳۷-۳۸)
ولا تصح الإجارة لأجل المعاصي الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الإجارة، باب
الإجارة الفاسدة، مكتبة زكريا ديوبند ۹ / ۷۵، كراچی ۶ / ۵۵)
وعلى هذا يخرج الاستئجار على المعاصي أنه لا يصح؛ لأنه استئجار على منفعة غير
مقدورة الاستيفاء شرعا. (بدائع الصنائع، كتاب الإجارة، الاستئجار على المعاصي، مكتبة زكريا
ديوبند ۴ / ۳۹)
هندي، كتاب الإجارة، الباب الأول الخ، قديم زكريا ديوبند ۴ / ۱۱، جديد زكريا
ديوبند ۴ / ۴۴۱ -

تبیین الحقائق، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مكتبة زكريا ديوبند ۶ /
۱۱۸-۱۱۹، إمداديه ملتان ۵ / ۱۲۵ -

(۲) الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساعة
اللقمة بالخمير، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه، وكذا إتلاف المال وأخذ مال الممتنع من
أداء الدين بغير إذنه الخ. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الضرر يزال قديم ص: ۱۴۰،
جديد زكريا ديوبند ۱ / ۲۵۱-۲۵۲)

قواعد الفقه، مكتبة أشرفيه ديوبند ص: ۸۹ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ہے، اگر بلا اجازت مالک نہر اندازہ سے زیادہ پانی لیا گیا ہو تو توبہ سے معاف ہو جاوے گا یا اس کی پیداوار میں حرمت آ جاوے گی، یعنی بغیر اجازت جو آب پاشی کی ہے اس کی پیداوار حلال کس طرح ہو سکتی ہے؟

الجواب: پانی پیداوار میں معین ہے، اس کا جزو نہیں؛ لہذا پیداوار حلال ہے (۱) اگرچہ وہ فعل جائز نہ ہو (۲)۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ (تمہ ثالثہ ص ۹۹)

حکیم لوگ جو عطاروں سے لیتے ہیں یہ رشوت ہے

سوال (۲۴۶۵): قدیم ۱۴۰/۴ - اگر طبیب کا عطاروں سے معاہدہ ہے کہ میں اپنے نسخہ کی جو میں خود اپنے متعلقین کے واسطے لوگ قیمت نہ دوں گا، ایک عطار کو اپنا روپیہ دے کر مضاربہ کی اور حصہ بھی مقرر کر لیا، تو اب بھی وہ اپنے لئے بلا قیمت دوا لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) مستفاد: فلذا كان دخان النجاسة طاهرا، وأما الهوائية فقد اختلف فيها على ما مر، ومنشأ الخلاف مشاركتها للماهية في الصفة المؤثرة للنجاسة، وهي الرطوبة، وإن كان الأصح طهارتها لما مر من الدليل، ولشدة لطافتها واضمحلالها فليتأمل، فإنه بدیع، وهذا كله على القول بالتنجس كما ذكره المصنف لكن المذكور في فتاوى قاضى خان: إذا أحرقت العذرة في بيت فأصاب ماء الطابق ثوب إنسان لا يفسده استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة فيه الخ. (حلبى كبرى، الطهارة، فصل في الآسار، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۹۳)

إذا أحرقت العذرة في بيت فعلا دخانه وبخاره إلى الطابق وانعقد ثم ذاب أو عرق الطابق، فأصاب ماءه ثوبا لا يفسد استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة، وبه أفتى الإمام أبو بكر محمد بن الفضل وهو اختيار أستاذنا الشيخ ظهير الدين المرغيناني. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل السابع في معرفة النجاسة وأحكامها، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۴۴۴، رقم: ۱۱۴۶)

(۲) لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنا. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/ ۶۱، رقم المادة: ۹۶) لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند

ص: ۱۱۰)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولاية الخ. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۲۹۱، كراچی ۶/ ۲۰۰)

الجواب: نہ قبل مضاربت ایسا معاہدہ جائز ہے اور نہ بعد مضاربت، یہ رشوت محضہ ہے (۱)۔

۱۸/۵ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ (حوادث اول و ثانی ص ۱۶۲)

خلاف ورزی معاہدہ کی صورت میں بائع سے جرمانہ وصول کرنا

سوال (۲۴۶۶): قدیم ۱۴۱/۴ - یہاں پر ایک مسجد ہے، محلہ والوں نے چندہ جمع کر کے اس کی مرمت شروع کی ہے، ایک ہندو سے کچھ پتھر مسجد کیلئے خریدا، بہت روز پیشتر اس کی قیمت دیدی، اور معاملہ ہو گیا، بائع کا بہت سا پتھر ایک جگہ پڑا ہوا ہے، اس میں سے کچھ خریدا ہے؛ لہذا اس نے یہ کہا کہ تم اپنی پتھروں کی سلوں پر نشان لگا دو، اور پھر جب چاہو اٹھا لیجاؤ، ہم نے نشان پتھروں پر لگا دیئے، اور کچھ دنوں تک اس وجہ سے پتھر نہ اٹھا سکے کہ بائع نشان شدہ پتھروں کو دیکھ لے، چنانچہ اُس نے دیکھ بھال لئے، اب جو اٹھانے گئے تو اُس نے اور اُس کے کارندوں نے بدینتی سے ہمارا نشان شدہ پتھر سب بیچ ڈالا، اور خراب پتھر دیتا ہے، اس معاملہ میں ہم لوگوں کو سخت جاں کا ہی محنت اور بار برداری کا خرچہ دینا پڑا، اور بائع بد معاملگی سے پیش آتا ہے، اگر عدالت میں مقدمہ دائر کیا جاتا ہے تو بوجہ خیانت جرمانہ کے اس

(۱) وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِنَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ. [سورة البقرة، رقم الآية: ۱۸۸]

عن عبد الله بن عمرو قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي.
(أبو داود شريف، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة، النسخة الهندية ۲/ ۵۰۴، دار السلام
رقم: ۳۵۸۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي
والمرتشي في الحكم. (ترمذي شريف، أبواب الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في
الحكم، النسخة الهندية ۱/ ۲۴۸، دار السلام رقم: ۱۳۳۷)

عن عبد الله بن عمرو قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: الراشي والمرتشي في
النار. (المعجم الأوسط، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۵۵۰، رقم: ۲۰۲۶)

ابن ماجه شريف، كتاب الأحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة، النسخة الهندية ص:
۱۶۷، دار السلام رقم: ۲۳۱۳ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قیمت سے جو بائع کو دی گئی ہے، دو گنا روپیہ عدالتِ دِلواتی ہے؛ لہذا اصل سے زائد وصول شدہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے مفصل حال لکھ دیا ہے، اُمید ہے کہ آپ کی سمجھ میں آ جاوے گا۔

ہاں اس قدر اور عرض ہے کہ اگر بائع اپنی خوشی سے علاوہ اس قدر پتھر کے جس قدر کی قیمت وہ لے چکا ہے، مفت زائد کچھ پتھر بطور ہرجانہ یا جرمانہ خیانت کے دے تو وہ لے کر مسجد میں لگا دیا جاوے، یا ناجائز ہے، جیسی کچھ صورت آ کر پڑے براہِ نوازش مفصلاً مطلع فرما کر ممنون فرماویں؟

الجواب: بائع سے بلا رضامندی اصل حق سے کچھ زائد لینا جائز نہیں (۱) عدالت کے دلوانے سے تو ناراضی اس کی ظاہر ہے، اور بدون عدالت بھی ہرجانہ یا جرمانہ دینا اس کا خوف و دباؤ سے ہو گا وہ بھی جائز نہیں، پس اپنا حق لے لیا جاوے، اور جو مز دوری و بار برداری میں واقعی صرف ہوا ہے وہ بھی بعض علماء کے نزدیک لینا جائز ہے (۲)۔ ۱۲/رجب ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۱۰۷)

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۳۸۷، رقم: ۵۴۹۲)

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، دار الفكر بيروت ۸/ ۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰۔

(۲) وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند محمد زجراله، أي للساعي وبه يفتى دفعا للفساد وزجراله، وإن كان غير مباشر، فإن الساعي سبب محض لإهلاك المال. (الدر المختار مع الشامسي، كتاب الغصب، مطلب في ضمان الساعي، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۳۰۹، کراچی ۶/ ۲۱۳)

وكذا ضمن الساعي لو سعى بغير حق عند محمد زجراله، وبه يفتى لكثرة السعاة في زماننا الخ. (مجمع الأنهر، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۹۹)

وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند محمد زجراله للساعي، وبه يفتى ويعزر، ولو مات الساعي فلم يسعى به أن يأخذ قدر الخسران من تركته وهو الصحيح. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۳۰۵)

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۹۸۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ناجائز ملازمت کا حکم

سوال (۲۴۶۷): قدیم ۱۴۱/۴ - شرع شریف کے خلاف حکم احکام کرنے کو حرام لکھا ہے، اور خلاف شرع حکم احکام کرنے والے کو قرآن شریف میں کافر، ظالم، فاسق فرمایا ہے، چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے: **وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ. أَيْضًا: هُمُ الظَّالِمُونَ.** أَيْضًا، هُمُ الْفَاسِقُونَ (۱)۔ اور فرمایا ہے کہ: **وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۲)۔**

لہذا آج کل عہد انگریزی کی ملازمت تحصیلداری ڈپٹی گری، منصفی و صدر صدوری اور وکالت و مختار کاری و بیرسٹری وغیرہ کہ ان میں خلاف حکم احکام جاری کرنا لازم ہے شرعاً حلال ہے یا حرام؟

الجواب: حرام ہے (۳)۔ واللہ اعلم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۵۸)

(۱) سورة المائدة، رقم الآية: ۴۴-۴۵-۴۷۔

(۲) سورة المائدة، رقم الآية: ۲۔

(۳) ولا تصح الإجارة لأجل المعاصي الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الإجارة،

باب الإجارة الفاسدة، مکتبہ زکریا دیوبند ۷۵/۹، کراچی ۵۵/۶)

وعلى هذا يخرج الاستئجار على المعاصي أنه لا يصح؛ لأنه استئجار على منفعة غير

مقدورة الاستيفاء شرعاً الخ. (بدائع الصنائع، کتاب الإجارة، الاستئجار على المعاصي، مکتبہ

زکریا دیوبند ۳۹/۴)

ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل، وشيء من اللهو؛

لأنه معصية والاستئجار على المعصية باطل، فإن بعقد الإجارة يستحق تسليم المعقود عليه

شرعاً، ولا يجوز أن يستحق على المرء فعل به يكون عاصياً شرعاً. (المبسوط للسرخسي،

الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت ۳۷/۱۶-۳۸)

ومنها أن يكون مقدور الاستيفاء حقيقة أو شرعاً فلا يجوز استئجار الآبق ولا

الاستئجار على المعاصي؛ لأنه استئجار على منفعة غير مقدورة الاستيفاء شرعاً. (هندية،

کتاب الإجارة، الباب الأول الخ، قدیم زکریا دیوبند ۴/۱۱، جدید زکریا دیوبند ۴/۴۱)

تبیین الحقائق، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/۱۱۸، ۱۱۹،

شمیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

إمدادیہ ملتان ۵/۱۲۵۔

جن لوگوں کو سرکاری کام کے لئے پاس ملا ہو اُس سے ذاتی ضرورت کا سفر

سوال (۲۴۶۸): قدیم ۱۴۲/۴ - میں کونکہ کی کان میں ملازم ہوں، اور یہ کان جی، آئی، پی ریلوے کی ہے، کمپنی کی جانب سے مجھ کو سیکنڈ کلاس کا پاس ملا ہوا ہے، جس کے ذریعہ سے میں ٹریولنگ کرتا رہتا ہوں، اب میرا ارادہ مکہ معظمہ جانے کا ہے عمر میری بیس سال ہے، مجھ کو علاوہ ریل کے پاس کے کمپنی کی جانب سے جہاز میں سفر کرنے کی اجازت بلا ادائیگی محصول ہو سکتی ہے، اگر اس طریق سے حج کے لئے جاوے تو اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے، اس کے بارے میں حضور فتویٰ دیں کہ ایسا حج قبول ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جہاز میں جو آپ کو سفر کی اجازت ہے تو اس میں آیا یہ قید بھی ہے کہ وہ سفر کمپنی کے کام کے لئے ہو، یا آپ کے ذاتی کام کے لئے بھی اجازت ہے، اول صورت میں جائز نہیں، دوسری صورت میں جائز ہے (۱)۔ فقط

۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ (تمہ اولیٰ ص ۲۰۱)

(۱) ہمارے زمانہ میں سرکار کی طرف سے جو پاس ملتا ہے وہ مطلق ہوتا ہے، اس میں کوئی قید نہیں ہوتی کہ کمپنی یا سرکار کی ضرورت کا سفر ہے یا ذاتی ضرورت کا؛ بلکہ ہر طرح کے سفر کی اجازت کا ملتا ہے؛ لہذا اس کا حاصل کرنا اور اس سے اپنی ذاتی ضرورت کے لئے سفر کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہ سرکار کی طرف سے ایک قسم کا تبرع ہے، جو جائز ہے۔

قال الفقيه أبو الليث: اختلف الناس في أخذ الجائزة من السلطان، قال بعضهم: يجوز ما لم يعلم أنه يعطيه من حرام، قال محمد: وبه نأخذ ما لم نعرف شيئاً حراماً بعينه، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه، كذا في الظهيرية الخ. (هنديّة، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: في الهدايا والضيافات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۲، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۹۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۱۰/ باب: مالِ حرام و مشتبه کے احکام

مالِ حرام سے خریدے گئے برتن کے استعمال کا حکم

سوال (۲۴۶۹): قدیم ۱۴۲/۴ - کوئی جائز مال کا کھانا ناجائز مال کے برتن میں پکا کر خیرات کرے تو ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: کھانے کا ثواب ہوگا (۱) اور اُس برتن کے برتنے کا گناہ ہوگا (۲)۔

۱۶ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

(۱) اس لئے کہ اتصال خبث انتقال خبث کو مستلزم نہیں ہے؛ لہذا جب کھانا پاک اور حلال ہے تو اس کے کھلانے اور خیرات کرنے کا ثواب ملے گا۔

(۱) فلذا كان دخان النجاسة طاهراً، وأما الهوائية فقد اختلف فيها على ما مر، ومنشأ الخلاف مشاركتها للمائية في الصفة المؤثرة للنجاسة، وهي الرطوبة، وإن كان الأصح طهارتها لما مر من الدليل، ولشدة لطافتها وضمحلها لفلتأمل، فإنه بديع، وهذا كله على القول بالتنجس كما ذكره المصنف لكن المذكور في فتاوى قاضى خان: إذا أحرقت العذرة في بيت فأصاب ماء الطابق ثوب إنسان لا يفسده استحساناً ما لم يظهر أثر النجاسة فيه الخ. (حلبى كبرى، الطهارة، فصل في الآسار، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۱۹۳)

إذا أحرقت العذرة في بيت فعلاً دخانه وبخاره إلى الطابق وانعقد ثم ذاب أو عرق الطابق، فأصاب ماءه ثوباً لا يفسد استحساناً ما لم يظهر أثر النجاسة، وبه أفتى الإمام أبو بكر محمد بن الفضل وهو اختيار أستاذنا الشيخ ظهير الدين المرغيناني. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل السابع في معرفة النجاسة وأحكامها، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۴۴۴، رقم: ۱۴۶)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه، أو وكالة منه، أو ولاية عليه، وإن فعل، كان ضامناً. (شرح المحجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/ ۶۱، رقم المادة: ۹۶)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۱۴۰) ←

توبہ کے بعد مال حرام کا حکم

سوال (۲۴۷۰): قدیم ۱۴۲/۴ - کترین بخانہ کنجران تولد ہوا ہے اور علم دین کی جب واقفیت حاصل کی تو قباحت اس بد پیشہ کی معلوم ہوئی، تو میں نے اس سے نفرت کر کے نوکری کا پیشہ اختیار کیا اور بعد اس کے تجارت چوب و آوہ پختہ کی شروع کی، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بہت نفع دیا، اب محض برضا مندی حق تعالیٰ کے اس قوم کنجر کے سب افعال ناشائستہ سے توبہ کر کے پورا اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں، وہ مالِ موردہ میرے نانا کا مثل مکان و نقد جائیداد کے جو مظہر کے سوا اُس کا اور کوئی وارث نہیں، جو نالائق ناجائز خوردی و شراب کی کمائی وغیرہ فق و فجور کے ذریعہ سے جمع کیا ہوا نانا کا ہے، اور وہ بھی جگہ مصارف اسلام مسجد و چاہ و مدرسہ وغیرہ خدمت عالمان اور حج بیت اللہ میں خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو حضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں مجھ خطاوار کے مانند مشرف باسلام ہوتے تھے، اُن کے مال حضرت ﷺ کہاں دیتے تھے؟ الإسلام يهدم ما كان قبله ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار، الفصل الأخير من كتاب الغصب: ولا ضمان في ميتة ودم أصلاً. وفي رد المختار: قوله: ولا ضمان في ميتة ودم أصلاً، أي مطلقاً ولو لدمي كما سيصرح به إذ لا يدين تمويلهما أحد من أهل الأديان. هداية (۲) - وفيه قبل الفصل في بيان بعض الصور الحرام قوله: فكذاك يتصدق، وفي صحيح البخاري، باب الشروط و الجهاد من كتاب الشروط في قصة الحديدية: وكان المغيرة صحب قوما في الجاهلية فقتلهم وأخذ أموالهم، ثم جاء فأسلم، فقال النبي ﷺ: أما الإسلام،

← لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته الخ. (الدر المختار مع الشامی،

كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۲۹۱، كراچی ۶/ ۲۰۰)

(۱) الدر المختار مع الشامی، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۳۰۴،

كراچی ۶/ ۲۱۰ -

(۲) الدر المختار مع الشامی، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۲۷۶،

كراچی ۶/ ۱۸۹ -

فأقبل، وأما المال فلست منه في شيء (۱)۔ قال القسطلاني: ولعله صلى الله عليه وسلم ترك المال في يده لإمكان أن يسلم قومه فيرد إليهم أموالهم. اهـ (۲)۔

در مختار کی روایت اولیٰ سے حسب تعلیل رد المختار یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوا کہ کفار جس کو اپنے دین کے موافق سمجھتے ہوں، اس سے جو اموال حاصل ہوں وہ اُن کے مملوک ہوتے ہیں، اور جو امر خود ان کے نزدیک بھی دین کے خلاف ہو اس سے جو مال حاصل ہوگا وہ مملوک نہیں، اور ظاہر ہے کہ فسق و فجور اور سود کو سب بُرا جانتے ہیں؛ البتہ شراب کو بہت کفار بُرا نہیں جانتے؛ لہذا صورت مسئلہ میں شراب کی کمائی تو اگر کفار سے اولاد کو میراث میں پہنچی حلال ہے، اور اگر مورث مسلمان تھے تو یہ بھی حرام ہے، اور دوسری کمائیاں ہر حال میں حرام ہیں اور در مختار کی روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ ایسے اموال خبیثہ کو تصدق کر دے (*) یعنی بہ نیت اخراج عن الملك و رفع احتیاج مساکین ایسے محتاجوں کو دیدے جو بہت فقر میں مبتلا ہوں؛ لہذا مصارف خیر میں جن سے ثواب حاصل کرنا مقصود ہے خرچ نہ کرے (۳)۔

(*) یہ منقول نہیں دیکھا اپنے استاذ علیہ الرحمہ کے ارشاد سے سمجھا میں کہتا ہوں کہ اگر خود مالکان مال کی طرف سے جن کو واپس کرنا ایسے اموال کا واجب تھا اور بوجہ عدم تعین تغذ رہو جائے خرچ کیا جائے تو دوسرے امور خیر میں بھی صرف جائز ہے ۱۲ منہ

(۱) بخاری شریف، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، النسخة الهندية ۱/ ۳۷۷، رقم: ۲۶۵۱، ف: ۲۷۳۱۔

(۲) إرشاد الساري، شرح صحيح البخاري، كتاب الشروط في الجهاد، دار الفكر بيروت ۶/ ۲۲۷۔

(۳) وأما إذا كان عند رجل مال خبيث، فإما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد، ولا يمكنه أن يرده إلى مالكة ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب، ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، قديم ۱/ ۳۷، جديد دار البشائر الإسلامية بيروت ۱/ ۳۵۹-۳۶۰)

وعلى هذا قالوا: لو مات رجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يتورع الورثة، ولا يأخذوا منه شيئاً وهو أولى لهم ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا ←

اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ ایسے اموال کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو مسلموں کے لئے جائز نہ رکھتے تھے، چنانچہ قسطلانی نے اور زیادہ تصریح کر دی، قرآن مجید کی آیات ربوا مثل و ذروا ما بقى من الربوا وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہے؛ کیونکہ مخاطب اس کے نو مسلم ہیں، اور ان کا معاملہ ربوا زمانہ جاہلیت قبل الاسلام تھا، پھر بھی حرمت کا حکم فرمایا (۱)۔

← تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۶۰، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۷) شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۵۳، کراچی ۶/ ۳۸۵۔

ہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر: فی الکسب وهو أنواع، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۹، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۰۴۔

(۱) أخرج ابن جرير عن ابن جريح في قوله (يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله) الآية، قال: كانت تقيف قد صالحت النبي صلى الله عليه وسلم على أن مالهم من ربا على الناس وما كان للناس عليهم من ربا فهو موضوع، فلما كان الفتح استعمل عتاب بن أسيد على مكة، وكانت بنو عمرو بن عوف يأخذون الربا من بني المغيرة، وكانت بنو المغيرة يربون لهم في الجاهلية، فجاء الإسلام ولهم عليهم مال كثير، فأتاهم بنو عمرو يطلبون رباهم، فأبى بنو المغيرة أن يعطوهم في الإسلام، ورفعوا ذلك إلى عتاب بن أسيد، فكتب عتاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت: (يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربا) إلى قوله (ولا تظلمون) فكتب بها رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عتاب وقال: إن رضوا وإلا فأذنهم بحرب. (الدر المنثور، سورة البقرة، آيت: ۲۷۸، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۶۴۶)

وقال عليه الصلاة والسلام في حجته الوداع: وربا الجاهلية موضوع، وأول ربا أضع ربانا ربا عباس ابن عبد المطلب، فإنه موضوع كله الحديث. (مسلم شريف، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۳۹۷، بيت الأفكار، رقم: ۱۲۱۸) ترمذی شریف، أبواب التفسیر، من سورة التوبة، النسخة الهندية ۲/ ۱۴۰، دار السلام رقم:

اور الاسلام یہدم (۱) حق معاصی میں ہے نہ کہ اموال حرام کے باب میں، ورنہ چاہئے تھا کہ نساء محرّمات سے بھی بعد اسلام تفریق نہ کراتے، حالانکہ احادیث میں اس تفریق کی تصریح وارد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۶ ریشوال ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۶۴)

ایضاً

سوال (۲۴۷۱): قدیم ۱۴۴/۴ - رٹڈی، جواری، دغا باز اغنی کسب حرام والے تائب ہو کر اگر چاہیں کہ اپنے مال کو خدا کی راہ میں صرف کریں تو اس کی کیا صورت ہے؟ اگر خدا کی راہ میں صرف ناجائز ہو تو کیا کرے جلا ڈالے، ڈبا دے؟ اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یا نہیں؟ بعض اپنا حلال روپیہ اس حرام روپے میں ملا کر زمین خرید لیتے ہیں، یہ حیلہ کیسا ہے؟

الجواب: وہ مال حرام رہتا ہے، جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال بہ (*) نیت رفع حاجت دینا چاہئے، نہ بہ نیت حصولِ ثواب، اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کا حاصل ہوا ہے وہ با تعمین و بالتخصیص معلوم ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہئے (۲) اور حرام کو حلال کرنے کے لئے کوئی حیلہ

(*) اور اپنی طرف سے دینے کی نیت نہ کرے؛ بلکہ اہل حقوق کی طرف سے ۱۲ منہ

(۱) ”الاسلام یہدم“ والی حدیث یہ ہے: أخرج المسلم عن ابن شماسة المهری حدیثنا طویلا - وفيه - فلما جعل الله الإسلام في قلبي أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: أبسط يمينك فلأباعدك فبسط يمينه قال: فقبضت يدي قال مالك يا عمرو! قال: قلت: أردت أن أشرط، قال: تشترط بما ذا؟ قلت: أن يغفر لي، قال: أما علمت يا عمرو أن الإسلام يهدم ما كان قبله وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها، وأن الحج يهدم ما كان قبله، وما كان أحد أحب إلي من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا أجل في عيني منه. الحديث (مسلم شریف، کتاب الإیمان، باب كون الإسلام يهدم ما كان قبله، وكذا الحج والهجرة، النسخة الهندية ۱/ ۷۶، بیت الأفكار رقم: ۱۲۱)

(۱) صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق، فإما أن يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة، والاستئجار على المعاصي والطاعات، أو بغير عقد كالسرقة، والغصب، والخيانة، والغلول، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن إن أخذه ←

مفید نہیں، اگر دوسرے روپے میں ملایا تو حصہ رسد اس کی نسبت سے اس میں بھی حرمت و خباثت پیدا ہو جاوے گی، اور اسی طرح جو چیز اس سے خریدی اس میں بھی۔ فقط واللہ اعلم (امداد، ج ۳، ص ۱۲۹)

کافر زانیہ مسلمان ہو جائے تو اس کا مال حرام جائز نہ ہوگا

سوال (۲۷۷۲): قدیم ۱۴۴۲/۲ - زانیہ کافرہ اگر مسلمان ہو جائے تو مال مکتسبہ اس کا طیب ہوگا یا غیر طیب؟

الجواب: غیر طیب؛ کیونکہ زنا کسی ملت میں حلال نہیں (۱)۔

یکم جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ (تمتہ ثانیہ ص ۳۴)

← من غیر عقد لم یملکہ، ویجب علیہ أن یردہ علی مالکہ إن وجد المالک، وإلا ففي جمیع الأحوال یجب علیہ أن یتصدق بمثل تلک الأموال علی الفقراء..... ولكن لا یرید بذلک الأجر والثواب، ولكن یرید دفع المعصیة عن نفسه. (بذل المجھود، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، النسخة الهندیة قدیم ۱/ ۳۷، جدید دارالبشائر الإسلامیة ۱/ ۳۵۹-۳۶۰) وعلى هذا قالوا: لو مات رجل وكسبه من بیع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة یتورع الورثة، ولا يأخذون منه شیئا وهو أولى لهم ویردونہا علی أربابہا إن عرفوہم، وإلا تصدقوا بہا؛ لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۵۳، کراچی ۵۵۳، کراچی ۶/ ۳۸۵) تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۶۰، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۷۔

البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۳۶۹، کوئٹہ ۸/ ۲۰۱۔
(۱) الزنا حرام، وفاحشۃ عظیمۃ وهو من الكبائر العظام، واتفق أهل الملل علی تحریمہ، ولم یحل فی ملۃ قط، ولهذا كان حدہ أشد الحدود؛ لأنه جنایۃ علی الأعراس والأنساب. (الفقہ الإسلامی وأدلته، القسم الخامس: الفقہ العام، الباب الأول: الحدود الشرعیۃ، الفصل الأول: حد الزنا، مکتبہ ہدی انٹرنیشنل دیوبند ۵/ ۷۷۳)

الزنا حرام: وهو من أكبر الكبائر بعد الشرك والقتل، قال الله تعالى: (والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون - إلى قوله - مهانا) وقد أجمع أهل الملل علی ←

جو برتن مال حرام سے خریدا گیا اس کا استعمال گناہ ہے

سوال (۲۴۷۳): قدیم ۴/۱۴۰ - کوئی جائز مال کا کھانا ناجائز مال کے برتن میں پکا کر خیرات کرے تو ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: کھانے کا ثواب ہوگا (۱)۔

← تحریمہ فلم يحل في ملة قط، ولذا كان حده أشد الحدود؛ لأنه جنایة على الأعراض والأنساب الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴ / ۱۹ - ۲۹)

اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کفار جس کو اپنے دین کے موافق اور حلال سمجھتے ہوں اس سے جو اموال حاصل ہوں وہ ان کے لئے حلال اور ان کے مملوک ہوتے ہیں اور جو امر خود ان کے نزدیک بھی دین و دھرم کے خلاف ہو اس سے جو مال حاصل ہوگا وہ ان کے لئے بھی غیر طیب و خبیث اور غیر مملوک ہوگا اور زنا چونکہ ان کے نزدیک بھی برا کام ہے؛ اس لئے اس سے حاصل ہونے والا مال بھی غیر طیب ہوگا۔

عن أبي مسعود الأنصاري قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب ومهر البغي، وحلوان الكاهن. (ترمذي شريف، كتاب النكاح، باب ما جاء في كراهية مهر البغي، النسخة الهندية ۱ / ۲۱۵، دار السلام رقم: ۱۱۳۳)

بخاري شريف، كتاب البيوع، باب ثمن الكلب، النسخة الهندية ۱ / ۲۹۸، رقم: ۲۱۸۵، ف: ۲۲۳۷۔

مسلم شريف، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن، ومهر البغي، النسخة الهندية ۲ / ۱۹، بيت الأفكار رقم: ۱۵۶۷۔

(۱) اس لئے کہ اتصال جثث انتقال جثث کو مستلزم نہیں ہے اور جب کھانا پاک و حلال ہے تو اس کے کھلانے اور خیرات کرنے کا ثواب ہوگا۔

مستفاد: فلذا كان دخان النجاسة طاهرا، وأما الهوائية فقد اختلف فيها على ما مر، ومنشأ الخلاف مشاركتها للمائية في الصفة المؤثرة للنجاسة، وهي الرطوبة، وإن كان الاصح طهارتها لما مر من الدليل، ولشدة لطافتها واضمحلالها فليتأمل، فإنه بدیع، وهذا كله على القول بالتنجس كما ذكره المصنف لكن المذكور في فتاوى قاضی خان: إذا أحرقت العذرة في بيت فأصاب ماء الطابق ثوب إنسان لا يفسده استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة فيه الخ.

(حلبی کبیری، الطهارة، فصل في الآسار، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۱۹۳) ←

اور اس برتن کے برتنے کا گناہ ہوگا (۱)۔ ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۹۵)

میراث میں ملے ہوئے مال حرام کا حکم

سوال (۴/۲۲۷): قدیم ۴/۱۴۴- کیا جواب ہے ان سوالوں کا اے علمائے دین و مفتیان شرع متین و حاملانِ جبل المتین! اوّل یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کی کمائی حرام ذریعہ سے ہے اور اس کا بیٹا اس کو جانتا ہے اور خاص لوگوں کو بھی جانتا ہے، تو بیٹے کے واسطے یہ مال حلال ہے یا نہیں؟ مع دلیل بیان کیجئے اور ثواب لیجئے، اور اگر حلال نہ ہو تو بیٹے پر وہ مال مالکوں کے پاس واپس کر دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: وفي الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم بها إلا في حق الوارث، وقيدته في الظهيرية: بأن لا يعلم أرباب الأموال وسنحقيقه ثمه (۲)۔

← إذا أحرقت العذرة في بيت فعلا دخانه وبخاره إلى الطابق وانعقد ثم ذاب أو عرق الطابق، فأصاب ماءه ثوبا لا يفسد استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة، وبه أفتى الإمام أبو بكر محمد بن الفضل وهو اختيار أستاذنا الشيخ ظهير الدين المرغيناني. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل السابع في معرفة النجاسة وأحكامها، مكتبته زكريا ديوبند ۱/ ۴۴۴، رقم: ۱۱۴۶)

(۱) الحرام ينتقل فلو دخل بأمان وأخذ مال حربي بلا رضاه وأخرجه إلينا ملكه و صح بيعه لكن لا يطيب له ولا للمشتري منه (درمختار) وفي الشامية: قوله (الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمة، وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك، ويأتي تمامه قريبا، وقوله (ولا للمشتري منه) فيكون بشرائه منه مسينا؛ لأنه ملكه بكسب خبيث، وفي شرائه تقرير للخبث ويؤمر بما كان يؤمر به البائع من رده على الحربي؛ لأن وجوب الرد على البائع إنما كان لمراعاة ملك الحربي ولأجل غدر الأمان، وهذا المعنى قائم في ملك المشتري كما في ملك البائع الذي أخرجه. (الدر المختار مع الشامی، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مكتبته زكريا ديوبند ۷/ ۳۰۰، کراچی ۵/ ۹۸)

(۲) الدر المختار مع الشامی، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مكتبته زكريا ديوبند ۷/ ۳۰۱، کراچی ۵/ ۹۸-۹۹۔

اور درالحکم میں اس پر بہت بسط سے بحث کی ہے، حاصل مجموعہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی مال حرام علیحدہ رکھا ہے تو وہ بالکل حرام ہے، یعنی اس میں تصرف بھی نافذ نہ ہوگا، پس اگر اس کا مالک معلوم ہے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے اور اگر معلوم نہیں تو لفظ کی طرح مساکین پر تصدق کر دے۔ اور اگر وہ مال باہم مخلوط ہو گیا تو اگر مالک مستحق معلوم ہیں تو اس کا بدل واپس کر دے، اور اگر مالک بھی معلوم نہیں تو قضاء اس میں تصرف نافذ ہو سکتا ہے؛ لیکن دیۃ اس کو حلال نہیں۔ ج ۴ ص ۲۰۱-۲۰۲۔ الی شرحہ قولہ سنحققہ ثمة (۱)۔ واللہ اعلم ۲۶ رذی الحج ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۱۰۲)

جو مال بطور ریاء کے دیا جائے مگر خوشدلی سے اس کا حکم

سوال (۲۷۷۵): قدیم ۴/۱۴۵ - صاحب تقریب غیر مشروع اپنے محلہ کے مولوی کو بعض اوقات کچھ نقد یا کپڑا اللہ واسطے کا نام لیکر دیتے ہیں، اکثر تو اسی غرض سے دیتے ہیں، کہ لوگ کہیں گے کہ اچھا بیاہ کیا کہ ملاں مولوی کو بھی کچھ نہیں دیا، یہی حال مساجد میں بھی دینے کا ہے، بعض اخلاص کے ساتھ بھی دیتے ہیں، ووقلیل ماہم بل الأقل۔ اس میں لینے والے کی تین صورتیں ہیں: بعض کو ریاء کا یقین ہوتا ہے، بعض کو اخلاص کا، بعض اشتباہ میں رہتے ہیں۔ ہر سہ صورتوں کا حکم فرمایا جاوے، اگر ملاں مولوی کو گھر آ کر اللہ واسطے کا نام لیکر کچھ دیوے اور قبول کرنے پر اصرار کرے تو لیا جاوے یا نہیں؟

الجواب: ریاء سے مال میں خبث نہیں آتا صرف ثواب باطل ہو جاتا ہے (۲)۔

(۱) والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له، ويتصدق بنية صاحبه، وإن كان مالا مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً، والأحسن ديانة التنزه عنه، ففي الذخيرة: سئل الفقيه أبو جعفر عمن اكتسب ماله من أمراء السلطان، ومن الغرامات المحرمات وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك أن يأكل من طعامه؟ قال: أحب إلي في دينه أن لا يأكل ويسعه حكماً إن لم يكن ذلك الطعام غصباً أو رشوة. (شامي، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، مكتبته زكريا ديوبند ۷/ ۳۰۱-۳۰۲، کراچی ۹۹/۵)

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. [سورة البقرة، رقم الآية: ۲۶۴] ←

اگر بطیب خاطر دینا یقینی ہو، گور یا سے دیا ہو وہ حلال ہے (۱)۔

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ (تمتہ ثانیہ ص ۱۵۱)

سوفتہ حرام سے آگ لینا

سوال (۲۲۷۶): قدیم ۱۳۵/۴ - کچھ کونکہ یا لکڑی کسی ناجائز جگہ سے لایا یا پڑا کر لایا اور آگ جلائی، اس آگ کی ڈھیر میں سے ”ب“ آگ لے سکتا ہے یا نہیں؟ ”ب“ کو خوب طرح سے معلوم ہے کہ کونکہ یا لکڑی چوری کا مال ہے؟

← لا تلازم بین صحة العبادة وإجرائها وبين بطلان ثوابها، فإن العبادة قد تكون صحيحة مجزئة لاستكمال أركانها وشرائطها، ولكن لا يستحق فاعلها الثواب لما يقتضيه من المقاصد والنيات التي تبطل ثمرتها في الآخرة، ودليل ذلك قول النبي صلى الله عليه وسلم: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه، ومن ذلك الربا فإنه يبطل ثواب العبادة في الجملة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۵ / ۶۱)

اقوال: هذا يومهم أنها لا تصح مع الريا مع أن الإخلاص شرط للثواب لا للصحة كما سيأتي في الفروع أنه لو قيل لشخص صل الظهر ولك دينار فصلى بهذه النية ينبغي أن يجزيه، وأنه لا رياء في الفرائض في حق سقوط والواجب، فهذا يقتضي صحة الشروع مع عدم الإخلاص فليتأمل. (شامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، بحث النية، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۹۰، کراچی ۱/ ۱۵۰)

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۳۸۷، رقم: ۵۴۹۲)

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، دار الفكر بيروت ۸/ ۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: انگار نہیں لے سکتا (۱) اس کے شعلہ سے اپنی کوئی چیز سگا سکتا ہے (۲)۔

۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۲۲)

(۱) اس لئے کہ کوئلہ یا لکڑی جس کا یہ انگار ہے مال مسروق ہے اور مال مسروق کا حکم یہ ہے کہ وہ بدستور اصل مالک کی ملکیت میں باقی رہتا ہے اور سارق پر مال مسروق اصل مالک کو لوٹانا واجب ہوتا ہے، اس کے لئے اس میں کسی طرح کا تصرف جائز نہیں ہوتا ملک غیر ہونے کی وجہ سے، اور جب مال مسروق سارق کی ملکیت میں داخل ہی نہیں ہوتا تو دوسروں کے لئے بھی ملک غیر ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

والثاني وجوب رد عين المسروق على صاحبه إذا كان قائما بعينه وجملة الكلام فيه أن المسروق في يد السارق لا يخلو إما إن كان على حاله لم يتغير، وإما أن أحدث السارق فيه حدثا، فإن كان على حاله رده على المالك لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال على اليد ما أخذت حتى تردده وروي أنه عليه السلام قال: من وجد عين ماله فهو أحق به، وروي أنه عليه الصلاة والسلام رد رداء صفوان رضي الله عنه وقطع السارق فيه، وكذلك إن كان السارق قد ملك المسروق رجلا ببيع أو هبة أو صدقة أو تزوج امرأة عليه أو كان السارق امرأته فاختلعت من نفسها به وهو قائم في يد المالك فلصاحبه أن يأخذه؛ لأنه ملكه إذ السرقة، لا توجب زوال الملك عن العين المسروقة، فكان تملك السارق باطلا الخ. (بدائع الصنائع، كتاب السرقة، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۴۴-۴۵، کراچی ۷/ ۸۹)

لا خلاف بين الفقهاء في وجوب رد المسروق إن كان قائما إلى من سرق منه، سواء كان السارق موسرا أو معسرا، وسواء أقيم عليه الحد أو لم يقيم، وسواء وجد المسروق عنده أو عند غيره، وذلك لما روي أن الرسول صلى الله عليه وسلم رد على صفوان رداءه وقطع سارقه، وقد قال صلى الله عليه وسلم: على اليد ما أخذت حتى تؤدي الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲/ ۳۴۵)

(۲) عن رجل من المهاجرين من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: غزوت مع النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا أسمعته يقول: المسلمون شركاء في ثلاث: في الكأ، والماء، والنار. (أبوداؤد شريف، كتاب الإجارة، باب في منع الماء، النسخة الهندية ۲/ ۹۲، دارالسلام رقم: ۳۴۷۷) ←

فا حشرہ عورت یا کفار کے بنوائے ہوئے کنویں سے پانی لینا

سوال (۲۴۷۷): قدیم ۴/۱۲۵ - علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک کنواں کسی رٹڈی نے خاص روپے سے تعمیر کرایا ہے، اور اس کنویں پر کسی شخص کو مقرر کر دیا، کہ وہ پانی نکال کر خلق خدا کو فیس لے کر پانی بھر دیا کرے، دوسرا کنواں جو کسی ہندو نے چڑھاوے کے روپے سے بنوایا ہو اور یہ ہندو کسی قسم کی فیس نہ لیوے، ان دونوں کنوؤں کا پانی مسلمان کو پینا اور اس سے وضو کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کنواں تعمیر کرنے سے پانی مملوک نہیں ہوتا (۱)۔

← عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلمون شركاء في ثلاثة: في الماء، والكلاء، والنار، وثمنه حرام. (ابن ماجه شريف، الرهون، باب المسلمون شركاء في ثلاث، النسخة الهندية ص: ۱۷۸، دار السلام رقم: ۲۴۷۲)

(۱) والثالث إذا دخل الماء في المقاسم فحق الشفة ثابت، والأصل فيه قوله عليه السلام: الناس شركاء في ثلاث: في الماء، والكلاء، والنار، وإنه ينتظم الشرب والشرب خص منه الأول، وبقي الثاني وهو الشفة، ولأن البئر ونحوها ما وضع للإحراز ولا يملك المباح بدونه كالطبي إذا تكنس في أرضه، ولأن في إبقاء الشفة ضرورة؛ لأن الإنسان لا يمكنه استصحاب الماء إلى كل مكان وهو محتاج إليه لنفسه وظهره فلو منع عنه أفضى إلى حرج عظيم.

(هداية، كتاب إحياء الموات، فصل في مسائل الشرب، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۸۵ - ۴۸۶)

وفي الأنهار المملوكة والآبار والحياض لكل شربه وسقي دوا به لا أرضه، وإن خيف تخريب النهر لكثرة البقرة يمنع، وإنما كان له حق الشرب، وسقي الدابة فيه لما روينا، ولأن الأنهار والآبار والحياض لم توضع للإحراز، والمباح لا يملك إلا بالإحراز فصار كالصيد إذا تكنس في أرض إنسان، ولأن الحاجة إلى الماء تتجدد ساعة فساعة، ومن سافر لا يمكنه أن يستصحب ما يكفيه إلى أن يرجع إلى وطنه فيحتاج إلى أن يأخذ المال من الآبار والأنهار التي تكون على طريقه لنفسه ودابته وصاحبه لا يتضرر بذلك القدر فلو منع من ذلك لحقه حرج عظيم، وهو مدفوع شرعا. (تبيين الحقائق، كتاب إحياء الموات، مسائل الشرب، مكتبة زكريا ديوبند ۷/ ۸۷، إمداديه ملتان ۶/ ۳۹) ←

لہذا روپے اور نیت کا خبث پانی میں مؤثر نہیں ہوگا، دونوں کا پانی حلال ہے، پینا اور وضو وغیرہ سب جائز ہے
(۱)۔ رمضان ۱۳۳۳ھ (حوادث اول ص ۱۱۶)

ریلوے ملازم کیلئے اسٹیشن کے ٹھیکہ دار فروخت اشیاء سے رعایتی قیمت پر چیزیں خریدنا

سوال (۲۴۷۸): قدیم ۱۴۶/۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کسی ریلوے اسٹیشن پر اشیاء خورد و نوش مٹھائی وغیرہ کا ٹھیکہ دار ہے اور مسافروں کو نرخ مقررہ افسران ریلوے پر دیتا ہے، مگر اسٹیشن کے بابوؤں کو خاص رعایت سے دیتا ہے، اور یہ رعایت اسی لئے منظور ہے کہ بابو لوگ کوئی رخنہ اندازی اس کے کام میں نہ کریں۔ یہ رعایت اس اسٹیشن کے بابوؤں کو لینی کیسی ہے؟

الجواب: ناجائز ہے (۲)۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالثہ ص ۱۳۳)

← مجمع الأنهر، کتاب إحياء الموات، فصل في الشرب، دار الكتب العلمية بيروت
۲۳۶-۲۳۷ / ۴

الدر المختار مع الشامی، کتاب إحياء الموات، فصل في الشرب، مکتبہ زکریا دیوبند
۱۵ / ۱، کراچی ۶ / ۴۴۰۔

(۱) مستفاد: إذا أحرقت العذرة في بيت فعلا دخانه وبخاره إلى الطابق وانعقد ثم ذاب أو عرق الطابق، فأصاب ماءه ثوبا لا يفسد استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة، وبه أفتى الإمام أبوبكر محمد بن الفضل وهو اختيار أستاذنا الشيخ ظهير الدين المرغيناني. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل السابع في معرفة النجاسة وأحكامها، مکتبہ زکریا دیوبند ۱ / ۴۴۴، رقم: ۱۱۴۶)

وهذا كله على القول بالتنجس كما ذكره المصنف لكن المذكور في فتاوى قاضى خان:
إذا أحرقت العذرة في بيت فأصاب ماء الطابق ثوب إنسان لا يفسده استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة فيه الخ. (حلي كبير، الطهارة، فصل في الآسار، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ص: ۱۹۳)
(۲) عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم

الراشي والمرتشي. (ترمذي شريف، كتاب الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في

الحكم، النسخة الهندية ۱ / ۲۴۸، دار السلام رقم: ۱۳۳۷) ←

سرکاری کام سے بچی ہوئی چیزیں مثل کاغذ، قلم، روشنائی وغیرہ کا حکم

سوال (۲۷۷۹): قدیم ۴/۱۴۶- میرا ایک عزیز ڈاک خانہ میں ایک ماہ کے لئے عوضی تھا بعد اختتام مکان آیا، اور اپنے ساتھ کچھ بتیاں لاکھ کی اور ڈور لایا، اور مجھ سے کہا کہ یہ بچی ہیں میں نے اس سے تفصیل پوچھی، اس نے کہا کہ یہ حاکم بالا کی طرف سے ایک ماہ کے خرچ کو ملتی ہیں اور جو بچے اس کو کوئی نہیں پوچھتا، میں نے یہ سُن کر خاموشی اختیار کی، حالانکہ مجھ کو بہت ضرورت لاکھ کی تھی؛ اس لئے دریافت کرتا ہوں کہ اس کے استعمال میں حرج ہے یا نہیں؟ اور ملازمین کے ذمہ جو چیزیں بچیں اُن کی واپسی سرکار کو کر دینی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: ملازمین سرکاری سے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اس شخص کی ملک نہیں کی

← أبو داؤد شریف، کتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة، النسخة الهندية ۲/ ۵۰۴، دارالسلام رقم: ۳۵۸۰۔

ابن ماجة شریف، کتاب الأحکام، باب التغلیظ في الحیف والرشوة، النسخة الهندية ص: ۱۶۷، دارالسلام رقم: ۲۳۱۳۔

عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبيه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: الراشي والمرتشي في النار. (المعجم الأوسط، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۵۵۰، رقم: ۲۰۲۶) ومنها إذا دفع الرشوة خوفا على نفسه أو ماله فهو حرام على آخذ غير حرام على الدافع. (البحر الرائق، کتاب القضاء، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۴۴۱، کوئٹہ ۶/ ۲۶۲)

دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولا استخراج حق له ليس برشوة، يعني في حق الدافع. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۶۰۷، کراچی ۶/ ۴۲۳)

هندية، کتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات، قديم زکریا دیوبند ۴/ ۴۰۳، جديد زکریا دیوبند ۴/ ۴۳۱۔

الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۲/ ۲۲۲۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جائیں؛ اس لئے بچی ہوئی چیزیں ملک سرکاری ہیں، جن کا واپس کر دینا واجب ہے (۱) البتہ اگر احیاناً دی ہوئی سے زیادہ خرچ ہو جاتی ہوں تو اس صورت میں بچی ہوئی کو احتیاطاً بطور امانت اس غرض سے رکھ لینا جائز ہے کہ اگر کمی پڑے گی تو اس میں سے خرچ کر لیں گے؛ لیکن ہر حال میں وہ امانت ہے، اس شخص کی ملک نہیں (۲)۔ ۱۲ شعبان ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالثہ ص ۱۴۴)

(۱) إِنَّ اللَّهَ يُأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. [سورة النساء، رقم الآية: ۵۸]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: أَدَّ الْأَمَانَةَ إِلَىٰ مَنْ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ. (ترمذي شريف، كتاب البيوع، باب ما جاء في النهي للمسلم أن يدفع إلى الذمي الخمر يبيعها له، النسخة الهندية ۱/ ۲۳۹، دار السلام رقم: ۱۲۶۴)

أبو داود شريف، كتاب الإجارة، باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده، النسخة الهندية ۲/ ۴۹۸، دار السلام رقم: ۳۵۳۴۔

(۲) عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: أَرَبَعٌ إِذَا كُنَ فَيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حَفِظَ أَمَانَةً، وَصَدَقَ الْحَدِيثَ، وَحَسَنَ الْخَلِيقَةَ، وَعَفَا فِي طَعْمِهِ. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في حفظ اللسان، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۰۵، رقم: ۴۸۰۱)

عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اضمنوا لي ستاً من أنفسكم أضمن لكم الجنة: اصدقوا إذا حدثتم، وأوفوا إذا وعدتم، وأدوا إذا تئمتهم، واحفظوا فروجكم، وغضوا أبصاركم، وكفوا أيديكم. (شعب الإيمان، باب في حفظ اللسان، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۰۵-۲۰۶، رقم: ۴۸۰۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان. (بخاري شريف، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، النسخة الهندية ۱/ ۱۰، رقم: ۳۳)

مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق، النسخة الهندية ۱/ ۵۶، بيت الأفكار رقم: ۵۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال (۲۲۸۰): قدیم ۱۴۶/۲ - غلام کو کاغذ سادہ کا سرکار کے لئے ماہانہ ملتے ہیں، جن کی تعداد مقرر ہے، اس سے زیادہ نہیں مل سکتا، خواہ کمی رہے یا زیادتی رہے، اس صورت میں اگر خرچ سے زیادہ ہوں تو اپنے نجی کے کام میں وہ کاغذ وغیرہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ اگر کاغذ بچنے کی اطلاع ہو جاوے تو اس کی وجہ سے آئندہ کمی تو نہ کریں (۱)۔ (حوادث خامسہ ص ۴۱۷)

مال مخلوط از حلال و حرام جائز ہے جب تک کہ اس میں حرام غالب نہ ہو

سوال (۲۲۸۱): قدیم ۱۴۶/۲ - ایک مدرسہ جس میں انگریزی تعلیم ہوتی ہے کچھ سرکاری امداد ہے اور کچھ رؤسائے مقام دیتے ہیں، سرکاری رقم پچاس روپے ماہوار ہے، اور رقم چندہ سو روپے ہے، جس میں پچاس روپے کی رقم ایک رئیس کی آمدنی سے ہے جو دکانت پیشہ تھا، بقیہ رقم مختلف پیشے کے لوگوں کی ہے، جس میں زیادہ ملازم سرکاری ہیں، گویہ محقق نہیں ہے، نہ بلا دقت عظیم ہو سکتا ہے، کہ رقم چندہ خالص تنخواہ سے آتی ہے، ایسے مخلوط سرمایہ کے اسکول کی نوکری مطلقاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس قید سے جائز ہو سکتی ہے کہ تنخواہ سرکاری رقم سے حاصل کی جاوے؟

الجواب: اصل اباحت ہے (۲)۔

(۱) تھوڑی سی چیز زائد ہو جائے تو اگر آئندہ کمی نہیں کی جاتی ہے اور اس کا معفو عنہ کے درجہ میں ہونا معروف اور اس کا تعامل ہے تو ”الثابت بالعرف كالثابت بالنص“ (قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۷۴) کے حکم میں ہو جائے گا۔

وفی شرح البیرونی عن المبسوط أن الثابت بالعرف كالثابت بالنص الخ. (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی التعامل والعرف، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۵۵۶، کراچی ۴/ ۳۶۴)

(۱) الأصل في الأشياء الإباحة. (قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۵۹)

صرح في التحرير بأن المختار أن الأصل الإباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية
 ۵. وتبعه تلميذه العلامة قاسم وجرى عليه في الهداية من فصل الحداد، وفي الخانية ←

اور ”الیقین لا یزول بالشک“ (۱)۔ اس لئے جب تک حلال کا غیر غالب نہ ہو نا یقیناً نہ معلوم ہو اس مخلوط سے تنخواہ لینا حلال ہے (۲)۔ اور اگر ایسا انتظام کر لیا جاوے کہ خاص سرکاری رقم سے یہ تنخواہ لی جاوے، تو اور زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ (تتمہ البصر ۲۰)

← من أوائل الحظر والإباحة، وقال في شرح التحرير وهو قول معتزلة البصرة، وكثير من الشافعية، وأكثر الحنفية لا سيما العراقيين، قالو: وإليه أشار محمد فيمن هدد بالقتل على أكل الميتة أو شرب الخمر فلم يفعل حتى قتل بقوله: خفت أن يكون آثماً؛ لأن أكل الميتة وشرب الخمر لم يحرم إلا بالنهي عنهما فجعل الإباحة أصلاً والحرمة بعارض النهي. (الدر المختار مع الشامي، الطهارة، مطلب المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۲۲۱-۲۲۲، کراچی ۱/ ۱۰۵)

الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، قديم ص: ۱۱۵، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۰۹۔

(۱) اليقين لا يزول بالشك. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۱۴۳)

الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، قديم ص: ۱۰۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۱۸۳۔

(۲) أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل كذا في الينابيع. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: في الهدايا والضيافات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۴۲، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۹۶)

غالب مال المهدي إن حالاً لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل إلا إذا قال: أنه حلال ورثه أو استقرضه. (بزازية على هامش الهندية، الكراهية، الفصل الرابع: في الهدية والميراث، قديم زكريا ديوبند ۶/ ۳۶۰، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۲۰۳)

الفتاوى التاتارخانية، الكراهية، الفصل السابع عشر: في الهدايا والضيافات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵۔

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۸۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

غالب حلال آمدنی سے خریدا ہوا مکان حلال ہے

سوال (۲۴۸۲): قدیم ۴/۱۴۰ - اگر ایک مکان بذریعہ وراثت حاصل ہوا ہو اور مورث رشوت لینے والا ہو اور زراعت وغیرہ بھی ہوتی ہو مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس میں کس آمدنی کا روپیہ لگا، مگر اتنا معلوم ہے کہ زراعت بہ نسبت رشوت زیادہ تھی تو اُس مکان کو اپنی جائے سکونت بنانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: جائز ہے، اول تو زراعت کا بہ نسبت رشوت زیادہ ہونا ظاہراً قرینہ غلبہ منافع زراعت کا ہے (۱) دوسرے معلوم نہ ہونے کی صورت میں اباحت کے اصل ہونے سے حلال ہی کو غالب کہا جاوے گا (۲)۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

(۱) آکل الربا وکاسب الحرام اُھدی إلیہ أو أضافہ، وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یأکل ما لم یخبرہ أن ذلک المال أصلہ حلال ورثہ أو استقرضہ، وإن کان غالب مالہ حلالاً لا بأس بقبول ہدیئہ والأکل منها. (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر: فی الہدایا والضيافات، قدیم زکریا دیوبند ۵/۳۴۳، جدید زکریا دیوبند ۵/۳۹۷)

غالب مال المہدی إن حلالاً لا بأس بقبول ہدیئہ وأکل مالہ ما لم یتعین أنه من حرام، وإن غالب مالہ الحرام لا یقبلہا ولا یأکل إلا إذا قال: أنه حلال ورثہ أو استقرضہ. (بزازیۃ علی ہامش الہندیۃ، الکراہیۃ، الفصل الرابع: فی الہدیۃ والمیراث، قدیم زکریا دیوبند ۶/۳۶۰، جدید زکریا دیوبند ۳/۲۰۳)

وفي عیون المسائل: رجل أھدی إلی إنسان أو أضافہ إن کان غالب مالہ من حرام لا ینبغی أن یقبل ویأکل من طعامہ ما لم یخبر أن ذلک المال حلال استقرضہ أو ورثہ، وإن کان غالب مالہ من حلال فلا بأس بأن یقبل الہدیۃ ویأکل ما لم یتبین لہ أن ذلک من الحرام. (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، الکراہیۃ، الفصل السابع عشر: فی الہدایا والضيافات، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۸/۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵)

مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۱۸۶ -

(۲) الأصل فی الأشياء الإباحۃ. (قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۵۹) ←

نا جائز سوختہ سے پکی ہوئی اینٹ یا گرم کئے ہوئے پانی کا استعمال

سوال (۲۴۸۳): قدیم ۴/۱۲۷ - **اول:** قصبہ ہذا کی مسجد میں خاکروب کو واسطے گرم کرنے پانی کے کہا تو اُس نے جواب دیا کہ چھ (۶) دھڑی اناج ملتا ہے میں سات دھڑی لوں گا؛ کیونکہ کوڑا بہت مشکل سے ملتا ہے، کوڑی پر سے کاشتکار زمیندار اُٹھانے نہیں دیتے، چوری چھپے سے لاؤں گا، نمازیوں نے سات دھڑی اناج قبول کر لیا، اور خاکروب کوڑا ڈالنے لگا، ایسے کوڑے سے پانی گرم کرنے سے وضو و غسل درست ہے یا کیا؟

دوم: پڑا وہ گر کباڑہ کا ٹھیکہ زمیندار سے لیتے ہیں کہ دس بیس روپیہ دیتے ہیں کہ چھ ماہ یا برس روز تک کباڑہ ہمارا رہا، اور وہ کباڑہ زمیندار کی رعیت کے مکانوں کا جو رعیت کاشتکار نہیں ہے، پڑا وہ گروں کے یہاں جاتا ہے، ایسے کباڑہ سے پڑا وہ پکا کر اینٹیں فروخت کرنا درست ہے یا کیا؟ جواب سے سرفراز فرماویں، اور ایسے پڑا وہ گر کی کمائی درست ہے یا کیا؟

الجواب: یہ سب صورتیں ناجائز ہیں (۱)۔

← صرح في التحرير بأن المختار أن الأصل الإباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية اه. وتبعه تلميذه العلامة قاسم وجرى عليه في الهداية من فصل الحداد، وفي الخانية من أوائل الحظر والإباحة، وقال في شرح التحرير وهو قول معتزلة البصرة، وكثير من الشافعية، وأكثر الحنفية لا سيما العراقيين، قالو: وإليه أشار محمد فيمن هدد بالقتل على أكل الميتة أو شرب الخمر فلم يفعل حتى قتل بقوله: خفت أن يكون آثماً؛ لأن أكل الميتة وشرب الخمر لم يحرم إلا بالنهي عنهما فجعل الإباحة أصلاً والحرمة بعارض النهي. (الدر المختار مع الشامى، الطهارة، مطلب المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۲۲۱ - ۲۲۲، کراچی ۱/ ۱۰۵)

الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، قديم ص: ۱۱۵، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۱۸۳ -

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۳۸۷، رقم: ۵۴۹۲) ←

لیکن ان سے پانی اور اینٹ میں کوئی حرمت نہیں آتی (۱)۔ ۸ محرم ۱۳۳۴ھ (حوادث رابعہ ص ۶)

وارث کے لئے رشوت کے مال کا حکم

سوال (۲۳۸۴): قدیم ۱۴۷/۴ - زید کا باپ عمرو پچاس روپے مشاہرہ پر ایک عیسائی ریاست میں ملازم تھا، مگر خرچ بھی اسی قدر تھا، زید کو معلوم ہے کہ اس کا باپ متدین اور رشوت سے محترز نہ تھا، عمرو نے ایک مکان اور جائیداد خریدی، جو زید کو ترکہ میں ملی، اخراجات و مصارف خانگی سے بخوبی

← السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، دار الفكر بيروت ۵۰۶/۸، رقم: ۱۱۷۴۰۔
لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه، مكتبة أشرفيه ديوبند ص: ۱۱۰)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الغصب، مكتبة زكريا ديوبند ۲۹۱/۹، كراچی ۶/۲۰۰)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/۶۱، رقم المادة: ۹۶)

(۱) مستفاد: فلذا كان دخان النجاسة طاهرا، وأما الهوائية فقد اختلف فيها على ما مر، ومنشأ الخلاف مشاركتها للمائية في الصفة المؤثرة للنجاسة، وهي الرطوبة، وإن كان الاصح طهارتها لما مر من الدليل، ولشدة لطافتها وضمحلها فليتأمل، فإنه بديع، وهذا كله على القول بالتنجس كما ذكره المصنف لكن المذكور في فتاوى قاضى خان: إذا أحرقت العذرة في بيت فأصاب ماء الطابق ثوب إنسان لا يفسده استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة فيه الخ. (حلي كبير، الطهارة، فصل في الآسار، مكتبة أشرفيه ديوبند ص: ۱۹۳)

إذا أحرقت العذرة في بيت فعلا دخانه وبخاره إلى الطابق وانعقد ثم ذاب أو عرق الطابق، فأصاب ماءه ثوبا لا يفسد استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة، وبه أفتى الإمام أبو بكر محمد بن الفضل وهو اختيار أستاذنا الشيخ ظهير الدين المرغيناني. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل السابع في معرفة النجاسة وأحكامها، مكتبة زكريا ديوبند ۱/۴۴، رقم: ۱۱۴۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

واقفیت کی بناء پر زید کہہ سکتا ہے کہ یہ کل مال رشوت کا پیدا کیا ہوا ہے، اور کل نہیں تو اکثر مال رشوت کا ضرور ہے اس مکان میں رہنا یا اس کا بیچنا وغیرہ انتفاع زید کو حلال ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا کرے؟

الجواب: تکلم عليه في الدر المختار في مواضع قبيل باب زكوة المال (۱) وقبيل باب الفضولي (۲)۔ وكتاب الغصب (۳)۔ وأحكام البيع من الحظر والإباحة (۴)۔ و تنقل منها رواية واحدة وهي كالمخلص من جميعها، وهي هذه، والحاصل إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا، فإن علم عين الحرام لا يحل له، ويتصدق به عنه صاحبه، وإن كان مالا مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً، والأحسن ديانة التنزه عنه. اهـ (۵)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جن سے رشوت لی ہے اگر معلوم ہوں یا کوئی چیز خاص رشوت میں لی ہوئی بعینہ موجود ہو تب تو زید کو انتفاع حلال نہیں، ورنہ فتویٰ کی رو سے حلال ہے، گو فتویٰ کے خلاف ہے (۶)۔

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۶۱)

(۱) شامی، کتاب الزکوة، قبیل باب زکوة المال، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۲۱۸، کراچی ۲/ ۲۹۱۔

(۲) شامی، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل فصل فی الفضولی، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۳۰۱، کراچی ۵/ ۹۹۔

(۳) الدر المختار مع الشامی، کتاب الغصب، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۲۶۳، کراچی ۶/ ۱۷۹۔

(۴) شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۵۳، کراچی ۶/ ۳۸۶۔

(۵) شامی، البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۳۰۱، کراچی ۵/ ۹۹۔

(۶) وإذا مات الرجل وكسبه خبيث فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به، وإن كان كسبه من حيث لا يحل وابنه يعلم ذلك، ومات الأب ولا يعلم الابن ذلك بعينه فهو حلال له في الشرع، والورع أن يتصدق به بنية خصماء ←

اہل رشوت کے ساتھ خلط کر کے کھانا کھانا

سوال (۲۴۸۵): قدیم ۱۴۸/۴ - زید اپنے برادران اور باپ کی شرکت میں رہتا ہے مگر جانتا ہے کہ باپ بھائی رشوت لیتے ہیں، خانہ داری کی مشارکت کے باعث ماہوار کے حساب سے زید گھر میں برابر دیتا ہے، مگر اس کی کمائی اور بھائیوں کی رشوت کی رقم سب مشترک تصرف میں آتی ہے، یہ صورت اس کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: خلط استہلاک ہے اور استہلاک موجب ملک (۱)۔ پس اگر سب کی رقمیں مختلط

← **أبيه كذا في الينابيع.** (هندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر: في الكسب وهو أنواع، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۹، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۰۴)

و صرح الحنفية بأنه إذا مات الرجل و كسبه خبيث كأن كان من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه. وفي البزازية: إن علم المال الحرام بعينه لا يحل له (للوارث) أخذه، وإن لم يعلم بعينه أخذه حكماً، وأما في الديانة فإنه يتصدق به بنية الخصماء. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۴/ ۲۴۶)

البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه زکریا دیوبند ۹/ ۳۶۹، کوئٹہ ۸/ ۲۰۸۔
(۱) ولذا قالوا: لو أن سلطاناً غصب مالا و خلطه صار ملكاً له حتى وجبت عليه الزكاة، وورث عنه على قول أبي حنيفة؛ لأن خلط دراهمه بدراهم غيره عنده استهلاك. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، مكتبه زکریا دیوبند ۲/ ۳۵۹، کوئٹہ ۲/ ۲۰۵)

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه؛ لأن الخلط استهلاك إذا لم يمكن تمييزه عند أبي حنيفة الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مكتبه زکریا دیوبند ۳/ ۲۱۷، کراچی ۲/ ۲۹۰)

ولذا قالوا: لو أن سلطاناً غصب مالا و خلطه صار ملكاً له حتى وجبت عليه الزكاة، وورث عنه ولا يخفى أن هذا بناء على قول الإمام من أن خلط دراهمه بدراهم غيره استهلاك. (النهر الفائق، كتاب الزكاة، مكتبه زکریا دیوبند ۱/ ۴۱۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اُٹھتی ہیں، تو مملوک مشترک ہیں فتویٰ سے جائز ہے گو تقویٰ کے خلاف ہے (۱)۔ اور اگر علی السبیل التعاقب پر ایک کی رقم جُدا اور ممتاز صرف ہوتی ہے تو رشوت کے اُٹھنے کے وقت زید بھی حرام کھاتا ہے (۲)۔ واللہ اعلم۔

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲: ص ۱۶۱)

ایضاً

سوال (۲۲۸۶): قدیم ۱۲۸/۴۔ جس شخص کی آمدنی مختلط ہو یعنی سودی کاروبار کرتا ہے و نیز کھیتی وغیرہ حلال آمدنی بھی کرتا ہے، ایسے شخص کے مکان میں خورد و نوش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر جواز لم بھی ارشاد ہو؛ اس لئے کہ بظاہر تو عدم جواز کو ترجیح ہے، حسب قواعد اصول: إذا اجتمع الحلال والحرام فغلب الحرام؟

الجواب: اس میں غالب کا اعتبار ہے اگر حلال غالب ہے تو حلال ہے۔ اور اگر حرام غالب ہے یا دونوں متساوی ہیں تو حرام ہے (۳)۔

(۱) وإن كان مالا مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً، والأحسن ديانة التنزه عنه. (شامي، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مكتبة زكريا ديوبند ۳۰۱/۷، کراچی ۹۹/۵)

(۲) اور حرام کھانے پر سخت وعید آئی ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال: (يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحاً إني بما تعملون عليم) وقال: (يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم) ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء يارب! يارب! ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذي بالحرام، فأني يستجاب لذلك. (مسلم شريف، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، النسخة الهندية ۱/۳۲۶، بيت الأفكار رقم: ۱۰۱۵)

ترمذی شریف، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، النسخة الهندية ۲/۱۲۸، دار السلام رقم: ۲۹۸۹۔

(۲) أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا ←

اور وقتی إذا اجتمع الحلال والحرام (۱) کا مقتضی حرمت علی الاطلاق تھا، لیکن دفع حرج کے لئے اعتبار غالب کا کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۷۲)

← أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل كذا في ينباع. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: في الهدايا والضيافات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۴۲، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۹۶)

غالب مال المهدي إن حلالا لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل إلا إذا قال: أنه حلال ورثه أو استقرضه. (بزازية على هامش الهندية، الكراهية، الفصل الرابع: في الهدية والميراث، قديم زكريا ديوبند ۶/ ۳۶۰، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۲۰۳)

وفي عيون المسائل: رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو روثه، وإن كان غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل الهدية ويأكل ما لم يتبين له أن ذلك من الحرام. (الفتاوى التاتارخانية، الكراهية، الفصل السابع عشر: في الهدايا والضيافات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵)

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۸۶۔
(۱) إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمبيح غلب الحرام والمحرم. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۵۵)

الأشباه والنظائر، النوع الثاني، القاعدة الثانية، قديم ص: ۱۷۰، جديد زكريا ۱/ ۳۰۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۱۱/ باب: جائز و ناجائز، مکروہ افعال و استعمال

دورہ حکام کے نقصان کی تلافی کی ایک صورت

سوال (۲۲۸۷): قدیم ۱۳۹/۲ - اس کا کیا حکم ہے کہ جن دنوں میں حکام لوگ دورہ کیا کرتے ہیں تو دوکاندار سے کھیوٹ کے نام سے تاوان لیا جاتا ہے، یعنی آپس میں سب دوکاندار یہ قرار دے لیتے ہیں کہ جو دوکاندار ڈریہ حکام پر جاوے تو اس کو جتنا ضرر ہوگا اس کی مکافات کے لئے اس کو سب جمع کر کے کچھ کچھ دیدیتے ہیں، کبھی نقصان اس سے کم ہوتا ہے کبھی زیادہ ہوتا ہے، اگر کوئی دوکاندار دینے میں کچھ حجت کرے تو دوکان اس کی اٹھوا کر جہاں حکام دورہ ٹھہرے ہوتے ہیں وہاں بھیج دیتے ہیں، جس کی کچھ داد نہ فریاد، وہاں جا کر کئی کئی روپیوں کا نقصان ہوتا ہے، دوکان پر ایک آدھ روپیہ دیدیا جاتا ہے تو یہ وبال نہیں اٹھانا پڑتا۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ دوکان پر کچھ دیدیں یا وہاں جا کر کسر اٹھائیں، اور وہاں جا کر زیادہ کسر کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بازار کے بھاؤ سے زیادہ لیتے ہیں؟

الجواب: یہ کھیوٹ ایک قسم کی رشوت ہے جس کا دینا دفعِ ظلم کیلئے جائز ہے مگر لینا جائز نہیں، جس دوکاندار کو یہ تاوان جمع کر کے نمبر وارد دیا جاتا ہے، اس کو لینا حرام ہے، اور جن دوکانداروں سے لیا جاتا ہے، اُن کو دینا جائز ہے۔ یعنی وہ اس کے دینے سے گنہگار نہ ہوں گے (۱)۔

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ (تمہ رابعہ ص ۷۳)

(۱) عن وهب بن منبه قال: ليست الرشوة التي يأثم صاحبها بأن يرشو فيدفع عن ماله ودمه، إنما الرشوة التي تأثم فيها أن ترشو لتعطي ما ليس لك. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب آداب القاضي، باب من أعطاهما ليدفع بها عن نفسه أو ماله ظلماً أو يأخذ بها حقاً، دارالفكر بيروت ۱۵/ ۱۴۵، رقم: ۲۱۰۶۹)

لا بأس بالرشوة إذا خاف على دينه والنبي عليه الصلاة والسلام كان يعطي الشعراء وللمن يخاف لسانه (درمختار) وفي الشامية: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولا استخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۶۰۷، کراچی ۶/ ۴۲۳) ←

گھر کی نالی کو قدیم سے زیادہ بڑھا لینا

سوال (۲۲۸۸): قدیم ۴/۱۴۰- زید کے صحن کا پانی بذریعہ ناؤدان بکر کے صحن میں گزرتا ہے، اور زید اپنے سائبان کچھریل کا پانی جواب تک دوسرے ناؤدان سے جو زید کے گھر میں ہے بہتا تھا، اب زید اس کچھریل کو جدید کوٹھاتیار کر کے کوٹھے کا ناؤدان اُس ناؤدان کے پاس گراتا ہے جو بکر کے صحن میں ہو کر گزرتا ہے، تاکہ اس سائبان کچھریل کا پانی بھی اسی ناؤدان سے جاوے، جس کا پانی بکر کے صحن میں ہو کر گزرتا ہے، بکر اس پانی کو جو جدید کوٹھے کا ہے اس ناؤدان سے نہیں جانے دیتا، تو کیا بکر کو اس روکنے کا حق حاصل ہے شرعاً یا اس بناء پر کہ جب زید کو تھوڑے پانی کے مرور کا حق اسی ناؤدان سے حاصل ہے تو اس سائبان کا پانی بہانے کا حق بھی اس ناؤدان سے شرعاً حاصل ہو جائے گا، کیا ایسی رعایت جار کے حقوق واجبہ سے ہے جو بکر کو سمجھایا جاوے کہ زید کو کوٹھے کا پانی بہانے دے، اور زید باوجود یہ کہ بہ آسانی اس کوٹھے کا پانی اسی طرف بہا سکتا ہے جس طرف پہلے سائبان کچھریل کی اورتی گرتی تھی، مگر خواہ مخواہ جبراً اسی ناؤدان سے جو بکر کے صحن میں ہو کر گزرتا ہے بہانا چاہتا ہے۔ فقط

الجواب: في الدر المختار، كتاب القسمة: قسم ولأحدهم مسيل ماء أو طريق في ملك الآخر، والحال أنه لم يشترط في القسمة صرف عنه إن أمكن وإلا فسخت القسمة. وفي ردالمحتار قوله: لم يشترط أما لو اشترط تركهما على حالهما فلا تفسخ، ويكون له ذلك على ما كان قبل القسمة. (جوہرہ ج ۵ ص ۲۵۶ (۱)۔)

← ومنها إذا دفع الرشوة خوفاً على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع. (البحر الرائق، كتاب القضاء، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۴۱، كوئٹہ ۶/ ۲۶۲)
إذا دفع الرشوة لدفع الجور عن نفسه أو أحد من أهل بيته لم يأثم. (هندية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر: في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ۴/ ۴۰۳، جديد زكريا ۴/ ۴۳۱)
الموسوعة الفقهية الكويتية ۴/ ۴۰۳

أما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو ليدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاية وهداياهم، مكتبه إمداديه ملتان ۷/ ۲۴۸)
(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب القسمة، مطلب في الرجوع عن القرعة، مكتبه زكريا

وفي الدر المختار، فصل الشرب: وليس لأحد من الشركاء في النهر أن يشق منه نهراً أو ينصب عليه رحي إلا رحي وضع في ملكه ولا يضر بنهر ولا بماء، وقاية أو دالية كنا عورة أو جسر أو قنطرة، ويوسع فم النهر - إلى قوله - لأن القديم يترك على قدمه لظهور الحق فيه، وفي رد المحتار قوله: لأن القديم الخ، كذا في الهداية وغيرها. ج ۵ ص ۴۳۹ (۱)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس طرف جدید کا زید کو کوئی حق حاصل نہیں، جبر کرنے سے گنہگار و ظالم ہوگا (۲)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب إحياء الموات، فصل في الشرب، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰ / ۲۰-۲۱، کراچی ۶ / ۴۴۴۔

إذا أراد أن يسفل كواه أو يرفعها حيث يكون له ذلك في الصحيح؛ لأن قسمة الماء في القسمة باعتبار سعة الكوة وضيقها من غير اعتبار التسفل والترفع وهو العادة فلم يكن فيه تغيير موضع القسمة، ولو كانت القسمة وقعت بالكوى، فأراد أحدهم أن يقسم بالأيام ليس له ذلك؛ لأن القديم يترك على قدمه لظهور الحق فيه. (هدية، كتاب إحياء الموات، فصل في مسائل الشرب، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴ / ۴۹۱)

مجمع الأنهر، کتاب إحياء الموات، فصل في الشرب، دار الكتب العلمية بيروت ۲۴۰-۲۴۱۔

البنية، کتاب إحياء الموات، فصل في مسائل الشرب، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۲ / ۳۳۵۔
(۲) عسن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اقتطع شبراً من الأرض ظلماً، طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (مسلم شريف، كتاب المساقات والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض، النسخة الهندية ۲ / ۳۲، بيت الأفكار، رقم: ۱۶۱۰)

بخاري شريف، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئاً من الأرض، النسخة الهندية ۱ / ۳۳۲، رقم: ۲۳۸۸، ف: ۲۴۵۲۔

أبو داود شريف، كتاب الأدب، باب من يأخذ الشيء من مزاح، النسخة الهندية ۲ / ۶۸۳، دار السلام رقم: ۵۰۰۳۔

اور بکر کو حق ہے کہ زید کو اس سے مانع ہو (۱)۔ اشرف علی ۳۰ شعبان ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالثہ ص ۱۴۶)

پالکی کی سواری کا حکم

سوال (۲۴۸۹): قدیم ۴/۱۵۰- (۲) زنان و مردان را بر پالکی و میانه سوار شدن بہر حالت خواه تندرست باشند یا مریض اگر حاملان پالکی مسلمان باشند رواست و در حالت حاملان کا فر بیچ اختلاف ست یا نہ؟

الجواب: (۳) سواری پالکی حلال ست خواہ حاملان مسلمان باشند یا غیر مسلمان و لیلش حمل حاملان است آں ہودج را کہ درو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا می بود کما فی حدیث الإفک (۴)۔ و در مسلم و غیر مسلم وجہ فرق نیست۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ (تمتہ رابعہ ص ۱۸)

(۱) المالک للشيء هو الذي يتصرف فيه باختياره ومشيتة. (بدائع الصنائع، النفقة، باب ما يبطل به الخيار، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۶۳۸، کراچی ۲/ ۳۲۷)
كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/ ۵۵۴، رقم المادة: ۱۹۲)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي شريف سورة الفاتحة، مكتبه سعيد ديوبند ۱/ ۷)

(۲) خلاصہ ترجمہ سوال: صحت و مرض دونوں حالتوں میں عورتوں اور مردوں کے لئے پالکی اور میانہ پر سوار ہونا اگر پالکی کو اٹھانے والے مسلمان ہوں جائز ہے؟ اور اگر پالکی اٹھانے والے کافر ہوں تو اس میں کچھ اختلاف ہے یا نہیں؟

(۳) خلاصہ ترجمہ جواب: پالکی پر سواری کرنا جائز ہے، خواہ اس کو اٹھانے والے مسلمان ہوں یا کافر، اس کی دلیل جمالی کرنے والوں کا اس پالکی کو اٹھانا ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں، جیسا کہ حدیث افک میں مذکور ہے اور مسلم و غیر مسلم میں فرق کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۴) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم حين قال لها أهل الإفك ما قالوا وكلهم حدثني طائفة من حديثها، وبعضهم كان أوعى لحديثها من بعض وأثبت له اقتصاصا، وقد وعيت عن كل رجل منهم الحديث الذي حدثني عن عائشة، وبعض حديثهم يصدق بعضها وإن كان بعضهم أوعى له من بعض قالوا قالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه ←

ضرر کے خوف سے رشوت دینا

سوال (۲۴۹۰): قدیم ۱۵۰/۴ - گاؤں کے پٹواری کو جس سے اندیشہ قوی نقصان ہونے کا ہے رشوت دینا کیسا ہے؟ اور یہ رشوت سالانہ مقرر کر لینا بلا کسی قید و کام کے کیسا ہے؟

الجواب: جب بدون دینے مضرت کا خوف ہے جائز ہے (۱)۔

۱۸/ محرم ۱۳۳۲ھ (حوادث ثالث ص ۶۲)

← وسلم إذا أراد سفرا أفرع بين أزواجه فأيهن خرج سهمها خرج بها رسول الله صلى الله عليه وسلم معه، قالت عائشة: فأفرع رسول الله صلى الله عليه وسلم بيننا في غزوة غزاها، فخرج فيها سهمي فخرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما أنزل الحجاب فكنت أحمل في هودجي وأنزل فيه فسرنا حتى إذا فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوته تلک وقفل دنونا من المدينة قافلین آذن ليلة بالرحيل فقممت حين آذنوا بالرحيل فمشيت حتى جاوزت الجيش فلما قضيت شأني أقبلت إلى رحلي فلمست صدري، فإذا عقد لي من جزع ظفار قد انقطع فرجعت فالتمست عقدتي فحبسني ابتغاء ه قالت وأقبل الرهط الذين كانوا يرحلونني فاحتملوا هودجي فرحلوه على بعيري الذي كنت أركب عليه وهم يحسبون أنني فيه وكان النساء إذا ذاك خفافا لم يهبلن ولم يغشهن اللحم إنما يأكلن العلقمة من الطعام فلم يستنكر القوم خفة الهودج حين رفعوه وحملوه الحديث. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب حديث الإفك، النسخة الهندية ۲/ ۵۹۳-۵۹۴، رقم: ۳۹۹۲، ف: ۴۱۴۱)

(۱) عن وهب بن منبه قال: ليست الرشوة التي يأثم صاحبها بأن يرشو فيدفع عن ماله ودمه، إنما الرشوة التي تأثم فيها أن ترشو لتعطي ما ليس لك. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب آداب القاضي، باب من أعطاهما ليدفع بها عن نفسه أو ماله ظلما أو يأخذ بها حقا، دار الفکر بیروت ۱۵/ ۱۴۵، رقم: ۲۱۰۶۹)

ولا بأس بالرشوة إذا خاف على دينه (درمختار) وفي الشامية: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولا استخراج حق له ليس برشوة يعني في حق المدافع. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۶۰۷، کراچی ۶/ ۴۲۳) ←

افسروں کو ہیئت متعارفہ کے موافق سلام کرنا

سوال (۲۴۹۱): قدیم ۱۵۰/۴ - ڈرل وغیرہ کے بعد اسکول کے ٹر کے افسر کو سر پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے ہیں، اگر نہ کرایا جاوے تو وہ خشکیں ضرور ہوں گے، اگر کرایا جاوے تو یہ گناہ ہے، اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: دفع ضرر کے لئے اس ہیئت سے سلام کرنا درست ہے (۱) اور اس کے منع کے معنی یہ ہیں کہ شرعاً یہ سلام نہیں گو کسی قوم کے عرف میں سلام ہو، تو اس سلام عربی کے لئے وہ آداب شرعیہ ثابت نہیں۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ (حوادث راجع ص ۶۶)

← ومنها إذا دفع الرشوة خوفا على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على المدافع. (البحر الرائق، كتاب القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ۶/ ۴۱، كوئٹہ ۶/ ۲۶۲)

أما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو ليدفع به عن نفسه ظلما فلا بأس به. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاية وهداياهم، مكتبة إمداديه ملتان ۷/ ۲۴۸)

إذا دفع الرشوة لدفع الجور عن نفسه أو أحد من أهل بيته لم يأثم. (هندية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر: في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ۴/ ۴۰۳، جديد زكريا ۴/ ۴۳۱)

(۱) الضرورات تبيح المحظورات. (قواعد الفقه، مكتبة أشرفيه ديوبند ص: ۸۹)

الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخصصة، وإساعة اللقمة بالخمير، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه، وكذا إتلاف المال، وأخذ مال الممتنع من أداء الدين بغير إذنه، ودفع الصائل ولو أدى إلى قتله. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الضرر يزال قديم ص: ۱۴۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۵۱-۲۵۲)

الضرر يزال، يبتني على هذه القاعدة كثير من أبواب الفقه مثل الرد بالعيب، وجميع أنواع الخيارات والحجر والشفعة، فإنها للشريك لدفع ضرر القسمة، وللجار لدفع ضرر الجار السوء، والقصاص والجيران على القسمة والمهابة، ونصب القضاة والأئمة وبيع مال المليون جبرا عليه إذا امتنع عن أداء الدين. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/ ۲۹، رقم المادة: ۲۰)

اہل باطل کے رسائل کی کتابت

سوال (۲۴۹۲): قدیم ۱۵۱/۴ - ایک کاتب کا پی لکھنے والا جس کا پختہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور انہی حضرات کا معتقد ہے، دریافت کرتا ہے کہ سید احمد خاں کی تفسیر کی کا پی لکھنے میں مجھ سے تو خدا تعالیٰ کے یہاں کوئی مواخذہ نہ ہوگا، ایسی حالت میں جبکہ روزی اسی کام پر ہے اور یہ یقین ہے کہ سید احمد خاں کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف تھے، اور ان کے نیچری مضامین کا اثر انشاء اللہ مجھ پر نہیں ہو سکتا، اور یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ کاروبار کی کمی ہے، مجبوراً ایسی لکھائی لکھی جاتی ہے، اور موجودہ وقت میں فی صدی ایک کا پی نوٹس غیر قوم کا ہوگا، ورنہ کل مسلمان ہیں، اور تمام کتابیں دوسری قوموں کی مسلمان ہی لکھتے ہیں؟

الجواب: في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: وجاز تعمير كنيسة الخ. ص ۳۲۰ (۱)۔ اس قیاس پر یہ کتابت بروئے فتویٰ جائز ہے، گو تقویٰ کے خلاف ہے، مگر مجبوری میں گنجائش ہے (۲)۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (حوادث رالعص ۶۷)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۶۲/۶، کراچی ۳۹۱۔

قال في المنح: ولو أن مسلماً آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به؛ لأنه لا معصية في عين العمل. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، كوئته ۱۹۶/۴)

ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها فلا بأس به إذ ليس في نفس العمل معصية. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: في أهل الذمة الخ، المحس العلمي ۷۰/۸، رقم: ۹۶۰۷)

الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر الخ، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۸/۱۶۷، رقم: ۲۸۳۷۹۔

(۲) الضرورات تبیح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساعة اللقمة بالخمر، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه، وكذا إتلاف المال، وأخذ ←

کھانے کی تواضع متعارف بشرط صدق نیت جائز ہے

سوال (۲۴۹۳): قدیم ۱۵۱/۴ - اگر کھانا کھاتے وقت کوئی شخص آجائے تو اس کی تواضع جائز ہے یا نہیں؟ خواہ وہ مسافر ہو یا وہاں کا باشندہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جائز ہے، اگر دل میں بھی ہو کہ یہ کھالے تب تو ظاہر ہی ہے، اور اگر دل میں نہ بھی ہو تو اس نیت سے جائز معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اس کا اکرام ہے، اور نہ کہنے میں بعض اوقات ایک گونہ ہانت ہے، اور ادب کے طریق میں اتنا اختلاف ظاہر و باطن میں محتمل کیا جاتا ہے، جیسا حدیث میں ہے کہ اگر وضو ٹوٹ جاوے تو ناک پکڑ کر باہر چلا جاوے (۱)۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ (تتمہ خامسہ ص ۸)

دھوکا دینا اور سودے میں میل کرنا

سوال (۲۴۹۴): قدیم ۱۵۱/۴ - (۲) بعض مرد ماں دریں باب گندم نمائے جو فروشی می کنند یعنی دختر خوب صورت را نشان داده وقت نکاح دختر سیاه و بد صورت را بآں حوالہ می کنند بعد از آمدن در مکان معلوم می شود کہ ایں دختر دیگر است و آں دختر نموده شد دیگر بود دریں باب حکم شرع چیست؟

← مال الممتنع من أداء الدين بغير إذنه، ودفع الصائل ولو أدى إلى قتله. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الضرر يزال قديم ص: ۱۴۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۵۱-۲۵۲) قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۸۹ -

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا أحدث أحدكم في صلاته فليأخذ بأنفه، ثم لينصرف. (أبو داود شريف، تفریع أبواب الجمعة، باب استئذان المحدث الإمام، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۹، دار السلام رقم: ۱۱۱۴) ابن ماجه شريف، الصلاة، باب ماجاء فيمن أحدث في الصلاة، كيف ينصرف، النسخة الهندية ص: ۸۵، دار السلام رقم: ۱۲۲۲ -

(۲) خلاصہ ترجمہ سوال: بعض لوگ گیہوں دکھا کر جو فروخت کرتے ہیں، یعنی خوبصورت لڑکی دکھا کر نکاح کے وقت کالی اور بد صورت لڑکی اس کو سوئپ دیتے ہیں، گھر آنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری لڑکی ہے اور جو دکھائی گئی تھی وہ دوسری لڑکی تھی، اس سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) جواب مثل جواب چہار دہم است (*)۔ (تمتہ اولے ۳۱۹)

کسی دوسرے شخص کا مارکہ بنالینا

سوال (۲۴۹۵): قدیم ۱۵۱/۴ - زید نے اپنی کسی مال کا مارکہ معین کر کے مثلاً شمشیر مارکہ یا مقرض مارکہ مقرر کر کے رجسٹری کرادیا، بخیاں تحفظ حق مارکہ کے تاکہ کوئی دوسرا شخص میرے اس مارکہ رجسٹری شدہ کو نہ بناوے، اگر کبک بھی اپنے مال پر اسی مارکہ کا چھاپ بنا دے تو درست ہے یا نہیں؟

(*) (وآں جواب این است کہ حرمت این فعل ظاہر و در سوال ہم مصرح و مسلم است (۲) ۱۲ محمد شفیع

(۱) خلاصہ ترجمہ جواب: اس کا جواب چودھویں جواب کی طرح ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ اس فعل کی حرمت ظاہر اور سوال میں بھی مصرح و مسلم ہے۔

(۲) عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل يبيع طعاما فسأله كيف تباع؟ فأخبره فأوحى إليه أن أدخل يدك فيه فأدخل يده فيه، فإذا هو مبلول، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من غش. (أبو داود شريف، كتاب

اليوع، باب في النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲/ ۴۸۹، دار السلام، رقم: ۳۴۵۲)
عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللا، فقال: يا صاحب الطعام! ما هذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال: من غش فليس منا. (ترمذي شريف، كتاب اليوع، باب ماجاء في كراهية الغش في اليوع، النسخة الهندية ۱/ ۲۴۵، دار السلام، رقم: ۱۳۱۵)

ابن ماجه شريف، أبواب التجارات، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ص: ۱۶۰، دار السلام رقم: ۲۲۲۴-۲۲۲۵۔

عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا. (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ۱/ ۷۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱)

شمیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: زید کی تو اس میں شرعاً کوئی حجت تلفی نہیں، مگر بوجہ تلمیس کے یہ جائز نہیں کہ دیکھنے والوں کو دھوکا ہوگا (۱)۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۱۶)

ٹیکس تشخیص کرنے والے سے اپنا مال چھپانا

سوال (۲۴۹۶): قدیم ۱۵۲/۲ - زید انکم ٹیکس ادا کرنے کی حیثیت رکھتا ہے، تاہم معافی کے خیال سے اپنے مال تجارت کو تشخیص کنندہ ٹیکس سے چھپا کر اپنے کونا قابل ثابت کرتا ہے، آیا یہ فعل زید کا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: گناہ تو نہیں؛ لیکن خطرہ میں پڑنا بھی شرعاً پسند نہیں (۲)۔

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۱۶)

(۱) عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا. (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ۱ / ۷۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱)

عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل يبيع طعاماً فسأله كيف تبيع؟ فأخبره فأوحى إليه أن أدخل يدك فيه فأدخل يده فيه، فإذا هو مبلول، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من غش. (أبو داود شريف، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲ / ۴۸۹، دار السلام، رقم: ۳۴۵۲)

ترمذي شريف، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، النسخة الهندية ۱ / ۲۴۵، دار السلام، رقم: ۱۳۱۵۔

ابن ماجه شريف، أبواب التجارات، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ص: ۱۶۰، دار السلام رقم: ۲۲۲۴-۲۲۲۵۔

(۲) وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. [سورة البقرة، رقم الآية: ۱۹۵]

عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه، قالوا: وكيف يذل نفسه؟ قال: يتعرض من البلاء لما لا يطيق. (ترمذي شريف، كتاب الفتن، باب ماجاء في النهي عن سبب الرياح، النسخة الهندية ۲ / ۵۱، دار السلام رقم: ۲۲۵۴) ←

حکومت کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس ناجائز ہے

سوال (۲۴۹۷): قدیم ۱۵۲/۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حجاج پر قرظینہ

میں یا کہیں اور کسی قسم کا ٹیکس لگا یا جانامہا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شرعاً جائز نہیں؛ بلکہ ایسے ٹیکس اس حد تک ناجائز ہیں کہ اگر بدون ایسے ٹیکسوں کو ادا کئے ہوئے

حج نہ کر سکے تو بعض فقہائے اسلام نے حج کی فرضیت کو ساقط کہہ دیا ہے، چنانچہ درمختار کی کتاب الحج میں ہے

جوفقه کی معتبر کتاب ہے: وهل ما يؤخذ في الطريق من المكس والخفارة عذر قولان.

اور ردالمحتار میں اس قول کے تحت میں ہے: ومثله ما يأخذه الأعراب في زماننا من الصر المعين

من جهة السلطان نصره الله تعالى لدفع شرهم. ج ۲ ص ۴۱۹ (۱)۔

حاصل ترجمہ عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ حج کے راستہ میں جو ٹیکس وغیرہ لیا جاتا ہے، کیا اس سے حج فرض

نہیں رہتا، بعض کا یہی قول ہے، اور یہی حکم ہے اس کا جو ہمارے زمانہ میں بدوی لوگ سلطان سے

لیتے ہیں؛ بلکہ اسلامی قوانین میں ایسے ابواب کو یہاں تک ناجائز رکھا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ جو بیت

المقدس کی زیارت کو جاتے ہیں اس کی وجہ سے اُن سے رقم لینا حرام کہا گیا ہے، چنانچہ ردالمحتار میں

جس کا اوپر ذکر آیا ہے لکھا ہے:

← ابن ماجة شريف، كتاب الفتن، باب قوله تعالى: يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم،

النسخة الهندية ص: ۲۹۰، دار السلام رقم: ۴۰۱۸۔

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۷/ ۲۱۸، رقم: ۲۷۹۔

(۱) الدرالمختار مع الشامی، كتاب الحج، مكتبة زكريا دیوبند ۳/ ۴۶۳، کراچی ۲/ ۴۶۴۔

وهل ما يؤخذ في الطريق من المكس والخفارة عذر قولان، والمعتمد لا كما في

القنية والمجتبی، وعليه فيحتسب في الفاضل عما لا بد منه القدرة على المكس ونحوه كما

فی مناسک الطرابلسی. (منحة الخالق علی هامش البحار الرائق، كتاب الحج، مكتبة زكريا

دیوبند ۲/ ۵۵۱، کوئٹہ ۲/ ۳۱۴)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۸/ ۳۷۹۔

قال الخیر الرملي أقول: منه يعلم حرمة ما يفعله العمال اليوم من الأخذ على رأس الحربي والذمي خارجاً عن الجزية حتى يمكن من زيارة بيت المقدس . ج ۲ ص ۴۲ (۱)۔

جب سفر بیت المقدس کے سبب سے غیر مسلم سے لینے کی اجازت نہیں تو سفر حج کے سبب سے مسلم سے کچھ لینے کی اجازت کیسے ہوگی؛ بلکہ قواعد اسلامیہ کا یہاں تک مقتضا ہے کہ اگر ایسی رقمیں حکام غیر مسلم اہل اسلام سے وصول کرتے ہوں تب بھی اپنے مقام حکومت میں حکام اہل اسلام کو غیر مسلم سے اس کا وصول کرنا جائز نہیں، نظیر اس کی عشر ہے کہ اگر مال تجارت غیر مسلم تاجر کے پاس نصاب سے کم ہو اور وہ لوگ اپنے مقام حکومت میں تاجر مسلم سے اس مقدار میں عشر لیتے ہوں، تو ہم جب بھی تاجر غیر مسلم سے نہ لیں گے، اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ ظلم ہے، اور ظلم میں موافقت نہیں کی جاتی، اس وجہ سے صاف ثابت ہوا کہ جس رقم کا وصول کرنا قواعد اسلامی سے ناجائز ہے، اگر غیر مسلم سلطنت ایسی رقم مسلمان سے بھی وصول کرتی ہو تو اسلامی سلطنت تب بھی غیر مسلم سے وصول نہ کرے گی، عبارت اس نظیر پر دلالت کرنے والی رد المحتار میں یہ ہے:

ولا نأخذ منهم شيئاً إذا لم يبلغ مالهم نصاباً، وإن أخذوا منا في الأصح؛ لأنه ظلم ولا متابعة عليه. ج ۲ ص ۴۳ (۲)۔

پس دلائل مذکورہ صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ ایسے ٹیکس حجاج سے وصول کرنے بروئے مذہب اسلام جائز نہیں۔ ۱۸/۱ صفر ۱۳۳۸ھ (تمتہ خامص ۱۰۶)

(۱) شامی، کتاب الزکوۃ، باب العاشر، مطلب: ما يؤخذ من النصارى لزيارة بيت المقدس حرام، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۲۴۸، کراچی ۲/ ۳۱۳۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکوۃ، باب العاشر، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۲۵۰، کراچی ۲/ ۲۱۵۔

وبشرط أخذهم منا حتى لو لم يأخذوا شيئاً لم نأخذ منهم؛ لأننا أحق بمكارم الأخلاق وكلامه يعطى أنا لا نأخذ منهم مما هو دون النصاب، وإن أخذوا منا وهذا رواية كتاب الزکوۃ؛ لأن الأخذ من القليل ظلم ولا متابعة عليه. (النهر الفائق، كتاب الزکوۃ، باب العاشر، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۴۴۷) ←

حيلة كالحكم

سوال (٢٢٩٨): قدیم ١٥٣/٢ - ص ٣٢٢، ج ٢، قاضي خان: رجل له على رجل عشرة دراهم، فأراد أن يجعلها ثلثة عشر إلى أجل قالوا يشتري من المديون شيئاً بتلك العشرة ويقبض المبيع، ثم يبيع من المديون بثلثة عشر إلى سنة فيقع التجوز عن الحرام، ومثل هذا مروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أمر بذلك. رجل طلب من رجل دراهم ليقرضه بده دوازه فوضع المستقرض متاعاً بين يدي المقرض فيقول للمقرض: بعت منك هذا المتاع بمائة درهم، فيشتري المقرض، ويدفع إليه الدراهم ويأخذ المتاع، ثم يقول المستقرض يعني هذا المتاع بمائة وعشرين فيبيعه ليحصل للمستقرض مائة درهم، ويعود إليه متاعه، ويجب للمقرض عليه مائة وعشرون درهماً والأوثق والأحوط أن يقول المستقرض للمقرض بعد ما قرر المعاملة كل مقالة، وشرط كانَ بيننا فقد تركزته ثم يعقد أن بيع المتاع، وهذه المسئلة دليل على جواز بيع الوفاء إذا لم يكن الوفاء شرطاً في البيع هذا إذا كان المتاع للمستقرض، فإن كان المتاع للمقرض، وليس للمستقرض شيء ويريد أن يقرضه عشرة بثلثة عشر إلى أجل، فإن المقرض يبيع من المستقرض سلعة بثلثة عشر، ويسلم السلعة إلى المستقرض ثم أن المستقرض يبيع السلعة من أجنبي بعشرة ويدفع السلعة إلى الأجنبي ثم الأجنبي يبيع السلعة من المقرض بعشرة، ويأخذ العشرة منه،

← وإن مر حربي بخمسين درهما لم يؤخذ منه شيء إلا أن يكون يأخذون منا من مثلهم؛ لأن الأخذ بطريق المجازاة، وفي الزكوة: لا تأخذ من القليل، وإن كانوا يأخذون منا؛ لأن القليل لم يزل عفواً وهو للنفقة عادة، فأخذهم منا من مثله ظلم وخيانة ولا متابعة عليه. (البحر الرائق، كتاب الزكوة، باب العاشر، مكتبه زكريا ديوبند ٤٠٦/٢، كوئنه ٢٣٣/٢)

تبيين الحقائق، كتاب الزكوة، باب العاشر، مكتبه زكريا ديوبند ٨٨/١، إمداديه

ملتان ٢٨٥/١ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ویدفعها إلى المستقرض فيبراً الأجنبي من الثمن الذي كان عليه للمستقرض فتصل السلعة إلى المقرض بعشرة، وللمقرض على المستقرض ثلاثة عشر إلى أجل (۱)۔

عبارت منقولہ کے علاوہ اور بھی حیلے قاضی خاں نے لکھے ہیں، اب تک ان حیلوں کو بے اصل سمجھتا تھا، اور نیز ”صفائی معاملات“ و ”بہشتی زیور“ وغیرہ میں ایسے معاملات پر تنبیہ بھی کی گئی ہے، کچھ عرصہ سے فتاویٰ قاضی خان کے حیلوں کو دیکھ کر دریافت کرنے کا خیال رہا کیا، آج بغرض دریافت ابتدائی عبارات کو نقل کر کے بغرض ملاحظہ مرسل ہے دل قبول نہیں کرتا، اگر کوئی غلطی سمجھنے میں ہوئی ہو تو تنبیہ فرمائی جائے، ورنہ تاویل بتائی جاوے، حضور کے ظل ہدایت و افادات کو خدائے پاک دائم و قائم رکھے، تردد صرف یہ ہے کہ یہ حیلہ رہا یا معلوم ہوتا ہے؟

الجواب: جواز کے دو معنی ہیں: ایک صحت، یعنی کسی قاعدے پر منطبق ہو جانا، گو اس میں گناہ ہی ہو جیسے کسی شخص پر جبر کر کے اس کی بی بی کو طلاق دلوادے، اور بعد عدت اس سے نکاح کر لے، صحت نکاح اور معصیت دونوں ظاہر ہیں۔ دوسری حلف یعنی گناہ نہ ہونا (۲)۔ پس اگر ان حیل کا جواز بالمعنی الاول ہے تب تو کوئی شبہ ہی نہیں، مگر یہ مفید نہیں، اور اگر بالمعنی الثانی ہے تو اس میں یہ شرط ہے کہ ان حیل کے اجزا اتفاقاً واقع ہو جاویں، مشروط اور معروف نہ ہوں اور نہ کسی پر جبر ہو کہ جبر امور غیر لازمہ میں خود حرام ہے (۳)۔ چنانچہ جملہ إذا لم یکن الوفاء شرطاً فی البیع (۴)۔ اس طرف مشیر ہے، اور ظاہر ہے کہ اس

(۱) فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الهندیة، کتاب البیوع، باب فی بیع مال الربا بعضہ ببعض، فصل فیما یكون فرارا عن الربا، قدیم زکریا دیوبند ۲/ ۲۷۹، جدید زکریا ۲/ ۱۷۰۔

(۲) والمشاہخ تارة یطلقون الجواز بمعنی الحل وتارة بمعنی الصحة، وہی لازمة للأول من غیر عکس، والغالب إرادة الأول فی الأفعال، والثانی فی المعقود۔ (البحر الرائق، کتاب الطہارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۱۲۲، کوئٹہ ۱/ ۶۶)

(۳) لا جبر فی التبرع۔ (شامی، کتاب البیوع، باب المراجعة والتولية، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۳۸۴، کراچی ۵/ ۱۵۸)

إذا لا إجمار فی التبرع۔ (الجوہرۃ النيرة، البیوع، قبیل باب الربا، دارالکتاب دیوبند ۱/ ۲۵۱)

الموسوعة الفقہیة الكويتیة ۳۳/ ۱۹۔

(۴) حسانیة علی هامش الهندیة، کتاب البیع، فصل فیما یكون فرارا عن الربا، قدیم زکریا دیوبند ۲/ ۲۷۹، جدید زکریا دیوبند ۲/ ۱۷۰۔

صورت میں ان حیل سے انتفاع غیر اختیاری ہے، اور اگر یہ شرط مسلم نہ ہو تو پھر یا تو یہ بعض کا قول ہے جو اصل مذہب کے خلاف ہے، چنانچہ عبارات مذکورہ کے بعد یہ عبارت: **وهذه الحيلة هي العينة التي ذكرها محمد (۱) اس کی دلیل ہے۔ اور عینہ کا مکروہ تحریمی ہونا جو قریب الی الحرام ہے، ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کما فی کتاب الکفالة (۲)۔ جس پر فتح القدیر نے امام محمد کا یہ قول نقل کیا ہے: هذا البيع في قلبي كأمثال الجبال ذميم اخترعه أكلة الربا، وقد ذمهم رسول الله ﷺ فقال: إذا تباعتم بالعين الخ (۳)۔ اور علاوہ خلاف مذہب ہونے کے باعث و حرمت میں تعارض کے وقت حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے (۴)۔ اور یا حلت اضافی ہے جیسا کہ عبارات مذکورہ قاضی خان کے بعد یہ عبارت اس کی دلیل ہے: وقال مشايخ بلخ: بيع العينة في زماننا خير من البيع التي تجري في أسواقنا عن فضل فيما يكون ضراراً عن الربوا. ص ۴۰۸ (۵)۔**

۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ (تمہ خامسہ ص ۱۵۴)

- (۱) خانینہ علی ہامش الہندیہ، کتاب البیع، فصل فیما یکون فراراً عن الربا، قدیم زکریا دیوبند ۲/ ۲۷۹، جدید زکریا دیوبند ۲/ ۱۷۰۔
- (۲) ومعناه الأمر ببيع العينة مثل أن يستقرض من تاجر عشرة فيتأبى عليه، ويبيع منه ثوباً يساوي عشرة بخمسة عشر مثلاً رغبة في نيل الزيادة لبيعه المستقرض بعشرة ويتحمل عليه خمسة سمي به لما فيه من الإعراض عن الدين إلى العين، وهو مكروه لما فيه من الإعراض عن مبرة الإقراض مطاوعة لمذموم البخل. (هداية، كتاب الكفالة، مكتبه أشرفیہ دیوبند ۳/ ۱۲۳)
- الدر المختار مع الشامی، کتاب الکفالة، مطلب: بيع العينة، مكتبه زکریا دیوبند ۷/ ۶۱۳، کراچی ۵/ ۳۲۵۔
- (۳) فتح القدیر، کتاب الکفالة، مكتبه زکریا دیوبند ۷/ ۱۹۸، کوئٹہ ۶/ ۲۲۴۔
- النهر الفائق، کتاب الکفالة، مكتبه زکریا دیوبند ۳/ ۵۷۵۔
- (۴) إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمبيح غلب الحرام والمحرم. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفیہ دیوبند ص: ۵۵)

الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، قدیم ص: ۱۷۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۳۰۱۔

(۵) خانینہ علی ہامش الہندیہ، کتاب البیع، فصل فیما یکون فراراً عن الربا، قدیم زکریا دیوبند ۲/ ۲۷۹، جدید زکریا دیوبند ۲/ ۱۷۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جس جانور کا بچہ مر جائے اس کا دودھ نکالنے کے لئے مصنوعی بچہ بنا کر رکھنا

سوال (۲۴۹۹): قدیم ۱۵۴/۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی بھینس کا بچہ مر گیا اور وہ بھینس بغیر بچہ کے دودھ نہیں دیتی، اگر اس مردہ بچہ کی کھال نکلا کر اور اس میں بھنس وغیرہ بھر کر بھینس کو دکھلا کر دودھ لینے کی غرض سے رکھ لیا جاوے، تو کیا اس طرح مردہ بچہ کو قائم رکھنا اور دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے (۱)۔ ۲/ محرم ۱۳۴۱ھ (تمہ خامسہ ص ۲۳۰)

نبی بخش نام رکھنا جائز نہیں

سوال (۲۵۰۰): قدیم ۱۵۴/۴ - دیگر گزارش یہ ہے کہ حضور کی تصنیف شدہ کتابوں میں مثلاً بہشتی زیور اور تفسیر قرآن شریف میں غلام نے دیکھا تھا کہ پیر بخش، محمد بخش، مراد بخش، عبدالنبی، عبدالرسول وغیرہ نام رکھنے ناجائز ہیں، دو ایک آدمی نے دریافت کیا تو بندہ نے جواب میں کہہ دیا کہ ایسے نام ناجائز ہیں، مگر اس جگہ عوام جو کہ صرف اردو فارسی کے ماہر ہیں بہت اس کلمہ پر ناراض ہو رہے ہیں، چنانچہ ایک شخص نے تو دوسری جگہ سے فتویٰ بھی منگا لیا ہے، جو کہ مجتہد کارڈ ارسال ہے، جس میں آیت کا

(۱) اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو اپنے بندوں کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

قال الله تعالى: وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ. [سورة الأنعام،

رقم الآية: ۵]

لہذا اس ضرورت و مصلحت کے تحت اگر جانور کو تھوڑی بہت تکلیف ہو جائے تو فقہاء نے اس کی بھی اجازت دی ہے اور مذکورہ صورت میں نہ تو بھینس کی کوئی حق تلفی ہے اور نہ ہی کوئی ناجائز بات ہے؛ بلکہ اپنا حق وصول کرنے کی ایک تدبیر ہے؛ لہذا بدرجہ اولیٰ اس کی اجازت ہوگی اور اس طرح مصنوعی بچہ بنا کر دودھ حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہوگا۔

والأصل أن إيصال الألم إلى الحيوان لا يجوز شرعاً إلا لمصالح تعود إليه. (تبیین

الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۶۵، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۲۷)

البحر الرائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۳۵۹، کوئٹہ ۸/ ۴۸۵۔

حوالہ دیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ مولوی مذکور کوئی لائق آدمی نہیں ہے؛ اس لئے حضور سے گزارش ہے جناب عالی اس کے متعلق اگر مفصل جواب عنایت فرما کر تشفی فرمادیں، نیز اعتراض کنندوں کی بھی تسلی ہو تو عین نوازش حضور ہوگی؟

میری گزارش یہ ہے کہ وجہ رکھنے ایسے ناموں کے ناجائز ہونے کی اگر مفصل تحریر فرمائی جاوے تو نہایت ہی تسلی کا باعث ہوگا، آئندہ حضور مالک ہیں؟

الجواب : حدیث میں ہے: لا یقل أحدکم عبدي (۱)۔ ممانعت کے لئے کافی ہے اور لاہب (۲) سے استدلال عجیب ہے، اس کا ایک جواب إنما أنا رسول ربک میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں وہ نیابت کی حیثیت سے اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ جیسے جبریل علیہ السلام کی قرأت کو آیت فإذا قرأناه (۳) میں اپنی قرأت فرمایا ہے، یہاں بہ حق کو بہ جبریل فرمادیا، اور بحث میں کوئی نیابت ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جبریل علیہ السلام کا ایک فعل نفع ہے جو بنا ہے اسناد مجازی الی السبب کی، اور امام بخش میں اس اسناد کی بناء کیا ہے۔ ۲۲ شعبان ۱۳۴۲ھ (تمتہ خامسہ ص ۲۸۸)

ڈاکٹری معائنہ کی شرط کے ساتھ جیون بیمہ کا حکم

سوال (۲۵۰۱): قدیم ۱۵۵/۲ - النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ صفحہ ۱۸ کے سوال ”در تحقیق سود ہر جز نتخواہ کہ وضع کردہ شود“ کو بغور پڑھا، اور واقف کار آدمیوں کو بھی محض احتیاط کی غرض سے

(۱) أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا يقل أحدكم: أطعم ربك وضئ ربك اسق ربك، وليقل سيدي مولاي، ولا يقل أحدكم: عبدي وأمتي، وليقل فتاي وفتاتي وغلامي. (بخاري شريف، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق وقوله: عبدي أو أمتي النسخة الهندية ۱/ ۳۴۶، رقم: ۲۴۸۲، ف: ۲۵۵۲)

مسلم شريف، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۴۹ -

(۲) إنما أنا رسول ربك لاهب لك غلام زكريا. [سورة مريم، رقم الآية: ۱۹]

(۳) فإذا قرأناه فاتبع قرآنه. [سورة القيامة، رقم الآية: ۱۸]

دکھایا، سائل نے سوال میں بہت خط کیا، مگر پھر بھی اس کی عبارت ذیل سے جان بیمہ کرانے کا جواز و عدم جواز دریافت کرنا معلوم ہوتا ہے، دلالت اگرچہ اس میں صراحۃً نہیں ہے، وہو ہذا۔

”اب سرکاری دستور العمل یہ ہے کہ روپیہ وضع ہونا شروع ہوتا ہے، اگر یہ ملازم بیس برس تک زندہ رہا تو یکمشت اپنا جمع شدہ روپیہ وصول کر لیتا ہے، اس سے قبل کچھ وصول نہیں کر سکتا؛ لیکن اگر مر گیا تو بغیر شرط کئے خود گورنمنٹ وارٹن میت کو اتنا روپیہ دیدیتی ہے جتنا اس ملازم کا بیس برس میں جمع ہوتا، اگرچہ ملازم یہ کارروائی کرنے کے دو ماہ بعد ہی مر جاوے“

یہ الفاظ اخیر کے جن پر بندہ نے سُرخ سے نشان لگا دیا ہے، صاف دلالت کر رہے ہیں کہ یہ جان بیمہ ہے، اور محض اس لئے کہ گورنمنٹ ہر حالت میں خواہ جمع کرنے والا دو ماہ بعد ہی مر جاوے یا بیس برس میں مرے گورنمنٹ کو کل رقم معہود جس کا عہد اول ہی فریقین میں ہو جاتا ہے، اور اس رقم کے لحاظ سے گورنمنٹ تنخواہ سے جزو وضع کرتی ہے کہ جس کا ذکر سائل نے اپنے سوال میں بالکل نہیں کیا ہے، گورنمنٹ کو دینی پڑتی ہے، اس غرض سے ڈاکٹری معائنہ کی ضرورت پڑتی ہے، کہ جس میں تمام امراض متعدیہ کو ڈاکٹر دریافت کرتا اور الف ننگا کر کے خود معائنہ کرتا ہے، اس سوال سے سائل کا کھلا ہوا مطلب جان بیمہ کے متعلق دریافت کرنا ہے کہ جس کے لئے ڈاکٹری معائنہ لایڈی و ضروری ہے؟

الجواب : خواہ یہ جان بیمہ ہو یا کچھ اور ہو، اگر اس میں ڈاکٹری معائنہ برہنہ کر کے شرط نہ ہوتا تو وہی حکم ہے جو رسالہ النور میں مذکور ہے، اور اگر معائنہ مذکور اس میں شرط ہو تو حکم یہ ہے کہ جائز نہیں؛ کیونکہ یہ اُن عذروں میں سے نہیں ہے کہ جن کے لئے بدن مستور دکھانا جائز ہو (۱)۔

محرم ۱۳۴۳ھ (تمتہ خامسہ ص ۳۱۶)

(۱) لأنه يباح النظر لهم ضرورة- تحمل الشهادة فأشبه الطبيب والقابلة (هداية) وتحتہ في البناية: قوله (فأشبه الطبيب والقابلة) أي أشبه نظر شهود الزنا إلى فرج الزانية لضرورة في ذلك كما ينظر الطبيب والقابلة إلى الفرج، وهذا لأن الطبيب يجوز أن ينظر موضع العورة لضرورة المداواة، وقال في خلاصة الفتاوى: لا يجوز النظر إلى العورة إلا عند الضرورة، وهي الاحتقان والحيان والمداواة والولادة والبكارة في البالغة والرد بالعيب، والمرأة في حق المرأة أولى، وإن لم يوجد ستر ما وراء موضع الضرورة. (البناية، كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، مكتبة أشرفیہ دیوبند ۶/ ۳۴۷) ←

ایضاً

سوال (۲۵۰): قدیم ۴/۱۵۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جان بیمہ بیس سال تک کے لئے لیا جاتا ہے، پس اگر مثلاً پینتیس سال کی عمر میں زید نے بیس سال کے لئے بیمہ کرایا تو اس کو بحساب فی ہزار سالانہ بیس سال تک دینا ہوگا جس کی مقدار تیس ہزار چار سو روپے ہو جائے گی، اور بیمہ کمپنی بیس ہزار روپے مقدار بیمہ پر بیس سال میں بیس روپے سے تیس روپے آٹھ آنہ تک فی ہزار سالانہ منافع کے حساب سے مبلغ نو ہزار چار سو روپے اور بیس ہزار روپے مقدار بیمہ جملہ انتیس ہزار چار سو روپے ادا کرے گی، یعنی بیس سال میں ۲۳۴۰۰ روپے کی رقم لے کر ۲۹۴۰۰ روپے ادا کرے گی، پس اس حساب سے بیس سال میں بیمہ کرانے والے کو چھ ہزار روپے کی رقم زائد وصول ہوگی۔ اور اگر بیمہ کرانے والا بیس سال کے اندر فوت ہو گیا تو جتنے روپے کا بیمہ کرایا ہے، مثلاً بیس ہزار کا کرایا ہو تو بیس ہزار اور اُس پر جتنے سال گزرے ہوں اتنے سال کا منافع جو اوپر لکھا ہے بیس روپے سے ساڑھے

← ولا يحل النظر إلى العورة إلا عند الضرورة قال سلمان الفارسي: لأن آخر من السماء فانقطع نصفين أحب إلي من أن أنظر إلى عورة أحد أو ينظر أحد إلى عورتی، ومع هذا إذا جاء العذر فلا بأس بالنظر إليها، فمن جملة الأعذار الختان فالتختان ينظر عند ذلك الفعل، وكذلك الخافضة تنظر، وهذا لأن الختان سنة وهو من جملة الفطرة في حق الرجل لا يمكنه تركه، ومن ذلك عند الودالة، فالمرأة تنظر إلى موضع الفرج من المرأة وغيره؛ لأنه لا بد من قابلية تقبل الولد ومعالجة بدونها يخاف الهلاك على الولد، وعند قبول الولد ومعالجته يحتاج إلى النظر فأبيح لأجل الحاجة وكذلك ينظر الرجل من الرجل إلى موضع الاحتقان عند الحاجة إليه بأن كان مريضاً لأن الضرورة قد تحققت والاحتقان من المداواة. وحكي عن الشافعي^{رحم} قال: إذا قيل له: إن الحقنة تقويك على المجامعة فلا بأس بذلك، وهذا ضعيف؛ لأن الضرورة لا تتحقق بهذا، وكشف العورة من غير ضرورة لمعنى الشهوة لا يجوز. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل التاسع: فيما يحل للرجل النظر إليه وما لا يحل له الخ، المجلس العلمي ۸/ ۳۲، رقم: ۹۵۲۲-۹۵۲۳-۹۵۲۴)

المبسوط للسرخسي، كتاب الاستحسان، دار الكتب العلمية بيروت ۱۰/ ۱۵۶ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تینیس روپے فی ہزار سالانہ کے حساب سے جوڑ کر دیدے گی، پس جو ارشاد ہو کہ اس طرح زید کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ زید نے کچھ ہرج نہ سمجھ کر بیمہ کرایا جس کو ایک سال کی مدت نہیں گذری؛ لیکن ایک سال کا روپیہ مفصلہ بالا بیمہ کمپنی کو ادا کر چکا ہے، اور بیمہ کمپنی کا قانون ہے کہ اگر بیمہ کرانے والا تین سال کے اندر خود اپنی طرف سے معاہدہ توڑ دے اور سالانہ واجب الادا رقم ادا نہ کرے تو بیمہ کمپنی اس کو بالکل کچھ نہیں دے گی، حتیٰ کہ اس کا دیا ہوا روپیہ بھی واپس نہیں مل سکے گا، پس اگر شرعاً بیمہ کرانا جائز نہ ہو تو اب زید کیا کرے؟ بیوقوف تو جروا۔

الجواب التنقیحی: بیمہ کرانے والا جو رقم داخل کرتا ہے آیا بیمہ کمپنی کو قرض دیتا ہے، یا کمپنی میں بطور حصہ داری کے شرکت کرتا ہے، یعنی یہ بھی کمپنی کا رکن ہوتا ہے، اور پہلی صورت میں اس کمپنی کے ارکان سب کافر ہیں یا کوئی مسلمان بھی ہے، جواب ان تحقیقات پر موقوف ہے۔

جواب التنقیح: یہ سلسلہ استفتاءئے مرسلہ سابقہ دریافت طلب امر کے متعلق گزارش ہے کہ بیمہ کرانے والا بطور حصہ داری کے شریک نہیں ہوتا؛ بلکہ سوال کے مطابق اپنا روپیہ بیمہ کمپنی میں جمع کرتا رہتا ہے جس کو بیمہ کمپنی اپنے یہاں قرض میں درج نہیں کرتی؛ بلکہ اپنے قانون کے مطابق عمل کرتی ہے، جیسا کہ سوال سابق میں عرض کیا گیا، بیمہ کرانے والوں کا جو روپیہ بیمہ کمپنی میں جمع ہوتا ہے اس کو بیمہ کمپنی دوسرے کاموں میں لگاتی ہے، اور اس سے نفع حاصل کرتی ہے؛ لیکن بیمہ کرانے والوں کو ان دوسرے کاموں کے نقصان سے کوئی تعلق نہیں ہے، بیمہ کمپنی اپنے قانون کے مطابق ہر سال بیمہ کرانے والوں سے مقررہ رقم مذکورہ سوال لیتی رہتی ہے، اور بیمہ کرانے والا جب بھی مرجائے خواہ معاملہ ہو جانے سے ایک ہی دن کے بعد، تو وہ کمپنی اپنے قانون کے مطابق بیس ہزار روپیہ مع مقررہ منافع جیسا کہ سوال میں عرض کیا گیا ہے، بیمہ کرانے والے کے ورثہ کو ادا کرے گی؛ لیکن اس کے ساتھ بیمہ کرانے والوں کا جمع کیا ہوا روپیہ واپس نہیں ملتا خواہ ایک سال کا ہو یا زیادہ کا ہو بیمہ کمپنی کے سب ارکان کافر ہیں، مسلمان کوئی نہیں۔

الجواب بعد التنقیح: جواب تنقیح میں جو حالات لکھے ہیں اُن کی بناء پر یہ قرض ہے، جو ربوا اور قمار دونوں پر مشتمل ہے (۱) اور چونکہ معاملہ کافر غیر ذمی سے ہے؛ اس لئے مسئلہ مختلف فیہ

ہے، اگر کوئی شخص بعض علماء کے قول پر جواز کی شق اختیار کر لے گنجائش ہے (۱)۔

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ (النور، رجب الثانی ۱۳۵۴ھ ص ۷)

← قال الله تعالى: 'وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا'. [سورة البقرة، رقم الآية: ۲۷۵]

وقال الله تعالى: 'يَمَحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ'. [سورة البقرة، رقم الآية: ۲۷۶]

وقال الله تعالى: 'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجُسُ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ'. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۹۰-۹۱]

عن ابن مسعود عن أبيه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل الربوا ومؤكله، وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (مسلم شريف، كتاب المساقات، باب لعن أكل الربوا ومؤكله، النسخة الهندية ۲/ ۲۷، بيت الأفكار رقم: ۱۵۹۸)

أبو داود شريف، كتاب البيوع، باب في أكل الربوا ومؤكله، النسخة الهندية ۲/ ۴۷۳، دار السلام رقم: ۳۳۳۳۔

إن القمار من القمر الذي يزاد تارة وينقص أخرى وسمى القمار قماراً؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۷۷، كراچی ۶/ ۴۰۳)

تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مكتبة زكريا ديوبند ۷/ ۴۶۶، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۲۷۔

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السابع: في المسابقة، المجلس العلمي ۸/ ۱۴، رقم: ۹۴۸۶۔

(۱) ولا بين الحربي والمسلم ثمة (کنز) أي لا ربا بينهما في دار الحرب عندهما خلافاً لأبي يوسف، وفي البناية: وكذا إذا باع خمراً أو خنزيراً أو ميتة أو قامرهم وأخذ المال كل ذلك يحل له، لهما الحديث: لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب. ولأن مالهم مباح وبعقد الأمان منهم لم يصير معصوماً إلا أنه التزم أن لا يتعرض لهم بغدر ولا لما في أيديهم بدون رضاهم، فإذا أخذ برضاهم أخذ مالا مباحاً بلا غدر فيملكه بحكم الإباحة ←

پیر بخش نام رکھنا

سوال (۲۵۰۳): قدیم ۴/۱۵۷ - حدیث شریف میں ہے: لا تقولن أحدکم عبدی وأمتی الخ - اور اسی حدیث سے پیر بخش و عبد النبی وغیرہ نام رکھنے کی ممانعت کی جاتی ہے؛ لیکن بدعتی قرآن شریف کے ”عبادکم و اماءکم“ سورۃ نور (۱) سے جواز کی سند لاتے ہیں، کیا جواب دیا جائے؟

الجواب: جواب ظاہر ہے کہ یہاں قرآن میں لغوی معنی مراد ہے، جو واقعی ہیں، اور عبد النبی وغیرہ میں لغوی معنی مراد نہیں؛ کیونکہ خلاف واقع ہیں؛ بلکہ مجازی معنی مراد ہیں جو کہ موہم ہیں شرک کو اور اسی ایہام کی بنا پر حدیث میں کراہت آئی ہے، اور اسماء عرفیہ میں حدیث کے ایہام سے اشد ایہام (۲) ہے۔ پس استدلال حدیث سے استدلال بعبارة النص نہیں ہے؛ بلکہ بدلالة النص ہے، جس کا مدلول عبارة النص سے اولیٰ بالحکم ہوتا ہے، چنانچہ حرمت تافیف سے حرمت ضرب کی اقویٰ ہے (۳)۔ واللہ اعلم فقط

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ (النور جمادی الثانی ۱۵۰ھ ص ۱۵)

← السابقة الخ. (البحر الرائق، کتاب البیوع، قبیل باب الحقوق، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۲۲۶، کوئٹہ ۶/ ۱۳۵-۱۳۶)

النهر الفائق، کتاب البیوع، قبیل باب الحقوق، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۴۸۰۔

مجمع الأنهر، کتاب البیوع، قبیل باب الحقوق والاستحقاق، دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۲۷-۱۲۸۔

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۳۲۔

(۲) أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا يقل أحدكم: أطلع ربك وضئ ربك اسق ربك، وليقل سيدي مولاي، ولا يقل أحدكم: عبدي وأمتي، وليقل فتاي وفتاتي وغلامي. (بخاري شريف، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق وقوله: عبدي أو أمتي النسخة الهندية ۱/ ۳۴۶، رقم: ۲۴۸۲، ف: ۲۵۵۲)

مسلم شريف، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۴۹۔

وفي القاموس: الأَف قلامة الظفر ووسخه أو وسخ الأذن، وما رفعته من الأرض من عود أو قصبه أو الأف معناه القلة، يعني لا تقل لهما كلمة تدل على أدنى كراهة، فيحرم ←

ہندہ نام رکھنا

سوال (۲۵۰۴): قدیم ۴/۱۵۸- میرے یہاں دختر تو لد ہوئی ہے، جس کا خیال حصول سعادت میں نے ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہندہ رکھا ہے، ایک بزرگ نے بیان کیا کہ یہ وہ مبغوض صحابیہ ہیں جنہیں بعد قبول اسلام بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جمال جہاں آرا کی زیارت سے حکماً محروم فرمادیا تھا کہ اسے دیکھ کر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی یاد تازہ ہو جائے گی، اور بمقتضائے بشریت آپ کو تکلیف ہوگی۔

روایت مذکورہ اگر صحیح ہے تو کیا ایسی مبغوضہ صحابیہ کے نام رکھنے میں کوئی شرعی قباحت لازم آتی ہے اور مسلمانوں کو تہمید کا اس نام کا اعادہ اپنے گھروں میں کرنا روا ہے؟

الجواب: اول تو یہ روایت کہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زیارت سے آپ نے منع فرمادیا تھا، نظر سے نہیں گذری؛ البتہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے باب میں یہ ممانعت بخاری میں ہے (۱)۔ ان بزرگ سے اس کا حوالہ پوچھا جاوے۔

← بذلک سائر أنواع الإيذاء بدلالة النص بالطريق الأولى. (تفسير مظهري، سورة الإسراء، آیت: ۲۳، مکتبہ زکریا دیوبند ۵/۲۷۸)

ومحصل المعنى لا تتضرر مما يستفذر منهما وتستثقل من مؤنهما والنهي عن ذلك يدل على المنع من سائر أنواع الإيذاء قياساً جلياً؛ لأنه يفهم بطريق الأولى ويسمى مفهوم الموافقة ودلالة النص وفحوى الخطاب. (روح المعاني، سورة الإسراء، آیت: ۲۳، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۸۰)

(۱) أخرج البخاري عن جعفر بن عمرو بن أمية الضمري حديثاً طويلاً - وفيه - وكننت لحمزة تحت صخرة فلما دنا مني رميته بحررتي فأضعها في ثنته حتى خرجت من بين وركيه قال: فكان ذلك العهد به فلما رجع الناس رجعت معهم، فأقمت بمكة حتى فشا فيها الإسلام، ثم خرجت إلى الطائف فأرسلوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً فقبل لي إنه لا يهيج الرسل قال: فخرجت معهم حتى قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رأيته قال: أنت وحشي! قلت: نعم، قال: أنت قتلت حمزة؟ قلت: قد كان من الأمر ←

دوسرے شیخین کی روایت میں حضرت ہندہؓ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور نفقہ کا مسئلہ پوچھنا اور آپ کا جواب ارشاد فرمانا: خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف (۱) مذکور ہے، جو اس روایت کے معارض ہے۔

تیسرے کتب اسماء الرجال تقریب وغیرہ میں یہی نام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور ہے (۲) جن کا محبوب ہونا معلوم ہے۔

چوتھے ان سب سے قطع نظر نام کا مبعوض ہونا تو ثابت نہیں، غرض ہر طرح سے یہ دعویٰ بے اصل ہے، اور نام رکھنے میں کسی قسم کا محذور نہیں۔ فقط۔ (النور، رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ ص ۸)

قربان علی نام کو علی بخش پر قیاس کرنا صحیح نہیں

سوال (۲۵۰۵): قدیم ۱۵۸/۴ - ایک شخص کے والد صاحب نے اُن کا نام قربان علی

← ما بلغک، قال: فهل تستطيع أن تغيب وجهک عني قال: فخرجت فلما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج مسيلمة الكذاب. الحديث. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب قتل حمزة، النسخة الهندية ۲/ ۵۸۳، رقم: ۳۹۲۵، ف: ۴۰۷۲)

(۱) عن عائشة أن هند بنت عتبة قالت: يا رسول الله! إن أبا سفيان رجل شحيح وليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلا ما أخذت منه وهو لا يعلم، فقال: خذي ما يكفیک وولدک بالمعروف. (بخاري شريف، كتاب النفقات، باب إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ما يكفيها وولدها بالمعروف، النسخة الهندية ۲/ ۸۰۸، رقم: ۵۱۵۵، ف: ۵۳۶۴)

ابن ماجه شريف، كتاب التجارات، باب ما للمرأة من مال زوجها، النسخة الهندية ص: ۱۶۶، دار السلام رقم: ۲۲۹۳۔

(۲) هنسلة بنت أبي أمية بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم المخزومية أم سلمة أم المؤمنين تزوجها النبي صلى الله عليه وسلم بعد أبي سلمة سنة أربع، وقيل ثلاث الخ. (تقریب التهذيب، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۷۵۴، رقم: ۸۶۹۴)

تهذيب التهذيب، المکتبہ التجارية مصطفى احمد باز ۱۰/ ۵۰۸-۵۰۹، رقم: ۸۹۸۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: بہشتی زیور کے ان ناموں میں اور قربان علی میں فرق ہے، اس کے معنی تو یہ ہیں کہ یہ شخص حضرت علیؑ پر فدا ہے، سوحدیثوں میں: بأبي أنت وأمي یا رسول! صلی اللہ علیہ وسلم (۱) صریح دال ہے مقبولانِ حق پر اپنے کو فدا اور قربان کہنے کے جواز پر؛ البتہ محمد بخش ایسا ہی ہے جیسا بہشتی زیور کے نام۔ ۴۰ / ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

کوئی متبرک لباس پہن کر نماز پڑھنا

[illegible]

(١) إن أبا هريرة رضي الله عنه قال: بينما نحن جلوس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بينا أنا نائم رأيتني في الجنة، فإذا امرأة تتوضأ إلى جانب قصر فقلت: لمن هذا القصر؟ فقالوا: لعمر، فذكرت غيرته فوليت مدبراً فبكى عمر^{رض} وقال: عليك بأبي أنت وأمي يا رسول الله أغار. (بخاري شريف، كتاب التعبير، باب الوضوء في المنام، النسخة الهندية ٢/ ١٠٤٠، رقم: ٦٧٥٤، ف: ٧٠٢٥)

عن أبي ذر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عادته أو أن أبا ذر عاد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: بأبي أنت وأمي يا رسول الله: أي الكلام أحب إلى الله عز وجل؟ قال: ما اصطفاه الله لملائكته سبحانه ربي وبحمده سبحانه ربي وبحمده. (ترمذي شريف، كتاب الدعوات، باب أي الكلام أحب إلى الله، النسخة الهندية ٢/ ١٩٩، دارالسلام رقم: ٣٥٩٣)

الجواب: خارج نماز برکت حاصل کرنے کا مضائقہ نہیں، یا اتفاقاً اس کے پہنچنے ہوئے نماز کا وقت آجاوے اور اسی حالت میں پڑھ لی جاوے اس کا بھی حرج نہیں، باقی قصداً اس سے نماز پڑھنا غالباً سبب ہو جاوے گا اس اعتقاد کا کہ اس کے لباس کو زیادت قبول صلوة میں خاص دخل ہے، اور یہ اعتقاد بدعت ہے؛ اس لئے قابل احتیاط ہے (۱)۔ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ (تمہ خلسہ ص ۲۲۵)

لندن وغیرہ کی سیاحت کا حکم

سوال (۲۵۰۷): قدیم ۱۵۹/۴ - نہایت ہی مؤدبانہ التجا ہے کہ آنحضرت بہت بہت امور دریافت طلب کے جواب سے احقر کو مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں گے، بندہ نے ایک جگہ آنجناب کے نسخہ میں پڑھا ہے، جس کا مطلب کمترین کو یہ معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت ولایت کا جانا برا نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔ بشرطیکہ انسان حد و شرعی کے اندر رہے؟

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (مسلم شريف، كتاب الأفضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهندية ۲/ ۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸)

بخاري شريف، كتاب الصلح، باب إذا اُصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷ -

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنما هما اثنتان الكلام والهدي فأحسن الكلام كلام الله وأحسن الهدي هدي محمد، ألا وإياكم ومحدثات الأمور، فإن شر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة.

الحديث (ابن ماجه شريف، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، النسخة الهندية ص: ۶، دار السلام رقم: ۴۶)

أبو داود شريف، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷ -

من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مكتبه إمداديه ملتان ۱/ ۲۱۵)

الجواب: یہ واقعی ہے، مگر حدود کے اندر رہنا ہر شخص کی ہمت نہیں؛ اس لئے ضعفاء کو علی الاطلاق منع کیا جاوے گا، جیسے وباء کے زمانہ میں کھیرا کٹڑی ہر ایک کو مضرت نہیں ہوتا، مگر ممانعت قانونی عام ہوتی ہے۔

بقیہ سوال مذکورہ بالا: تو ان حالات میں جہاں تک حدود شرعی کا قائم رکھنا ممکن ہو، اور ضروری ہو اس سے خاکسار کو ایما بخشیں؟

الجواب: میں تو وہاں کی حالت سے خالی الذہن ہوں آپ جو پوچھئے گا جواب عرض کروں گا۔

ہدایات برائے سفر لندن

سوال (۲۵۰۸): قدیم ۱۵۹/۴ - صرف یہی نہیں بلکہ اور جو کوئی بُرائیاں ہوں جو میرے علم میں ابھی نہ آئی ہوں، مگر آنحضرت کو معلوم ہوں، تو اُن سے بچنے کے لئے بھی فدوی کو آگاہ فرمادیں؟

الجواب: اوپر عرض کیا ہے؛ البتہ بطور کلیہ کے ایک بات میرے خیال میں آئی ہے، جس کو عرض کرتا ہوں، کہ بلا ضرورت شدیدہ کسی کی صحبت میں نہ بیٹھے، خواہ فرد واحد یا جماعت، اور آنکھ اور کان کو اُن کے حظوظ سے بچائیے (۱)۔ ۳/رب جب ۱۳۴۲ھ (تمہ خامسہ ص ۴۲۲)

اپنی لڑکی کو ماں یا لڑکے کو باپ کہہ دینے کا حکم

سوال (۲۵۰۹): قدیم ۱۵۹/۴ - ملک بنگالہ میں اکثر عوام و خواص اپنی بیٹی کو بطور ناز کے ماں کہہ کر پکارتے ہیں، ایسے ہی بیٹے کو باپ سے خطاب کرتے ہیں، ایک نیم مولوی نے وعظ میں بیان کیا کہ یہ جائز نہیں؛ بلکہ حرام ہے، شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱) عن أبي موسى رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابك وإما أن تجد منه ريحاً خبيثة. (بخاري شريف، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، النسخة الهندية ۲/ ۸۳۰، رقم: ۵۳۱۹، ف: ۵۵۳۴)

بخاري شريف، كتاب البيوع، باب في العطار وبيع المسك، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۲،

رقم: ۲۰۵۴، ف: ۲۱۰۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: مجاز ہے، جس میں کوئی محذور شرعی نہیں؛ اس لئے جائز ہے (۱)۔ (تمتہ خامسہ ص ۳۲۰)

مفسد کے پائے جانے کی وجہ سے رسم بیعت کے ترک کے سلسلہ میں مشورہ اور جواب

سوال (۲۵۱۰): قدیم ۱۵۰/۴ - بعض مخالفین کہتے ہیں، آج کل پیری مریڈی چھوڑ دینا چاہئے؛

کیونکہ اس میں بہت سے مفسد پیدا ہو گئے ہیں، جیسا کہ فاتحہ وعرس و قیام کو اسی بناء پر ناجائز کہا جاتا ہے؛ البتہ اگر بیعت ارادت کو واجب کہا جاوے تو اعتراض نہیں پڑے گا، لیکن یہ محتاج دلیل ہے؟

الجواب: یہ شخص تقلید شخصی کے باب میں کیا کہے گا، کیا اس میں بعض جگہ مفسد نہیں، اور اس کا وجوب کیا محتاج دلیل نہیں؟ (تمتہ خامسہ ص ۳۲۰)

رسالہ اخبار بنی کے دوقول میں فیصلہ

سوال (۲۵۱۱): قدیم ۱۶۰/۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید کہتا ہے کہ آج کل جو مختلف قسم کے اخبار نکلتے ہیں جن میں قسم قسم کے اخبار رطب و یابس نقل کئے جاتے ہیں، جس میں بعض محض بے اصل ہوتی ہیں، اور بعض میں قسم بقسم شکایتیں بھی لکھی جاتی ہیں، جو شرعاً ممنوع معلوم ہوتا ہے، عمرو کا خیال ہے کہ اس میں دنیاوی اور دینی فائدہ ہے؛ کیونکہ اس میں اخلاقی، ادبی، تمدنی اصلاح لسانی وغیرہ مضامین ہوتے ہیں، جن سے ترقی کا طریقہ معلوم ہوتا ہے، اور مختلف جگہ کے

(۱) مستفاد: ویکرہ قوله: أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي ونحوه (درمختار) وفي الشامية: قوله (ويكره) جزم بالكرهية تبعاً للبحر والنهر، والذي في الفتح، وفي أنت أمي لا يكون مظاهراً، وينبغي أن يكون مكروهاً، فقد صرحوا بأن قوله لزوجه يا أختية مكروه. (الدرالمختار مع الشامى، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ۵ / ۱۳۱، کراچی ۳ / ۴۷۰)

وقيد بالتشبيه؛ لأنه لو خلا عنه بأن قال: أنت أمي لا يكون مظاهراً لكنه مكروه لقربه من التشبيه الخ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ۴ / ۱۶۵)

مسلمانوں کی حالت معلوم ہوتی ہے، یعنی کہیں تو مسلمان سخت مصائب میں گرفتار ہیں، کہیں مسلمانوں پر کفار حملہ کر رہے ہیں، جس کا دفعیہ ہر مسلمان پر واجب ہے، کہیں اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جاتے ہیں، جس کا ثبوت مسلمانوں پر ضروری ہے، یہ سب باتیں اکثر اخبار ہی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں، تو اس حالت گوناگوں میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینو اتو جروا۔ بحوالہ کتب۔

الجواب: جو شخص مفاسد سے بچ سکے اس کو تحصیل مصالح کے لئے اخبار بینی جائز ہے، ورنہ مفاسد سے بچنا، ہم ہے جلب مصالح سے (۱)۔ ۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ (تمہ خامسہ ص ۶۷۷)

افکار دینی ضمیمہ اخبار بینی

بعد الحمد والصلوة! احقر نے ۱۴۳۳ھ میں ایک رسالہ اخبار بینی کے مفاسد کے متعلق لکھا تھا اور یہی اس کا نام تھا، اور اس کے ختم پر بعنوان تنبیہ یہ تصریح کر دی تھی کہ اگر کسی اخبار کے بائع و مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا؛ لیکن اس کا مصداق بہت قلیل ہے، چونکہ اس تنبیہ کا مضمون گومہم تو نہ تھا؛ بلکہ مفسر تھا؛ لیکن مجمل تھا؛ اس لئے قاصر النظر لوگوں نے اس کو یاد کیا نہیں یا سمجھا نہیں، اور بیجا اعتراضات کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اس حالت میں تو اخبار کا وجود ہی اڑ جائے گا اس لازم کی تعلیل کے لئے میری ایک تقریر ملفوظ اور ایک تحریر محفوظ شائع ہو چکی ہے، اس وقت سہولت ناظرین کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں کے مختصر اقتباسات سے نفس اخبار کی مشروعیت اور خاص آداب سے اس کی مشروعیت قلمبند کر کے دکھلا دیں کہ ان آداب کی رعایت کے ساتھ اخبار جاری رہ سکتا ہے؛ البتہ بقدر ضرورت علم دین کی ضرورت

(۱) درء المفساد أولى من جلب المصالح، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتناءه بالمأمورات، ولذا قال عليه الصلاة والسلام: إذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه، وري في الكشف حديثاً لترك ذرة مما نهى الله عنه أفضل من عبادة الثقلين. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال قديم ص: ۱۴۷، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۶۴)

درء المفساد أولى من جلب المصالح. (قواعد الفقه، مكتبته أشرفیہ ديوبند ص: ۸۱)

شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبته اتحاد ديوبند ۱/ ۳۲، رقم المادة: ۳۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ہے، اور اگر خود ایڈیٹر صاحب علم نہ ہو تو اخبار کا مسودہ مرتب کر کے کسی محقق مبصر عالم کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اصلاح کے لئے پیش کر دے، وہ ان مضامین کو آداب شرعیہ پر منطبق فرما کر زبانی سمجھا دیں گے، ذیل میں ان ہی آداب کی تفصیل ہے، اور اس عجالہ کو افکار دینی کے لقب سے اور اس کے اجزاء کو عنوان فکر سے ملقب کرتا ہوں اور اس کو اخبار بینی کا ضمیمہ بناتا ہوں۔

فکر اول: جو اخبار حد و شرعیہ کے خلاف ہو اس کا مذموم ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے: وإذا جاءهم أمر من الأمن أو الخوف - إلى قوله - يستنبطونه منهم۔ یعنی جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور کر دیتے ہیں (اس میں ایسے اخبار اور ایسے جلسے بھی آگئے، حالانکہ کبھی وہ غلط ہوتی ہے، کبھی اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے) اور اگر (بجائے خود مشہور کریں گے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ ﷺ (کی رائے) کے اوپر اور جوان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں (یعنی اکابر صحابہؓ) ان (کی رائے) کے اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے) تو اس کو وہ حضرات پہچان لیتے ہیں جوان میں تحقیق کر لیا کرتے ہیں (پھر جیسا یہ حضرات عمل درآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اُڑانے والوں کو کرنا چاہئے تھا)۔ (نساء) (۱)۔

فکر ثانی: اور جو اخبار حد و شرعیہ کے اندر ہو اس کا مفید ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، یعنی ابن ابی ہالہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے حالات کی تلاش رکھتے تھے (اور) (خاص) لوگوں سے پوچھتے رہتے کہ (عام) لوگوں میں کیا واقعات (ہو رہے) ہیں (۲) (شمال ترمذی) ف اخبار کا یہی حاصل ہے۔

(۱) سورة النساء، رقم الآية: ۸۳۔

(۲) عن الحسن بن علي رضي الله عنه قالت: سألت خالي هند بن أبي هالة وكان وصافاً عن حلية النبي صلى الله عليه وسلم، وأنا اشتبهني أن يصف لي منها شيئاً، فقال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فحماً فخمياً يتألاً وجهه تألاً القمر ليلة البدر، فذكر الحديث بطوله وكان من سيرته في جزء الأمة إيثار أهل الفضل بإذنه وقسمه على قدر فضلهم في الدين، فمنهم ذو الحاجة، ومنهم ذو الحاجتين، ومنهم ذو الحوائج، فيتشغل بهم ويشغلهم فيما يصلحهم، والأمة من مسئلتهم عنه، وأخبارهم بالذي ينبغي لهم ويقول: ليبلغ الشاهد منكم الغائب، وابلغوني حاجة من لا يستطيع إبلاغها؛ فإنه من أبلغ سلطاناً حاجة ←

فکر ثالث: اس باب میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا بعینہ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس بات کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے، اور جس کو بولنا گناہ ہے اُس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے؛ بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہوتی ہے؛ کیونکہ تحریر ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے؛ اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی، اور لوگ اس کے اچھے یا بُرے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے اُس وقت تک کاتب کے لئے اس کا ثواب یا عذاب جاری رہے گا (۱) اس لئے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کو مندرجہ ذیل معیار پر جانچ لے، اور درحقیقت یہی معیار تمام اُن آداب کی مجمل تصویر کا ہے، جن کی تفصیل ہم اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

فکر رابع: مضمون نگاری اور اخبار نویسی میں مذہبی جرائم اور شرعی گرفت سے بچنے کا سب سے بہتر ذریعہ اور جامع مانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ کر لے پہلے اپنے ذہن میں استفتاء کرے کہ اس کا لکھنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں (۲)۔ اگر جائز ثابت ہو تو قدم آگے بڑھائے،

← من لا يستطيع إبلاغها ثبت الله قدميه يوم القيامة. الحديث (شمائل ترمذی، باب ماجاء في تواضع رسول الله صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ص: ۲۲)

(۱) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، ومن سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء. (مسلم شریف، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمر أو كلمة طيبة وأنها حجاب من النار، النسخة الهندية ۱/ ۳۲۷، بیت الأفكار، رقم: ۱۰۱۷)

عن المنذر بن جرير عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سن سنة حسنة فعمل بها كان له أجرها، ومثل أجر من عمل بها لا ينقص من أجورهم شيئاً، ومن سن سنة سيئة فعمل بها كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده لا ينقص من أوزارهم شيئاً. (ابن ماجه شریف، المقدمة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة، النسخة الهندية ص: ۱۸، دار السلام رقم: ۲۰۳)

(۲) عن وابصة بن معبد الأسدي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لو ابصت: ←

ورنہ بعض لوگوں کے خوش کرنے کے لئے گناہ میں ہاتھ رنگ کر پرائی بدشگونئی کے لئے اپنی ناک نہ کاٹے، اور اگر خود احکام شرعیہ میں ماہر نہ ہو تو کسی ماہر سے استفتاء کرنا ضروری ہے، یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویسی میں نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر میں ہر مسلمان کا مطمح نظر ہونا چاہئے، اس کے بعد ہم اس کی تفصیل چند نمبروں میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

(۱) جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور معائب پر مشتمل ہو اس کو اس وقت تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجت شرعیہ سے اس کا کافی ثبوت نہ مل جائے؛ کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں (۱) لیکن آج اہل قلم اس سے غافل ہیں، اور اخبار کار شاید کوئی صفحہ اس سے خالی ہوتا ہو۔

(۲) یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجت شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کار لکھ دینا ہرگز کافی نہیں؛ بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے؛ کیونکہ دو رجحانات کے تمام اخبارات کے صدہا تجربات نے اس بات کو ناقابل انکار کر دیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں، اور جس شخص کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں، اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی، اور یہ صورت کبھی تو قصداً کی جاتی ہے، اور کبھی سہواً و غلطاً ہو جاتی ہے؛ اس لئے اگر کسی اخبار میں کسی شخص کے حوالہ سے کوئی مضمون یا واقعہ نقل کر دیا جائے تو شرعاً اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ اگر یہ واقعہ کسی کی مذمت یا مضرت یا عیب جوئی پر مشتمل نہ ہو تو پھر یہ ضعیف ثبوت بھی کافی ہے، اور اس کو نقل کر کے شائع کر دیا جائے۔

(۳) کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے بھی ثابت ہو جائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں؛ بلکہ اس وقت فرض یہ ہے کہ خیر خواہی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا

← جئت تسأل عن البر والإثم؟ قال: قلت: نعم، قال: جمع أصابعه فضرب بها صدره وقال: استفتت نفسك استفتت قلبك يا وابصة - ثلاثاً - البر ما اطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب، والإثم ما حاك في النفس، وتردد في الصدر، وإن أفتاك الناس وأفتوك. (مسند الدارمي، كتاب اليسوع، باب دع ما يريك إلى ما لا يريك، دار المغني للنشر والتوزيع الرياض ۳/ ۱۶۴۹، رقم: ۲۵۷۵)

(۱) وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ. [سورة النحل، رقم الآية: ۱۱۶]

جائے، اگر سمجھانے کو نہ مانے اور آپ کو قدرت ہو تو ہجر اس کو روک دیں، ورنہ کلمہ حق پہنچا کر آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائیں، اس کی اشاعت کرنا اور رسوا کرنا علاوہ نبی شرعی کے تجربہ سے ثابت ہے کہ بجائے مفید ہونے کے ہمیشہ مضر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے، کہ اگر اپنے بھائی مسلمان کا عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے؛ بلکہ پردہ پوشی سے کام لے (۱) اور خفیہ اس کو سمجھائے؛ کیونکہ یہی طرز زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔

(۴) البتہ اگر کسی مسلمان کا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت ہو کہ جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہے، اور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتا ہے تو پھر اس کی بُرائی کو علانیہ شائع کر سکتا ہے، اس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (۲)۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ بُرائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو (وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کر سکتا ہے) امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت کرے، یا شکایت کرے؛ لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اُس کے لئے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے، اور اپنے معاملہ کا اعلان کرے، اور اس کے ظلم کو لوگوں پر ظاہر کرے (روح المعانی (۳) لیکن اس صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ عام اعلان و اشاعت کے بجائے صرف اُن لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی کر سکیں۔

(۱) عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة. (بخاري شريف، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه، النسخة الهندية ۱/ ۳۳۰، رقم: ۲۳۷۸، ف: ۲۴۴۲)

مسلم شريف، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، النسخة الهندية ۲/ ۳۲۰، بيت الأفكار رقم: ۲۵۸۰۔

ترمذي شريف، كتاب الحدود، باب ما جاء في الستر على المسلم، النسخة الهندية ۱/ ۲۶۳، دار السلام رقم: ۱۴۲۶۔

(۲) سورة النساء، رقم الآية: ۱۴۸۔

(۳) وعن مجاهد أن المراد لا يحب الله سبحانه أن يذم أحد أحداً أو يشكوه

(۵) اگر کسی اخبار میں کوئی قابل تردید غلط مضمون کسی شخص کے نام سے طبع ہوا ہو تو اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفا کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے: اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے؛ کیونکہ ابھی تک کسی حجت شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اس شخص کا ہے۔

(۶) جو خبر کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو، اس کی اشاعت جائز ہے، مگر اس شرط سے کہ اس کی اشاعت کسی مسلمان کی خاص مصلحت یا عام مصلحت کے خلاف نہ ہو، اور جس میں ایسا احتمالِ ضعیف بھی ہو تو بجز اُن لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہوں عام لوگوں پر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہئے؛ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہنچی ہو۔ آیت: وَإِذَا جَاءَ هُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ (۱) میں ایسے ہی اخباروں اور جلسوں کی مضرت اور مذمت کو بیان فرمایا ہے (جیسا اوپر بھی گذرا ہے) لیکن مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ اس کو بھی خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے؛ بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے، اس کی نقلی دلیل یہ ہے:

من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيہ (۲)۔ (ترجمہ): ”انسان کے اسلام کے اچھا ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے۔“

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ کوئی خبر خود مقصود نہیں ہوتی؛ بلکہ ہمیشہ کسی انشاء کا ذریعہ ہو کر مقصود کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور دراصل مقصود کوئی فعل ہوتا ہے، جو اس خبر سے متعلق ہو؛ اس لئے بہتر ہے کہ نتائجِ اخبار کو بھی ذکر کر کے اس کے فائدہ میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً آپ کسی شخص کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہیں کہ اس نے چند ہزار روپے کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی اور نیک کام میں صرف کیا تو اس کے بعد اس شخص کے لئے

← إِنْ مِنْ ظَلَمٍ، فَيَجُوزُ لَهُ أَنْ يَشْكُو ظَالِمَهُ وَيُظْهِرَ أَمْرَهُ، وَيَذْكُرَهُ بِسُوءِ مَا قَدْ صَنَعَهُ. (روح المعاني، سورة النساء، آیت: ۱۴۸، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/ جزء ۶/ ۳)

(۱) سورة النساء، رقم الآية: ۸۳۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيہ. (ترمذی شریف، کتاب الزهد، باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس، النسخة الهندية ۲/ ۵۸، دار السلام رقم: ۲۳۱۷)

دعاء ترقی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کی ترغیب ذکر کر دی جائے، یا مسلمانوں کی کسی جماعت یا ایک شخص کی معصیت کا ذکر آیا تو خود بھی دعاء کرے اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے، نیز یہ کہ جس سے ہو سکے تو اس کی مادی امداد بھی کرے، کسی کی موت کا ذکر کیا ہے تو لوگوں کو اُس طرف متوجہ کرے کہ عبرت حاصل کریں، اور اپنے لئے اس وقت کے لئے سامان تیار کریں، اوّل تو کوئی واقعہ اور کوئی خبر دنیا میں ایسی کم ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متصور نہ ہو؛ لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہو تب بھی اس کو محض تفریح طبع کی مد میں ذکر کر دینا مضائقہ نہیں بلکہ یہ ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہے، جب اعتدال کے ساتھ ہو، اور حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اس حکمت پر مبنی تھا (۱)۔

(۷) خلاف شرع مضامین اور لحدین کے عقائد باطلہ اوّل تو شائع نہ کئے جائیں، اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں شائع ہوں، اُسی پرچہ میں ان کی تردید اور شافی جواب بھی ضرور شائع کر دیئے جائیں، آئندہ پرچہ پر اس کو حوالہ نہ کیا جائے؛ کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گذرتے۔ خدا خواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہو گئے تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا۔

(۸) اگر مسلمانوں پر کافروں کے ظلم کی خبر شائع کرنا ہو تو جب تک اس ظلم کی نسبت کافروں کی طرف مٹھی شریعہ سے ثابت نہ ہو، اس طرح شائع کیا جائے کہ فلاں مقام کے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں، مسلمان ان مظالم کا انسداد کریں، اور جائز طریق پر اُن کی جانی و مالی امداد کریں۔

(۹) اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ ایسا شخص بنے جو تمام علوم اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو، یا کم از کم علماء سے رجوع کرنے کا پابند ہو، اور مذہب سے ہمدردی رکھنے والا ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ اخبار اشاعت بے دینی و بے قیدی کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

(۱) اعلم أن المزاح المنهي عنه هو الذي فيه إفراط ويداوم عليه، فإنه يورث الضحك وقسوة القلب، ويشغل عن ذكر الله والفكر في مهمات الدين ويؤول في كثير من الأوقات إلى الإيذاء ويورث الأحقاد ويسقط المهابة والوقار، فأما ما سلم من هذه الأمور فهو المباح الذي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله على الندرة لمصلحة تطييب نفس المخاطب ومؤانسته وهو سنة مستحبة فاعلم هذا، فإنه مما يعظم الاحتياج إليه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان ۹ / ۱۷۱)

(۱۰) کسی ایسی کتاب کا جو دین کو مضر ہو، یا ایسی دوا کا جو شرعاً حرام ہو، یا کسی ایسے معاملہ کا جو شرعاً فاسد ہو اشتہار نہ دیا جاوے (۱) اور نہ اخبار میں تصویر بنائی جائے (۲)۔

یہ مختصر گزارش ہے جو محض دل سوزی اور ہمدردی پر مبنی ہے، اگرچہ زمانہ کی مسموم ہوا میں کارگر ہونے کی توقع نہیں؛ لیکن بایں امید کہ شاید خدا تعالیٰ کسی نیک بندہ کو عمل اور اصلاح کی توفیق عطا فرماویں، یہ سب عرض کر دیا گیا۔ واللہ الحمد۔

فکر خامس: آدمی دنیا میں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے، پس اصل کام اُس کا شغل دینی ہے؛ لیکن بضرورت اسی شغل دینی کی اعانت و تقویت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے، بشرط اعتدال و اباحت (۳) پس اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرہ سے باہر ہو اُس سے مجتنب رہے، اور اسی قاعدہ کی معرفت کے لئے کتب و رسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی صحبت لازم سمجھے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلُغُ، تمت الضميمة.

۲/ شعبان ۱۳۴۹ھ (النور صفر ۵۵ ص ۳)

(۱) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [سورة المائدة، رقم

[الآية: ۲]

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون. (بخاري شريف، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰)

مسلم شريف، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹۔

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة في الدنيا كلف أن ينفخ فيها الروح يوم القيامة، وليس بنافخ. (بخاري شريف، باب من صور صورة كلف يوم القيامة، أن ينفخ فيها الروح وليس بنافخ، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۱، رقم: ۵۷۳۰، ف: ۵۹۶۳)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا إن الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ذكر الله وما والاه وعالم أو متعلم. (ترمذي شريف، كتاب الزهد، باب منه، النسخة الهندية ۲/ ۵۸، دار السلام رقم: ۲۳۲۲) ←

جب روپیہ بدو نالاش کے وصول ہو جائے تو زرخرچہ مقدمہ کی واپسی لازم ہے

سوال (۲۵۱۲): قدیم ۱۶۵/۲ - چند روز ہوئے کہ ہندو کارگر کو ہمارے منیجر نے ۲۰۰ روپے کچھ سامان بنانے کے لئے پیشگی دس روز کے وعدہ پر دیئے تھے، مگر کارگر نے اپنی بددیانتی سے روپیہ دوسرے کاموں میں صرف کر ڈالے، اور دو ماہ کے بعد بھی ہمارا مال بنا کر نہ دیا، اُسے نوٹس دیا گیا کہ ہمارا روپیہ مع خرچہ کے واپس کر دو، ورنہ نالاش کر دی جاوے گی، چنانچہ منیجر نے اس سے اپنے طور سے سمجھا بچھا کر علاوہ اصل دو سو روپے کے بارہ روپے خرچہ کے بھی وصول کر لئے، اور اس میں سے چھ روپے اپنی محنت کاٹ کر باقی چھ روپے ہمیں دیئے کہ یہ تمہارا حصہ ہے؛ لیکن میں نے اُسے سو سمجھ کر لینے سے انکار کیا، تو اُس نے کہا اچھا یہ رقم غریبوں کو تقسیم کر دینا؛ لیکن میں نے اُسے بطور امانت کے رکھ دیا ہے، اس کے متعلق جو حکم شرع ہو اس سے آگاہ فرمایا جاوے؟

الجواب: نالاش وغیرہ میں اگر کچھ صرفہ ہوا ہو حسب فتویٰ بعض علماء اس کو تو آپ رکھ سکتے ہیں (۱)

← واذا عرفت حقيقة الدنيا فدنياك ما لك فيه لذة في العاجل وهي مذمومة فليست وسائل العبادات من الدنيا كأكل الخبز مثلاً للتقوي عليها وإليه الإشارة بقوله: الدنيا مزرعة الآخرة، وبقوله صلى الله عليه وسلم: الدنيا ملعونة وملعون ما فيها إلا ما كان لله منها، وقال ابن عباس رضي الله عنه: إن الله تعالى جعل الدنيا ثلاثة أجزاء، جزء للمؤمن، وجزء للمنافق، وجزء للكافر، فالمؤمن يتزود، والمنافق يتزين، والكافر يتمتع. (مرقاة المفاتيح، كتاب الرقاق، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۹/ ۳۶۲-۳۶۳)

(۱) وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند محمد زجراً له أي للساعي وبه يفتي. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الغصب، مطلب في ضمان الساعي، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۳۰۹، كراچی ۶/ ۲۱۳)

وكذا ضمن الساعي لو سعى بغير حق عند محمد زجراً له وبه يفتي لكثرة السعاة في زماننا. (مجمع الأنهر، كتاب الغصب، فصل ثالث، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۹۹)

وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند محمد زجراً للساعي وبه يفتي، ويعزر ولو مات الساعي فللمسعى به أن يأخذ قدر الخسران من تركته وهو الصحيح. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۳۰۵) ←

اور اس سے جو زائد ہوا صل مالک رقم کو واپس کر دینا ضروری ہے (۱) اگر صرف سچا واپسی خلاف مصلحت ہو تو اور کسی ذریعہ سے اور کسی عنوان سے واپس کر دینا چاہئے (۲)۔

قرب ۱۳۳۸ھ (حوادث خامسہ ص ۳۳)

← سبب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الغصب، دارالکتب العلمیة بیروت

۹۸/۴۔

(۱) ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن إن أخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه أن يرده على مالكة إن وجد المالک، وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء. (بذل المجهود، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، قديم ۳۷/۱، دارالبشائر الإسلامية بیروت ۳۵۹/۱، تحت رقم الحديث: ۵۹) ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۵۵۳/۹، کراچی ۳۸۵/۶)

تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۶۰/۷، إمدادیہ ملتان ۲۷/۶۔

(۲) ویسراً بردها ولو بغير علم المالک. في البزازية: غصب دراهم إنسان من كيسه، ثم ردها فيه بلا علمه برئ، وكذا لو سلمه إليه بجهة أخرى كهبة أو إيداع أو شراء، وكذا لو أطعمه فأكله خلافاً للشافعي. زيلعي (الدر المختار مع الشامي، کتاب الغصب، مطلب في رد المغصوب، وفيما لو أبى المالك قبوله، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۶۶-۲۶۷، کراچی ۱۸۲/۶)

ولو أطعم الغاصب المغصوب مالكة برئ، وإن لم يعلمه، أي وإن لم يعلم الغاصب المالک أنه طعامه؛ لأنه عين ماله، وصل إليه فلا يضمه ثانياً، وكذا فيما إذا لبس الثوب المغصوب مالكة خلافاً للشافعي. (مجمع الأنهر، کتاب الغصب، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۰۰/۴)

تبیین الحقائق، کتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ۳۱۶/۶، إمدادیہ ملتان ۵/۲۲۲۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

زیرپائی (زنانی جوتی) کا حکم

سوال (۲۵۱۳): قدیم ۴/۱۶۵ - زیرپائی کا حکم مردوں کے لئے کیا ہے، اور عورتوں کے لئے کیا ہے، مجھے شبہ تشبہ بالفساق کا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: زیرپائی سے قلب میں وجداً نائواں کا معلوم ہوتا ہے، باقی وجہ پورے طور سے ذہن میں حاضر نہیں (۱)۔ ۱۳۳۹ھ (حوادث ص ۳۷)

یزید کی طاعت سے خروج کے عدم جواز پر شبہ کا جواب

سوال (۲۵۱۴): قدیم ۴/۱۶۵ - ایک امر میں مجھے اندیشہ ہے، حل کر دیجئے، وہ یہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ گو فاسق و ظالم ہو اُس سے بغاوت و خروج عن الاطاعت نہیں روا ہے، یزید اگرچہ فاسق ہو لیکن امور شرعیہ میں زیر اطاعت اس کے رہنا چاہئے تھا یا نہیں؟ پھر اتنے بڑے امام کیونکر خلاف شرع بغاوت کر سکتے ہیں، ورنہ بغاوت کا دھبہ لگے گا؟

الجواب: اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، کہ فاسق امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اسی

(۱) زیرپائی چونکہ ایک قسم کی زنانی جوتی ہے؛ لہذا اس کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے؛ البتہ مردوں کے لئے تشبہ بالنساء کی وجہ سے اس کا استعمال ناجائز ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۴، رقم: ۵۶۵۷، ف: ۵۸۸۵)

ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ماجاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۸۴۔

أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس النساء، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دار السلام رقم: ۴۰۹۷۔

ابن ماجه شريف، كتاب النكاح، باب في المخنثين، النسخة الهندية ص: ۱۳۷، دار السلام رقم: ۱۹۰۴۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

طرح یہ کہ فسق طاری سے منعزل ہو جاتا ہے یا نہیں؟ و نیز یہ کہ مدار امامت کا اتفاق ہے اہل حل و عقد کا، اور اہل حل و عقد ہونا امر اجتہادی ہے، پس ان سب امور میں حضرت امام ہمام کے اجتہاد میں اس کی امامت صحیح نہ تھی (۱)۔ لہذا خروج کا شبہ ان پر نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

۲۳ رزی الحج ۱۳۲۲ھ (امداد ثالث ص ۱۴۵)

(۱) شرط الإمام بعد الإسلام خمسة: الذكورة، والورع، والعلم، والكفاءة، ونسب قریش: أي كونه من أولاد النضر بن كنانة خلافاً لكثير من المعتزلة، ولا يشترط كونه هاشمياً ولا معصوماً خلافاً للروافض، وعند الحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة، فيصح تقليد الفاسق مع الكراهة، وإذا قلد عدلاً ثم جار وفسق لا ينزل، ويستحق العزل إن لم يستلزم فتنة، ويجب أن يدعى له ولا يجب الخروج عليه، كذا عن أبي حنيفة وكلمتهم قاطبة في توجيهه أن الصحابة صلوا خلف بعض بني أمية وقبلوا الولاية عنهم، ولا يخفى أن أولئك كانوا ملوكاً والمتغلب تصح منه هذه الأمور للضرورة، وليس من شرط صحة الصلاة خلاف الإمام عدالته، وصار كما لو يوجد قريشي عدل أو وجد ولم يقدر على توليته لغلبة الجورة الخ. (المسايرة في علم الكلام والعقائد التوحيدية المنجية في الآخرة للعلامة ابن الهمام، شروط الإمامة، المطبعة المحمودية التجارية بمصر ص: ۱۶۹-۱۷۰)

و بکمره تقلید الفاسق: أشار إلى أنه لا تشترط عدالته وعدها في المسايرة من الشروط وعبر عنها تبعاً للإمام الغزالي بالورع وعند الحنفية: ليست العدالة شرطاً للصحة، فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة، وإذا قلد عدلاً ثم جار وفسق لا ينزل، ولكن يستحق العزل إن لم يستلزم فتنة، ويجب أن يدعى له ولا يجب الخروج عليه، كذا عن أبي حنيفة وكلمتهم قاطبة في توجيهه هو أن الصحابة صلوا خلف بعض بني أمية، وقبلوا الولاية عنهم، وفي هذا نظر: إذ لا يخفى أن أولئك كانوا ملوكاً تغلبوا، والمتغلب تصح منه هذه الأمور للضرورة، وليس من شرط صحة الصلاة خلف إمام عدالته، وصار الحال عند التغلب كما لم يوجب أو وجد ولم يقدر على توليته لغلبة الجورة. كلام المسايرة للمحقق ابن الهمام. (شامي كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب شروط الإمام الكبرى، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۲۸۲-۲۸۳، کراچی ۱/ ۵۴۹)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الموسوعة الفقهية الكويتية ۶/ ۲۱۹-۲۲۰

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ

سوال (۲۵۱۵): قدیم ۱۶۶/۴ - ایک مقام پر ایک گستاخ کافر نے حضور اقدس ﷺ کی جناب میں گستاخانہ حالات شائع کئے تھے۔ مسلمانوں کے مواخذہ پر اُس نے علماء کی ایک باقاعدہ جمعیت سے معافی چاہی اور آئندہ احتیاط رکھنے کا، اور فی الحال اپنی اس غلطی و درخواست معافی کا اخباروں میں اعلان کر دینے کا وعدہ کیا، اس میں اکثر مسلمانوں کی رائے اس کو منظور کر لینے کی ہوگئی، اور بعض نے اختلاف کیا اور حکومت موجودہ میں استغاثہ دائر کرنے کی رائے دی، اور استغاثہ کے ناکام ہونے کے احتمال پر بھی استغاثہ ہی کو ترجیح دی، اور دلیل یہ بیان کی کہ یہ حق اللہ کا ہے، اس کی معافی کا حق صرف سلطان اسلام کو ہے، اس کے متعلق سوال آیا تھا، جس کا جواب حسب ذیل لکھا گیا؟

الجواب: معافی کی جو حقیقت صاحب شبہ نے سمجھی ہے اُس معنی کر یعنی بعد معافی کے ناگواری نہ رہنا، یہ معافی مذکور فی السؤال صورت معافی ہے، اسی لئے بعض حضرات کو شبہ ہو گیا کہ حق اللہ کے معاف کرنے کا کسی کو حق نہیں، مگر واقع میں معافی نہیں؛ بلکہ صلح ہے اور صلح سے کوئی امر مانع نہیں (۱) اور صلح جیسے بلا شرط ہو سکتی ہے، اسی طرح شرط پر بھی ہو سکتی ہے، جیسے یہاں یہ شرط مقرر کی جاتی ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے؛ البتہ صلح میں شرعاً یہ قید ہے کہ مسلمانوں کے حق میں وہ مصلحت ہو، اور یہاں مصلحت ہونا ظاہر ہے

(۱) عن ابن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما، والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما. (ترمذي شريف، الأحكام، باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱ / ۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲) أبو داود شريف، كتاب الأقضية، باب في الصلح، النسخة الهندية ۲ / ۵۰۶، دار السلام رقم: ۳۵۹۴۔

ابن ماجه شريف، الأحكام، باب الصلح، النسخة الهندية ص: ۱۷۰، دار السلام رقم: ۲۳۵۳۔
قوله: الصلح جائز بين المسلمين: خصهم لا لإخراج غيرهم بل لدخولهم في ذلك دخولا أو لبراء اهتماما بشأنهم الخ. (تحفة الأحوذی، أبواب الأحكام، باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، مكتبة زكريا ديوبند ۴ / ۴۸۷)

کہ فی الحال اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال ہے اور فی المآل ایک منکر قبیح کفری کا انسداد ہے، خود معاہدے میں بھی اور امید ہے کہ دوسرے متبحرین میں بھی، کہ اس منکر کا نتیجہ دیکھ کر بعضے عبرت پکڑیں گے اور بعضے مسلمانوں کی رواداری سے متاثر ہوں گے، اور یہ توقعات حکومت سے استغاثہ میں مظنون بھی نہیں؛ بلکہ مشکوک ہیں، چنانچہ فضائے موجود اس کی شاہد ہے، پھر اگر خدا نہ کردہ استغاثہ میں کامیابی نہ ہوئی تو اس پر جو مفاسد یقیناً مرتب ہوں گے، اُن کے انسداد پر مسلمانوں کو کوئی کافی قدرت نہیں، ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کی جرأت بڑھ جاوے گی؛ بلکہ ترقی کر کے کہا جاتا ہے کہ اگر کامیابی بھی ہوگئی تو ظاہر ہے کہ نمرائے موت کا تو احتمال بھی نہیں، صرف قید یا جُرمانہ ہو سکتا ہے، سو بہت سے مفسد ایسے ہیں کہ قید و جُرمانہ کی پروا بھی نہیں کرتے۔ ان کو ایک نظیر ہاتھ آ جاوے گی اور گو اس صلح کے بعد بھی ایسے واقعات محتمل ہیں مگر مفاسد کی قلت و ضعف و مشکوکیت اور زیادت و شدت و مظنونیت کا تفاوت ضرور قابل نظر و قابل عمل ہے، رہا یہ شبہ کہ معافی کا حق صرف سلطان اسلام کو ہے عامہ مسلمین کو نہیں۔ سوشہ میں جو دلیل بیان کی گئی ہے کہ یہ حق اللہ ہے، اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ سلطان کو بھی حق نہیں؛ کیونکہ سلطان حقوق اللہ کو معاف نہیں کر سکتا، باقی اگر اس دلیل سے قطع نظر کر کے اور اس معافی کو صلح قرار دے کر یا معافی کی تفسیر عدم انتقام فی البیان قرار دے کر یہ حکم کیا جاوے تو اوّل تو اس حکم کے لئے ایسی دلیل کی حاجت ہے جو سلطان کے ساتھ خاص ہو، سلطان اور عامہ مسلمین میں مشترک نہ ہو۔ دوسرے خود شریعت نے بہت سے احکام میں ضرورت کے وقت عامہ مسلمین کو قائم مقام سلطان کے ٹھہرایا ہے، جیسے نصب امام و خطیب جمعہ (۱)

(۱) معراج السدایۃ عن المبسوط: البلاد التي في أيدي الكفار بلاد الإسلام لا بلاد الحرب؛ لأنهم لم يظهروا فيها حكم الكفر بل القضاة والولاة مسلمون يطيعونهم عن ضرورة أو بدونها، وكل مصرفيه وال من جهتهم يجوز له إقامة الجمع والأعياد والحد وتقليد القضاة لاستيلاء المسلم عليهم فلو الولاة كفار يجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين، ويجب عليهم أن يلتمسوا واليا مسلما. (شامي، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في جواز استنابة الخطيب، مكتبه زكريا ديوبند ۱۴/۳، کراچی ۱۴۴/۲)

وفي مفتاح السعادة عن مجمع الفتاوى: غلب على المسلمين ولاية الكفار يجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين، ويجب ←

 ونصب متولی وقف (۱) اور یہاں اس معاملہ کا احکام مذکورہ سے زیادہ مہتمم بالشان اور ضرورت بھی ہونا ظاہر ہے۔ لفقدان السلطان المسلم۔ واللہ اعلم۔

۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ (النور ص ۱۰ / ردی الحجۃ ۱۳۵۰ھ)

جس تسبیح میں چھوٹا سا نوٹ لگا ہوتا ہے اس کا استعمال

سوال (۲۵۱۶): قدیم ۱۶۷/۴ - جن تسبیحوں میں بیت اللہ کی تصویر ہوتی ہے، ان میں کچھ آدمیوں کی جماعت طواف کرتی ہوئی نظر آتی ہے، آدمیوں کی شبیہ اس میں ہوتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں اس تسبیح کا ہاتھ میں رکھنا جائز ہے؟

← علیہم أن یلتمسوا والیا مسلما۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعة، دارالکتاب دیوبند ص: ۵۰۷)

النهر الفائق، کتاب القضاء، مکتبہ زکریا دیوبند ۳ / ۶۰۴۔

ہندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر: فی صلاۃ الجمعة، قدیم زکریا دیوبند ۱ /

۱۶۶، جدید زکریا دیوبند ۱ / ۲۰۷۔

(۱) فی مجموع النوازل: سئل شیخ الإسلام عن أهل مسجد اتفقوا علی نصب رجل متولیا لمصالح مسجدہم فتولی ذلک باتفاقہم هل یصیر متولیا مطلق التصرف فی مال المسجد علی حسب ما لو قلده القاضي؟ قال: نعم، قال: و مشایخنا المتقدمون رحمہم اللہ تعالیٰ یجیبون عن هذه المسألة ویقولون: نعم، والأفضل أن یكون ذلک بأمر القاضي، ثم اتفق مشایخنا المتأخرون رحمہم اللہ تعالیٰ وأستاذنا أن الأفضل أن ینصبوه متولیا ولا یعلموا به القاضي فی زماننا لما عرف من طمع القضاة فی أموال الوقف۔ (المحیط البرہانی، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون: فی المساجد، المجلس العلمي ۹ / ۱۳۹، رقم: ۱۱۳۹۲)

شامی، کتاب الوقف، مطلب: الأفضل فی زماننا نصب المتولی بلا إعلام القاضي، مکتبہ زکریا دیوبند ۶ / ۶۳۴، کراچی ۴ / ۴۲۲۔

الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون الخ، مکتبہ زکریا دیوبند

۸ / ۱۸۰، رقم: ۱۱۵۷۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدرالمختار: لا يكره -إلى قوله- أو كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائماً، وهي على الأرض ذكره الحلبي الخ. وفي ردالمحتار في آخر هذا البحث:

تنبيه: هذا كله في اقتناء الصورة، وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً؛ لأنه مضاهاة لخلق الله تعالى كما مرّ. ج ۱، ص ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹ (۱)۔
اس روایت سے دو امر معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ایسی عکسی تصویر بنانا حرام ہے (۲)۔

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکره فیها، قبیل مطلب الکلام علی اتخاذ المسبحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۱۷۴ - ۲۰، کراچی ۱/ ۶۴۸ - ۶۵۰۔

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة المصورون. (بخاري شريف، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰)
مسلم شريف، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹۔

قال ابن عباس رضي الله عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة في الدنيا كلف أن ينفخ فيها الروح يوم القيامة، وليس بنافخ. (مسلم شريف، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۱۰)

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتن أو غيره فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لحق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها.
(شرح النووي على المسلم، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۹) ←

دوسرے یہ کہ ایسی عکسی تصویر کا پاس رکھنا گناہ نہیں۔ لأنها داخله في الصغيرة يقيناً، وإن كانت ترى كبيرة لآلة خاصة هي المرأة المكبرة (۱)۔

۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ (حوادث خامسہ ص ۱۰)

← قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، سواء صنعه في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو غير ذلك. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان ۸ / ۳۲۶)

شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲ / ۴۱۶،
کراچی ۱ / ۶۴۷۔

(۱) قوله (إلا أن تكون صغيرة) لأن الصغار جدا لا تعبد فليس لها حكم الوثن، فلا تكره في البيت، والكراهة إنما كانت باعتبار شبه العبادة كذا قالوا: وقد عرفت ما فيه، والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر على بعد، والكبيرة التي تبدو للناظر على بعد الخ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲ / ۵۰، كوئٹہ ۲ / ۲۸)

إلا أن تكون صغيرة لا تبدو للناظرين على بعد؛ لأنها لا تعبد عادة في هذه الحالة، والكراهة باعتبارها، وفي كراهية الخلاصة صلى ومعه دراهم فيها تماثيل ملك لا بأس به لصغرها. (النهر الفائق، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۱ / ۲۸۴)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

المقالة الممالكة في تصور الحليلة الهالكة

مردہ بیوی کے تصور کے احکام

سوال (۲۵۱۷): قدیم ۴/۱۶ - گذشتہ شب بیدار ہونے پر احتلام کی حالت نظر آئی گھڑی دیکھی تو رات نصف کے قریب باقی تھی، اس لئے سُستی سے پھر لیٹ گیا، غنودگی آمیز بیداری میں زوجہ متوفا کا استحضار ہوا جس میں قصد و انتیاء شامل تھا، اس کی شکل کے استحضار سے استلذاذ کی نوبت آتی رہی، غسل کے لئے جب اٹھا تو معاً خیال آیا کہ موت کی وجہ سے نکاح فسخ ہو چکا، اب وہ اس دنیا کے اعتبار سے اجنبیہ ہو چکی؛ لہذا اس کا استحضار اجنبیہ کا استحضار اور اس سے استلذاذ اجنبیہ سے استلذاذ ہوا، جو معصیت کبیرہ ہے، طبیعت سخت پریشان ہوئی، غسل کے بعد توبہ و استغفار کیا، تھوڑے عرصہ بعد پھر خیال آیا کہ اس کی شکل متحضرہ تو حالت حیات کی تھی جو زمانہ حلت کا تھا؛ لہذا اس استحضار و استلذاذ میں کیا معصیت ہوئی؟ اس کے بعد سے طبیعت میں تشویش و تردد ہے، اسی طرح اس سے قبل کئی مرتبہ ایسی نوبت آچکی ہے، کہ کبھی کسی مناسبت سے اس متوفا کا ذکر آ گیا تو اس کے اعضائے مرئیہ کا مطالعہ نفس میں شروع ہو گیا، جس میں اختیار و قصد کی آمیزش ضرور ہوتی رہی ہے، مگر کبھی متنبہ نہیں ہوا، اب ناگاہ متنبہ ہوا تو فکر ہوا؛ اس لئے مؤدبانہ عرض ہے کہ صحیح بات پر متنبہ فرما دیا جاوے، نیز جو امر قابل تدارک ہے اس کا تدارک بھی ارشاد فرما دیا جاوے؟

الجواب: حالت نکاح کی حیثیت سے قبل نکاح یا بعد زوال نکاح عورت کے تصور سے تلذذ کی کئی صورتیں ہیں، بعض کا حکم ظاہر ہے بعض کا قابل نظر ہے۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ ایک عورت سے نکاح نہیں ہوا، مگر یہ فرض کرے کہ اگر اس سے نکاح ہو جاوے تو اس طرح سے متعہ حاصل کروں، خواہ اس سے نکاح کا ارادہ ہو یا ارادہ بھی نہ ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ تلذذ حرام ہے؛ اس لئے کہ اُس تلذذ کا محل کبھی حلال نہیں ہوا جس میں تمتع بالحلال کا شبہ ہو سکے، اور فیض سے حلت نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کو ایسا دھوکہ ہو گیا جو مجھ سے بیان لیا گیا، اور میرے جواب سے بفضلہ تعالیٰ رفع ہو گیا، جواب کا حاصل یہ تھا کہ بتصریح حدیث ثمنی واشتہاء بالقلب زنا ہے (۱)

گودرجات میں کچھ تفاوت ہو، مگر نفس معصیت میں اشتراک ہے، اور اگر کوئی یہ فرض کر لے کہ اس عورت سے نکاح ہو جاوے تو اس طرح اس سے ہمبستر ہوں اور ہمبستری کرے، تو کیا یہ فعل حلال ہوگا؟ اسی طرح وہ بھی حلال نہیں (۱)۔

← قال: كتب علي ابن آدم نصيبه من الزنا مدرک ذلك لا محالة، فالعينان زناهما النظر، والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناه الكلام، واليد زناها البطش، والرجل زناها الخطا، والقلب يهوي ويتمنى ويصدق ذلك الفرج أو يكذبه.

وأخرج أيضا عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله كتب علي ابن آدم حظّه من الزنا أدرك ذلك لا محالة، فزنا العينين: النظر، وزنا اللسان: النطق، والنفس تمنى وتشتهي، والفرج يصدق ذلك أو يكذبه. (مسلم شريف، كتاب القدر، باب قدر علي ابن آدم حظّه من الزنا وغيره، النسخة الهندية ۲ / ۳۳۶، بيت الأفكار رقم: ۲۶۵۷)

(۱) ومعنى الحديث أن ابن آدم قدر عليه نصيب من الزنا فمنهم من يكون زناه حقيقيا بإدخال الفرج في الفرج الحرام، ومنهم من يكون زناه مجازا بالنظر الحرام أو الاستماع إلى الزنا، وما يتعلق بتحصيله أو بالمس باليد بأن يمس أجنبية بيده أو يقبلها أو بالمشي بالرجل إلى الزنا أو النظر أو اللمس أو الحديث الحرام مع أجنبية ونحو ذلك أو بالفكر بالقلب، فكل هذه أنواع من الزنا المجازي والفرج يصدق ذلك أو يكذبه معناه أنه قد يحقق الزنا بالفرج وقد لا يحققه بأن لا يولج الفرج في الفرج، وإن قارب ذلك. (شرح النووي على المسلم، كتاب القدر، النسخة الهندية ۲ / ۳۳۶)

(قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله كتب علي ابن آدم حظّه من الزنا) والمراد من الحظ مقدمات الزنا من التمني والتخطي والتكلم لأجله، والنظر واللمس، التخلي، وقيل: أثبت فيه سببه وهو الشهوة والميل إلى النساء، وخلق فيه العينين والأذنين، والقلب، والفرج، وهي التي تجد لذّة الزنا، أو المعنى قدر في الأزل أن يجري عليه الزنا في الجملة (أدرك ذلك لا محالة فزنا العين النظر، وزنا اللسان المنطق، والنفس تمنى وتشتهي) لعله عدل عن سنن السابق لإفادة التجدد أي زنا النفس تمنئها واشتهاءها وقوع الزنا الحقيقي، والتمني أعم من الاشتها؛ لأنه قد يكون في الممتنعات دونه، وفيه دلالة على أن التمني إذا استقر في الباطن وأصر صاحبه عليه ولم يدفعه يسمى زنا فيكون معصية، ←

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک عورت سے نکاح ہو چکا تھا، مگر طلاق وغیرہ کے سبب اس کا نکاح زائل ہو گیا، اور وہ زندہ ہے، خواہ کسی سے نکاح کر لیا یا نکاح نہ کیا ہو، اور اس کے تصور سے تلذذ حاصل کیا کہ جب یہ نکاح میں تھی اس سے اس طرح تمتع کیا کرتا تھا، یہ تلذذ بھی حرام ہے، گو پہلی صورت سے اس میں یہ فرق ہے کہ یہ محل کسی وقت حلال بھی رہ چکا ہے، اور اس لئے یہ تصور محض تصور ہی نہیں؛ بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے؛ لیکن اول تو کسی دلیل سے اس فرق کا حکم میں کوئی دخل نہیں۔ دوسرے یہاں ایک دوسری علت بھی ہے یعنی خوف فتنہ، کہ یہ تصور مفضی ہو سکتا ہے اس کی تحصیل میں سعی کی طرف، اور پھر غلبہ نفس کے وقت تحصیل میں حلال و حرام کی قید نہیں رہتی (۱)۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ یہی دوسری صورت والی عورت کسی سے نکاح کر کے مر گئی، خواہ اس کے نکاح میں مری، خواہ اس کے طلاق یا وفات کے بعد مری، اس کے تصور مذکور سے بھی تلذذ حرام ہے؛ کیونکہ دوسرے سے نکاح کرنے کی وجہ سے اس سے بالکل ایسے ہی بے علاقہ ہو گئی، جیسے اس تصور کرنے والے کے ساتھ نکاح کرنے کے قبل تھی، یعنی اس کا کسی ماضی وقت میں محل حلت ہونا معتبر نہیں رہا، اور اس لئے یہ صورت مثل صورت اول کے ہو گئی، بس اس کا حکم بھی وہی ہوگا، جو صورت اول میں مذکور ہوا، ان تین کا حکم تو ظاہر ہے، جیسا والدہ سے معلوم ہوا۔

← ویترتب علیہ عقوبة ولو لم يعمل فتأمل . (والفرج یصدق ذلک ویکذبه).
(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱۵۷/۱-۱۵۸)

(۱) وإذا ثبت وجوب الاستبراء وحرم الوطء حرم دواعیه أيضا من المس، والقبلة، والنظر إلى الفرج بشهوة، وقال الفقیہ أبو اللیث فی شرح الجامع الصغیر: روی عن أبي مطیع: أنه كان لا یرى بالقبلة والملامسة بأسا، وذلك لأن القربان إنما لا یجوز؛ لأنه يؤدي إلى اختلاط الأنساب، وليس فی القبلة والملامسة هذا المعنى، قلنا: قیاسا علی الطهارة، وكما فی غیر الملك؛ لأنها تفضي إليه وسبب الحرام حرام. (البنایة، کتاب الكراهية، فصل فی الاستبراء وغیره، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ۱۷۳/۱۲)

والأصل فیہ أن سبب الحرام حرام. (تبیین الحقائق، کتاب الكراهية، فصل فی الاستبراء وغیره، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۳/۷، إمدادیہ ملتان ۶/۲۴)

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ وہ عورت اس شخص کے نکاح میں مر گئی، اور اسی کے متعلق سوال کیا گیا ہے، چونکہ اس کی حالت ذوجتہین اور بین بین ہیں، اسی لئے اس کا حکم محل نظر ہے، اگر اس پر نظر کی جاتی ہے کہ موت زوجہ سے نکاح باقی نہیں رہا، اور وہ اجنبیہ ہو گئی تو اس کا تصوّر مثل تصوّر اس عورت کے ہے جس سے نکاح ہی نہ ہوا تھا، جو صورتِ اوّل ہے، یا ہونے کے بعد منکوحہ کی حیات ہی میں زائل ہو گیا تھا، جیسا صورتِ ثانیہ و ثالثہ میں ہے، اس کا مقتضایہ ہے کہ تصوّر مذکور جائز نہ ہو، چنانچہ فقہاء نے حکمِ حرمتِ المس والغسل میں اس کا اعتبار کیا ہے۔ کما فی الدر المختار: ویمنع زوجها من غسلها ومسها (۱)۔ اور اگر اس پر نظر کی جاتی ہے کہ کل احکام میں مثل اجنبیہ کے قرار نہیں دی گئی، چنانچہ خود فقہاء نے حکم مذکور کے بعد ہی لا من النظر إليها علی الأصح (۲) بڑھایا ہے۔ اور اجنبیہ محضہ کے لئے یہ نظر بھی جائز نہیں رکھی گئی، نیز احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ان کی وفات کے بعد غایتِ محبت کے ساتھ ذکر فرمانا (۳)۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۹۰، کراچی ۱۹۸۲/۲۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۹۰، کراچی ۱۹۸۲/۲۔

(۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت: ما غرت على نساء النبي صلى الله عليه وسلم إلا على خديجة، وإني لم أدركها، قالت وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذبح الشاة فيقول: أرسلوا بها إلى أصدقاء خديجة، قالت: فأغضبته يوما فقلت خديجة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إني قدر رزقت حبها. (مسلم شريف، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل خديجة أم المؤمنين رضي الله تعالى عنها، النسخة الهندية ۲/ ۲۸۴، بيت الأفكار رقم: ۲۴۳۵)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: ما غرت على امرأة لرسول الله صلى الله عليه وسلم كما غرت على خديجة لكثرة ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم إياها وثنائها عليها، وقد أوحى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يبشرها ببيت لها في الجنة من قصب. (بخاري شريف، كتاب النكاح، باب غيرة النساء ووجدهن، النسخة الهندية ۲/ ۷۸۷، رقم: ۵۰۳۳، ف: ۵۲۲۹)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور اقدس ﷺ کی تقبیل (۱) و فعلتہ انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) کا ذکر فرمانا جو کہ اجنبیہ واجنبی کے لئے جائز نہیں رکھا گیا، تو یہ صاف دلیل اس کی معلوم ہوتی ہے کہ یہ چوتھی صورت مثل صورت ثلاثہ سابقہ کے نہیں، اور خصوصیت کا دعویٰ محتاج دلیل مستقل ہے، اور حضرت عائشہؓ کے فعل کا منشاء تو لا تنکحوا ازواجہن من بعدہ ابدًا (۳) کو احتمال کے درجہ میں کہہ بھی سکتے ہیں؛ لیکن حضور اقدس ﷺ کے فعل میں تو یہ بھی احتمال نہیں، کیا کسی فقیہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کو کسی بی بی کی وفات کے بعد ان بی بی کی بہن سے نکاح جائز نہیں، تو یہاں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حکماً بھی منکوحہ نہیں کہہ سکتے، تو ان کا ذکر یقیناً غیر منکوحہ کا ذکر ہے، پھر اس کا جائز ہونا دلیل ہے کہ چوتھی صورت میں متونی بی بی کو کل احکام میں مثل اجنبیہ محضہ کے قرار نہ دیں گے، اور جزئیہ فقہیہ مذکورہ متعلقہ نظر میں اختلاف جیسا علی الاصح سے معلوم ہوتا ہے، عجب نہیں اسی تردد کی وجہ سے ہو۔ اور علامہ شامیؒ نے جو اس جواز کی دلیل بیان کی ولعل وجہہ أن النظر أخف من المس فجاز لشبهة الاختلاف (۴) اور غالباً قائلین بالجواز کی نظر عدم احتمال فتنہ عادۃ پر گئی ہو، پھر اُس کے بعد واللہ علم کہنا یہ سب ناشی اسی تردد سے

(۱) عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقبلها وهو صائم، ويمص لسانها. (أبو داود شريف، كتاب الصوم، باب الصائم يبلغ الريق، النسخة الهندية ۱/ ۳۲۴، دار السلام رقم: ۲۳۸۶)
بخاري شريف، كتاب الصوم، باب القبلة للصائم، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۸، رقم: ۱۸۸۸،
ف: ۱۹۲۸۔

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت: إذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل فعلته أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم فاغتسلنا. (ترمذي شريف، كتاب الطهارة، باب ماجاء إذا التقى الختانان وجب الغسل، النسخة الهندية ۱/ ۳۰، دار السلام رقم: ۱۰۸)
ابن ماجه شريف، أبواب التيمم، باب ماجاء في وجوب الغسل إذا التقى الختانان، النسخة الهندية ص: ۴۵، دار السلام رقم: ۶۰۸۔

(۳) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۳۔

(۴) شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۹۰،

کراچی ۲/ ۱۹۸۔

ہو، یہ تو تردد کی تقریر بھی، مگر میرے ذوق میں جواز کو ترجیح معلوم ہوتی ہے؛ کیونکہ تامل و تنبیہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ علت تحریم تصور کی علیٰ سبیل مانعة الخلو۔ دو امر ہیں، ایک تمتع غیر محل حلت سے دوسرا خوف فتنہ۔ چوتھی صورت میں علت اولیٰ تو یقیناً مستفی ہے، اور علت ثانیہ بھی اس تفصیل سے مستفی ہے، کہ متصور میں تو یقیناً اور غیر متصور میں افضاء کے ظناً؛ لیکن اگر اس پر افضاء محتمل ہو تو پھر حکم حرمت کا کیا جاوے گا۔ لأن الحكم تابع للعلة (۱)۔ باقی میرا ذوق قابل اعتماد نہیں، دوسرے علماء سے تحقیق کر لیا جاوے۔ واللہ اعلم۔ ۸/رمضان ۱۳۵۵ھ (النور ذیقعدہ ۵۶/ص ۹)

بعض شرکاء چندہ کا بذریعہ قرع اپنے حق سے زائد لینا

سوال (۲۵۱۸): قدیم ۱۷۰/۲ - مہاراجہ دھول پور نے جس کا تذکرہ آپ نے غالباً سنا بھی ہوگا ایک کمیٹی بغرض قرعہ اندازی و نیز تکمیل ضروریات خیرات فنڈ ترتیب دی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اہل ہند سے پانچ لاکھ روپے اس طریقہ سے جمع کیا جائے کہ ڈھائی لاکھ ٹکٹ چھپوا کر مبلغ فی ٹکٹ کے حساب سے فروخت کئے جائیں، اور پانچ لاکھ روپے جمع ہو جائیں، پھر ڈھائی لاکھ اس میں سے نکال کر کسی کار خیر جیسے مدرسہ و شفا خانہ وغیرہ میں لگائے جائیں، اور ڈھائی لاکھ پر چندہ دہندگان کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا جائے جس کا نام سب سے پہلے نکلے گا، اُسے ایک لاکھ روپیہ اسی فراہم شدہ رقم میں سے دیا جائے گا جسے انہوں نے انعام کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور پھر درجہ بدرجہ قرعہ ڈال کر اسی طرح نام نکلنے پر وہ رقم چندہ دہندگان پر تقسیم کر دی جائے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس چندہ میں کوئی شخص اپنے اغراض پر نظر کر کے یا ذاتی اغراض سے قطع نظر بغرض رفاہ عام محض خیرات میں حصہ لینے کے لئے ایسا کرے تو کیا گنہگار ہوگا؟

(۱) الحكم يدور مع العلة لا مع الحكم. (النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/۲۳۲)

إن الحكم يدور مع العلة وجوداً وعدمًا. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۱۷، کراچی ۳/۳۹)

القاعدة المقررة أن الحكم يدور مع العلة وجوداً وعدمًا. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۹/۳۸۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: یہ تو صاف قمار ہے، جس کی حرمت منصوص قطعی ہے (۱)۔

۱۵/ ذیقعد ۱۳۲۲ھ (حوادث اُص ۱۵۶)

غیر جنس میں سے اپنا حق کسی حیلہ سے حاصل کرنا

یہ عنوان جلد سوم کتاب الدعویٰ، صفحہ ۳۵۰ پر گزر چکا ہے (۲)۔

گارڈ کی اجازت سے ریل کا بلا کر ایہ سفر

یہ عنوان جلد سوم کتاب الغصب، صفحہ ۳۷۳ پر گزر چکا ہے (۳)۔

(۱) قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۹۰ - ۹۱]

إن القمار من القمر الذي يزاد تارة وينقص أخرى وسمى القمار قماراً؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۵۷۷/۹، كراچی ۴۰۳/۶)

إن القمار من القمر الذي يزاد تارة وينقص أخرى وسمى القمار قماراً؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه، فيجوز الازدياد والانتقص في كل واحد منهما فصار قماراً، وهو حرام بالنص. (تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۴۶۶، إمدادیه ملتان ۶/۲۲۷)

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السابع في المسابقة، المجلس العلمي ۸/۱۴، رقم: ۹۴۸۶۔

(۲) دیکھئے سوال نمبر: ۲۰۲۸ کا جواب۔

(۳) دیکھئے سوال نمبر: ۲۰۷۲ کا جواب۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بڑے تالاب یا حظیرہ کا پانی روکنا جس میں مملوک وغیر مملوک مچھلیاں ہوں

یہ عنوان جلد سوم، کتاب الشرب صفحہ ۳۵۷ پر گزر چکا ہے (۱)۔

کسی خاص بستی کے تالاب سے دوسرے لوگوں کا مچھلیاں پکڑنا

سوال (۲۵۱۹): قدیم ۱۷۱/۴ - جھیل یعنی بڑا تالاب جو صحرائی زمین میں ہوتا ہے اور اس کے مالک کسی خاص بستی کے لوگ ہوتے ہیں، اس کے اندر ایام برسات میں جو مچھلیاں داخل ہوتی ہیں، جب خشکی کے ایام میں اُس کے چاروں طرف کی زمین سوکھ جاوے اور اُس جھیل سے دوسری جھیل تک جو نہر گئی اُس کو بغرض حفاظت مچھلیوں کے اہل بستی بند کر دیں اُس وقت اُس جھیل سے اُن بستی والوں کے سوا اور لوگوں کو بھی مچھلیاں پکڑنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور اُن بستی والوں کا دوسروں کو روکنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: سب پکڑ سکتے ہیں کسی کو روکنے کا حق نہیں (۲)۔ فقط ۸ محرم ۱۳۲۶ھ

(۱) دیکھئے سوال نمبر: ۲۱۶۸ کا جواب۔

(۲) بڑے تالاب اور جھیل چونکہ کسی کی ملک میں نہیں ہوتے ہیں، نیز اس میں مچھلیاں خود پیدا ہو جاتی ہیں کوئی ان کا بیج ڈال کر ان کی تربیت اور پرورش نہیں کرتا ہے؛ لہذا سب کو اس طرح کے بڑے تالاب اور جھیل سے مچھلی پکڑنے کا حق ہے، کسی کے لئے کسی کو پکڑنے سے روکنا جائز نہیں ہے۔

والأنهار العظام كالفرات ودجلة وسيحون وجيجون والنيل غير مملوكة لأحد؛ لأن قهر الماء يمنع قهر غيره فلا يكون محرزاً، والملك بالإحراز ولكل أحد من الناس فيها حق الشفة، والوضوء، ونصب الرحي، وكري نهر إلى أرضه إن لم يضر بالعامه؛ لأن الانتفاع بالمباح إنما يجوز إذا لم يضر بأحد كالانتفاع بالهواء والشمس والقمر. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب إحياء الموات، فصل في الشرب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۳۵-۲۳۶)

والثاني ماء الأودية العظام كجيجون وسيحون ودجلة والفرات للناس فيه حق الشفة على الإطلاق، وحق سقي الأراضي بأن أحيا واحد أرضاً ميتة وكري منه نهراً ليسقيها إن كان لا يضر بالعامه، ولا يكون النهر في ملك أحد له ذلك؛ لأنها مباحة ←

زانی کے واسطے دعا کا حکم

سوال (۲۵۲۰): قدیم ۴/۱۷۱- اگر کوئی شخص زانی ہو اور اُس پر مقدمہ زنا کا چلے اس کے واسطے دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: اگر اُس نے دُعا کرنے والے کے سامنے توبہ کر لی ہے تو دعاء مانگنا جائز ہے (۱) ورنہ نہیں (۲)۔ ۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ (تمتہ خامسہ ص ۸۵)

← في الأصل إذ قهر الماء يدفع قهر غيره. (هداية، كتاب إحياء الموات، فصل في مسائل الشرب، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۸۴)

والأنهار العظام كدجلة والفرات غير مملوك ولكل أن يسقي أرضه، ويتوضأ به ويشربه، وينصب الرحي عليه، ويكرى نهرا منها إلى أرضه إن لم يضر بالعامّة، أما الدليل على كونها غير مملوكة، فلأن هذه الأنهار ليس لأحد فيها يد على الخصوص؛ لأن قهر الماء يمنع قهر غيره فلا يكون محرزا، والملك بالإحراز، وإذا لم يكن مملوكا لأحد كان لكل أحد أن ينتفع به الخ. (تبين الحقائق، كتاب إحياء الموات، مسائل الشرب، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۸۶، إمداديه ملتان ۶/ ۳۹)

(۱) عن أبي عبيدة بن عبد الله عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (ابن ماجه شريف، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ص: ۳۱۳، دار السلام رقم: ۴۲۵۰)

(۲) قال الله تعالى: وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. [سورة النور، رقم الآية: ۲]

وقال تعالى: وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ. [سورة هود، رقم الآية: ۱۱۳]

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۲]

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ہندوستان سے ہجرت کا حکم

سوال (۲۵۲۱): قدیم ۱۷۱/۴ - معروض یہ ہے کہ یہاں سندھ میں علمائے کرام کانفرنس خلافت کمیٹی میں جانا فرض کہتے ہیں، اور قطع تعلقات نصاریٰ سے اور ہجرت فرض کہتے ہیں، اور بعض علماء کہ اہل کانفرنس نہیں ہیں، یعنی جاتے نہیں فقط گوشہ نشین ہیں، کہتے ہیں کہ ہجرت مستحب ہے فرض نہیں ہے، مگر قطع تعلقات از جہت عدم امکان مشابہ جہاد کے غیر ممکن ہے فرض نہیں ہے۔ اب آپ حضرات کو منصف و حکم مانتے ہیں، جو حکم ارشاد ہوگا تنازع فیما بین مرفوع ہو جائے گا، مہربانی فرما کر یہ تکلیف معاف فرما کر جلدی جواب سے ممنون فرمانا، اگرچہ آدمیان عوام می گفتند کہ حضرت صاحب مولانا تھانوی جواب نہ دیں گے، ولے احقر نے تو بنظر اخوت اسلامی یہ تکلیف آپ کو دی ہے؟

الجواب: (۱) السَّلام علیکم! أنا قائل في جميع هذه الأمور بعدم الوجوب لعدم الشرائط المذكورة في الكتب الشرعية في هذا الحين، كما كان الحال في السابق ولم يقع بينهما فارق (۲) لكن مع هذا لا أرى قولی هذا خاتمة التحقيقات.

شوال ۱۳۳۸ھ (تمتہ خامسہ ص ۱۵۶)

(۱) خلاصہ ترجمہ جواب: السلام علیکم! میں ان تمام امور میں عدم وجوب کا قائل ہوں، اس وقت کتب شرعیہ میں مذکورہ شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ یہی حال پہلے بھی تھا اور ان دونوں کے درمیان کوئی جہ فرق نہیں ہے؛ لیکن اس کے باوجود میں اپنے اس قول کو حرف آخر نہیں سمجھتا ہوں۔

(۲) إن الآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره حقت عليه المهاجرة، وفي الحديث من فر مدينة من أرض إلى أرض، وإن كان شبرا من الأرض استوجبت له الجنة وكان رفيق أبيه إبراهيم ونبيه محمد صلوات الله عليهم أجمعين، وذلك يدل على أن الآية باقية غير منسوخة فيتناقضان إلا أن يقال إن في بدء الإسلام كانت الهجرة البتة واجبة، سواء قدر على إقامة دينه أو لا، ولا شك في نسخه، وفي هذا الزمان إن لم يتمكن من إقامة دينه بسبب أيدي الظلمة أو الكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق. (التفسيرات الأحمدية، سورة النساء، آيت: ۹۷، مكتبه رحيمه ديوبند

بچہ کے مرنے کے بعد اس کی آون نال کاٹنا

سوال (۲۵۲۲): قدیم ۱۷۲/۴ - فرزند پیدا ہو کے ناف بُریدہ کے پیشتر مر جائے تب مرنے کے بعد اُس مردہ کی ناف بُریدہ یعنی قطع کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب: اب قطع کرنا فضول ہے، قطع اس لئے کی جاتی ہے کہ ایک زائد چیز ہے، اس کے اتصال سے حی کو ایذا ہوگی، جس طرح ناخن وغیرہ کاٹے جاتے ہیں، بعد موت کوئی ضرورت باقی نہیں؛ بلکہ بمقتضائے قواعد مکروہ و ممنوع ہوگا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲ ص ۱۵۹)

← تفسیر المدارک علی هامش تفسیر الخازن للعلامة النسفی، دارالمعرفة بیروت ۱/ ۳۹۴۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنے فتاویٰ عزیزی میں ہجرت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ ترجمہ درج ذیل ہے:

اس دار الحرب سے مراد جس سے ہجرت فرض ہے وہ دار الحرب ہے کہ حربی لوگ وہاں کے باشندوں کو اپنے دین کے اظہار اور نماز، روزہ، جمعہ اور جماعت اور اذان و ختمہ سے منع کرتے ہوں۔ اور اگر ایسی حالت نہ ہو؛ بلکہ مسلمان بے کھٹکے اپنے دین کا اظہار کرتے ہوں اور جمعہ و جماعت قائم کرتے ہوں اپنے دین کے احکام بلا تکلف بیان کرتے ہوں، پس اس دار الحرب سے ہجرت فرض نہیں اور وجوب کی تقدیر پر (جہاں سے ہجرت فرض ہے) فی الفور ہجرت فرض نہیں؛ بلکہ کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ میسر آنے کے وقت فرض ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا باوجود یہ کہ کفار دعوت دین و توحید کے اظہار سے روکتے تھے، اور ایمان لانے والوں کو مارتے پیٹتے اور گالی گلوچ کرتے تھے، اور مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے، پس جب تیرہ سال بعد حق تعالیٰ شانہ نے انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معین و مددگار بنادیا اور مدینہ طیبہ میں محل و مسکن میسر آ گیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ (فتاویٰ عزیز تحت مسئلہ گاؤ سید احمد کبیر و گوسفند شیخ سدو، مکتبہ رحیمیہ دیوبند ۵۸/۵)

(۱) عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حيا. (أبو داؤد شريف، كتاب الجنائز، باب في الحفار يجد العظم هل ينتكح ذلك المكان، النسخة الهندية ۲/ ۴۵۸، دار السلام رقم: ۳۲۰۷) ←

مہمانداری کے واجب ہونے اور نہ ہونے کی تحقیق

سوال (۲۵۲۳): قدیم ۱۷۲/۲ - کیا مہمان کی مہمانی حق واجب ہے یا نہیں جیسا فلیکرم کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے؟

الجواب: فائدة حدیثیة فقہیة بحق الضیف وجوباً وندباً: فی المرقاة الجلد الرابع، ص ۳۹۱: قال بعد کلام طویل مانصہ قالوا: ویشعر بأن الثلثة لیست من الصدقة فیحتمل أنها واجبة لكنها نسخت بوجوب الزکوة أو جعلت کالواجب للعناية وأرادوا بما بعدها التبرع المباح، ثم قال: وعامة الفقهاء علی أنها من مکارم الأخلاق وحجتهم قوله صلى الله علیه وسلم: جائزته يوم وليلة، والجائزة: العطية والمنحة والصلة، فذلك لا یكون إلا مع الاختیار، وقوله: فلیکرم يدل علی هذا أيضاً إذ ليس يستعمل مثله فی الواجب وتأولوا الأحادیث بأنها كانت فی أول الإسلام إذ كانت الموساة واجبة، واختلفت أنها علی الحاضر والبادي أم علی البادي، فذهب الشافعي ومن تبعه إلى أنها علیهما، وقال مالک ومن وافقه إنما ذلك علی أهل البوادي؛ لأن المسافر یجد فی الحضر المنازل وما یشتري فی الاسوان اهـ۔ قلت: وإن رأیت الوجوب من قوله علیه السلام من كان يؤمن بالله

← عن أم سلمة عن النبي صلى الله علیه وسلم قال: کسر عظم الميت ککسر عظم الحي فی الإثم. (ابن ماجه شریف، أبواب الجنائز، باب فی النهي عن کسر عظام الميت، النسخته الهندية ص: ۱۱۶، دار السلام رقم: ۱۶۱۷)

(عن عائشة رضي الله عنها: أن رسول الله صلى الله علیه وسلم قال: کسر عظم الميت ککسره حياً) یعنی فی الإثم کما فی رواية، قال الطیبي: إشارة إلى أنه لا یهان ميتاً کما لا یهان حياً، قال ابن الملک: وإلى أن الميت يتألم. (مرقاة المفاتيح، کتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الثاني، مکتبه إمدادیہ ملتان ۷۹/۴)

بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، صلاة الجنائز، فصل فی بیان كيفية الغسل، مکتبه زکریا دیوبند ۲۵/۲، کراچی ۳۰۰/۱ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

واليوم الآخر الوارد في إكرام الضيف فقد ورد مثل هذا اللفظ في ماليس بواجب بالإجماع كما ذكر في المرقاة (آخر الصفحة المذكورة) برواية الطبراني عن أبي أمامة من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يلبس خفيه حتى ينفضهما. اهـ (١).

(١) مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان

٢٠١-٢٠٢ / ٨

هذه الأحاديث متظاهرة على الأمر بالضيافة والاهتمام بها وعظيم موقعها، وقد أجمع المسلمون على الضيافة، وأنها من متأكدات الإسلام، ثم قال الشافعي ومالك، وأبو حنيفة، والجمهور: هي سنة ليست بواجبة، وقال الليث وأحمد: هي واجبة يوماً وليلة على أهل البادية، وأهل القرى دون أهل المدن، وتناول الجمهور هذه الأحاديث وأشباهها على الاستحباب ومكارم الأخلاق، وتؤكد حق الضيف كحديث غسل الجمعة واجب على كل محتلم أي متأكد الاستحباب، وتأولها الخطابي وغيره على المضطر. والله تعالى أعلم.

(شرح النووي على المسلم، كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها، النسخة الهندية ٢ / ٨٠)

تعتبر الضيافة من مكارم الأخلاق، وسنة الخليل عليه الصلاة والسلام والأنبياء بعده وقد رغب فيها الإسلام وعدّها من أمارات صدق الإيمان، فقد ورد عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، وعنه صلى الله عليه وسلم: لا خير فيمن لا يضيف، وقال عليه السلام: الضيافة ثلاثة أيام، وجائزته يوم وليلة، ولا يحل لمسلم أن يقيم عند أخيه حتى يؤثمه، قالوا: يا رسول الله! وكيف يؤثمه؟ قال: يقيم عنده لا شيء له يقريه به: وهي حق من حقوق المسلم على أخيه المسلم، وقد ذهب الحنفية والمالكية والشافعية إلى أن الضيافة سنة ومدتها ثلاثة أيام وهو رواية عن أحمد، والرواية الأخرى عن أحمد، وهي المذهب أنها واجبة ومدتها يوم وليلة، والكمال ثلاثة أيام، وبهذا يقول الليث بن سعد ويرى المالكية وجوب الضيافة في حالة المجتاز الذي ليس عنده ما يبلغه، ويخاف الهلاك، والضيافة على أهل القرى والحضر إلا ما جاء عن الإمام مالك، وأحمد في رواية أنه ليس على أهل الحضر ضيافة، وقال سحنون: الضيافة على أهل القرى، وأما أهل الحضر فإن المسافر إذا قدم الحضر وجد نزلاً وهو الفندق، فيتأكد الندب إليها ولا يتعين على أهل الحضر تعينها على أهل القرى، أحدها: أن ذلك يتكرر على أهل

عبارت بالاسے یہ امور مستفاد ہوئے:

(۱) جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مہمانی واجب نہیں، محض مکارم اخلاق سے ہے۔

(۲) لفظ جائزہ دلیل ہے عدم وجوب کی کہ اس کے معنی عطیہ اور صلہ کے ہیں۔

(۳) رہالفظ لیکرم ہیئت سے زیادہ دلالت مادہ کی معتبر ہے، وہ عدم وجوب پر دال ہے۔

(۴) اولاً واجب تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

(۵) رہا فرق ثلاثہ وغیر ثلاثہ میں عدم وجوب کی صورت میں، یہ ہے کہ ثلاثہ کے بعد وہ ضیافت ہی

سے خارج ہے۔

(۶) اس مرتبہ میں مان کر بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل بوادئ کے ساتھ خاص ہے جہاں

مسافر کوئی انتظام نہ کر سکے۔

(۷) اگر یؤمن باللہ الخ سے وجوب کا شبہ ہو تو ایسے الفاظ لبس خف کے باب میں بھی آئے ہیں؛

حالانکہ یقیناً وہاں وجوب منقہی ہے۔

(۸) یہ حکم قطع نظر عوارض سے ہے، چنانچہ عوارض کا ذکر نہ کرنا اس کی دلیل ہے، باقی عوارض کے اعتبار سے

اس کا ترک منافی مکارم اخلاق کے بھی نہیں۔

۱۰/ از یقعدہ ۳۵ھ (تمہ خامسہ ص ۳۸)

ظالم گرفتار مقدمہ کی امداد کا حکم

سوال (۲۵۲۴): قدیم ۱۷۳/۴ - چور چوری کے لئے مکان میں گھسا اور ایک آدمی کو زخمی کیا؛

لیکن بغیر مال لئے چلا آیا، اب وہ شخص شبہ میں گرفتار ہے تو آیا اُس کے چھوڑانے کے لئے کوشش کرنا اور

تفتیش کنندہ کو کچھ دے دلا کر راضی کر دینا کیسا ہے؟ اگر یہ خیال کیا جائے کہ اُس نے مال تولیا

← الحضر فلو التزم أهل الحضر الضيافة لما خلوا منها، وأهل القرى يندر ذلك عندهم

فلا تلحقهم مشقة، ثانيها: أن المسافر يجد في الحضر المسكن والطعام، فلا تلحقه المشقة

لعدم الضيافة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۳۱۶-۳۱۷)

تحفة الأحوذی، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الضيافة، مكتبة أشرفیہ دیوبند ۸۷/۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نہیں؛ اس لئے شرعی قاعدہ سے اس پر صرف تعزیر ہے، اور اس کی ذلت اور خرچ مال تعزیر کے لئے کافی ہے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اُس نے ایک آدمی کو زخمی کیا ہے، اور شرعی قاعدہ سے اگر زخم ایسا ہے جس کا قصاص لیا جاسکتا ہے تو قصاص لیا جاوے، و بئ یا حکومتِ عدل ہے، اور یہ قانون انگریزی کے بالکل مغائر ہے، وہاں صرف جرمانہ ہوگا، یا جیل، جس سے زخمی شدہ کو کچھ نہیں مل سکتا، ہاں وہ توبہ کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا، اس کا جواب ارشاد ہو، سمجھ میں نہیں آتا؟

الجواب: میرے نزدیک اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ زخم ہر حال میں حق العبد ہے، اور وہ اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے، گو اس کو اصل حق نہ ملے، مگر وہ شفاء غیظ پر جو کہ اصل حق اور قانون حال میں امر مشترک ہے قناعت کرتا ہے، پس اصل حق کا نہ ملنا اس وقت منسوب حکام کی طرف ہے، اور تفتیش کنندہ کو دے دلا کر راضی کر دینا یہ حیولت ہے درمیان صاحب حق اور اس کے شفاء غیظ کے جس کو وہ مجبوری بدل سمجھ رہا ہے اصل حق کا، پس یہ صریح نصرت ہے، ظالم کی، اور حدیث میں کُلیاً و جزئاً لقولہ علیہ السلام من حال الخ اس پر وعید آئی ہے؛ اس لئے یہ نصرت حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ (امداد ج ۲ ص ۱۵۸)

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قتل في عمى أو رميا تكون بينهم بحجر أو سوط أو بعضا فعقله عقل خطأ، ومن قتل عمدا ففقد يده فمن حال بينه وبينه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل. (نسائي شريف، كتاب القسامة، باب من قتل بحجر أو سوط، النسخة الهندية ۲/ ۲۱۳، دار السلام رقم: ۴۷۹۳)

عن ابن عباس رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قتل في عمية أو عصبية بحجر أو سوط أو عصا فعليه عقل الخطأ، ومن قتل عمدا فهو قود، ومن حال بينه وبينه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه صرف ولا عدل. (ابن ماجه شريف، كتاب الديات، باب من حال بين ولي المقتول وبين القود أو الدية، النسخة الهندية ص: ۱۸۹، دار السلام رقم: ۲۶۳۵)

أبو داؤد شريف، كتاب الديات، باب فيمن قتل في عمى بين قوم، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۱، دار السلام رقم: ۴۵۹۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مدارات فاسق کا حکم

سوال (۲۵۲۵): قدیم ۴/۱۷۳- اکثر مرتبہ مجھ کو یہ خلیجان ہو جایا کرتا ہے کہ فاسق مثلاً بے نمازی، داڑھی منڈانے والوں کی علمائے کرام بھی تعظیم اور از حد مدح کیا کرتے ہیں، حالانکہ یہ مضمون بھی ظاہر ہے کہ فاسق کی جب مدح کی جاتی ہے تو عرشِ عظیم ٹھہرا اٹھتا ہے اور وہ عابد معتوب و معذب ہوا جس نے فاسق کے فسق و فجور پر بیزاری نہیں ظاہر کی تھی، کچھ تو جیہیں دل میں گڑھ لیا کرتا ہوں، مگر واقعی تو جیہ سمجھ میں نہیں آتی؟

الجواب: فاسق کے ساتھ اصل وہی معاملہ ہے جو آپ نے نقل فرمایا ہے (۱) لیکن عارض سے احکام بدل جایا کرتے ہیں، اور عارض دو ہیں ایک جلبِ مصلحتِ دینیہ، دوسری دفعِ مضرتِ دنیویہ، مثلاً اس کی تالیف سے اس کی اصلاح متوقع ہو یا اور کسی دینی امر کی تقویت ہو اور مثلاً اُس کے شر و عداوت سے بچنا ہو، اس صورت میں اس کی مدارات و اکرام جائز ہوگا (۲) لیکن قلب سے اُس کے فسق پر انکار پھر بھی واجب ہے، تو حدیثِ تعذیبِ عابد ہر حال میں معمول بہر ہے گی (۳) **البتہ بقاعدۃ الضروری یتقدر**

(۱) أخرج البيهقي عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله عز وجل يغضب إذا مدح الفاسق في الأرض.

وأخرج أيضا عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له العرش. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في حفظ اللسان، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۳۰، رقم: ۴۸۸۵-۴۸۸۶)

(۲) الضرورات تبیح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساعة اللقمة بالخمر، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه، وكذا إتلاف المال، وأخذ مال الممتنع من أداء الدين بغير إذنه، ودفع الصائل ولو أدى إلى قتله. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الضرر يزال قديم ص: ۱۴۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۲۵۱-۲۵۲)

قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۸۹-

(۳) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أوحى الله إلى ملك من الملائكة أن ألق مدینة کذا و کذا علی أهلها، قال: إن فیها عبدک فلانا ←

بقدر الضرورة (۱)۔ ان عوارض سے بھی تجاوز عن الضرورة جائز نہ ہوگا۔

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۳۳)

سود کے حساب کی تعلیم کا حکم

سوال (۲۵۲۶): قدیم ۴/۴۷۱ - خاکسار ایک مدرس ہے جس کی تفویض ریاضی کی تعلیم ہے، سرکار نظام کا ملازم ہے، خاکسار کو ریاضی میں سود کے حسابات بھی طالب علم کو بتلانے پڑتے ہیں، پہلے کمترین سود کے حسابات بھی طلباء کو سکھلاتا تھا؛ لیکن جب سے اسلامی احکام پر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش شروع کی ہے، دل نے کہا کہ سود کے حسابات بھی نہیں سکھانا چاہئے، اس کے متعلق یہاں ہر چند علماء سے دریافت بھی کیا گیا لیکن اُن میں اختلاف رہا، اور کوئی تشفی بخش جواب نہیں ملا؛ چونکہ حضرت سے عقیدت ہے، اور حضرت کے جواب سے تسکینی ہو جائے گی؛ اس لئے عرض خدمت یہ ہے کہ میرا سود کے حسابات نہ سکھانا حکم رسول کے موافق ہے یا نہیں؟ تاکہ میں اس پر استقلال سے جمار ہوں؟

الجواب: اگر نوکری کا بقا اس پر موقوف نہ ہو تو نہ سکھائیے (۲) ورنہ سکھلا کر یہ روزمرہ کہہ دیا کیجئے کہ اس حساب سے سود میں کام لینا جائز نہیں، ہاں اگر کوئی قرض ادا کرتے وقت جس جگہ کہ اس کی شرط یا عرف نہ ہو، خوشی سے کہے کہ میں تمہارے احسان کے عوض احسان کرنا چاہتا ہوں، کہ فیصدی اس قدر کے حساب سے تم کو ہدیہ دوں، اس کو اس سے کام لینا جائز ہے۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ (تمتہ خامسہ ص ۲۵۱)

← لم يعصك طرفة عين، قال: أقبلها عليه وعليهم، فإن وجهه لم يتمعولي ساعة قط.

(المعجم الأوسط للطبراني، دارالكتب العلمية بيروت ۵/ ۳۷۶، رقم: ۷۶۶۱)

(۱) الضرورات تقدر بقدرها. (قواعد الفقه، مكتبة أشرفيه ديوبند ص: ۸۹)

ما أبیح للضرورة يتقدر بقدرها. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قديم

ص: ۱۴۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۲۵۲)

(۲) اس لئے کہ سود اور ربائی دور دور تک امانت پر وعید آئی ہے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله، وكتابه وشاهديه، وقال: هم سوا. (مسلم شريف، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربوا،

النسخة الهندية ۲/ ۲۷، بيت الأفكار رقم: ۱۵۹۸) ←

ہجوئے کفار کا جواز

سوال (۲۵۲۷): قدیم ۴/۱۷۷ - ایک انگریزی خواں نوجوان نے سوال کیا ہے کہ حدیث میں یہ جو ذکر آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ سے کفار کی ہجو کہلائی، یہ کسی کی ہجو کہلانا اخلاق پیغمبری سے بہت فروتر معلوم ہوتا ہے۔ میں جواب یہ لکھنے والا ہوں کہ ہجو علی الاطلاق معیوب و مذموم نہیں۔ اگر کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو دفاع کے لئے جب قتال تک جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب و فرض ہے، تو ہجو تو اس سے بہت ہلکی چیز ہے، خصوصاً جب کہ ہجو کا مقصد اپنے ذاتی دشمنوں سے نہیں؛ بلکہ دشمنانِ دین سے انتقام لینا ہو، اور تجربہ سے اس حربہ کا مؤثر و کارگر ہونا ثابت ہو چکا ہو، اس جواب میں اگر اضافہ (زیادت) کی ضرورت ہو تو اس سے ایماء فرمایا جاوے؟

الزيادة في الجواب: قولہ ثابت ہو چکا ہو: چنانچہ اس حکمت کی طرف خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ قریب بصراحت فرمایا ہے۔

حيث قال: اهجوا قريشا، فإنه أشد عليها من رشق النبل، وقال ﷺ: إن روح القدس يؤيدك ما نافحت عن الله ورسوله، وقال ﷺ: هجاهم حسن فشفى واشتقى (مسلم فضائل حسان (۱)۔ وقال النووي: فيه جواز الانتصار من الكفار، وقال وفيه جواز هجو الكفار ما لم يكن أمان، وأما أمره ﷺ بهجائهم - إلى قوله - فالمقصود منه النكاية في الكفار، وقد أمره الله تعالى بالجهاد في الكفار والإغلاظ عليهم، وكان هذا الهجو أشد عليهم من رشق النبل فكان مندوباً لذلك مع ما فيه من كف أذاهم، وبيان نقصهم والانتصار بهجائهم المسلمين، قال العلماء: وينبغي أن لا يبدأ المشركون بالسب والهجاء مخافة من سبهم الإسلام وأهله قال الله تعالى: ولا تسبوا الذين يدعون

← ترمذی شریف، أبواب البيوع، باب ما جاء في آكل الربا، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۹،

دار السلام رقم: ۱۲۰۶۔

(۱) مسلم شریف، کتاب الفضائل فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه، النسخة الهندية

۲/ ۳۰۰، بيت الأفكار رقم: ۲۴۹۰۔

من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًّا بغير علم، ولتنزيه السنة المسلمين عن الفحش إلا أن تدعو إلى ذلك ضرورة لا بدائهم به فكيف أذاهم ونحوه كما فعل النبي ﷺ. اه (۱)۔

اس عبارت میں اس حکمت کی شرح اور آداب و شرائط بھی جمع کر دیئے گئے، اور ایک حکمت زائد بھی بتلائی۔

ففي قوله: مع ما فيه من كف أذاهم، وفي قوله: فكيف أذاهم. یعنی کفار کی جرأت اور زیادتی کا روکنا بھی مقصود تھا؛ کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ ہم کہیں گے تو اس سے زیادہ سنیں گے تو پھر ان کی ہمت ٹوٹ جائے گی، تو اس میں مسلمانوں کی حفاظت ہے، اور اہل حق کی حفاظت و شرا و ایدا سے یہ اعظم اخلاق مطلوبہ سے ہے، اور یہ سب حکمتیں فلسفیانہ ہیں، اور ایک حکمت صوفیانہ بھی نہایت لطیف ہے۔ وہ یہ کہ خود بدلہ نہ لینے سے اُن پر غضب خداوندی شدید ہوتا، اور انتقام لینے سے اُس میں تخفیف ہو جاتی ہے، تو

(۱) شرح النووي على المسلم، كتاب الفضائل، فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه،

النسخة الهندية ۲ / ۳۰۰۔

قال النووي: وأما أمره صلى الله عليه وسلم بهجائهم وطلبه ذلك من أصحابه واحدا بعد واحد ولم يرض بقول الأول والثاني حتى أمر حسان، فالمقصود منه النكايه في الكفار، وقد أمره الله تعالى بالجهاد في الكفار والإغلاظ عليهم، وكان هذا الهجو أشد عليهم من رشق النبل فكان مندوباً لذلك مع ما فيه من كف أذاهم، وبيان نقصهم والانتصار بهجائهم المسلمين، قال العلماء: وينبغي أن لا يبدأ المشركون بالسب والهجاء مخافة من سبهم الإسلام وأهله قال الله تعالى: ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوًّا بغير علم، ولتنزيه السنة المسلمين عن الفحش إلا أن تدعو إلى ذلك ضرورة لا بدائهم به فكيف أذاهم ونحوه كما فعل النبي صلى الله عليه وسلم، وكان الشعر في ذلك الزمان من أقوى وسائل الدعاية والإعلام، فاستعملها رسول الله صلى الله عليه وسلم للانتصار للإسلام، فيؤخذ منه أن تستخدم مثل هذه الوسائل المباحة لنشر دعوة المسلمين ولرد على الكفار المعاندين للإسلام وأهله بما فيه نكايه لهم ومدافعة لشهرهم. (تكملة فتح الملهم، كتاب

فضائل الصحابة، فضائل حسان بن ثابت، مكتبة أشرفيه ديوبند ۵ / ۲۴۸)

مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الأول، مكتبة إمداديه ملتان

اس میں عین اُن کی خیر خواہی ہے، دلیل اس شدّت و زہمت کی ایک حدیث ہے، کہ حضرت عائشہؓ کی کسی نے چوری کی، انہوں نے بدوعاء کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدوعاء کرنے سے اُس کی عقوبت میں تخفیف ہو جاوے گی (۱)۔ اور آپ کی اسی حکمت کی نظیر دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں گھر والوں نے آپ کے مُنہ مبارک میں دوا ڈالی، اور منع کرنے پر بھی ایسا کیا، آپ نے اپنے سامنے سب کے مُنہ میں دوا ڈالنے کا حکم دیا۔ رواہ البخاری فی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته (۲)۔ وہاں محققین نے یہی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اگر آپ انتقام نہ لیتے تو اُن پر کوئی وبال نازل ہوتا، آپ نے اُن کو بچا دیا (۳) غرض یہ ہے کہ آپ کا اصلی مزاج تو یہ تھا کہ حدیثوں میں وارد ہے، کہ آپ سے کفار کے لئے بدوعاء کرنے کی درخواست کی گئی، آپ نے انکار فرمادیا (۴) اور اصلی مزاج کے خلاف جہاں ہو گا کسی قوی عارض کی وجہ سے ہو گا۔ فقط

۲۲ / جب ۱۳۵۱ھ (النور، رجب الاول ۱۲۵۲ھ ص ۷)

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: سُرقت ملحفة لها فجعلت تدعو على من سرقها فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا تسبخي عنه، قال أبو داؤد: لا تسبخي أي لا تخففي عنه. (أبو داؤد شريف، باب تفريع أبواب الوتر، باب الدعاء، النسخة الهندية ۱ / ۲۱۰، دار السلام رقم: ۱۴۹۷)

(۲) وقالت عائشة رضي الله عنها لددناه في مرضه فجعل يشير إلينا أن لا تلدونى فقلنا كراهية المريض للدواء، فلما أفاق قال: ألم أنهكم أن تلدونى؟ قلنا: كراهية المريض للدواء، فقال: لا يبقى أحد في البيت إلا لُدُّوا أنا أنظر إلا العباس، فإنه لم يشهدكم. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته، النسخة الهندية ۲ / ۶۴۱، رقم: ۴۲۷۴، ف: ۴۴۵۸)

(۳) وإنما فعل بهم ذلك عقوبة لهم لتركهم امتثال نهيه عن ذلك، أما من باشره فظاهر، وأما من لم يباشره فلكونهم تركوا نهيبهم عما نهاهم هو عنه، ويستفاد منه أن التأويل البعيد لا يعذر به صاحبه، وفيه نظر أيضا؛ لأن الذي وقع في معارضة النهي، قال ابن العربي: أراد أن لا يأتوا يوم القيامة، وعليهم حقه فيقعوا في خطب عظيم الخ. (فتح الباري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم، مكتبة أشرفيه ديوبند ۸ / ۱۸۶)

(۴) عن عروة أن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم حدثته ←

بابو وغیرہ کو رشوت دینا

سوال (۲۵۲۸): قدیم ۱۷۶/۴ - مال روانہ کرنے کے وقت پارسل بابو یا مال بابو کچھ بٹلی کی بنوائی لیتے ہیں، ایسے ہی مال چھوڑنے کے وقت بھی کچھ لیتے ہیں، اگر اُن کو نہ دیا جائے تو طرح طرح کی پریشانی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے، مثلاً پارسل کا کٹ جانا، بٹلی کا بہت دیر میں دینا بٹلی کا روک لینا، پارسل کا نہ چھوڑنا، اور اگر مقدمہ بازی کی جاوے تو کے دفعہ ہو سکتی ہے، اور پھر تمام لوگ دیتے ہیں، ان سب کے مقابلہ میں اگر ایک نہ دے تو وہ کچھ نہیں کر سکتا، اور نہ ثبوت اس کا بہم پہنچا سکتا ہے تو آیا یہ اجرت دینا رشوت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیوں اس لئے کہ اُن کی تنخواہ سرکاری طور پر مقرر ہے، پھر اجرت کیسی، اور اگر ہے تو پھر اس سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟

الجواب: یہ رشوت ہے؛ لیکن یہ دینا دفع ظلم کے لئے ہے، اور دفع ظلم کے لئے رشوت دینا جائز ہے (۱)۔ ۹ شوال ۱۳۳۲ھ (حوادث اول ص ۱۵۴)

← **أنها قالت للنبي صلى الله عليه وسلم هل أتى عليك يوم كان أشد من يوم أحد قال: لقد لقيت من قومك ما لقيت منهم يوم العقبة إذ عرضت نفسي على ابن عبد ياليل بن عبد كلال فلم يجبني إلى ما أردت فانطلقت وأنا مهموم على وجهي فلم أستفق إلا وأنا بقرن الثعالب فرفعت رأسي، فإذا أنا بسحابة قد أظلنتني فنظرت، فإذا فيها جبرئيل فناداني فقال: إن الله قد سمع قول قومك لك وما ردوا عليك وقد بعث إليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم فناداني ملك الجبال فسلم علي ثم قال: يا محمد فقال ذلك فيما شئت إن شئت أن أطبق عليهم الأخشبين، فقال النبي صلى الله عليه وسلم بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئاً. (بخاري شريف، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، النسخة الهندية ۱/ ۴۵۸، رقم: ۳۱۲۶، ف: ۳۲۳۰)**

مسلم شريف، كتاب الجهاد والسير، باب ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم من أذى المشركين والمنافقين، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۹، بيت الأفكار رقم: ۱۷۹۵ -

(۱) عن وهب بن منبه قال: قلیست الرشوة التي تأثم فيها صاحبها بأن يرشو فيدفع عن ماله ودمه، إنما الرشوة التي تأثم فيها أن ترشو لتعطي ما ليس لك. ←

← (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب آداب القاضي، باب من أعطاهما ليدفع بها عن نفسه أو ماله ظلماً أو يأخذ بها حقاً، دار الفكر بيروت ١٥ / ١٤٥، رقم: ٢١٠٦٩)

لا بأس بالرشوة إذا خاف على دينه (درمختار) وفي الشامية: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولا استخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ٩ / ٦٠٧، كراچی ٦ / ٤٢٣)

ومنها إذا دفع الرشوة خوفاً على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع. (البحر الرائق، كتاب القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ٦ / ٤٤١، كوئته ٦ / ٢٦٢)

أما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو ليدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، مكتبة إمداديه ملتان ٧ / ٢٤٨)
إذا دفع الرشوة لدفع الجور عن نفسه أو أحد من أهل بيته لم يَأْثِم. (هندية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر: في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ٤ / ٤٠٣، جديد زكريا ٤ / ٤٣١)
الموسوعة الفقهية الكويتية ٤ / ٤٠٣ -

شبير احمد قاسمي عفا الله عنه



۱۲/ باب: نکاح اور منگنی وغیرہ

بیوہ عورتوں کو نکاح سے روکنا

سوال (۲۵۲۹): قدیم ۱۷۶/۴ - بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی سے روکنا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام، یا مکروہ؟ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے۔ بینا تو جروا۔ فقط

الجواب: قال الله تعالى: 'فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف ذلك يوعظ به من كان منكم يؤمن بالله واليوم الآخر ذلكم أذكى لكم وأطهر. الآية (۱)۔ وقال الله تعالى: 'وانكحوا الأيامى منكم. الآية (۲)۔ وقال رسول الله ﷺ: يا علي! لا تؤخر ثلاثاً، وعد منها: الأيم إذا وجدت لها كفواً (الحديث (۳)۔ اور اگر اس کو عار و عیب و ننگ سمجھتا ہے تو خوفِ کفر ہے۔

لقلوله تعالى: 'فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً. الآية (۴)۔ ولقلوله صلى الله عليه وسلم: لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به. (الحديث (۵)۔

۲۱ شعبان ۱۳۳۰ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۲۶)

(۱) سورة البقرة، رقم الآية: ۲۳۲۔

(۲) سورة النور، رقم الآية: ۳۲۔

(۳) عن علي بن أبي طالب أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي! ثلاث لا تؤخرها:

الصلاة إذا آتت، والجنابة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفواً. (ترمذي شريف، أبواب مواقيت الصلاة، باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل، النسخة الهندية ۱/ ۴۲، دارالسلام رقم: ۱۷۱) ابن ماجه شريف، أبواب الجنائز، باب ما جاء في الجنابة لا تؤخر إذا حضرت، النسخة

الهندية ص: ۱۰۷، دارالسلام رقم: ۱۴۸۶۔

(۴) سورة النساء، رقم الآية: ۶۵۔

(۵) مشکوة شريف، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني،

شبير احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۳۰۔

بیوہ عورت کو کسی دوا وغیرہ سے باکرہ بنانا دھوکہ دینے کے لئے

سوال (۲۵۳۰): قدیم ۴/۱۷۷- (۱) بعض زنان بیوہ را باکرہ ساخته از قسم دوا وغیرہ یا فریب کردہ بشو ہر مید ہند تمام عمر شوہر آس طعن و ملامت آس می کنند ازین وجہ زن و شوہر ناخوش و ناراض با ہم دیگر عداوت دارند حکم شرع درین باب چیست؟

الجواب: (۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: من غش فليس مني. رواه مسلم مشكوة، باب المنهي عنها من البيوع (۳).
ازیں حدیث صریح معلوم می شود حرمت ایں فعل مسئول عنہ بمثاہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلمش را خارج از جماعت خود فرمودند۔ (تمتہ اولی ص ۳۱۸)

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: بعض لوگ بیوہ عورتوں کو دوا وغیرہ کے ذریعہ باکرہ بنا کر یا دھوکہ دے کر شوہر کے حوالے کر دیتے ہیں، پھر شوہر ساری زندگی بیوی کو لعن و طعن اور ملامت کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے میاں بیوی آپس میں ناخوش رہتے ہیں اور ان کی آپس میں نہیں بنتی ہے، تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟
(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: اس حدیث سے صراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسئول فعل کی حرمت اتنی شدید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کے مرتکب کو اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ہے۔

(۳) مشکوٰۃ شریف، کتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، مكتبة أشراف دیوبند ۲/ ۴۸-۲
مسلم شریف، کتاب الإیمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا،
النسخة الهندية ۱/ ۷۰، بیت الأفكار، رقم: ۱۰۱۔
عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مرَّ على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فالتأصابعه بللاً، فقال: يا صاحب الطعام! ما هذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال: من غش فليس منا. (ترمذي شریف، کتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، النسخة الهندية ۱/ ۴۵، دار السلام، رقم: ۱۳۱۵)
أبو داود شریف، کتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲/ ۴۸۹، دار السلام، رقم: ۳۴۵۲۔

ابن ماجه شریف، أبواب التجارات، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ص: ۱۶۰،
دار السلام رقم: ۲۲۲۴-۲۲۲۵ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ○ ❖ ○

۱۳/ باب: عورتوں پر پردے اور نظر و لمس وغیرہ کے احکام

عورتوں کے پردہ کا حکم

سوال (۲۵۳۱): قدیم ۴/ ۱۷۷- پردہ کی نسبت کیا حکم ہے آیا پردہ فرض ہے یا واجب ہے یا کیا؟

الجواب : پردہ کے دو معنی ہیں: ایک ستر دوسرے حجاب۔ ستر تو فرض ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرد کو مرد کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے، مگر ناف سے زانو تک جائز نہیں۔ اور عورت کو عورت کا بھی اتنا ہی بدن دیکھنا جائز ہے۔ اور اپنی مملوکہ (*) حلال شرعی اور اپنی زوجہ کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے، اور اپنے محارم کا منہ اور سر اور سینہ اور پنڈلیاں اور دونوں بازو دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے۔ اور اُن کی پشت اور شکم دیکھنا جائز نہیں، اور غیر مملوکہ کا بھی اتنا ہی بدن دیکھنا جائز ہے، اور اجنبی آزاد عورت کا کچھ دیکھنا جائز نہیں، مگر ہتھیلیاں دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے، اور اگر شہوت کا خوف ہو تو بغیر حاجت ضروری شرعی کے دیکھنا جائز نہیں، ہاں اگر حاجت ہو جیسے حاکم حکم کرتے وقت اور گواہ کو شہادت کے وقت تو چہرہ دیکھنا جائز ہے، اور طبیب کو مرض کا موضع دیکھنا جائز ہے، اگرچہ لوگوں کو خوف شہوت کا ہو، باقی حتی الوسع شہوت کو دل سے دور کرے، چنانچہ یہ روایت قدوری کی شاہد اس مضمون کی ہے:

ولا يجوز أن ينظر الرجل من الأجنبية إلا وجهها وكفيها، فإن كان لا يأمن من الشهوة لم ينظر إلى وجهها إلا لحاجة، ويجوز للقاضي إذا أراد أن يحكم عليها ولشاهد إذا أراد الشهادة عليها أن ينظر إلى وجهها وإن خاف أن يشتبه، ويجوز للطبيب أن ينظر إلى موضع المرض منها، وينظر الرجل من الرجل في جميع بدنه إلا ما بين سُرته إلى ركبته، ويجوز للمرأة أن تنظر من الرجل إلى ما ينظر إليه الرجل، وتنظر المرأة من المرأة إلى ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من الرجل، وينظر الرجل من أمته التي تحل له وطئها وزوجته إلى فرجها، وسائر جسدها، وينظر الرجل من ذوات محارمه

(*) یعنی جس سے صحبت حلال ہو۔ ۱۲ منہ

إلى الوجه والرأس، والصدر، والساقين، والعضدين، ولا ينظر إلى ظهرها وبطنها،
وينظر الرجل من مملوكة غيره إلى ما يجوز له أن ينظر إليه من ذوات محارمه (۱)۔
پس ستر اس تفصیل سے فرض ہے۔

دوسرا حجاب ہے جو آج کل شرفاء میں معمول ہے، کہ عورت مرد اجنبی کو بالکل بدن نہیں دکھاتی، اور غالباً غرض
سائل کی اسی کا پوچھنا ہے، پس یہ جناب رسالت ﷺ کی ازواج مطہرات پر تو فرض تھا۔
لقوله تعالى: 'وقرن في بيوتكن' (۲)۔ ولقوله تعالى: 'وإذا سألتموهن متاعاً فسئلوهن من
وراء حجاب' (۳)۔

اور مومنین اُمّت کی عورتوں پر فرض نہیں، چنانچہ روایت بالا سے معلوم ہو چکا کہ اجنبی عورت کا چہرہ اور
ہتھیلیاں دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے؛ البتہ یہ حجاب سنت اور واجب استحسانی ہے اور بہ نظر (*)
مصلحت و رفع شرف و فتنہ ضروری ہے۔

لقوله تعالى: 'ياايها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من
جلابيبهن ذلك أدنى أن يعرفن فلا يؤذين'. الآية (۴)۔

تفسیر حسینی میں ہے: ”گویند در شان زانیان ست کہ شبہا بر سر راہ ہانشستندے و دست تعدی بدامن کثیران
رسانیدے۔ وسعدی می فرماید کہ در اں وقت حراز را علامت آن بود کہ سر پوشیدہ در راہ افتندے

(*) حاصل اس کا وجوب لغیرہ ہے۔ ۱۲ منہ

(۱) المختصر القدوري، كتاب الحظر والإباحة، قيل كتاب الوصايا، مكتبة إمداديه ملتان
ص: ۲۸۰-۲۸۱۔

هداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر والمس، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/
۴۵۸ تا ۴۶۲۔

ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر ونحوه، دار الكتب العلمية
بيروت ۴/ ۱۹۹-۲۰۰۔

(۲) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۳۳۔

(۳) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۳۔

(۴) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۹۔

و جواری سر برہنہ بودندے چوں آں بدکاراں از سر پوشیدگان تحاشی می نمودند لا جرم آیت آمد اے پیغمبر
بگو مر زنان خود را و دختران خود را و زنان مومنان را کہ بوقت بیروں رفتن از خانہ نزدیک گردانند و فرد گدازند بر
روہائے و بدنہائے خویش چادر ہائے خود را یعنی وجوہ ابدان پوشند ایں پوشیدن سرور و بطن نزدیک
تراست بآنکہ ایشان را بشناسند بصلاح و عفت یا متمیز شوند بازادی پس ایذاء کردہ نشوند یعنی آن زانیان
تعرض نہ کنند ایشان را۔ انتہی (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم فتنہ کے سبب سے ہوا۔

وفي الدر المختار، صفحہ ۲۷۲ من الجلد الأول: وتمنع المرأة الشابة من
كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة كمسه، وإن أمن الشهوة؛ لأنه
أغلظ، ولذا ثبت به حرمة المصاهرة كما ياتي في الحظر. انتهى (۲)۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن. الآية
(۳)۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مترجم گوید کہ حاصل ایں آیت آنست کہ مواضع زینت دو قسم است، آنچہ در ستر آں حرج است، و آں وجہ
و کفین بود، و آنچہ در ستر آں حرج نیست مانند سر و گردن و عضد و ذراع و ساق، پس ستر وجہ و کفین از اجنبیان

(۱) مواہب علیہ المعروف بتفسیر حسینی، قدیم ۲/ ۱۳۷، سورة الأحزاب، آیت: ۵۹۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/

۷۹، کراچی ۱/ ۴۰۶۔

وفي المنتقى: تمنع الشابة عن كشف وجهها لتلا يؤدي إلى الفتنة، وفي زماننا المنع
واجب بل فرض لغلبة الفساد. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب
العلمية بيروت ۱/ ۱۲۲)

قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا للفتنة.
(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۴۷۰، کوئٹہ ۱/ ۲۷۰)
قال الحنفية: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا، لا لأنه
عورة، بل لخوف الفتنة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۱/ ۱۳۴)

(۳) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

فرض نیست بلکہ سنت است و ستر غیر آں از اجنبیان فرض است ناز محارم۔ واللہ اعلم۔ فتح الرحمن (۱)۔ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ فاسئلوہن من وراء حجاب۔ الآیۃ (۲)۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا، کہ مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے سامنے نہ جائیں، سب مسلمانوں کی عورتوں پر یہ حکم واجب نہیں، اگر عورت سامنے ہو کسی مرد کے سب بدن کپڑوں میں ڈھکا ہو تو گناہ نہیں، اور اگر نہ سامنے ہو تو بہتر ہے۔ موضح القرآن (۳)۔

پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ ستر فرض ہے اور حجاب بنظر مصلحت واجب ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم وأحکم۔ ۲۸ شعبان یوم الاربعاء ۱۳۰۰ھ (امداد، جس ۲، ص ۱۱۹)

سوال بریں فتویٰ

آپ کی تحریر سے ثابت ہوا کہ پردہ جائز ہے، اگر نہ کرے تو گناہ نہیں، اور مصلحت واجب کسے کہتے ہیں؟ اس کا مفصل حال لکھو۔

الجواب : میری تحریر سے جائز ہونا پردہ کا ثابت نہیں ہوتا، خود یہ عبارت اس میں موجود ہے (پس ستر وجہ و کفین از اجنبیان فرض نیست، بلکہ سنت ست) پس جائز ہونا کہیں ثابت نہیں ہوتا، اور یہ جو لکھا ہے کہ اگر کوئی نہ کرے تو گناہ نہیں، یہ بھی ثابت نہیں ہوتا؛ کیونکہ یہ عبارت اس میں موجود ہے (اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم فتنہ کے سبب سے ہوا) تو جو حکم کسی علت سے ہوتا ہے جب وہ علت پائی جائے گی حکم بھی ضرور پایا جائے گا (۴) پس جب پردہ کا حکم بہ علت خوف فتنہ ہوا تو جہاں خوف اندیشہ فتنہ ہوگا جیسے جوان عورت میں

(۱) فتح الرحمن بترجمة القرآن للشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی، سورة النور، آیت: ۳۱، ص: ۳۵۳۔

(۲) سورة الأحزاب، رقم الآیۃ: ۵۳۔

(۳) تفسیر موضح القرآن، سورة الأحزاب، آیت: ۵۳، مطبوعہ أحمدی دہلی ۱۲۲/۵۔

(۴) الحکم یدور مع العلة وجوداً و عدماً۔ (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۱۷/۴، کراچی ۳/۳۹)

الحکم یدور مع العلة لا مع الحکم۔ (النہر الفائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،

مکتبہ زکریا دیوبند ۱/۲۳۲) ←

اس پر یہ حکم بھی ضرور واجب ہوگا، اگر نہ کرے گی تارک واجب اور گنہگار ہوگی (۱) البتہ جہاں احتمال فتنہ کا نہ ہو جیسے ساٹھ ستر برس کی بڑھیا تو اس پر یہ حکم بھی واجب نہیں، اور اگر وہ پردہ نہ کرے تو گنہگار نہ ہوگی، ہاں تارک سنت ہے اور واجب مصلحت کے یہ معنی نہیں کہ لوگوں نے مصلحت دیکھ کر واجب کر دیا؛ بلکہ یہ معنی ہیں کہ شریعت نے اس کا وجوب ایک مصلحت پر مبنی رکھا ہے، جب وہ مصلحت ہوگی وجوب بھی رہے گا، جب وہ مصلحت نہ ہوگی وجوب بھی نہ رہے گا، جیسا پردے میں مصلحت رفع شرفتنہ ہے۔ وجودہ بوجود دھا وعدمہ بعدمھا۔ بخلاف دیگر واجبات مطلقہ کے کہ ان میں حکم قائم مقام علت کے ہو جایا کرتا ہے۔ کما لا یخفی علی من له أدنی مسکة فی الفقة هذا ما عندي. واللہ اعلم

۵/ رمضان چہار شنبہ ۱۳۰۰ھ (امداد ج ۲ ص ۱۲۰)

ایضاً

سوال (۲۵۳۲): قدیم ۱۸۰/۲ - آزاد اور مومنہ عورت کا پردہ اجنبیوں اور نامحرموں کے سامنے آنے میں از روئے فقہ وحدیث کیا ہے؟ برقعہ اوڑھنا واجب ہے یا چہرہ اور ہاتھ کھول کے باہر نکالنا جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اُس شخص کی نسبت کیا حکم ہے جو عورتوں کو گھر میں بیٹھ رہنے پر مجبور کرے، چار دیواری سے نکلنے نہ دے یا بغیر برقعہ کے آنے جانے سے روکے؟

← القاعدة المقررة أن الحكم يدور مع العلة وجوداً وعدمًا. (الموسوعة الفقهية

الكويتية ۳۹ / ۳۸۶)

(۱) وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال، لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة، كمنه وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ، ولذا ثبت به حرمة المصاهرة كما يأتي في الحظر. (الدر المختار مع الشامسي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ۷۹ / ۲، کراچی ۱ / ۴۰۶)

تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدي إلى الفتنة، وفي زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت ۱ / ۱۲۲) قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا للفتنة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ۱ / ۴۷۰، كوئٹہ ۱ / ۲۷۰)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: قال الله تبارك وتعالى: 'وقرن في بيوتكن'. پاره: ومن يقنت شروع

(١) - وقال الله: يا ايها النبي قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن. أيضا پاره: ومن يقنت قريب ربح (٢) - وقال الله تعالى: 'وإذا سالتموهن متاعاً فاسئلهن من وراء حجاب. أيضا پاره: ومن يقنت ركوع (٣) - وقال الله تعالى: والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحاً فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة وان يستعففن خير لهن. پاره: قد أفلح بعد ثلث أربع (٤) -

وقال رسول الله ﷺ: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. رواه الترمذي (٥) - وعن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة إذ أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه، فقال رسول الله ﷺ: احتجبا منه، فقلت: يا رسول الله ﷺ! أليس هو أعمى لا يبصرنا؟ فقال ﷺ: أفعميا، وإن أنتما (٦) -

(١) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٣٣ -

(٢) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٥٩ -

(٣) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٥٣ -

(٤) سورة النور، رقم الآية: ٦٠ -

(٥) ترمذي شريف، كتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات،

النسخة الهندية ١/ ٢٢، دارالسلام رقم: ١١٧٣ -

(٦) عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة قالت:

فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب، فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم: احتجبا منه، فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا

يبصرنا، ولا يعرفنا؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفعميا وإن أنتما أستمنا

تبصرانه. (ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال، النسخة

الهندية ٢/ ١٠٦، دارالسلام رقم: ٢٧٧٨)

أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في قوله عز وجل (وقل للمؤمنات يغضضن من

أبصارهن) النسخة الهندية ٢/ ٥٦٨، دارالسلام رقم: ٤١١٢ -

وفي الدر المختار: تمنع الشابة وجوبا من كشف الوجه بين رجال، لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة. اه (۱) (اس کا صفحہ اس وقت یاد نہیں، مگر عبارت دیکھی ہوئی یاد ہے)

ان احادیث و آیات و روایات فہمیہ کا ترجمہ کسی ذی علم سے دریافت کر کے غور درکار ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے حکم اصلی احتجاب و استتار بکلیت اعضائہا و ارکانہا ثابت ہے؛ البتہ جہاں ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبر سن کے مطلق احتمال فتنہ و اشتہاء کا باقی نہیں، وہاں وجہ و کفین کا کشف جائز ہے (۲) اور یہی مطلب ہے اُن کے ستر نہ ہونے کا، اس سے جواب سوال کا واضح ہو گیا کہ مشہات عورت کا اجنبی کے روبرو آنا از روئے قرآن و حدیث و فقہ ناجائز ہے، اور ضرورت میں برقعہ اوڑھ کر نکلے؛ البتہ جہاں ضیق ہو یا معمر زیادہ ہو وہاں جائز ہے، پس جو عورتوں کو گھروں میں بیٹھے رہنے پر مجبور کرے اور چار دیواری سے نکلنے نہ دے اور بغیر برقعہ کہیں آنے جانے سے روکے وہ بالکل قرآن و حدیث و فقہ پر عامل ہے اور اس شخص کو مفاسد سے روکنے کا اجر عظیم ملے گا،

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/

۷۹، کراچی ۱/ ۴۰۶۔

وفي الدر المنتقى: تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدي إلى الفتنة، وفي زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد. (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۲)

قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا للفتنة. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۴۷۰، کوئٹہ ۱/ ۲۷۰)

(۲) ولا يجوز أن ينظر الرجل من الأجنبية إلا وجهها وكفيها، فإن كان لا يأمن من الشهوة لم ينظر إلى وجهها إلا لحاجة. (مختصر القدوري، کتاب الحظر والإباحة، قبیل کتاب الوصایا، مکتبہ إمدادیہ دیوبند ص: ۲۸۰-۲۸۱)

ونصوا على أنه لا يجوز أن ينظر الرجل إلى الأجنبية إلا وجهها وكفيها، فإن كان لا يأمن من الشهوة لا ينظر إلى وجهها إلا لحاجة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۹/ ۵۳)

هدایہ، کتاب الکراہیہ، فصل فی الوطء والنظر والمس، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۴۵۸۔

اور مغلاق الشر و مفتاح الخير کا مصداق ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶ رمضان ۱۴۱۹ھ (امداد ج ۲ ص ۱۴۸)

پردہ کے سلسلہ میں تفصیل اور اس شخص کی امامت کا حکم جس کی عورت بے پردہ ہو

یہ مسئلہ، امداد، ج ۲ ص ۱۵۴ سے جلد اول صفحہ ۲۲۲ پر لکھا گیا ہے؛ لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیں (۲)۔

(۱) عن سهل بن سعد رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن هذا الخير خزائن، ولتلك الخزائن مفاتيح، فطوبى لعبد جعله الله مفتاحاً للخير مغلاقاً للشر، وويل لعبد جعله الله مفتاحاً للشر مغلاقاً للخير. (ابن ماجه شريف، المقدمة، باب من كان مفتاحاً للخير، النسخة الهندية ص: ۲۱، دار السلام رقم: ۲۳۸)

(۲) دیکھئے سوال نمبر: ۲۷۹ کا جواب۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



إلقاء السكينة في تحقيق إبداء الزينة

عورتوں کے پردہ کا حکم

سوال (۲۵۳۳): قدیم ۱۸۱/۴ - بعض لوگوں نے آیت نور: لا یبدین زینتھن إلا ما ظہر

منہا (۱) میں ما ظہر منہا کی تفسیر جو وجہ اور کفین کے ساتھ منقول ہے اس سے عدم وجوب استتار وجہ و کفین پر استدلال کیا ہے، آیا یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: اوّل: ما ظہر منہا کی یہ تفسیر متعین نہیں، یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر ثیاب و جلباب کے ساتھ منقول ہے۔ والقولان مع

أقوال آخر منقولان في الدر المنثور (۲)۔

جب یہ تفسیر محتمل ہوئی تو محتمل سے استدلال صحیح نہیں؛ کیونکہ قول اخیر پر آیت میں وجہ و کفین کے استثناء کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ اور بعد تسلیم بھی یہ استدلال باطل ہے، اور منشاء اس کا جہل ہے پانچ امر سے، خود

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

(۲) أخرج عبد الرزاق، والفریابی وسعيد بن منصور عن ابن مسعود رضي الله عنه في قوله (ولا يبدین زینتھن) قال: الزينة: السوار، والدملج، والقرط، والقلادة (الا ما ظہر منہا) قال: الثیاب والجلباب.

وأخرج ابن المنذر عن أنس في قوله (ولا يبدین زینتھن الا ما ظہر منہا) قال: الكحل، والخاتم.

وأخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنه (ولا يبدین زینتھن الا ما ظہر منہا) قال: الكحل، والخاتم، والقرط، والقلادة.

وأخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد عن ابن عباس في قوله (إلا ما ظہر منہا) قال: هو خضاب الكف، والخاتم.

وأخرج ابن أبي شيبة وعبد بن حميد وابن أبي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله (إلا ما ظہر منہا) قال: وجهها وكفاها والخاتم. (الدر المنثور، سورة النور، آیت: ۳۱،

دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷۵-۷۴)

جملہ ظہر منها کے معنی سے بھی ۳۲ اور لا ییدین کے سباق بالموحدہ و سیاق بالتحسانیہ سے بھی ۵۳ اور اس آیت سے مقدم فی النزول بعض آیات سے بھی اور دوسری مؤخر فی التلاوة غیر معلوم التقدم والتأخر فی النزول آیت سے بھی، چنانچہ سب کے متعلق عرض کرتا ہوں:

امر اول: ما ظہر منها فرمانا اور ما اظہر نہ فرمانا (باوجودیکہ اور سب صیغ مذکورہ فی الآیہ میں فاعل نساء کو قرار دیا گیا ہے، جیسے یغضضن، یحفظن، لا ییدین، یضربن، یخمرهن، لا یضربن بأرجلھن دال ہے اس پر کہ یہ ظہور من غیر اظہار ہے) (*).

امر ثانی: یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن.

امر ثالث: لا یضربن بأرجلھن

امر رابع: سورۃ احزاب کی (جو کہ سورۃ نور سے نزول میں مقدم ہے کذا فی الاتقان (۱) آیتیں: قوله تعالى: وقرن فی بیوتکن (۲)۔

(*) توجیہ الدلالة أن الظهور له درجتان أحدهما ما بدون الإظهار حقيقة كالاضطراري، أو حكما كالظهور الضروري المشابه بالاضطراري كما سيأتي، والأخرى ما بالإظهار والمراد ههنا الأولى لكونها أدنى لا يحتاج إلى الدليل، ولا دليل على الزائد، ولكونه مقتضى المقام من المنع عن الإظهار. ۱۲ منه

(۱) وقال ابن الضريس في فضائل القرآن: حدثنا محمد بن عبد الله بن أبي جعفر الرازي أنبأنا عمرو بن هارون حدثنا عثمان بن عطاء الخراساني عن أبيه عن ابن عباس رضي الله عنه قال: كانت إذا أنزلت فاتحة الكتاب بمكة كتبت بمكة، ثم يزيد الله فيها ما شاء، وكان أول ما أنزل من القرآن: اقرأ باسم ربك، ثم ن، ثم يا أيها المزمّل فهذا ما أنزل الله بمكة، ثم أنزل بالمدينة سورة البقرة، ثم الأنفال، ثم آل عمران، ثم الأحزاب، ثم الممتحنة، ثم النساء، ثم إذا زلزلت، ثم الحديد، ثم القتال، ثم الرعد، ثم الرحمن، ثم الإنسان، ثم الطلاق، ثم لم يكن، ثم الحشر، ثم إذا جاء نصر الله ثم النور، ثم الحج الخ. (الاتقان في علوم القرآن للإمام السيوطي، النوع الأول في معرفة المكي والمدني، الهيئة المصرية العامة للكتاب ۱/ ۴۲-۴۳)

(۲) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۳۳۔

وقوله تعالى: 'وإذا سألتموهن متاعاً (۱)۔ وقوله تعالى: 'يدنين عليهن من جلابيهن (۲)۔

امر خامس: آية والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحاً (۳)۔

اور چونکہ ان امور خمسہ میں کوئی تعارض نہیں۔ کما سیستضح۔ اور اسی لئے کسی نے ان میں مؤخر کو مقدم کا نسخ نہیں کہا؛ اس لئے یہ پانچوں کے پانچوں واجب الاخذ ہوں گے، پس مجموعاً مورخہ پر نظر کر کے تقریر مقام کی یہ ہوگی کہ آیت: 'وقرن فی بیوتکن۔ اور آیت: 'وإذا سألتموهن سے عورتوں پر استتار اشخاص کا واجب کیا گیا ہے اور اصل حکم اور عزیمت یہی ہے؛ لیکن کبھی خروج عن البیت کی بھی حاجت واقع ہوتی ہے، ایسی حالت میں یدنین علیہن من جلابیہن سے اظہار اشخاص میں رخصت دی گئی اور استتار بدان کو واجب فرمایا گیا، پھر کبھی گھر سے باہر بعض کوجن کے پاس خادمہ نہ ہوں بعض ایسے کاموں کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں، اور اس لئے ہاتھ کا استتار موجب حرج ہوتا ہے اور کام کرنے کے وقت اس کام کے دیکھنے کی بھی حاجت ہوتی ہے، اور گھونگٹ سے مٹھ چھپانے میں وہ گھونگٹ ابصار میں حائل ہو جاتا ہے، اور اس لئے چہرہ کا استتار بھی موجب حرج ہوتا ہے، ایسی حالت میں إلا ما ظہر منها سے بنا بر تفسیر مشہور صرف اظہار وجہ و کفین کی رخصت دی گئی ہے۔ اور بقیہ بدن کے استتار کو واجب فرمایا گیا، اور چونکہ یہ ضرورت بوجہ خدمت مولیٰ کے اماء میں زیادہ وسیع تھی، اس کی رخصت میں زائد توسیع کی گئی۔ کما هو مبسوط فی کتب الفقہ (۴)۔

(۱) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۳۔

(۲) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۹۔

(۳) سورة النور، رقم الآية: ۶۰۔

(۴) ولا يجوز أن ينظر الرجل إلى الأجنبية إلا إلى وجهها وكفيها؛ لقوله تعالى (ولا يبدین زینتہن إلا ما ظہر منها) قال علي رضي الله عنه وابن عباس رضي الله عنه: ما ظہر منها: الکحل والخاتم، والمراد موضعهما وهو الوجه والكف كما أن المراد بالزينة المذكورة مواضعها، ولأن في إبداء الوجه والكف ضرورة لحاجتها إلى المعاملة مع الرجال أخذاً وإعطاءً وغير ذلك، وهذا تنصيص على أنه لا يباح النظر إلى قدمها، وعن أبي حنيفة أنه يباح؛ لأن فيه بعض الضرورة، وعن أبي يوسف أنه يباح النظر إلى ذراعيها أيضاً؛ لأنه قد يبد منها عادة.

(هداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر والمس، مكتبة اشرفيه ديوبند ۴ / ۵۸) ←

پس جواز اظہار وجہ و کفین صرف حالت حرج فی الاستتار کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بعض نے قد میں کو بھی کفین کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اور بعض نے لبس خفین کے مانع مثنیٰ نہ ہونے کو دونوں میں فارق بتلایا ہے، اور اس تقیید بحالۃ الحرج پر دلائل مستقلہ کے علاوہ خود صیغہ ظہر میں بھی دلالت ہے، جس کی توجیہ یہ ہے کہ عورت اپنے کسی عضو کو جو کہ تفسیر ہے زینت کی (خواہ بالمطابقت کو جائزاً بھی ہو خواہ بالالتزام المعبر عند أهل العربیہ اس طرح کی جب زینت کا جو کہ مابن ملابس ہے اظہار جائز نہیں، تو مواضع (*) زینت کا جو کہ جزو ہے، اظہار کیسے جائز ہوگا) ہرگز ظاہر نہ کرے (وہذا مدلول قولہ تعالیٰ ولا یبدین زینتھن) لیکن اگر ایسی حالت ہو کہ اس میں وجہ و کفین کا استتار ایسا دشوار ہو کہ اگر یہ استتار کا قصد بھی کرتی ہے تب بھی وہ اضطراراً بقصد اظہار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہوں؛ کیونکہ اس ضروری کام کے ساتھ استتار جمع

(*) یہ اس پر مبنی ہے کہ زینتھن سے مراد عام ہو، ہر زینت کو مثل لباس مزین و نعل مزین و زیور و عطر وغیرہا کہ ان سب کا اظہار ”لا یبدین“ سے حرام ہے تو اعضاء کا جس میں وجہ و کفین کا بھی اظہار ہے، کیسے جائز ہوگا؟ ۱۲ منہ

← إذا كانت المرأة أجنبية حرة فلا يجوز النظر إليها بشهوة مطلقاً أو مع خوف الفتنة بلا خلاف بين الفقهاء، وذهب الحنفية إلى أنه لا يجوز نظر الأجنبية إلى سائر بدن الأجنبية الحرة إلا الوجه والكفين لقوله تبارك وتعالى (قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم) إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة، وهي الوجه والكفان خص فيه بقوله تعالى (ولا يبدین زینتھن إلا ما ظهر منها) والمراد من الزينة مواضعها ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان، فالكحل زينة الوجه، والخاتم زينة الكف، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والإعطاء، ولا يمكنها ذلك عادة إلا بكشف الوجه والكفين، فيحل لها الكشف، وهذا قول أبي حنيفة، وروي الحسن عن أبي حنيفة أنه يحل النظر إلى القدمين. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶ / ۲۶۸-۲۶۹)

ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن: فیما یحل للرجل النظر إلیہ وما لا یحل لہ، قدیم زکریا دیوبند ۳۲۹/۵، جدید زکریا دیوبند ۳۸۱/۵۔

نہیں ہوتا، ایسی حالت میں بمعیار الضروری يتقدر بقدر الضرورة (۱)۔ اس عارض کے سبب اسی قدر ان کے کشف کی اجازت ہے۔ پس یہ حکم عارض کے سبب ہے۔ اور اصلی حکم وہی استتار ہے، پس استتار کے یہ معنی ہیں، نہ یہ کہ اصلی حکم بالقصد وجہ و کفین کا کشف ہو، اور استتار کسی عارض سے ہو، اور اس کا احتمال کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مقام اپنے سیاق و سباق سے اسناد و فتنہ کو مقصود بتلار ہا ہے، چنانچہ یغضضن اور یحفظن اور لا یضر بن بأرجلھن سب اس اسناد کی مقصودیت میں نص ہیں، اور احادیث نے تو فتنہ کے اسباب بعیدہ تک کا اسناد کیا ہے (۲) تو ایسی حالت میں وجہ و کفین اور خصوص وجہ کا (جو کہ معنی ہے تمام فتن کا اور اس کا انکار نہ صرف بصیرت بلکہ بصارت کے فقدان کا بھی اقرار ہے) قصد انکشاف آیت کا مدلول کس طرح ہو سکتا ہے؟ ورنہ اجزاء آیت میں تعارض ہو جاویگا، جو کہ ادنی عاقل کے کلام میں بھی ممتنع ہے، تو حکیم علی الاطلاق کے کلام میں کیسے جائز ہوگا، اور یہ مسئلہ خود مستقل ہے کہ وجوب استتار وجہ و کفین اور وجوب استتار بقیہ بدن یہ دونوں وجوب ایک نوع سے ہیں یا دونوع سے، مثل فرض علمی و عملی کے جس کا مشہور عنوان یہ ہے کہ ان میں کون عضو عورت فی نفسہ ہے کون نہیں، سو یہاں اس سے بحث نہیں جو امر یہاں مقصود ہے یعنی مطلق وجوب استتار، اس میں یہ سب برابر ہیں، جیسے عورت غلیظہ و عورت غیر غلیظہ نفس وجوب ستر میں برابر ہیں، مگر غلط و عدم غلط میں متفاوت ہیں، اور چونکہ عادۃً ہاتھ سے کام کرنے میں اگر خاص طور پر خیال نہ رکھا جاوے، سر اور گلا کھل جاتا ہے؛ اس لئے ولیضربن بخمرھن سے اس کا انتظام فرمادیا، پھر یہ حکم اصلی وجوب استتار وجہ و کفین بنا بر اطلاق الفاظ آیت عام تھا، شواب و عجائز کے لئے آیت

(۱) الضرورات تتقدر بقدرھا۔ (قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۸۹)

شرح المجلة لسلم رستم باز، مکتبہ اتحاد دیوبند ۱/ ۳۰، رقم المادة: ۲۲۔

(۲) عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة، فإذا خرجت

استشرفها الشيطان. (ترمذي شريف، كتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول على

المغيبات، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۲، دار السلام، رقم: ۱۱۷۳)

عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة قالت: فبينما نحن

عنده أقبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب، فقال رسول الله صلى الله

عليه وسلم: احتجبا منه، فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا، ولا يعرفنا؟ فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفعميا وإن أنتما ألستما تبصرانه. (ترمذي شريف، كتاب الأدب،

باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۷۸)

والقواعد من النساء الخ (۱) نے اس وجہ سے عجز کو مخصوص و مستثنیٰ کر دیا، گو استنباب اُن کے لئے بھی ثابت ہے۔ لقولہ تعالیٰ: 'وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ (۲)۔ باقی وجہ و کفین کے علاوہ بقیہ بدن کا وجہ استناب بھی عام ہے، چنانچہ سر وغیرہ کھولنا عجز کے لئے بھی حرام ہے اور آیت: 'والقواعد الخ' کو تخص کہنے کا مبنیٰ وہ اصولی قاعدہ ہے کہ جب خصوص کی دلیل کلام مستقل موصول ہو تو وہ دلیل عام کے لئے تخص ہو جاتی ہے، اور غیر معلوم التراخی حکم موصول میں ہے۔

پس بعد تخصیص حاصل حکم کا یہ ہوا کہ شواب کے لئے تو استناب وجہ و کفین بجز موقع حرج کے بحالہ واجب رہا، اور عجز کے لئے صرف مستحب، ورنہ اگر شواب کے لئے وجہ و کفین کا کشف جائز ہوتا تو پھر آیت میں والقواعد کی تخصیص بے کار تھی، اس تقریر سے استدلال کا سقوط واضح ہو گیا۔ اور یہ سب احکام اجانب کے اعتبار سے تھے۔ اور محارم و امثالہم کا حکم دوسرے جملہ لایسیدین زینتہن الا لبعولتہن الخ میں مذکور ہوا ہے، جس کی تقریر بیان القرآن میں ہے۔ اس تقریر کے بعد بفضلہ تعالیٰ نہ کسی حق پر کوئی اشکال و اعضاء رہا نہ کسی مبطل کے لئے مجال مقال احتمال رہا۔ فقط

تنبیہ: اور یہ سب تفصیل جواز یا عدم جواز انکشاف لئلا جانب یا لئلا قارب عورت کے فعل میں ہے، باقی مرد کا جو فعل ہے نظر کرنا اُس کا جدا حکم ہے، یعنی جواز انکشاف جواز نظر کو مستلزم نہیں (۳) پس جس

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۶۰۔

(۲) سورة النور، رقم الآية: ۶۰۔

(۳) (إلا وجهها وكفيها وقد ميها) أما الوجه فلا خلاف فيه، ومنع الشابة من كشفه لخوف الفتنة ولا تلازم بين سلب العورة عنه حل النظر إليه، ألا ترى أنه يحرم النظر إلى وجهه الأمر إذا شك ولا عورة. (النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۱۸۳)

ولا تلازم بين كونه ليس بعورة، وجواز النظر إليه؛ لأن حل النظر منوط بعدم خشية الشهوة مع انتفاء العورة، ولذا حرم النظر إلى وجهها ووجه الأمر إذا شك في الشهوة ولا عورة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، الصلاة، فصل في متعلقات الشروط وفروعها، دار الكتاب ديوبند ص: ۲۴۱)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

صورت میں عورت کو کسی عضو کا کھولنا جائز ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرد کو اُس کا دیکھنا بھی جائز ہو؛ بلکہ وہ مکمل محرم میں یا احتمالِ شہوت میں بحالہ غض بصر کا مامور رہے گا، چنانچہ خود آیت میں اس عدم استلزام کی دلیل موجود ہے، یعنی مرد کا بدن بجز ما بین السُرَّة والِرِکْبَةِ جائز الانکشاف ہے، مگر عورت کو پھر بھی حکم ہے یغضضن من ابصارهن۔ خوب سمجھ لو۔ فقط ثانی ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

تقریر قولہ تعالیٰ: ”لَا یُبْدِیْنَ زَیْنَتَهُنَّ“ از مولوی حبیب احمد صاحب

قال اللہ تعالیٰ: قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ط ویضربن بخمرهن علیٰ جیوبهن ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی اخواتهن او نساء هن او ما ملکت ایمانهن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون (۱)۔

(یہ ایک آیت ہے جس میں حق تعالیٰ عورتوں کو ارتکابِ زنا سے روکتے اور ان کو ان باتوں کی تعلیم فرماتے ہیں جن سے وہ زنا سے محفوظ رہ سکتی ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ ان احکام میں اس کی بھی رعایت رکھتے ہیں کہ عورتوں کو تنگی نہ لاحق ہو، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے رسول آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں کسی قدر بند رکھیں (اور اپنی نظروں کو آزاد نہ کریں؛ کیونکہ نظر کی آزادی ابتدائی مرحلہ ہے زنا کا؛ کیونکہ اس سے ایک شخص کے محاسن کا ادراک ہوتا ہے اور ادراک سے استحسان پیدا ہوتا ہے، اور استحسان سے رغبت اور رغبت سے کوشش اور کوشش سے زنا) اور (اس طرح) اپنی شرمگاہوں کو (زنا سے) محفوظ رکھیں (اور اگر وہ ایسا نہ کریں گی تو زنا میں مبتلا ہو جانے کا بہت قوی خطرہ ہے) اور (دوسری بات جس سے وہ زنا سے محفوظ رہ سکتی ہیں یہ ہے کہ) وہ اپنی آرائش (کپڑوں زیور وغیرہ) کو نہ کھولیں (بلکہ اسے بطور خود چھپاتی رہیں، تاکہ وہ غیر مردوں کی اتفاقیہ نظر سے بھی محفوظ رہیں، اور کوئی اُسے چھپ کر شرارت سے دیکھنا چاہے تو اُسے بھی کامیابی نہ ہو، اور جب کہ نفسِ آرائش کے متعلق یہ حکم ہے تو اعضاءِ جسم

بالاولیٰ قابل اخفاء ہوں گے) بجز اس (آرائش) کے جو (عادۃً) ظاہر ہو (اور اس کے چھپانے میں تنگی ہو، کیونکہ گواہ اس کے کشف فی نفسہ میں بھی خطرہ ہے، مگر چونکہ خطرہ بعید اور ضرورت شدید ہے؛ لہذا وہ بضرورت مستثنیٰ ہے، جیسے (*) کپڑے یا وہ آرائش جس کا تعلق وجہ و کفین سے ہے جیسے انگوٹھی، آرسی، چھلے، مہندی، مٹی، سرمہ، پان، ٹیکہ، افشاں وغیرہ۔ اور جب کہ یہ مستثنیٰ ہیں، تو تبعاً (***) والترتیباً اس کے مواقع یعنی وجہ و کفین بھی مستثنیٰ ہوں گے؛ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وجہ و کفین اور ان کے متعلق آرائش کو لوگوں کے سامنے کھولیں؛ بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ فی نفسہ ان کو کپڑوں میں چھپانے کی ضرورت نہیں، اسی طرح جس آرائش اور اس کے مواقع کو چھپانے کی ہدایت ہے اُس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ دوسرے لوگوں سے چھپائیں، یعنی اس جملہ میں اس سے بحث نہیں؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ فی نفسہ قابل ستر ہیں؛ کیونکہ یہاں صرف فی نفسہ قابل کشف اور مستحق ستر اشیاء کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور اس سے کوئی بحث نہیں کہ کس سے چھپائیں اور کس کے سامنے ظاہر کریں؛ کیونکہ اس کی تفصیل آئندہ آنے والی ہے) اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں (تا کہ گلا بھی ڈھکا رہے اور گریبان سے سینہ بھی نظر نہ آوے، اور پستانوں کا اُبھار بھی چھپ جائے، یہ وہ تدابیر ہیں جن پر عورتوں کو ذاتی طور پر عمل پیرا ہونا چاہئے، تا کہ وہ زنا کے خطرہ سے محفوظ رہیں) اور (تیسری بات جس کی زنا سے حفاظت کے لئے بہت سخت ضرورت ہے یہ ہے کہ) وہ اپنی آرائش کو (***) (خواہ وہ لباس ہو) (***) یازور یا مٹی سرمہ

(*) اس تفسیر پر تمام اقوال سلف جو مآظہر کی تفسیر میں واقع ہیں جمع ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ ان کی تفاسیر بطور تمثیل کے ہیں نہ بطور حصر کے ۱۲

(**) اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جن لوگوں نے مآظہر منہا کی تفسیر وجہ و کفین سے کی ہے انہوں نے وجہ و کفین کو اس کا مدلول التزامی قرار دیا ہے نہ کہ مدلول مطابقی ۱۲

(***) (النہی عن إبداء الزينة مع كونها غير عورة ففهي يدل على أن منہی هذا النہی ليس كون الشيء عورة أو غير عورة بل منہا هو الفتنة وهو يدل على أن الوجه ليس مستثنیٰ. ۱۲)

(****) دل علی التعمیم إطلاق اللفظ؛ لأن لفظ الزينة يعم كل ما يتزين واللباس أيضا منه كما قال تعالى: خذوا زينتكم: والبرقع أيضا من اللباس، فلا يؤذن بالخروج في البرقع بلا ضرورة. ۱۲.

وغیرہ) کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، بجز اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادوں کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادوں کے یا اپنے پسری اولاد (بیٹوں، پوتوں، نواسوں) کے یا اپنے شوہروں کی پسری اولاد (بیٹوں، پوتوں، نواسوں) کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کی پسری اولاد کے یا اپنے بیٹوں کی پسری اولاد (بیٹوں، پوتوں، نواسوں) کے (یا اُن کے مثل دوسرے محارم کے) یا اپنی (ہم مذہب مسلمان) عورتوں کے یا اپنے (مؤنث) مملوکوں کے یا اُن متعلقین (**)(نوکروں چاکروں) کے جو کہ مردوں میں سے (بوجہ کمال سادگی) (***) (اور بھولے پن کے) عورتوں کی حاجت نہ رکھتے ہوں یا اُن (نامحرم) لڑکوں کے جو کہ (بوجہ نابالغ اور غیر مہربان ہونے کے) عورتوں کے مخفیات پر مطلع نہ ہوئے ہوں) کیونکہ شوہروں سے انخفاء کی تو کوئی وجہ نہیں، رہے محارم سوان سے فتنہ کا اندیشہ قریب قریب نہ ہونے کے ہے، اور کثرتِ اختلاط اور ضرورت کی وجہ سے اُن سے احتیاط دشوار ہے؛ لیکن اگر کسی جگہ اس کا خطرہ قریب ہو تو اس سے بھی پردہ کرایا جاویگا۔ لعدم منشأ الاستثناء۔ رہی مسلمان عورتیں سوان سے بھی خطرہ نہیں اور ضرورت ہے، اسی طرح کافر لونڈیوں میں ضرورت ہے اور خطرہ بعید ہے، رہے تابعین غیر اولیٰ الاربعہ۔ اور نابالغ یا غیر مہربان لڑکے کے سوان میں ضرورت ہے اور خطرہ نہیں، اس وجہ سے اُن لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا۔ یہ تو حکم تھا نفس زینت کا۔

اب رہے مواقعِ زینت یعنی اعضاءِ سوان کی تفصیل یہ ہے کہ جو مواقع ایسے ہیں جن کی زینت کا اظہار مستلزم ہے خود ان کے اظہار کو جیسے وجہ کفین سوان کا حکم تو التزاماً معلوم ہو گیا کہ جہاں ابداءِ زینت جائز ہے، وہاں کشف وجہ کفین بھی جائز ہے، اور جہاں نہیں وہاں یہ بھی نہیں۔ اب رہے وہ اعضاء جن کی زینت کا اظہار مستلزم ان کے اظہار کو نہیں جیسے اعضاءِ مستورہ تحت الثیاب، سوان میں یہ تفصیل ہے کہ

(*) هذا بطريق عموم المجاز. ۱۲

(**) اعتبار الأمرين في الاستثناء أعني التبعية وكونه من غير أولى الإربة يدل على أن مبني الاستثناء مجموع الأمرين الضرورة التي تدل عليه التبعية وعدم الفتنة الذي يدل عليه كونه من غير أولى الإربة، وهما متحققان في جميع من استثناهم الله. ۱۲

(***) ورد في تفسيره عن السلف الابلة والأحمق والمغفل لا مخبوط

اشخاص مستثنیٰ (یعنی محارم) سے جن اعضاء کے ستر میں حرج ہے، جیسے سر، گردن، سینہ، بازو، پنڈلیاں، کلائیوں وہ بوجہ علت مشترکہ ملحق بالزینہ ہیں، اور جو ایسے نہیں ہیں وہ اپنے حکم اصلی یعنی وجوب تستر پر باقی ہیں جیسے ران، پیٹ وغیرہ باستثناء شوہر کے کہ اس کے لئے کوئی چیز قابل تستر نہیں) اور (چوتھی بات جو زنا سے حفاظت میں معین ہوگی، یہ ہے کہ) وہ اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں، تاکہ ان کی وہ آرائش معلوم ہو سکے جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں (کیونکہ عورت کے زیور کی آواز سن کر مردوں کو فطری طور پر ان کی طرف میلان ہوتا ہے، جس سے اول ان کے خیال پر اثر پڑتا ہے اور خیال سے فعل پر اور جبکہ ان کو اپنے زیوروں کی آواز کے چھپانے کی ضرورت ہے تو ان کو اس کی اجازت بالاولیٰ نہ ہوگی، کہ وہ خود بلا ضرورت غیر مردوں سے بات کریں، کیونکہ ان کی آواز زیور کی آواز سے زیادہ فتنہ ہے اور ضرورت کے موقع پر بھی اس کی احتیاط کی جاوے گی کہ فتنہ نہ ہو۔ کما قال تعالیٰ: فلا تخضعن بالقول. الخ (۱) اور (اصل تدبیر جو مانع عن الزنا ہے وہ یہ ہے کہ) اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف رجوع ہو (کیونکہ ان تدابیر پر بھی اُسی وقت عمل ہو سکتا ہے جب کہ رجوع الی اللہ ہو، ورنہ یہ سب باتیں ایک قصہ ہوگی جو صرف سننے کے درجہ میں رہیں گی، اور ان پر عمل نہ ہو سکے گا۔ امید ہے کہ ان تدابیر پر عمل کر کے تم کامیاب ہو گے) اور ان کے ترک یارڈ سے خائب و خاسر نہ رہو گے)

فوائد متعلقہ آیت مطلوبہ

- (۱) اس آیت میں جس قدر احکام مذکور ہیں وہ سب زنا کی انسدادی تدابیر میں معین ہونے کی حیثیت سے مذکور ہیں۔
- (۲) چونکہ وہ تمام باتیں جن سے اس جگہ روکا گیا ہے سب ایک ہی مرتبہ میں مفصّل الی الزنا نہیں ہیں؛ بلکہ اس کا احتمال بعض میں قریب ہے اور بعض میں بعید اور بعض میں ابعداً؛ اس لئے نہی کے مراتب میں بھی تفاوت لازم ہے۔ پس غیر محارم کی عدم موجودگی میں عورت کا ماسوائے زینت ظاہرہ کو کھولنا خلاف احتیاط ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہوگا۔ اور غیر محارم کی موجودگی میں زینت کا کھولنا بوجہ احتمال فتنہ کے قریب ہونے کے حرام ہوگا؛ اس لئے لا یبدین زینتھن إلا ما ظہر منها میں نہی مطلق طلب کف

کے لئے ہوگی۔ اور لایبیدین زینتھن إلا لبعولتھن (۱) میں تحریم کے لئے۔

(۳) لایبیدین زینتھن إلا ماطھر منها میں ابداء سے کشف وستر فی نفسہ مراد ہے، نہ کہ کشف للغیر وستر عن الغیر؛ کیونکہ آیت میں غیر سے اصلاً تعرض نہیں، اور نہ تقدیر محذوف کی ضرورت ہے اور نہ نفس حذف بالتعین محذوف پر کوئی قرینہ ہے، اس کے ساتھ ہی اس میں مفساسد عدیدہ (*) ہیں، اور غرض مسوق لہ الکلام بقدر امکان تدبیر حفاظت از زنا ہے؛ لیکن جعاً اس سے عورت و غیر عورت کی تفصیل بھی معلوم ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا چہرہ اور پہنچوں تک ہاتھ ستر نہیں ہیں؛ کیونکہ ان سے بوجہ تعذر کے ستر فی نفسہ ساقط ہے، اور باقی جسم ستر ہے؛ کیونکہ ان کا ستر فی نفسہ بحالہ باقی ہے، پس فقہاء کا استدلال اس سے تفصیل عورت و غیر عورت پر باشارۃ النص ہے نہ بعبارۃ النص (۲)۔

(*) قد بینا بعضها فیما سیأتی وترکنا بعضها خوفاً من الإطناب۔ ۱۲

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

(۲) ولا يجوز أن ينظر الرجل إلى الأجنبية إلا إلى وجهها وكفيها؛ لقوله تعالى (ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها) قال علي رضي الله عنه وابن عباس رضي الله عنه: ما ظهر منها: الكحل والخاتم، والمراد موضعهما وهو الوجه والكف كما أن المراد بالزينة المذكورة مواضعها، ولأن في إبداء الوجه والكف ضرورة لحاجتها إلى المعاملة مع الرجال أخذاً وإعطاءً وغير ذلك. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطاء والنظر والمس، مكتبة اشرفيه ديوبند ۴ / ۴۵۸)

وذهب الحنفية إلى أنه لا يجوز نظر الأجنبي إلى سائر بدن الأجنبية الحرة إلا الوجه والكفين لقوله تبارك وتعالى (قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم) إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة، وهي الوجه والكفان خص فيه بقوله تعالى (ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها) والمراد من الزينة مواضعها ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان، فالكحل زينة الوجه، والخاتم زينة الكف، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والإعطاء، ولا يمكنها ذلك عادة إلا بكشف الوجه والكفين، فيحل لها الكشف، وهذا قول أبي حنيفة.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶ / ۲۶۸)

ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن: فیما یحل للرجل النظر إلیہ وما لا یحل لہ، قدیم

زکریا دیوبند ۵ / ۳۲۹، جدید زکریا دیوبند ۵ / ۳۸۱۔

لیکن دوسرے دلائل سے لونڈیاں اس سے مستثنیٰ ہیں (*) اور ان میں ستر وغیر ستر کی تفصیل دوسری ہے۔

(۴) إلا مَظْهَرُ مِنْهَا سے جو لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جوان عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھولے پھر ناجائز ہے، یہ اُن کی غلطی ہے؛ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ إلا مَظْهَرُ مِنْهَا میں صرف عورتوں کو فی نفسہ چہرہ اور ہاتھ کھولے رہنے کی اجازت ہے، تاکہ دوسرے اعضاء کی طرح اُن کے چھپانے کے اہتمام سے ان کو زحمت اور تکلیف نہ ہو، اور اس میں دوسروں کے سامنے ان کے کھولنے کے جواز و عدم جواز سے تعرض نہیں ہے۔ پھر نہی ابداء زینت و ضرب ارجل سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے جملہ اعضاء و متعلقات فی نفسہ قابل ستر ہیں؛ کیونکہ ان میں مرد کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لینے کا قدرتی اثر ہے، اور وجہ و کفین سے اسقاط ستر فی نفسہ بوجہ ضرورت کے ہے، اسی طرح بعض اعضاء مستورہ فی نفسہا کالراس والعصء (**) وغیرہا و اعضاء غیر مستورہ فی نفسہا کالوجه والكفین کے محارم کے سامنے ابداء کی اجازت بھی مبنی بر ضرورت ہے؛ لہذا وجہ و کفین وغیرہ میں ستر اصلی ہے اور کشف للعارض، اور چونکہ جوان عورتوں کے کشف وجہ لایا جانب میں کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جس کو شریعت ضرورت تسلیم کرتی ہو؛ کیونکہ آج کل کی تہذیب و ترقی و تمدن شرعی ضرورتیں نہیں، اور احتمالِ فتنہ بہت قریب ہے۔ اس لئے ان کو کشف وجہ لایا جانب کی شرعاً اجازت نہیں ہو سکتی، بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ حق تعالیٰ فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو اپنے زیوروں کی آواز سنانے کی بھی ممانعت کرتے اور باوجود مردوں کے چہرہ وغیرہ کے عورت نہ ہونے کے عورتوں کو غرض بصر کا حکم دیتے ہوں۔ پس جب کہ وہ عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع کرتے ہیں جن کا اکثر حصہ جسم عورت نہیں اور جو عورت ہے وہ مستور ہے نیز وہ ان کو اپنے زیور کی آواز مردوں کو سنانے سے بھی روکتے ہیں، نیز وہ مردوں کو غرض امن ابصار ہم کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ ان کی نظریں اپنے اعضاء پر پڑ سکتی ہیں جن کے کشف کے جواز پر زور دیا جاتا ہے، تو کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، کہ وہ خاص اس اہتمام کی حالت میں عورتوں کو بذریعہ إلا مَظْهَرُ مِنْهَا اس کی اجازت دیں، کہ وہ اپنے چہروں کو مردوں کے سامنے کھول کر زنا کا پھانک کھول دیں، پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ إلا مَظْهَرُ

(*) مگر فقہاء نے انہیں مستثنیٰ نہیں کیا؛ بلکہ ان کے اعضاء کو بھی جو علاوہ وجہ و کفین کے ستر نہیں ہیں،

ما ظہر عادة میں داخل کیا ہے۔ ۱۲

(**) یعنی مثل سرو بازو کے۔ ۱۲

سے یہ سمجھنا کہ اس جگہ حق تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت دی ہے ہرگز قابل قبول نہیں، نیز حق تعالیٰ نے لایبیدین زینتھن میں کشف زینت مستورہ کی ممانعت فرمائی ہے، پس اگر اس سے کشف للغیر کی ممانعت مقصود ہو تو پھر اس کی کوئی وجہ ہونی چاہئے کہ حق تعالیٰ نے سر اور بازو وغیرہ کو اجانب کے سامنے کھولنے کی کیوں ممانعت کی ہے، اس کا جواب اگر یوں دیا جائے کہ وہ عورت ہیں، تو اس پر سوال یہ ہے کہ آخر ان کو عورت قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ سو اس کا جواب ہر صاحب فہم یہی دے گا کہ اس کی وجہ وہی احتمال فتنہ ہے، پس اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا بازو وغیرہ کھولنے میں چہرہ کھولنے سے زیادہ فتنہ تھا، سو اس کا جواب یہی ہے کہ نہیں۔ پس ایسی حالت میں کون عاقل تسلیم کرے گا، کہ جس میں احتمال فتنہ کا کم تھا، حق تعالیٰ اس کو تو چھپانے کا حکم دیں اور جس میں احتمال فتنہ زیادہ تھا اس کو کھولنے کی اجازت دیں، جب کہ کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا تو ثابت ہوا کہ یہاں ابداء سے مراد کشف للغیر نہیں ہے؛ بلکہ کشف فی نفسہ ہے اور چہرہ کھولنے کی اجازت دوسروں کے سامنے نہیں؛ بلکہ اس میں صرف کشف فی نفسہ کی اجازت ہے، پھر اگر جواز کشف کا منشاء صرف عورت نہ ہونا ہے تو خود اظہار زینت کی ممانعت کیوں ہے؟ کیونکہ نفس زینت عورت اصطلاحیہ نہیں ہے، حالانکہ اس کے کشف کی ممانعت مخصوص ہے؛ کیونکہ لفظ زینت اپنے حقیقی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور مواضع زینت مراد لینا بلا ضرورت اور بلا قرینہ ہے۔

(۵) لایبیدین زینتھن إلا ما ظہر منها میں اصالت منہی عن ابداء زینت ہے، اور زینت مستورہ کے مواضع کا حکم بہ طریق (الترام) اولویت ثابت ہے۔ اور زینت ظاہرہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس زینت کا کشف مستلزم کشف محل ہو تو وہ محل التزاماً مستثنیٰ ہوگا، جیسا کہ وجہ و کفین، اور جس کا ابداء مستلزم ابداء محل نہیں وہاں محل مستثنیٰ نہ ہوگا، جیسے ثیاب وغیرہ۔

(۶) لایبیدین زینتھن الا لبعولتھن میں بھی چونکہ زینت سے مراد معنی حقیقی ہیں؛ اس لئے اضافہ بھی زینت سے متعلق ہوگی، اور زینت چونکہ مطلق ہے اس لئے غیر مستثنیٰ اشخاص کے لئے ہر زینت کا ابداء ناجائز ہوگا، خواہ وہ چہرہ اور کفین سے متعلق ہو یا جسم کے کسی اور حصہ سے اور مستثنیٰ اشخاص کے لئے ہر زینت کا ابداء جائز ہوگا۔ اب رہا موضع زینت سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ چونکہ غیر مستثنیٰ اشخاص کے لئے ہر زینت کا کشف ناجائز ہے؛ اس لئے ان کے مواضع کا کشف بالاولیٰ ناجائز ہوگا۔ اور چونکہ مستثنیٰ اشخاص کے لئے ہر زینت کا ابداء جائز ہے؛ اس لئے اس کا جواز بدالالت مطابقی منطوق کلام سے ثابت ہوگا۔

اب رہے مواضع سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو مواضع ابداء میں زینت سے منع نہیں ہو سکتے اُن کا ابداء تو

نص سے بدالت التزامی ثابت ہوگا اور جو مواضع ایسے نہیں ہیں اُن سے نص ساکت ہوگی اور اس لئے ان کا حکم دوسرے دلائل سے معلوم کیا جاوے گا، سو چونکہ وہ دو قسم کے ہیں، بعض تو ایسے ہیں جن کے اخفاء میں مستثنیٰ اشخاص سے تعذر ہے، اور بعض ایسے نہیں ہیں، سو جن کے اخفاء میں تعذر ہے اُن کو فقہاء نے بعلت مشترکہ ملحق بالزینہ قرار دیا ہے، اور جو ایسے نہیں ہیں وہ اپنی حالت پر مستور ہیں، باستثناء شوہر کے کہ اس سے کوئی چیز مستور نہیں ہے، پس اس سے ثابت ہوا کہ بحکم لا یسدین زینتھن غیر مستثنیٰ اشخاص سے چہرہ اور کفین کا چھپانا ضروری ہے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ الاما ظہر منہا میں عورتوں کو کشف وجہ للغیر کی اجازت نہیں ہے ورنہ دونوں حکموں میں تعارض ہو جاوے گا، اور اس تعارض کے دفع کے لئے الاما ظہر کو حکم لا یسدین زینتھن الا لبعولتھن میں مقدر ماننا بلا ضرورت اور بلا قرینہ ہے۔

(۷) فقہاء تصریح کرتے ہیں کہ بہت بوڑھی عورتوں کے لئے نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے (۱) سو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ انہوں نے ان کو لا یسدین زینتھن سے اس بناء پر خارج سمجھا ہے کہ یہاں مقصود بالخطاب وہ عورتیں ہیں جو اہل شہوت و محل شہوت ہیں، کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ: قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ الْخ یا انہوں نے ان کو لونڈیوں کی طرح دوسرے دلائل سے خارج کر دیا ہے، چنانچہ ایک دلیل یہ ہے کہ عورت کا تمام بدن فی نفسہ بوجہ احتمال فتنہ کے ولو کان بعیداً قابل ستر فی نفسہ وعن الغیر تھا، مگر شریعت نے بوجہ حرج کے چہرہ اور ہاتھوں سے ستر فی نفسہ کو تمام عورتوں کے حق میں ساقط کر دیا، لیکن جو ان عورتوں کے حق میں ستر عن الغیر بوجہ فتنہ کے بحالہ باقی رہا، اور بوڑھیوں سے بوجہ احتمال فتنہ کے نہایت کمزور ہونے اور فی الجملہ ضرورت کے کشف عن الغیر بھی ساقط ہو گیا اور باقی جسم بوجہ

(۱) قال ابن قدامة: لا بأس بالنظر إلى ما يظهر غالباً من العجز لقلوله عز وجل: (وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّائِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) والقواعد هن العجائز اللواتي قعدن عن التصرف بسبب كبر السن، وقعدن عن الولد والمحيض، وذهبت شهواتهن فلا يشتهين ولا يشتهين، فأبيح لهن وضع الجلباب والخمار لانصراف الأنفوس عنهن، وعدم التفات الرجال إليهن، فأبيح لهن ما لم يبيح لغيرهن فجاز النظر إليهن، ومصافحتهن لانعدام خوف الفتنة، ويشترط في ذلك أن لا يكون متبرجات بزينة أي مظهرات ولا متعريضات بالزينة لينظر إليهن. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٠ / ٣٤٧)

غیر ساقط الستر ہونے کے بحالہ واجب الستر رہا، اور دوسری دلیل: وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا (۱)۔ ہو سکتی ہے۔

اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جواز کشف وجہ للعجائز میں چہرے کے عورت نہ ہونے کو دخل ضرور ہے، مگر وہ مستقل علت نہیں، تاکہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہو کہ جوان عورت کا چہرہ بھی ستر نہیں؛ لہذا اس کا کشف للغیر فی نفسہ جائز ہے، مگر بعارض فتنہ ممنوع ہے؛ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ چہرہ اور کفین کا عورت نہ ہونا بایں معنی ہے کہ ان سے بوجہ تعذر کے کشف فی نفسہ ساقط ہے، نہ بایں معنی کہ ان کا غیر محرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے؛ کیونکہ ستر عن الغیر ان میں بحالہ باقی ہے، اور بوڑھیوں میں اس کا جواز کشف للعارض ہے۔ لكون الستر أصلاً في النساء.

(۸) فقہاء کہتے ہیں کہ مرد کو غیر محرم عورتوں کے چہرہ اور ہاتھوں کا دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (۲) اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے، مگر یہ نہایت سخت غلطی ہے؛ کیونکہ اوّل تو اس زمانہ میں شرط جواز کا تحقق ہی نادر ہے، پھر کشف وجہ للغیر اور رؤیت الی وجہ المرأة، یہ دو جدا گانہ فعل ہیں۔ اوّل فعل عورت کا ہے اور دوسرا مرد کا۔ اب اگر فرض کیا جاوے کہ مرد کو اپنے نفس پر اطمینان ہے اور اس وجہ سے اُسے گنجائش ہے کہ وہ عورت کے چہرہ کو دیکھے، تو عورت کو اس کے سامنے چہرہ کھولنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے؛ کیونکہ اسے کیا علم ہے کہ میرے چہرہ کھولنے پر مرد کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوگا۔ اور جب کہ اُسے اجازت نہیں ہو سکتی تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا صریح غلط ہے۔

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۶۰۔

(۲) ولا يجوز أن ينظر الرجل من الأجنبية إلا وجهها وكفيها، فإن كان لا يأمن من الشهوة لا ينظر إلى وجهها إلا لحاجة. (مختصر القدوري، كتاب الحظر والإباحة، قبيل كتاب الوصايا، مكتبه إمداديه ديوبند ص: ۲۸۰)

هداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطاء والنظر والمس، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴ / ۵۸۔
أما النظر إلى الأجنبية فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلك الوجه والكف في ظاهر الرواية، كذا في الذخيرة، وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام، كذا في السبائك الخ. (هنديّة، كتاب الكراهية، الباب الثامن: فيما يحل للرجل النظر إليه وما لا يحل له، قديم زكريا ديوبند ۵ / ۳۲۹، جديد زكريا ديوبند ۵ / ۳۸۱)

(۹) قال ابن جریر: حدثني علي قال: ثنا عبد الله، قال: ثنى معاوية عن علي عن ابن عباس قوله: وَلَا يُبْدَيْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. قال: والزينة الظاهرة الوجه، وكحل العين، وخضاب الكف، والخاتم، فهذا تظهر في بيتها لمن دخل من الناس عليها (۱)۔

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ زینت سے مراد موضع زینت نہیں ہے؛ بلکہ ماترین بہ النساء ہے، اور دخول وجہ مظهر میں لزوماً ہے۔ دوسرے یہ کہ فی بیتہا کی قید سے معلوم ہوتا ہے، کہ ابداء سے مراد ابداء فی نفسہ ہے، نہ کہ کشف للغير ہے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ گھروں میں لباس اس طرح پہنیں کہ منہ وکف اور ان کے متعلق زینت کھلی رہے، اور جب یہ صورت (*) ہے تو جن لوگوں کے لئے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہے، اُن کے لئے اُن کے ظاہر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۰) ابن جریر نے ما ظہر منها کی تفسیر میں اقوال مختلفہ بیان کر کے کہا کہ اُولی الأقوال فی ذلک بالصواب قول من قال عنی بذلک الوجه والكفان يدخل فی ذلک إذا كان كذلك الكحل، والخاتم، والسواد، والخضاب، وإنما قلنا ذلك اُولی الأقوال فی ذلک بالتأويل لإجماع الجميع على أن على كل مصل أن يستر عورتہ فی صلوتہ، وأن للمرأة أن تكشف وجهها وكفيها فی صلوتها، وأن عليها أن تستر ما عدا ذلك من بدنہا، إلا ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه أباح لها أن تبدیه من ذراعها إلى قدر النصف، فإذا كان ذلك من جميعهم إجماعاً كان معلوماً بذلك أن لها أن تبدی من بدنہا ما لم يكن عورة كما ذلك للرجال؛ لأن ما لم يكن عورة فغير حرام إظهاره، وإذا كان لها إظهار ذلك كان معلوماً أنه مما استثناه الله تعالى ذكره بقوله: إلا ما ظهر منها؛ لأن كل ذلك ظاهر منها (۲)۔

(*) اندفع بهذا ما يتوهم من قوله: فهذا تظهر في بيتها لمن دخل من الناس عليها أن المراد من الإبداء هنا الكشف للغير. ۱۲

(۱) جامع البيان في تأويل القرآن المعروف بتفسير طبري، سورة النور، آيت: ۳۱، مكتبه مؤسسه الرسالة ۱۹ / ۱۵۷۔

(۲) تفسير طبري، سورة النور، آيت: ۳۱، مؤسسه الرسالة ۱۹ / ۱۵۸-۱۵۹۔

لیکن اس میں یہ کلام ہے کہ یہ مسلم ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت اپنا چہرہ اور کف نماز میں کھول سکتی ہے (۱) مگر اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کف کافی نفسہ ستر ضروری نہیں ہے، اور وہ بایں معنی غیر عورت ہیں، اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُن کا اجانب کے سامنے اظہار بھی جائز ہے، اور مردوں پر اُن کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے؛ کیونکہ مردوں کے جن اعضاء سے ستر فی نفسہ ساقط ہے اُن سے ستر عن الغیر بھی ساقط ہے، بوجہ ضرورت کے؛ کیونکہ اُن کے لئے اُن اعضاء کے ستر عن الغیر میں وہی حرج اور تنگی ہے، جو عورتوں کے لئے ستر وجہ و کفین فی نفسہ میں برخلاف عورتوں کے کہ وہ گھروں کی بیٹھنے والیاں اور پردہ نشین ہیں، اُن کے لئے ستر عن الغیر میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے اُن کے حق میں ستر عن الغیر بحالہ باقی ہوگا، علاوہ ازیں عورتوں میں ستر اصل ہے اور تکشف للعارض اور مردوں میں بالعکس۔

قال النیسابوری فی أثناء کلامه: بدن المرأة فی نفسہ عورة بدلیل أنه لا یصح صلوٰتہا مکشوفة البدن، وبدن الرجل بخلافه. ص ۷ ج ۱. هامش ابن جریر (۲)۔ وفي الکشاف أيضا ما يدل علیه حیث قال: فإن قلت لم سومع مطلقاً فی الزینة الظاهرة، قلت: لأن سترها فیہ حرج الخ (۳)۔ وهذا یرشدک إلى أن الستر فی المرأة هو الأصل، والکشف للعارض فقیاس أحدهما علی الآخر قیاس مع الفارق.

(۱) وجميع بدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها في رواية. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۲۲)
والرابع: ستر عورته وهي للحرّة جميع بدنّها حتى شعرها النازل في الأصح خلا الوجه والكفين الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبه زکریا دیوبند ۲/ ۷۷-۷۸، کراچی ۱/ ۴۰۵)

النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبه زکریا دیوبند ۱/ ۱۸۲-۱۸۳۔
(۲) غرائب القرآن و رغائب الفرقان للنیسابوری، سورة النور، آیت: ۳۱، دار الكتب العلمية بيروت ۵/ ۱۸۰۔

(۳) الکشاف عن حقائق التنزيل للعلامة الزمخشري، سورة النور، آیت: ۳۱، مطبوعة الليسي کلکتہ ۲/ ۹۴۸، ۳/ ۲۱۱، دار الحديث قاهرة۔

اور اس بناء پر مالم یکن عورة فغیر حرام اظہارہ بایں معنی مسلم ہے کہ اس کا اظہار فی نفسہ حرام نہیں ہے، اور بایں معنی مسلم نہیں کہ اس کا اظہار غیر محرم کے لئے جائز ہے، پس اس استدلال سے یہ تو ثابت ہو سکتا ہے کہ چہرہ اور کف عورت نہیں، بایں معنی کہ وہ اعضاء مشکوفہ فی نفسہ اور ساقط الستر ہیں؛ لیکن نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مایظہر منها سے مراد ہیں اور نہ یہ کہ اُن کا کشف للغیر جائز ہے، پھر ترجیح کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کہ تعارض ہو اور ہم بتلاچکے ہیں کہ اقوال مختلفہ اس کی تفسیر میں بطور تمثیل کے واقع ہیں نہ کہ بطور حصر کے، اور دخول وجہ و کفین مایظہر میں بدالت التزامی ہے نہ کہ بدالت مطاقی، پس نہ ان میں تعارض ہے اور نہ ترجیح کی ضرورت، گو یہ بات بہت ظاہر ہے، مگر ہم مزید قطع حجت کے لئے کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کبھی زینت ظاہرہ کی تفسیر مطلق ثیاب سے کرتے ہیں اور کبھی اس کی تفسیر میں صرف رداء بیان کرتے ہیں اور ثیاب کے زینت میں داخل ہونے پر خذوا زینتکم عند کل مسجد سے استدلال کرتے ہیں، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کبھی اس کی تفسیر میں صرف الکحل والخاتم کہتے ہیں اور کبھی الکحل والخدان۔ اور کبھی الخاتم والمسکة اور کبھی الوجه وکحل العين وخصاب الکف والخاتم (۱)۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفاسیر بطور تمثیل

(۱) عن أبي الأحوص عن عبد الله أنه قال: (ولا يبدین زینتھن إلا ما ظہر منها) قال: هي الثياب.

وعن عبد الرحمن بن زيد عن ابن مسعود (إلا ما ظہر منها) قال: هو الرداء.
وعن أبي الأحوص عن عبد الله (إلا ما ظہر منها) قال: الثياب، قال: أبو إسحاق: ألا ترى أنه قال: (خذوا زینتکم عند کل مسجد).

وعن سعيد بن جبیر عن ابن عباس (ولا يبدین زینتھن إلا ما ظہر منها) قال: الکحل، والخاتم.
وعن الضحاک عن ابن عباس قال: الظاهر منها الکحل والخدان.
وعن معاوية عن علي عن ابن عباس قوله: (ولا يبدین زینتھن إلا ما ظہر منها) قال: الزينة الظاهرة، الوجه وکحل العين، وخصاب الکف، والخاتم، فهذه تظهر في بيتها لمن دخل من الناس عليها.

وعن ابن جريج قال: قال ابن عباس رضي الله عنه قوله: (إلا ما ظہر منها) قال: الخاتم والمسکة. (جامع البيان في تأويل القرآن المعروف بتفسير طبري، سورة النور، آیت: ۳۱،

کے ہیں نہ کہ بطور حصر کے۔ میں نے ابن جریر کے کلام کو نقل کر کے اس پر اس لئے کلام کیا ہے کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ مشہور تفاسیر کا مبنی کیا ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے۔

(۱۱) وقال ابن النیر فی حاشیة الکشاف: قوله تعالى: ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن محقق أن إبداء الزينة بعينه مقصود بالنهي؛ لأنه قد نهى عما هو ذريعة إليه خاصة إذ الضرب بالأرجل لم يعلل النهي عنه أحد لعلم أن المرأة ذات زينة وإن لم تظهر (أي الزينة) فضلاً عن مواضعها. اهـ (۱)۔

اور یہ صاف دلیل ہے اس بات کہ لایسیدین زینتہن میں تفصیل عورت وغیر عورت مقصود نہیں ہے؛ بلکہ اصل مقصود سد ذرائع زنا ہے، اور زینت سے اس کے حقیقی معنی مراد ہیں، نہ کہ اس کے مواضع۔

(۱۲) وقال فی الکشاف: فإن قلت لم لم يذكر الله الأعمام والأخوال، قلت: سئل الشعبي عن ذلك، فقال: لئلا يصفها العم عند ابنه والخال كذلك ومعناه أن سائر القربات يشترك الأب والابن في المحرمية إلا العم والخال وأبناءهما، فإذا رآها الأب فربما وصفها لابنه، وليس بمحرم فيداني تصويره لها بالوصف نظره إليها، وهذا أيضاً من الدلالات البليغة على وجوب الاحتياط عليهن في التستر (۲)۔

اب مقام غور ہے کہ جو خدا پر دہ کے باب میں اس قدر دور کی احتیاط سے کام لے وہ عین اس احتیاط کے موقع پر عورتوں کو کیسے اجازت دے گا کہ وہ عام طور پر نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولیں، یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ لایسیدین زینتہن الاما ظہر منها میں ابداء سے کشف للمغیر مراد نہیں؛ بلکہ کشف فی نفسہ مراد ہے۔ اس تفصیل کے پڑھنے کے بعد ہر ذی فہم اور منصف مزاج شخص کو اچھی طرح معلوم ہو جاوے گا کہ قرآن صرف اسی ایک آیت میں عورتوں کے لئے جس قدر شدید پردہ کا اہتمام کرتا ہے پردہ مروجہ میں اس درجہ کا اہتمام نہیں ہے؛ کیونکہ اول وہ عورتوں اور مردوں کو غرض بصر کا حکم دیتا ہے، پھر عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بطور خود بھی انحاء زینت و اعضاء کا اہتمام رکھیں، اور اسی زینت اور عضو کو کھولے رہیں جس کی شدید

(۱) لم أظفر بهذا الكتاب.

(۲) الکشاف عن حقائق التنزيل للعلامة الزمخشري، سورة النور، آیت: ۳۱، مطبوعة

الليسي كلكتہ ۲ / ۹۴۹، ۳ / ۲۱۳، دار الحديث قاہرہ۔

ضرورت ہے، پھر لایبیدین زیستھن الا لبعولتھن الخ حکم دیتا ہے کہ وہ نامحرموں کو اپنا چہرہ وغیرہ تو درکنار، اپنا پلہ تک نہ دکھائیں؛ کیونکہ لباس بھی زینت میں داخل ہے، پھر اس پر بھی بس نہیں کرتا اور لایضر بن بأرجلھن میں حکم دیتا ہے کہ پلہ تو درکنار وہ نامحرموں کو اپنے زیوروں کی جھکارت بھی نہ سنائیں، پس اگر مسلمان اس قدر اہتمام پر بھی پردہ کی مخالفت پر اڑے رہیں، اور مسلمانوں کو اپنے غلط اجتہادوں سے گمراہ کرتے رہیں تو انہیں اختیار ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا أي منقلب ينقلبون (۱)۔

اند کے ازغم دل گفتم و بس ترسیدم ☆ کہ تو آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است
والسلام (تمتہ خامسہ ص ۶۳۸)

ایضاً

سوال (۲۵۳۴): قدیم ۱۹۴/۴ - جناب والا سے یہ دریافت کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ اسلام میں پردہ کس حد تک جائز ہے؟ اور کس حد تک اسلام اناث کو آزادی کی اجازت دیتا ہے؟ پردہ کے حدود شرعی کیا ہیں؟ سورۃ النور میں جو اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے کہ عورتیں اپنی زینت کے مقامات ظاہر نہ ہونے دیں، مگر جو اس میں سے چاروں اناچار کھلا رہتا ہے، ولا یبیدین زیستھن الا ما ظہر منها زینت کے مقامات سے کیا مراد ہے؟ آیا چہرہ بھی مقام زینت میں شامل ہے، یا اس کے علاوہ ہے؟ آیا عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی جلسہ میں ملبوس ہو کر اور چہرہ بے نقاب کر کے وعظ کر سکے یا مجلس میں بیٹھ کر سن سکے؟ اور دینی موضوع پر تقریر کر سکے؟ یا جہاد میں شمشیر ہاتھ میں لے کر دشمن دین الہی سے اللہ کے نام پر لڑ سکے؟ یا کسی سوشل جلسے میں یا پارٹی میں شرکت کر سکے، اگر یہ جائز ہے تو پردہ کن کن قیود کے ساتھ جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو قرآن میں اس کی کیا سند ہے؟

الجواب: نقلی و عقلی مسئلہ مسئلہ ہے کہ احکام بعضے اصلی ہوتے ہیں بعضے عارضی، مثلاً اسلحہ و گولی و بارود کی تجارت اصل وضع کے اعتبار سے مثل دیگر تجارت کے بلا کسی قید کے جائز ہونا چاہئے اور یہ حکم اصلی ہے؛ لیکن اس کے نتائج مضمرہ پر نظر کر کے اس میں لائسنس کی قید قانوناً لگا دی گئی، یا فو اکہ کی تجارت، اس کی اصل کا مقتضی یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت میں جائز ہو، مگر وبا کے زمانہ میں طبی اصول پر اس تجارت کو

[illegible]

- (١) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٣٣ -

- (٢) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٥٣-

- (٣) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٣٢-

- (٢) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٥٣-

(٥) قال القرطبي عند تفسير قوله تعالى: (وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج

الجاهلية الاولى) معنى هذه الآية الأمر بلزوم البيت، وإن كان الخطاب لنساء النبي صلى الله عليه وسلم فقد دخل فيه غيرهن بالمعنى، هذا لو لم يرد دليل يخص جميع النساء، فكيف والشرعية طافحة بلزوم النساء بيوتهن والانكفاف عن الخروج منها إلا للضرورة، فقد أخرج البزار من حديث الأحوص عن عبد الله بن مسعود^{رضي} أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان، وأقرب ما تكون بروحة ربها، وهي في قعر بيتها

الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٩ / ١٠٧ - ١٠٨)

- (٦) سورة الأحزاب، رقم الآية: ٥٩-

- (٤) سورة النور، رقم الآية: ٣١ -

تفسیر میں اقوال متعدد ہیں؛ لیکن ان کا احکام پر کوئی اثر نہیں (۱) لہذا ایسا اختلاف مضرت نہیں۔ اب آگے مسئلہ تحقیق ضرورت کا باقی رہ گیا، سو وہ امر اجتہادی ہے، اور جس طرح قانون کے اجتہادی اجزاء میں ہر شخص کا اجتہاد معتبر نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی صرف ماہرین شریعت کا اجتہاد معتبر ہوگا؛ کیونکہ ان کا اجتہاد مستند الی النصوص ہوگا، اور نصوص پر نظر میں ان کا کوئی مشارک نہیں، رائے محض نہ ہوگی کہ اس کا حاصل ہوائے محض ہوگا، اور اسی کلیہ سے جزئیات مذکورہ فی السوال کا فیصلہ ہو جاویگا، اور اس فیصلہ کے وقت اس پر بھی نظر واجب ہوگی، جو میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ جب حضرات ازواج مطہرات میں الے قول زیادہ مؤثر ہوں گی، اور اگر کوئی شخص باوجود ادلہ صحیحہ کے ثبوت قطعی ودالات واضحہ کے حکم عارضی مذکور کو اصلی قرار دے تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے، اس طرح سے کہ اس صورت میں بھی یہ مدعی حکم اصلی سے انکار تو نہیں کر سکتا۔ لکونہ منصوصاً غایۃ ما فی الباب اس کو عارضی مانے گا، اور عارضی کا حکم اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ایسے عوارض اگر ممتد ہوں تو حکم بھی ممتد ہوگا، اور یہاں ان عوارض و مفاسد کا امتداد و اشتداد بلا کسی کلام کے

(۱) أخرج عبدالرزاق، والفریابی وسعید بن منصور عن ابن مسعود رضي الله عنه في قوله (ولا يبدين زينتهن) قال: الزينة: السوار، والدملج، والقرط، والقلادة (الا ما ظهر منها) قال: الثياب والجلباب.

وأخرج ابن المنذر عن أنس في قوله (ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها) قال: الكحل، والخاتم.

وأخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنه (ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها) قال: الكحل، والخاتم، والقرط، والقلادة.

وأخرج عبدالرزاق وعبد بن حميد عن ابن عباس في قوله (إلا ما ظهر منها) قال: هو خضاب الكف، والخاتم.

وأخرج ابن أبي شيبة وعبد بن حميد وابن أبي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله (إلا ما ظهر منها) قال: وجهها وكفاها والخاتم. (الدرالمشور، سورة النور، آيت: ۳۱،

دارالكتب العلمية بيروت ۵ / ۷۴-۷۵)

جامع البيان في تأويل القرآن المعروف بتفسير طبري، سورة النور، آيت: ۳۱، مكتبہ

ظاہر و مشاہد ہے، پس حکم بھی ممتد ہوگا، پس مدعا ہر حال میں محفوظ ہے، خواہ اس کو اصلی کیسے یا عارضی، اور یہی محمل ہے اس قاعدہ شرعیہ کا کہ زمانہ کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں، سو یہ ہر جگہ نہیں؛ بلکہ جس محل میں خود شریعت نے اس کا اعتبار کیا ہے (۱) اور اسی بناء پر فقہاء نے اخت رضاعیہ صہریہ شاذہ کو فساد زمانہ کی وجہ سے مثل غیر محرم کے قرار دیا ہے (۲) اور اسی بناء پر حضرات صحابہؓ نے عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے سے منع فرمادیا، جس کی حکمت حضرت عائشہؓ نے اس طرح ارشاد فرمائی:

(۱) وقیل: لا بأس بالغلق فی زماننا فی غیر أوان الصلاة صيانة لمتاع المسجد، وهذا هو الصحيح؛ لأن الحكم قد يختلف باختلاف الزمان، كما قلنا في منع جماعة النساء في زماننا لفساد أحوال الناس الخ. (تبیین الحقائق، الصلاة، قبیل باب الوتر والنوافل، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۴۱۹، إمدادیہ ملتان ۱/ ۱۶۸)

قال رحمه الله (وتعشير المصحف ونقطه) لأن القراءة والآي توقيفية ليس للرأي فيها مدخل فبالتعشير حفظ الآي، وبالنقط حفظ الإعراب فكانا حسنين، ولأن العجمي الذي يحفظ القرآن لا يقدر على القراءة إلا بالنقط فكان حسنا، وما روي عن ابن مسعود أنه قال: جردوا القرآن فذلك في زمانهم؛ لأنهم كانوا ينقلونه عن النبي صلى الله عليه وسلم كما أنزل وكانت القراءة سهلة عليهم، وكانوا يرون النقط مخلا بحفظ الإعراب والتعشير بحفظ الآي، ولا كذلك العجمي في زماننا فيستحسن لعجز العجمي عن التعلم إلا به، وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآي، فهو وإن كان محدثا، فمستحسن، وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان والمكان. (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیہ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۶۶، إمدادیہ ملتان ۶/ ۳۰)

(۲) المحرم عندنا من حرم نكاحه على التأیید بنسب أو مصاهرة أو رضاع ولو بوطء حرام وأحكامه تحريم النكاح، وجواز النظر والخلوة والمسافرة إلا المحرم من الرضاع، فإن الخلوة بها مكروهة، وكذا بالصهرة الشابة. (الأشباه والنظائر، الفن الثالث: الجمع والفرق أحكام المحارم، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۱۰۰)

ولعل وجهه أنها إذا كانت شابة يخشى عليها الفتنة من الخلوة معهم، فإنهم وإن كانوا محارم لها لكن قد يمنع المحرم كما قالوا بکراهیة الخلوة بالصهرة الشابة تأمل. (منحة الخالق على البحر الرائق، قبیل باب ثبوت النسب، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/ ۲۶۱-۲۶۲)

لو رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل. رواه الشيخان وغيرهما (۱)۔

خصوص جب تغیر طبائع کے ساتھ اس زمانہ میں حدود و تعزیرات کی اقامت اور اس زمانہ میں ان کی امانت کے تفاوت پر بھی نظر کی جاوے، اور اس زمانہ کے مدعیان اجتہاد تو بلا کسی قید کے اس کلیہ سے جا بجا کام لیتے ہیں حتیٰ کہ سود کو زمانہ کی ضرورت سے حلال کہتے ہیں، سو ان پر تو یہ قاعدہ علی الاطلاق حجت ہوگا، اور ان پر لازم ہوگا کہ ہم سے زیادہ حجاب متعارف کے قائل ہوں۔ اب آخر میں ایک خیر خواہانہ عرض ہے کہ اس زمانہ میں عام عادت ہو گئی ہے کہ ہر حکم کی دلیل قرآن مجید سے مانگی جاتی ہے، اور حدیث کا قریب قریب انکار ہی ہے، چنانچہ سوال ہذا میں بھی قرآن سے سند مانگی گئی ہے، سو اس عادت اور خیال کی کوئی صحیح بناء نہیں، اور حیرت ہے کہ یہ حضرات تاریخ کو جُت مانتے ہیں، حالانکہ اتصال سند و صحت سند و توثیق رجال میں تاریخ کو حدیث سے کوئی نسبت ہی نہیں، پس اس مادہ میں بھی اگر احادیث کو دیکھا جائے تو کسی قسم کا شبہ ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ ۱۱/رج ۳۵۶ھ (النور جمادی الثانی ۱۲۵۵ھ ص ۱۱)

فاسق عورتوں کو گھروں میں آنے سے روکنا

سوال (۲۵۳۵): قدیم ۱۹۶/۲ - میں نے جب سے یہ حدیث مشکوٰۃ کی سنی ہے تب سے بدکار عورتوں کا گھر میں آنا ناجائز بنا کر دیا ہے۔

عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان عندها، وفي البيت مخنث، فقال لعبد الله بن أبي أمية أخي أم سلمة يا عبد الله! إن فتح الله لكم غدا الطائف فإني أدلك على ابنة غيلان، فإنها تقبل بأربع وتدبر بثمان، فقال النبي

(۱) بخاري شريف، كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۰، رقم: ۸۶۱، ف: ۹۶۹۔

مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنه وأنها لا تخرج مطيبة، النسخة الهندية ۱/ ۸۳، بيت الأفكار رقم: ۴۴۵۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

صلی اللہ علیہ وسلم: لا یدخلن ہؤلاء علیکم۔ متفق علیہ (۱)۔ اب عرض یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ مطلب نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ممانعت اس قسم کی عورتوں کے آنے کی اس آیت سے نکلتی ہے۔ لا یبدین زینتھن الا لبعولتھن - إلی قولہ تعالیٰ - او نسائھن۔ الآیۃ (۲) شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر کرتے ہیں: ”بازنان خویش یعنی غیر اہل قیادہ“ اور دوسری جگہ لکھا ہے غیر قوادہ، وقواد بالفتح وتشدید واو و دال مہملہ دلال ومعنی مرد بے غیرت و قلتبان از لطائف وغیرہ (۱۲) (۳)۔

اور شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا اور اپنی عورتیں جو نیک چال کی ہوں اُن سے بھی اتنا ضرور ہے اور بد راہ عورتوں سے کنارہ پکڑنا۔ واللہ اعلم۔ (امداد، ج ۲ ص ۱۲۴)

عورتوں کو بازار میں جانا

سوال (۲۵۳۶): قدیم ۱۹۶/۴ - مسلمان عورتوں کو بازار میں جانا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے۔ بینواتو جروا۔ فقط

الجواب: فلقولہ تعالیٰ: ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الأولى۔ الآیۃ (۴)۔ ولقولہ تعالیٰ: غیر متبرجات بزینۃ۔ الآیۃ (۵)۔

(۱) بخاری شریف، کتاب النکاح، باب ما ینھی من دخول المتشبهین بالنساء علی المرأة، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۷۸۷، رقم: ۵۰۳۹، ف: ۵۲۳۵۔

مسلم شریف، کتاب السلام، باب منع المخنث من الدخول علی النساء الأجانب، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۲۱۸، بیت الأفكار رقم: ۲۱۸۰۔

مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبۃ و بیان العورات، الفصل الثالث، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۲۷۰۔

(۲) سورۃ النور، رقم الآیۃ: ۳۱۔

(۳) فتح الرحمن بترجمۃ القرآن للشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی، سورۃ النور، آیت: ۳۱، ص: ۳۵۳۔

(۴) سورۃ الأحزاب، رقم الآیۃ: ۳۳۔

(۵) سورۃ النور، رقم الآیۃ: ۶۰۔

ولقوله تعالى: ولا يبدین زینتهن. الآية (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ زینت کے ساتھ عورت کو بازار میں یا مجمع میں نکلنا یا کسی نامحرم کے سامنے آنا قطعاً حرام ہے؛ البتہ اگر کوئی ضروری حاجت ہو اور ہیئتِ رشہ اور ثیاب بذلہ یعنی میلے کچیلے کپڑوں میں پردہ کر کے نکلے تو جائز ہے۔ لقوله تعالى: یدنین علیہن من جلا بیہن (۲)۔ ولقوله تعالى: إلا ما ظہر منها (۳)۔ وفي الدر المختار: وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لالأنه عورة بل لخوف الفتنة (۴)۔ واللہ اعلم۔

۲۱ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۳۰ھ (امداد ج ۲ ص ۱۲۶)

برقع سے ڈولی کا سفر بہتر ہے

سوال (۲۵۳۷): قدیم ۱۹۷۷/۴ - عورتوں کو دن میں برقعہ سے دور راہ لے جانا، اور ڈولی پالکی میں کہا روں سے لے جانا، از روئے پردہ وحیا کونسا اچھا ہے؟

الجواب: ظاہر ہے کہ بلا ضرورت امراؤں کا انجام مفاسد کا ترتیب ہے، اور امر ثانی ہر حال میں رائج ہے، حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا سفر ہو دج میں ہوتا تھا (۵) کپڑا لپیٹ کر اونٹ پر سوار نہ ہوتی تھیں۔ (النور، شعبان ۱۳۵۱ھ ص ۸)

(۱) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

(۲) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۹۔

(۳) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

(۴) وفي المنتقى: تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدي إلى الفتنة، وفي زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۲۲)

قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا للفتنة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۴۷۰، كوئٹہ ۱/ ۲۷۰)
قال الحنفية: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا، لالأنه عورة، بل لخوف الفتنة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۱/ ۱۳۴)

(۵) أخرج البخاري عن الزهري عن عروة عن عائشة حديثاً طويلاً - وفيه - ←

عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا یا آواز سنانا وغیرہ

سوال (۲۵۳۸): قدیم ۱۹۷۴/۲ - پردہ عورت کا کس کس شے سے ہے، یعنی آواز سنانا، اور آواز داریزور پہننا کیسا ہے؟ اور باہر مکان سے عورت کو کسی سے ملنے کو کس کس کے ساتھ جانا چاہئے؟ اور نابالغ لڑکوں اغیار سے پردہ کس عمر کے لڑکے سے چاہئے؟

الجواب: عورت حرّہ کو تمام اعضاء کا پردہ فرض ہے بجز چہرہ اور کفین اور قد میں کے اور آواز میں اختلاف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عورت نہیں ہے، مگر جوان عورت کو بے ضرورت اعضاء غیر مستورہ کا اجنبی کو دکھانا اور بدون حاجت اُس سے کلام کرنا منع ہے، نہ اس وجہ سے کہ ستر ہے بلکہ بخوف فتنہ۔

وللحرّة جميع بدنّها خلا الوجه والكفين، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة، بل لخوف

← أن عائشةؓ قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يخرج سفراً أقرع بين أزواجه فأيتھن خرج سهمها خرج بها معه، قالت عائشة: فأقرع رسول الله صلى الله عليه وسلم بيننا في غزوة غزاها، فخرج فيها سهمي فخرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما أنزل الحجاب فكنت أحمل في هودجي وأنزل فيه فسرنا حتى إذا فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوته تلك وقفل ودنونا من المدينة آذن ليلة بالرحيل، فقامت حين آذنوا بالرحيل فمشيت حتى جاوزت الجيش فلما قضيت شأني أقبلت إلى رحلي فلمست صدري، فإذا عقد لي من جزع أطفار قد انقطع فرجعت فالتمست عقدي فحسبني ابتغاه فأقبل الذين يرحلون لي فاحتملوا هودجي فرحلوه على بعيري الذي كنت أركب عليه وهم يحسبون أنني فيه، وكان النساء إذا ذاك خفافاً لم يتقلن ولم يغشهن اللحم وإنما يأكلن العلقمة من الطعام فلم يستنكر القوم حين رفعوه ثقل اليهودي فاحملوه، وكنت جارية حديثة السن فبعثوا الجمّل وساروا الحديث. (بخاري شريف، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضاً، النسخة الهندية ۱/ ۳۶۳، رقم: ۲۵۸۷، ف: ۲۶۶۱)

مسلم شريف، كتاب التوبة، باب في حديث الإفك وقبول توبة القاذف، النسخة الهندية

۲/ ۳۶۴، بیت الأفكار رقم: ۲۷۷۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الفتنة. درمختار. وفي ردالمحتار: فإذا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاور تهن عند الحاجة إلى ذلك ولا نجيز لهن رفع أصواتهن، ولا تمطيطها، ولا تليينها وتقطيعها لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم. اه (۱)۔
اور باجہ دار زیور پھننا منع ہے۔

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۷۷ تا ۷۹، کراچی ۱/ ۴۰۵-۴۰۶۔

(جميع بدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها) فظهر الكف عورة على المذهب قاله في البحر وقدميها (في رواية) وهي المعتمد من المذهب قاله في الأشباه، وكذا صوتها وليس بعورة على الأشبه، وإنما يؤدي إلى الفتنة، ولذا تمنع من كشف وجهها بين الرجال للفتنة، ولا يجوز النظر إليها بشهوة كوجه الأمرد، وأما بدونها فيحل. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۲۱-۱۲۲)

وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها (كنز) وفي البحر: واعلم أنه لا ملازمة بين كونه ليس بعورة وجواز النظر إليه، فحل النظر منوط بعدم خشية الشهوة مع انتفاء العورة، ولذا حرم النظر إلى وجهها ووجه الأمرد إذا شك في الشهوة، ولا عورة كذا في شرح المنية، قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا للفتنة وصرح في النوازل: بأن نعمة المرأة عورة وبنى عليه أن تعلمها القرآن من المرأة أحب إلي من تعلمها من الأعمى، ولذا قال صلى الله عليه وسلم: التسبيح للرجال والتصفيق للنساء، فلا يجوز أن يسمعها الرجل، ومشى عليه المصنف في الكافي، فقال: ولا تلبى جهرًا؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه صاحب المحيط في باب الأذان، وفي فتح القدير: وعلى هذا لو قيل إذا جهرت بالقرآن في الصلاة فسدت كان متجها الخ، وفي شرح المنية: الأشبه أن صوتها ليس بعورة، وإنما يؤدي إلى الفتنة كما علل به صاحب الهداية وغيره في مسألة التلبية، ولعلهن إنما منعن من رفع الصوت بالتسبيح في الصلاة؛ لهذا المعنى ولا يلزم من حرمة صوتها بحضرة الأجانب أن يكون عورة كما قدمناه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۴۷۰-۴۷۱، كوئٹہ ۱/ ۲۶۹-۲۷۰)

عن ابن الزبیر أن مولاة لهم ذهبت بابنة الزبیر إلى عمر بن الخطاب وفي رجلها أجراس، فقطعها عمر، ثم قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: مع كل جرس شيطان. رواه أبو داؤد (۱)۔ وعن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حسان الأنصاري كانت عند عائشة إذ دخل عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن، فقالت: لا تدخلنها علي إلا أن تقطعوا جلاجلها، وقالت: سمعت رسول الله ﷺ عليه وسلم يقول: لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس. رواه أبو داؤد (۲)۔

البتہ جس میں خود بجنہ ہو، اگر چہ لگ کر بجتا ہو، اس کا پہننا جائز ہے، مگر اس طرح چلنا کہ اجنبی اس کی آواز سُنے، ممنوع ہے۔

قال الله تعالى: ولا يضر بن بأرجلهم ليعلم ما يخفين من زينتهن (۳)۔ واللہ اعلم۔ عورت کو وقت ضرورت کے مُنہ ڈھانک کر خواہ تہا یا کسی محرم یا ثقہ عورت کے ساتھ واسطے ملنے محارم اور دیگر حوائج ضروریہ کے گھر سے نکلنا جائز ہے، مگر سفر کرنا بدون محرم کے جائز نہیں۔

أما تغطية الوجه فلقوله تعالى: يدنين عليهن من جلابيهن (۴)۔ قال ابن عباس وأبو عبيدة: أمرت نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عينا واحداً ليعلم أنها حرائر. تفسير مظہري (۵)۔ والتقيد بالضرورة فلقوله عليه السلام المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها

(۱) أبو داؤد شريف، كتاب الخاتم، باب ماجاء في الجلاجل، النسخة الهندية ۲ / ۵۸۱، دار السلام رقم: ۴۲۳۰۔

(۲) أبو داؤد شريف، كتاب الخاتم، باب ماجاء في الجلاجل، النسخة الهندية ۲ / ۵۸۱، دار السلام رقم: ۴۲۳۱۔

(۳) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

(۴) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۹۔

(۵) تفسير مظہري، سورة الأحزاب، آیت: ۵۹، مکتبہ زکریا دیوبند ۷ / ۳۸۴۔

الشیطان. رواہ الترمذی (۱)۔ أما التقييد بالمحرم أو المرأة فلقوله عليه السلام: لا يخلون رجل بامرأة إلا كانا لثما الشيطان. رواہ الترمذی (۲)۔ أما منع السفر بلا محرم فلقوله عليه السلام: لا تسافرن المرأة إلا ومعها محرم (۳) أو كما قال والله أعلم

نابالغ لڑکے تین قسم کے ہیں، ایک تو بالکل نادان جن کو بالکل کسی چیز کی تمیز نہیں، ان کے روبرو تو برہنہ ہونا بھی جائز ہے، وہ مثل جمادات کے ہیں۔ دوسرا ذرا ہوشیار کہ تمیز تو رکھتا ہے، مگر حد شہوت کو نہیں پہنچا، اُس کے روبرو ناف سے زانو تک کھولنا جائز نہیں باقی جائز ہے۔ تیسرا وہ جو قریب بلوغ کے پہنچ گیا ہو، اس کا حکم مثل بالغین کے ہے، تمام ستر ڈھانکنا اس سے فرض ہے۔

قال الله تعالى: أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء. الآية (۴)۔ فإن الطفل إن كان مميزاً لكنه لم يبلغ حد الشهوة جاز للنساء الانكشاف عنده إلا من السرة إلى الركبة، ولا يجوز لها بحضرته كشف ما تحت السرة، وإن كان طفلاً غير مميز بالكلية فهو كالجمادات والبهائم، لا بأس لو كشفت عنده ما تحت الإزار أيضاً وإن كان مراهقاً يشتهي فحكمه حكم الرجال؛ لأنه استعد للظهور على عوراتهن.

تفسير مظہری (۵)۔ واللہ أعلم. (امداد، ج ۲ ص ۱۳۲)

(۱) ترمذی شریف، کتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۲، دار السلام رقم: ۱۱۷۳۔

(۲) ترمذی شریف، کتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۱۷۱۔

(۳) بخاری شریف، کتاب الجهاد والسير، باب من اکتتب في جيش فخرجت امرأته حاجة أو كان له عذر هل يؤذن له، النسخة الهندية ۱/ ۴۲۱، رقم: ۲۹۱۴، ف: ۳۰۰۶۔

(۴) سورة النور، رقم الآية: ۳۱۔

(۵) تفسير مظہری، سورة النور، آیت: ۳۱، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۳۸۳۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جوسات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے

سوال (۲۵۳۹): قدیم ۱۹۸/۴ - جوسات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے تو وہ مقام کون کون ہیں؟

الجواب: یہ وہ مواضع ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آیت: ولا یسبدین زینتھن (۱) - میں مواضع زینت فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس آیت کی تفسیر ان مواضع کے ساتھ کی ہے: سر، گردن، عضد، ذراع، ساق کہ مواضع تاج و گردن بند و باز و بند و استوانہ و خنکال کے ہیں (۲)۔ پس ان میں سے اگر اعضائے مزوجہ کو ایک ایک شمار کیا جائے تو پانچ جگہ، اور اگر دو دو گنے جائیں تو آٹھ جگہ ہوتی ہیں؛ البتہ اگر تقدیر اوّل پر سینہ اور ہر دو گوش کہ موضع قلادہ اور قرط ہے لیا جائے تو سات پورے ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

عورتوں کو اخبار وغیرہ میں اپنا نام ظاہر کرنا

سوال (۲۵۴۰): قدیم ۱۹۹/۴ - آج کل روشن خیال اور آزاد لوگوں میں یہ امر طے شدہ مان لیا گیا ہے کہ پردہ نشین مستورات کا نام مردوں کی طرح خط پر یا اخبارات وغیرہ میں ظاہر ضرور کر دینا چاہئے، چنانچہ ہندوستان سے بہت سے زنانہ اخبارات بھی شائع ہوتے ہیں، اور یہ اخبارات ہمارے گھروں میں بھی مستورات کے واسطے آتے ہیں، اُن کے پتے وغیرہ پر عورتوں کے نام لکھے جاتے ہیں، غرض جس طرح عام مرد اپنا نام اخبارات وغیرہ میں ظاہر کرتے ہیں، عورتیں بھی ظاہر کرتی ہیں، تو عرض ہے کہ اس میں شرعی قباحت تو کوئی نہیں ہے، پہلے اکثر لوگ اس کو ذرا ناپسند کرتے تھے، مگر عرصہ ہوا کہ مولوی

(۱) سورة النور، رقم الآیة: ۳۱ -

(۲) حاصل ایس آیت آنست کہ مواضع زینت دو قسم است، آنچہ در ستر آں حرج است، و آں وجہ و کفین بود، و آنچہ در ستر آں حرج نیست مانند سر و گردن و عضد و ذراع و ساق، پس ستر وجہ و کفین از اجنبیان فرض نیست بلکہ سنت است و ستر غیر آں از اجنبیان فرض است نہ از محارم - ۱۲ (فتح الرحمن بترجمة القرآن للشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی، سورة النور، آیت: ۳۱، ص: ۳۵۳)

ابوالکلام آزاد ایڈیٹر الہلال کلکتہ نے اس مضمون پر ایک پرزور بحث لکھی تھی، اور شرعی طور پر بتلایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ایسا ہونا ضرور چاہئے، مسلمات کو اپنا نام ظاہر کرنے سے شارع نے کہیں نہیں روکا ہے، اس مضمون کے بعد بہت سے لوگ اس کو پسند کرنے لگے۔ حضور تحریر فرمادیں کہ یہ طریقہ کیسا ہے؟ نیز زنا اخبارات میں عورتوں کا اپنا مضمون اپنے نام سے شائع کرانا کیسا ہے؟

الجواب: قطع نظر عوارض سے تو یہی حکم جواز کا صحیح ہے؛ لیکن عوارض سے بعض امور جائزہ کا ناجائز ہو جانا فقہ میں مشہور و معروف ہے، اور یہاں ایسے عوارض کا وجود یقینی ہے، اس لئے ضرور اس کو ناجائز کہا جاوے گا (۱)۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ (تمہ رابعہ ص ۶۱)

مزدوری پیشہ عورت کو سر اور کہنیوں تک ہاتھ کھولنا

سوال (۲۵۴۱): قدیم ۱۹۹/۲۔ جو عورتیں کھانا پکاتی ہیں وہ اکثر گھر میں بے احتیاطی سے رہتی ہیں، سر کھلا رکھتی ہیں اور بعض اوقات آٹا گوندھنے میں کہنیاں کھلی رہتی ہیں، تو اُن کے بارے میں ستر کا کیا حکم ہے؟ آیا بوجہ ضرورت کے یہ اُمور اُن کے لئے درست ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مالک مکان کو کس طور سے احتیاط کرنی چاہئے؟

الجواب: سر کھولنے کی تو کوئی ضرورت نہیں؛ البتہ ذرا عین میں امام ابو یوسفؒ اجازت دیتے ہیں۔ کما فی کتاب الکراہیۃ من الہدایۃ (۲)۔

(۱) والتحرز عن مواضع التهمة واجب قال صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم، وقال علي رضي الله عنه: إياك وما يقع عند الناس إنكاره، وفي رواية ما يسبق إلى القلوب إنكاره، وإن كان عندك اعتذاره فليس كل سامع نكرا يطيق أن يوسعه عذرا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۵۸)

(۲) وعن أبي يوسف أنه يباح النظر إلى ذراعيها أيضا؛ لأنه قد يبدو منها عادة. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطئ والنظر والمس، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۵۸)

وذكر في جامع البرامكة عن أبي يوسف أنه يباح النظر إلى ذراعيها أيضا؛ لأنها في الخبز وغسل الثياب تبتلي بإبداء ذراعيها أيضا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الاستحسان، دار الكتب العلمية بيروت ۱۰/ ۱۵۳) ←

اور مواضع غیر مباحہ کو اگر عورت نہ ڈھانکے تو مرد کو غرض بصر واجب ہے (۱) اور نظر فجاءۃ معصیت نہیں (۲)۔
 یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۵۳)

دندان ساز کا عورت کو مس کرنا

یہ مسئلہ جلد سوم کتاب الاجارہ میں صفحہ ۳۳۹ پر گزر چکا ہے (۳)۔

خوشدامن کا اپنے داماد سے پردہ

سوال (۲۵۴۲): قدیم ۲۰۰/۴ - خوشدامن سے پردہ واجب ہے یا نہیں؟

← وفي جامع البرامكة عن أبي يوسف أنه يجوز النظر إلى ذراعيها أيضا؛ لأنها
 تصير مبتلىً بإبداء ذراعيها عند الغسل والطبخ. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل
 التاسع فيما يحل للرجل إليه النظر والمس، المجلس العلمي ۸/ ۳۰، رقم: ۹۵۱۷)
 (۱) قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ
 خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ. [سورة النور، رقم الآية: ۳۰]

(۲) عن بريدة رفعه قال: يا علي! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولى وليست
 لك الآخرة. (ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ما جاء في نظرة المفاجأة، النسخة الهندية ۲/
 ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۷۷)

أبو داود شريف، كتاب النكاح، باب ما يؤمر به من غض البصر، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۲،
 دار السلام رقم: ۲۱۴۹۔

عن جرير بن عبد الله قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نظر الفجاءة،
 فأمرني أن أصرف بصري. (مسلم شريف، كتاب الآداب، باب نظر الفجاءة، النسخة الهندية ۲/
 ۲۱۲، بيت الأفكار رقم: ۲۱۵۹)

عن أبي أمامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما من مسلم ينظر إلى محاسن امرأة
 أول مرة ثم يغض بصره إلا أحدث الله له عبادة يجد حلاوتها. (مسند أحمد بن حنبل ۵/
 ۲۶۴، رقم: ۲۲۶۳۴)

(۳) دیکھئے سوال نمبر: ۱۹۵۱ کا جواب۔

الجواب: فی نفسہ نہیں (۱) لیکن للعارض شبہ سے لکھا ہے (۲)۔

۱۲/ ذی الحجۃ ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثانی ص ۹۹)

(۱) اس لئے کہ خوشدامن اور ساس محرمات میں داخل ہے اور محارم سے پردہ نہیں ہے:

(حرمت علیکم أمهاتکم) إلى قوله (وأمهات نسائکم) سورة النساء، رقم الآية: ۲۳.
والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأیید بقراة أو رضاع أو صهرية كما في
التحفة. (شامي، كتاب الحج، مطلب في قولهم: يقدم حق العبد على حق الشرع، مكتبة زكريا
ديوبند ۳/ ۴۶۴، كراچی ۲/ ۴۶۴)

البحر الرائق، كتاب الحج، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۵۵۱، كوئٹہ ۲/ ۳۱۵۔

ولا بأس بالخلوة معها لقوله عليه الصلاة والسلام: لا يخلون رجل بامرأة ليس منها
سبيل، فإن ثالثهما الشيطان: والمراد إذا لم تكن محرماً؛ لأن المحرم بسبيل منها إلا إذا
خاف على نفسه أو عليها الشهوة، فحينئذ لا يمسها، ولا ينظر إليها ولا يخلو بها الخ.
(البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، مكتبة زكريا ديوبند ۸/ ۳۵۶، كوئٹہ ۸/ ۱۹۴)
(عن عقبه بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على
النساء) أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه الكشف. (مرقاة المفاتيح، كتاب
النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، وبيان العورات، الفصل الأول، مكتبة إمداديه ملتان ۶/ ۱۹۶)
لما أمر تبارك وتعالى النساء بالحجاب من الأجانب بين أن هؤلاء الأقارب لا يجب
الاحتجاب منهم كما استثناهم في سورة النور الخ. (تفسير ابن كثير، سورة الأحزاب، آيت:
۵۵، مكتبة زكريا ديوبند ۵/ ۲۰۸)

(۲) والخلوة بالمحرم مباحة إلا الأخت رضاعاً والصهرة الشابة (درمختار) وفي
الشامية: قال في القنية: ماتت عن زوج وأم فلهما أن يسكنا في دار واحدة إذا لم يخافا
الفتنة، وإن كانت الصهرة شابة فللجيران أن يمنعوها منه إذا خافوا عليهما الفتنة اه.
(الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر الإباحة، فصل في النظر واللمس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/
۵۲۹-۵۳۰، كراچی ۶/ ۳۶۹)

ومفاده أن الخلوة كالنظر لكن في الأشباه الخلوة بالأجنبية حرام إلا الملازمة إلى
مديونه هربت أو عجوزاً شوهاً أو بحائل وبالمحرم مباحة إلا الأخت رضاعاً والصهر الشابة.
(سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، الكراهية، فصل في النظر، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۰۳)

عورت کی قرأت اجنبی مردوں کو بلا ضرورت سننا

سوال (۲۵۴۳): قدیم ۲۰۰/۴ - میں نے اپنے گھر میں عرصہ سے تجوید بقدر احتیاج سکھائی ہے اللہ کا شکر ہے کہ باقاعدہ پڑھنے لگی ہیں، جن لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہے وہ کبھی آ کر یوں کہتے ہیں کہ ہم سننا چاہتے ہیں، اور ہیں معتمد لوگ، تو پردہ میں سے سنو ادینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر چہ ایسا کبھی کیا نہیں، بعد علم جیسا ہو گا ویسا کروں گا؟

الجواب: ہرگز نہیں۔ لأنه إسماع صوت المرأة بلا ضرورة شرعية (۱)۔

۱۲ شعبان ۱۴۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۶۲)

(۱) قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالى: (ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن) وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب إذ كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت، والمرأة منهية عن ذلك. (أحكام القرآن للجصاص زكريا ۳/ ۴۱۲)

فظهر الكف عورة على المذهب والقدمين على المعتمد وصوتها على الراجح (درمختار) وفي الشامية: قوله (على الراجح) عبارة البحر عن الحلية أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابل ما في النوازل: بأن نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب. قال عليه الصلاة والسلام: التسييح للرجال والتصفيق للنساء، فلا يحسن أن يسمعها الرجل، وفي الكافي: ولا تلبى جهرا؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان. بحر: قال في فتح: وعلى هذا لو قيل إذا جهرت بالقراءة في الصلاة فسدت كان متجهها الخ. ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسييح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق اه، وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد، ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لا عنده أنا إذا قلنا صوت المرأة عورة أنا نريد بذلك كلامها؛ لأن ليس ذلك بصحيح، فإذا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك. ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما في ذلك من استمالة ←

کنواری لڑکیوں کو عورتوں سے پردہ کرنا خلاف حدیث نہیں

سوال (۲۵۴۴): قدیم ۲/۲۰۰ - میں نے لڑکی کو لڑکے کی والدہ اور پھوپھی اور بہن کو اس لئے دکھایا کہ احادیث شریفہ کی رو سے خود لڑکے کو دیکھنا درست ہے، تو اُس کے اقربائے نسواں کو دکھانا بھی حسب حدیث عمل ہوگا، اگرچہ بعض جگہ لڑکی کو دکھانے کی رسم عرفاً کو معیوب سمجھی جاتی ہے، مگر جو عرف کہ خلاف حدیث ہو وہ قابل عمل نہیں، پس میرا یہ عمل و خیال تو جید درست ہے کہ نہیں؟ اور اگر درست نہ ہو تو بصراحت آگاہ فرمایا جاوے، تاکہ عرف خلاف حدیث قابل عمل ہونے کی حقیقت از طفیل رہنمائی حضور موضوع ہو؟

الجواب: یہ عرف اُس حدیث کے خلاف نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث سے رویت ثابت ہے، نہ کہ ارائت، یعنی حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکی والے اس خابط کو خود لڑکی دکھلا دیں؛ بلکہ خابط کو اجازت ہے کہ اگر تمہارا موقع لگ جاوے تو تم دیکھ لو (۱) پس اسی طرح جو عورت خابط کے قائم مقام ہے اُس کا دیکھ لینا تو اس حدیث میں حکماً داخل ہو سکتا ہے، باقی یہ ہرگز حدیث کا مدلول نہیں کہ لڑکی والے اہل خابط کو دکھلایا کریں، حدیث اس سے محض ساکت ہے، اگر تجربہ سے نسواں خابط کو دکھلانا خلاف مصلحت ثابت ہو، اُن سے پردہ کرانے کا عرف ہرگز خلاف حدیث نہیں، جیسا عورتوں کو دکھلایا دینا بھی خلاف حدیث نہیں، شرعاً دونوں شقوں کا اختیار ہے۔ ۳ جمادی الثانیہ ۱۳۳۳ھ (تمہ اربعہ ۳۹)

← الرجال إلیہن، وتحریک الشهوات منہم، ومن هذا لم یجز أن تؤذن المرأة، قلت: ويشیر إلی هذا تعبير النوازل بالنغمة. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/۷۸-۷۹، کراچی ۱/۴۰۶)

وأما أذان المرأة فإنها منہیة عن رفع صوتها؛ لأنها تؤدي إلی الفتنة. (البحر الرائق، الصلاة، باب الأذان، زکریا دیوبند ۱/۴۵۸، کوئٹہ ۱/۲۶۳)

(۱) عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلی ما يدعوه إلی نكاحها، فليفعل قال: فنخطب جارية فكننت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلی نكاحها، وتزويجها فتزوجتها. (أبو داؤد شریف، کتاب النکاح، باب الرجل ينظر إلی المرأة وهو يريد تزويجها، النسخة الهندية ۱/۲۸۴، دار السلام رقم: ۲۰۸۲) ←

بوڑھی عورت کے لئے سفر بلا محرم کے جواز کی دلیل

سوال (۲۵۴۵): قدیم ۲۰۱/۴ - سفر مرآۃ کے لئے محرم کا شرط ہونا فقہاء کہتے ہیں، شاہہ و عجزہ کی تعلیم بھی کتب فقہ میں مصرح ہے، فتہور میں شاہ لطف رسول صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ جناب نے فرمایا ہے کہ عجز کے لئے ضرورت نہیں ہے، اس کو سنداً مکرر مراجعت کتب فقہ کی گئی۔ شامی، سیح، بحر، عالمگیری سب میں عجز کی تصریح ہے، اگر جزئی نظر اقدس سے گذری ہو اطلاع سے عزت افزائی فرمائی جائے؟

الجواب: في الدر المختار: أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن، ومتى جاز المس جاز سفره بها، ويخلو إذا أمن عليه وعليها، وإلا لا اه. وتكلم فيه صاحب رد المحتار بشي ء. ج ۵ ص ۳۶۲ (۱)۔

میں نے شاید در مختار کے اسی جزئیہ پر کہا ہوگا گواچھی طرح یاد نہیں، بہر حال گنجائش ضرور ہے۔
۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۶)

← قال العبد الضعيف: وحجة الجمهور قول جابر رضي الله عنه (فخطبت جارية فكنت أتخباً) والرواي أعرف بمعنى ما رواه، فدل على أنه لا يجوز له أن يطلب من أوليائها أن يحضروها بين يديه لما في ذلك من الاستخفاف بهم، ولا يجوز ارتكاب مثل ذلك لأمر مباح، ولا أن ينظر إليها بحيث تطلع على رؤيته لها من غير إذنها؛ لأن المرأة تستحي من ذلك، ويشغل نظر الأجنبية إليها على قلبها لما جبلها الله على الغيرة، وقد يفضي ذلك إلى مفساد عظيمة كما لا يخفى، وإنما يجوز له أن يتخبأ لها وينظر إليها خفية. (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب جواز النظر إلى المخطوبة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۷/ ۴۱۵-۴۱۶، کراچی ۱۷/ ۳۸۴)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۲۹، کراچی ۶/ ۳۶۸۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۱۲/ باب: زنا اور اُس کے متعلقات

زانیہ عورت کو بلا معاوضہ زنا کوئی ہدیہ دینا

سوال (۲۵۴۶): قدیم ۲/۲۰۱ - ایک عورت ایک مرد سے زنا کراتی تھی؛ لیکن اب وہ مرد فوت ہو گیا ہے، اور عورت کے نام ۳۰ ماہ وار کر گیا ہے۔ اب اس عورت کے گھر کا کھانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اور سوائے اس کے اس کا اور کوئی روزگار نہیں ہے، کوئی آمدنی نہیں ہے؟

الجواب: چونکہ یہ زنا کی اجرت نہیں صرف ابتدائی احسان ہے، گو سبب اس کا ناجائز اُلفت ہو؛ لیکن عوض تو فعلِ حرام کا نہیں ہے، اور سبب کا قیاس عوض پر نہیں ہو سکتا؛ اس لئے یہ روپیہ حرام نہیں (۱) اگر اور کوئی سبب حرمت کا نہ ہو۔ ۸/ شعبان ۱۳۳۱ھ (حوادثِ اول ص ۱۱۰)

(۱) مستفاد: وفي المنتقى: إبراهيم عن محمد في امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا قال: إن كان على شرط رده على أصحابهم إن عرفهم، يرد بقوله: على شرط إن شرطوا لها في أوله بإزاء النياحة أو بإزاء الغناء، وهذا لأنه إذا كان الأخذ على شرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الأخذ معصية، والسبيل في المعاصي ردها وذلك هنا برد المأخوذ إن تمكن من رده بأن عرف صاحبه، والتصديق منه إن لم يعرف ليصل نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله، أما إذا لم يكن الأخذ على شرط فلم يكن الأخذ معصية، فالمدفع حصل عن المالك برضاه فيكون له، ويكون حلالاً. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل الرابع عشر: في الكسب، المجلس العلمي ۶۳/۸، رقم: ۹۵۹۲)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع عشر: في الكسب، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/۱۵۷، رقم: ۲۸۳۴۳ -

ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر: فی الکسب وهو أنواع، قدیم زکریا دیوبند ۵/۳۴۹، جدید زکریا دیوبند ۵/۴۰۳-۴۰۴ -

کسی آلہ کے ذریعہ اخراج منی

سوال (۲۵۴۷): قدیم ۲۰۱/۴ - (۱) بعض زنان با ہم دیگر خواہ بکدام آلہ ربڑ یا روپیہ یا کد ام چیز دیگر یا بغیر آلہ صحبت می کنند شہوت خود را زائل کرده ہمیں نوع عادت کردہ راضی میمانند اگر کسے گوید کہ ایں فعل بدر ترک کن و توبہ کن، میگویند کہ توبہ ایں چنین فاعله ہرگز قبول نمی شود، از دیدار خدا محروم است، دریں باب حکم شرع چیست؟

الجواب: (۲) حرمت ایں فعل ظاہر و در سوال ہم مصرح و مسلم است (۳) اما زعم ایں فاعله

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: بعض عورتیں آلہ ربڑ یا روپیہ یا کسی دوسری چیز کے ذریعہ یا بغیر کسی آلہ کے ہی آپس میں صحبت کر لیتی ہیں اور اپنی شہوت کی تسکین کر لیتی ہیں اور اس قسم کی عادت کو برضا و رغبت اپنائے رہتی ہیں، اگر کوئی کہتا ہے کہ اس فعل فتنج سے پرہیز کرو اور توبہ کرو، تو وہ کہتی ہیں کہ اس طرح کے کام کرنے والی عورت کی توبہ قبول نہیں ہوتی، وہ خدائے پاک کے دیدار سے بھی محروم رہے گی، تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: اس فعل کی حرمت تو ظاہر ہے؛ بلکہ سوال میں بھی اس کی حرمت کی صراحت موجود ہے؛ لیکن یہ گمان کرنا کہ اس کی توبہ مقبول نہیں یہ بالکل غلط بات ہے، دلیل وہ آیت ہے جو بارہویں سوال کے جواب میں آچکی ہے۔

(۳) وفي السراج، إن أراد بذلك تسكين الشهوة المفرطة الشاغلة للقلب و كان عزبا لا زوجة له ولا أمة أو كان إلا أنه لا يقدر على الوصول إليها لعذر قال أبو الليث: أرجو أن لا وبال عليه، وأما إذا فعله لاستجلاب الشهوة فهو آثم الخ. بقى هنا شيء وهو أن علة الإثم هل هي كون ذلك استمتاعا بالجزء كما يفيد الحديث وتقيدهم كونه بالكف، ويلحق به ما لو أدخل ذكره بين فخذه مثلا حتى أمني، أم هي سفح الماء وتهيسح الشهوة في غير محلها بغير عذر كما يفيد قوله: وأما إذا فعله لاستجلاب الشهوة الخ لم أر من صرح بشيء من ذلك، والظاهر الأخير الخ. (شامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۷۱، کراچی ۲/ ۳۹۹)

 کہ توبہ اش مقبول نیست باطل محض است بدلیل قولہ تعالیٰ کہ در جواب سوال دوازدهم مذکور گشت (۱)۔
 (تمہ اولیٰ ص ۳۱۸)

دیوثی کی حرمت اور اس کے مرتکب کے فاسق ہونے کا بیان

سوال (۲۵۴۸): قدیم ۲/۲۰۲ - (۲) زید زنان و مادران و خواہران و ذوی الارحام خود را در بنگلہائے خود آراستہ و پیراستہ صرف برائے نام چیل بند بدروزہ گزارا شدہ ہزار ہا مخلوقات را دعوت تماشہ دہد شب و روز لکھا آدمی اقسام و انواع فحش و بے حیائی و مردمان بد معاش از اس شارع عام مرور کنند و آں زنہا بایشاں کلام و سلام کنند و انعام و احسان کنند بلکہ سبب اقسام و انواع زنا و شراب نوشی ذات زید شود دریں باب حکم شرع چیست؟

الجواب: (۳) عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: ثلثة قد حرم الله عليهم الجنة: مد من الخمر، والعاق، والديوث الذي يقر في أهله الخبث. رواه أحمد والنسائي، مشكوة (باب بيان الخمر) (۴)۔

زید دیوث است و در حق دیوث انچہ در حدیث مذکور وارد است ظاہر است۔

کتبہ: اشرف علی التھانوی الادہمی الحنفی الجشتی عفی عنہ (تمہ اولیٰ ص ۳۱۹)

(۱) قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. [سورة الزمر، رقم الآية: ۵۳]

(۲) خلاصہ ترجمہ سوال: زید اپنی بیویوں، ماؤں، بہنوں اور رشتہ داروں کو میک اپ کروا کے اپنے بنگلے کے دروازہ پر چھوڑ کر ہزاروں لوگوں کو تماشہ کی دعوت دیتا ہے، ہر دن لاکھوں آدمی ان کے ساتھ فحاشی و عریانیت کی باتیں کرتے ہیں، بد معاش لوگ اس میں روڈ سے گذرتے ہیں تو یہ عورتیں ان سے سلام و کلام کرتی ہیں اور انعام و احسان کا معاملہ کرتی ہیں، زید ان تمام قسموں کی بے حیائی مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ کا ذریعہ اور واسطہ بنتا ہے، تو زید کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) خلاصہ ترجمہ جواب: زید دیوث ہے اور دیوث کے بارے میں مذکورہ حدیث شریف میں جو وعید آئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

(۴) مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۶۹، رقم: ۵۳۷۲۔ ←

اجنبی عورت سے بدن دبوانا

سوال (۲۵۴۹): قدیم ۴/۲۰۲ - احقر جب نارنول جناب سے رخصت ہو کر پہنچا تو عشاء کے وقت ایک مخلص نے مجھ سے کہا کہ عورت سے خاوند بدن دبواسکتا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا جائز ہے، اس پر انہوں نے اصلاح الرسوم ص ۲۷ سطر ۷ دیو بند دکھائی جس میں عبارت ذیل درج ہے: ”مرد کو عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں“ میں نے اُن سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً کا تب سے سہو ہوا ہے کہ کتاب میں لفظ اجنبی چھوٹ گیا، اور اصل مسئلہ یوں ہے (مرد کو اجنبی عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں) یہ مسئلہ خاوند بیوی کے متعلق نہیں، اگر ہوگا تو کسی قید کے ساتھ مقید ہوگا، اس پر اُن صاحب کو گونہ تسلی تو ہوئی؛ لیکن کتاب میں تحریر ہونے کی بناء پر اطمینان کئی نہیں ہوا؛ لہذا عرض ہے کہ مسئلہ ہذا کو جس طرح پر ہے توضیح کر کے تحریر فرمادیں۔

الجواب: (بحاصلہ) عبارت تو قدیم نسخہ میں بھی یہی ہے؛ اس لئے ظاہراً سہو کا تب نہیں ہے، مجھ ہی سے ضروری قید کی فروگزاشت ہو گئی ہے، آپ نے جو بتلایا ہے صحیح ہے، چونکہ اس مسئلہ کے سیاق و سباق میں اجنبی ہی کے احکام ہیں، غالباً یہ قرینہ سبب ہوا اس قید کے رہ جانے کا (۱)۔ فقط (ترجیح خامس ص ۱۲۷)

← مشکوٰۃ شریف، کتاب الحدود، باب بیان الخمر و وعید شاربہا، الفصل الثالث، مکتبہ اُشرفیہ دیوبند ۲/۳۱۸۔

عن سالم بن عبد اللہ عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا يدخلون الجنة: العاق لوالديه، والمرأة المترجلة، والديوث، وثلاثة لا يدخلون الجنة: الممدن على الخمر، والمنان بما أعطى. (نسائي شريف، كتاب الزكوة، المنان بما أعطى، النسخة الهندية ۱/۲۷۵، دارالسلام رقم: ۲۵۶۳)

عن عمار بن ياسر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا يدخلون الجنة أبداً: الديوث من الرجال، والمرجلة من النساء، وممدن الخمر، فقالوا: يا رسول الله! أما ممدن الخمر فقط عرفناه فما الديوث من الرجال؟ قال: الذي لا يبالي من دخل على أهله. الحديث (شعب الإيمان للبيهقي، باب في الغيرة والمذا، دارالكتب العلمية بيروت ۷/۴۱۲، رقم: ۱۰۸۰۰)

(۱) مستفاد: ويكره له أن يستأجر امرأة حرة أو أمة يستخدمها ويخلو بها لقوله ←

← صلى الله عليه وسلم: لا يخلون رجل بأمرأة ليس منها بسبيل، فإن ثالثهما الشيطان، ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه أو عليها إذا خلا بها. (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجازات، باب إجارة الرقيق في الخدمة وغيرها، دار الكتب العلمية بيروت ١٦ / ٥٢)

قال علماء نارحهمم الله: يكره للرجل أن يستأجر حرة أو أمة يستخدمها ويخلوها بها؛ لأن الخلوة بالأجنبية منهى عنها كذا في الظهيرية. (هندية، كتاب الإجارة، الباب الحادي عشر: في الاستئجار للخدمة، قديم زكريا ديوبند ٤ / ٤٣٤، جديد زكريا ٤ / ٤٦٨)

قال أبو حنيفة: أكره أن يستأجر الرجل امرأة حرة يستخدمها ويخلوها بها، وكذلك الأمة، قال الكاساني: وهو قول أبي يوسف ومحمد، أما الخلوة: فلأن الخلوة بالمرأة الأجنبية معصية، وأما الاستخدام فلأنه لا يؤمن معه الاطلاع عليها والوقوع في المعصية. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٩ / ٣٧)

بدائع الصنائع، كتاب الإجارة، باب الاستئجار على المعاصي، مكتبه زكريا ديوبند ٤ / ٤٠، كراچی ٤ / ١٩٨ -

شبير احمد قاسمي عفا الله عنه



۱۵/ باب: احکام متعلقہ علاج و دوا وغیرہ

اسقاطِ حمل

سوال (۲۵۵۰): قدیم ۲۰۲/۲ - نطفہ جب تک علقہ مضغ رہے اُس وقت تک اس کا اسقاط کسی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو قتلِ نفس کا گناہ ہوگا یا کچھ کم؟

الجواب: جب تک روح نہ آوے اسقاطِ حمل قتلِ نفس میں نہیں؛ لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے، اور بعد از جائز اور بعد از نفخ روح حرام و کبیرہ قتلِ نفس زکیہ۔

فی الدر المختار: ویکرہ أن تسعی لإسقاط حملها، وجاز بعدر حیث لا يتصور. فقط (۱)۔ (امداد، ج ۲ ص ۱۴۱)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۶۱۵، کراچی ۶/ ۴۲۹۔

العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز، وإن كان غير مستبين الخلق يجوز امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها، وتخاف على ولدها الهلاك، وليس لأبي هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج في استئصال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو وخلق لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوما أربعون نطفة وأربعون علقة وأربعون مضغة كذا في خزنة المفتيين، وهكذا في فتاوى قاضي خان. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات وفيه العزل وإسقاط الولد، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۶، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۱-۴۱۲)

وذهب الحنفية إلى إباحة إسقاط العلقه حيث انهم يقولون بإباحة إسقاط الحمل ما لم يتخلق منه شيء ولم يتم التخلق إلا بعد مائة وعشرين يوما، قال ابن عابدين: وإطلاقهم يفيد عدم توقف جواز إسقاطها قبل المدة المذكورة على إذن الزوج، وكان الفقيه علي بن موسى الحنفي يقول: إنه يكره فإن الماء بعد ما وقع في الرحم مآله الحياة، فيكون له حكم الحياة كما في بيضة صيد الحرم قال ابن وهبان: فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۰/ ۲۸۵) ←

ایضاً

سوال (۲۵۵۱): قدیم ۲/۲۰۳ - میں جن صاحب کے یہاں معالج ہوں وہ لا ولد ہیں، جب پہلی بیوی سے کچھ اولاد نہ ہوئی تو باصرار والدین دوسری شادی کی؛ لیکن طبیعت اُس سے مانوس نہیں، اب اس دوسری بیوی کو دو ماہ کا حمل ہے، اُن صاحب کی فرمائش ہے کہ ایسی کوئی ترکیب ہو کہ اس کا حمل گر جائے، اگر ہو تو اولاد پہلی سے ہو، بندہ نے اب تک کچھ جواب اُن کو نہیں دیا۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ دو ماہ کا حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟ یا آئندہ کے لئے کوئی ایسی تدبیر کر دینا کہ مانع حمل ہو جائز ہے یا نہیں؟ یہ بھی ارشاد ہو کہ بعض عورتیں جسم کی کمزور ہوتی ہیں اور بچے بہت جلد جلد ہوتے ہیں، اس سے اُن کی بھی تندرستی خراب ہو جاتی ہے، اور بچے بھی دودھ خراب ہونے سے دائم المرض ہو جاتے ہیں، اس صورت میں دوائے مانع حمل کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: ويكره أن تسعى لإسقاط حملها و جاز لعذر حيث لا يتصور في رد المحتار قوله: ويكره الخ: أي مطلقاً قبل التصور وبعده على ما اختاره في الخانية كما قدمناه قبيل الاستبراء، وقال: إلا أنها لا تأثم إثم القتل قوله: و جاز لعذر كالمرضعة إذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها، وليس لأب الصبي ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاك الولد قالوا يباح لها أن تعالج في استئزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقه ولم يخلق له عضو، وقدر و اتلك المدة بمائة وعشرين يوماً، و جاز لأنه ليس بآدمي وفيه صيانة الآدمي خانية قوله حيث لا يتصور قيد لقوله، و جاز لعذر والتصور كما في الفنية أن يظهر له شعر أو إصبع أو رجل أو نحو ذلك. اه (۱)۔

← المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر: في التداوي والمعالجات،

المجلس العلمي ۸/ ۸۳-۸۴، رقم: ۹۶۴۴-۹۶۴۵۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، قدیم زکریا

دیوبند ۳/ ۴۱۰، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۶-۲۹۷۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، مکتبہ زکریا

دیوبند ۹/ ۶۱۵، کراچی ۶/ ۴۲۹۔

روایات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں اگر تحقیق فن سے حمل میں جان پڑنا محتمل ہو تب تو مطلقاً حمل گرانا حرام اور موجب قتل نفس زکیہ ہے، اور اگر جان نہیں پڑی سوا گر کوئی عذر صحیح ہوتا تو اسقاط جائز تھا؛ لیکن چونکہ کوئی عذر نہیں ہے اور یہ امر کہ نفس نہیں گوارا کرتا کہ پہلی کے اولاد نہ ہو اور دوسری کے ہو جائے، یہ شرعاً عذر مقبول نہیں؛ لہذا یہ فعل ناجائز ہوگا، گو قتل کا سا گناہ نہیں، مگر خود یہ فعل بھی محصیت ہے (۱)۔

(۱) وإذا أسقطت الولد بالعلاج قالوا: إن لم يستبن شيء من خلقه لا تأثم، قال رضي الله عنه: ولا أقول به، فإن المحرم إذا كسر بيض الصيد يكون ضامناً؛ لأنه أصل الصيد فلما كان مؤاخذاً بالجزاء ثمة فلا أقل من أن يلحقها إثم ههنا إذا أسقطت بغير عذر إلا أنها لا تأثم إثم القتل، وإن أسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة المرضعة إذا ظهر بها الحمل وانقطع لبنها وليس لأبي الصغير ما يستأجر به الظئر، ويخاف هلاك الولد، قالوا: يباح لها أن تعالج في استئزال الدم ما دام الحمل نطفة أو علقة أو مضغة لم يخلق له عضو، وقدرت تلك المدة بمائة وعشرين يوماً، وإنما أباحوا لها إفساد الحمل باستئزال الدم؛ لأنه ليس بآدمي فيباح لصيانة الآدمي. (خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، قديم زكريا ديوبند ۳/ ۴۱۰، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۶-۲۹۷)

وفي فتاوى أهل سمرقند: إذا أرادت إسقاط الولد فلها ذلك إذا لم يستبن شيء من خلقه؛ لأن ما لا يستبين شيء من خلقه لا يكون ولداً، وكان الفقيه علي ابن موسى القمي يكره لها ذلك، وكان يقول: مآل الماء بعد ما وصل إلى الرحم الحياة، فإنه لا يحتاج إلى صنع أحد بعد ذلك لينفخ فيه الروح، وإذا كان مآل الحياة يعطي حكم الحياة للحال كما في بيضة صيد الحرم..... وفي نكاح فتاوى أهل سمرقند: امرأة مرضعة ظهر بها حمل وانقطع لبنها، ويخاف على ولدها الهلاك، وليس لأب هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر هل يباح لها أن تعالج في إسقاط الولد؟ قالوا: يباح ما دام نطفة أو علقة أو مضغة لم يخلق له عضو؛ لأنه ليس بآدمي، وذكر في الوقعات: أن خلقه لا يستبين إلا في مائة وعشرين يوماً. (المحيط البرهاني، الكراهية، قبيل الفصل العشرون، المجلس العلمي ۸/ ۸۳-۸۴، رقم: ۹۶۴۴-۹۶۴۵)

ہندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب الثامن عشر: فی التداوی والمعالجات، قديم زكريا ديوبند

اور آئندہ کے لئے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر کرنا بھی بلا عذر مذموم ہے، مگر وہ ملامت میں کم ہے۔ خلاصہ یہ کہ سب میں اشد حمل حلیٰ کا اسقاط اور اس سے کم حمل غیر حلیٰ کا اسقاط اور اس سے کم مانع حمل کا استعمال؛ البتہ عذر مقبول سے دو امر آخر کے جائز ہیں، اور امر اول ہر حال میں حرام، اور مسئلہ ثانیہ میں چونکہ عذر صحیح ہے؛ اس لئے دو مانع حمل کھانا جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ شعبان ۱۳۲۱ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۵۶)

ایضاً

سوال (۲۵۵۲): قدیم ۲/۲۰۴ - ایک عورت کے شکم میں بچہ زندہ ہے اور وہ عورت سخت بیمار ہے، ظاہر بدون اسقاط فائدہ ہونا معلوم نہیں ہوتا، پس اس حالت میں اسقاط حمل درست ہے یا نہیں؟

الجواب: درست نہیں۔ فی الدرالمختار قبیل کتاب إحياء الأموات بأسطر: ویکرہ أن تسعی لإسقاط حملها، وجاز بعذر حیث لا يتصور (۲)۔

۶ رجب ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۶۲)

(۱) عن ابن محيريز أنه قال: دخلت المسجد فرأيت أبا سعيد الخدري[ؓ] فجلست إليه فسألته عن العزل، قال أبو سعيد الخدري: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة بني المصطلق فأصبنا سبياً من سبي العرب فاشتبهنا النساء فاشتدت علينا العزبة وأحببنا العزل، فأردنا أن نعزل، وقلنا: نعزل ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا قبل أن نسأله، فسألناه عن ذلك، فقال ما عليكم ألا تفعلوا ما من نسمة كائنة إلى يوم القيامة إلا وهي كائنة. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب غزوة بني المصطلق من خزاعة، النسخة الهندية ۲/ ۵۹۳، رقم: ۳۹۸۹، ف: ۴۱۳۸)

أبو داود شريف، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۵، دار السلام رقم: ۲۱۷۲۔

يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء الخ. (شامي، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۳۳۶، كراچی ۳/ ۱۷۶)

(۲) الدرالمختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۶۱۵، كراچی ۶/ ۴۲۹۔ ←

ایضاً

سوال (۲۵۵۳): قدیم ۴/۲۰۴ - عورت کو حمل کروادینا درست ہے یا حرام؟ جب تک جان نہ پڑے، دوسرے جو عورت بہت جلدی حاملہ ہو جاتی ہے، مثلاً ابھی بچہ ۹ ماہ کا ہی ہے اور ایام آگئے اور وہ اُسی وقت میں حاملہ ہو جاتی ہے۔ تیسرے وہ عورت جو کہ بہت سے بچے جن چکی ہے، اور وہ بہت لاغر ہو گئی ہے اس حالت میں لاغری کے سبب بچہ جننے کے بعد دودھ نہیں ہوتا اور بچہ کو بکری وغیرہ کا دودھ موافق نہیں آتا ہے۔ آخر ایسی حالت میں بچہ مر جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ان عورتوں کو ایسی دوا کھانا جس سے حاملہ نہ ہوں درست ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: ويكره أن تسعى لإسقاط حملها و جاز لعذر حيث لا يتصور إن اسقطت ميتا ففي السقط غرة لوالده من عاقل الأم تحضر، وفي رد المحتار قوله: ويكره أي مطلقا التصور وبعده - إلى قوله - إلا أنها لا تأثم إثم القتل، قوله: لعذر كالمرضعة إذا ظهر به الحمل وانقطع لبنها وليس لأبي الصبي ما يستأجر به

← العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوها لا يجوز.

(ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر: فی التداوی المعالجات الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۶، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۱)

وإذا أسقطت الولد بالعلاج قالوا: إن لم يستبن شيء من خلقه لا تأثم، قال رضي الله عنه: ولا أقول به، فإن المحرم إذا كسر بيض الصيد يكون ضامنا؛ لأنه أصل الصيد فلما كان مؤاخذا بالجزاء ثمة فلا أقل من أن يلحقها إثم ههنا إذا أسقطت بغير عذر إلا أنها لا تأثم إثم القتل، وإن أسقطت بعدما استبان خلقه وجبت الغرة. (خانية على هامش الہندیہ، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی الختان، قدیم زکریا دیوبند ۳/ ۴۱۰، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۶-۲۹۷)

لو أرادت إلقاء الماء بعد وصوله إلى الرحم قالوا: إن مضت مدة ينفخ فيه الروح لا يباح لها وقبله اختلف المشايخ فيه. (شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، قیل باب الاستبراء وغیرہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۳۷، کراچی ۶/ ۳۷۴)

الظئر ویخاف هلاک الولد، قالوا: یباح أن تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغة أو علقه ولم یخلق له عضو، وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوماً، قوله: لا یتصور أن یتظهر له شعر أو إصبع أو رجل أو نحو ذلك قوله: اسقطت أي بعلاج أو شرب دواء تتعمد به الإسقاط، أما إذا القته حیث مات فعلى عاقلتها الدية - إلى قوله - وعليها الکفارة. جلد ۵، قبیل کتاب إحياء الموات (۱)۔

اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے:

(۱) بلا عذر اسقاط حمل ناجائز ہے۔

(۲) عذر و ضرورت سے جب تک حمل میں جان نہ پڑی ہو جائز ہے۔

(۳) اگر بعد جان پڑنے کے اسقاط کیا تو اگر مردہ ہی گر گیا تو ایک غرہ یعنی پانچ سو درہم ضمان لازم ہے، اور وہ باپ کو ملے گا، اور اگر زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو پوری دیست یعنی خون بہا اور کفارہ قتل واجب ہے۔ ان نمبروں سے سب سوالوں کا جواب معلوم ہو گیا (۲)۔

چنانچہ سوال اول کا جواب یہ ہے کہ بلا عذر ناجائز ہے اور بعد ر جائز ہے۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اس عورت کو یا بچہ کو اس حمل سے کچھ نقصان ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جائز ہے۔ لہٰذا إذا جاز الدفع للعدر فالمنع بالأولی؛ لأن المنع أسهل من الدفع۔

۲۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ (تمتہ ثانیہ ص ۱۸۹)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۶۱۵، کراچی ۶/ ۴۲۹۔

(۲) وإذا أسقطت الولد بالعلاج قالوا: إن لم یستبن شیء من خلقه لا تأثم، قال رضي الله عنه: ولا أقول به، فإن المحرم إذا كسر بیض الصيد یكون ضامناً؛ لأنه أصل الصيد فلما كان مؤاخذاً بالجزاء ثمة فلا أقل من أن یلحقها إثم ههنا إذا أسقطت بغیر عذر إلا أنها لا تأثم إثم القتل، وإن أسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة. المرضعة إذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها ولس ليس لأبي الصغير ما يستأجر به الظئر، ویخاف هلاک الولد، قالوا: یباح لها أن تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل نطفة أو علقه أو مضغة لم یخلق له عضو، وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوماً، وإنما أباحوا لها إفساد الحمل باستنزال الدم؛ لأنه ←

کافر کے لئے حرام دوا تجویز کرنا

سوال (۲۵۵۴): قدیم ۴/۲۰۵ - جو چیز ہندو کے یہاں درست ہے اور ہمارے مذہب میں حرام اگر دواء یا غذاء اُن کو بتلادیا جائے تو اس میں معصیت ہوگی یا نہیں؟

الجواب: فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نجس چیز کٹے کے رُو بروکھانے کے لئے ڈالنا جائز نہیں (۱)

← لیس بآدمی فیباح لصيانة الآدمي. (خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، قدیم زکریا دیوبند ۳/ ۱۰، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۶-۲۹۷)

العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز، وإن كان غير مستبين الخلق يجوز امرأة مرضعة ظهريها حبل وانقطع لبنها، وتخاف على ولدها الهلاك، وليس لأب هذا الولد سعة حتى يستأجر الظفر يباح لها أن تعالج في استئصال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو وخلق له لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوماً أربعون نطفة وأربعون علقة وأربعون مضغة كذا في خزانة المفتين، وهكذا في فتاوى قاضي خان.

(هندية، كتاب الكراهية، قبيل الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات وفيه العزل وإسقاط الولد، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۶، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۱۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۰/ ۲۸۵)

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر: في التداوي والمعالجات، المجلس العلمي ۸/ ۸۳-۸۴، رقم: ۹۶۴۴-۹۶۴۵

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر: في التداوي والمعالجات، مكتبة زکریا دیوبند ۱۸/ ۲۰۳-۲۰۴، رقم: ۲۸۵۱۴-۱۸۵۱۵

(۱) وإذا تنجس الخبز أو الطعام لا يجوز أن يطعم الصغير أو المعتوه أو الحيوان المأكول اللحم، وقال أصحابنا: لا يجوز الانتفاع بالميتة على أي وجه ولا يطعمها الكلاب والجوارح كذا في القنية. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: في الهدايا والضيافات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۴۲، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۹۸)

قوله: (ولا يسقيها الدواب) كان أبو الحسن الكرخي يحكي عن أصحابنا أنه لا يحل للإنسان النظر إلى الخمر على وجه التلهي ولا أن يبيل بها الطين، ولا أن يسقيها للحيوان، وكذا الميتة لا يجوز أن يطعمها كلابه؛ لأن في ذلك انتفاعاً، والله تعالى، حرم ذلك ←

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اپنے لئے محرم الاستعمال ہو وہی استعمال دوسرے کو بتلانا بھی جائز نہیں، بالخصوص اس قول پر کہ بعض فقہاء عاقل ہوئے ہیں کہ کفار فروع میں نواہی کے مکلف ہیں، اوامر کے نہیں (۱)۔

۱۶ شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۶۳)

حرام دوا کا استعمال

سوال (۲۵۵۵): قدیم ۲۰۵/۴ - گل ارمنی، گل مخموم، ایفون، دوا میں شراب و نماد اور

← **تحريماً مطلقاً بأعيانها.** (حاشیة الشلبي على تبين الحقائق، كتاب الأشربة، قبيل فصل في طبخ العصير، مكتبة زكريا ديوبند ۷/ ۱۰۸، إمداديه ملتان ۶/ ۴۹)

قال الجصاص: قال أصحابنا: لا يجوز الانتفاع بالميتة على وجه ولا يطعمها الكلاب والجوارح؛ لأن ذلك ضرب من الانتفاع بها، وقد حرم الله الميتة تحريماً مطلقاً معلقاً بعينها الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۹/ ۳۹۲)

(۱) الجمهور على جواز خطاب الكفار بالفروع عقلاً، أما خطاب الكفار بالفروع شرعاً ففيه كما قال الزركشي مذاهب القول الأول: أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة مطلقاً في الأوامر والنواهي بشرط تقديم الإيمان بالمرسل كما يخاطب المحدث بالصلاة بشرط تقديم الوضوء وقد ذهب إلى هذا القول الشافعية والحنابلة في الصحيح وهو مقتضى قول مالك، وأكثر أصحابه وهو قول المشايخ العراقيين من الحنفية، القول الثاني: إن الكفار غير مخاطبين بالفروع وهو قول الفقهاء البخاريين من الحنفية، وبهذا قال عبد الجبار من المعتزلة والشيخ أبو حامد الإسفراييني من الشافعية القول الثالث: إن الكفار مخاطبون بالنواهي دون الأوامر؛ لأن الانتهاء ممكن في حالة الكفر، ولا يشترط فيه التقرب فجاز التكليف بها دون الأوامر، فإن شرط الأوامر العزيمة، فعل التعريف مع الجهل بالمقرب إليه محال، فامتنع التكليف بها، وقد حكى النووي في التحقيق أوجهها، وقال الزركشي: ذهب بعض أصحابنا إلى أنه لا خلاف في تكليف الكفار بالنواهي، وإنما الخلاف في تكليفهم بالأوامر، ونقل ذلك القول صاحب اللباب من الحنفية عن أبي حنيفة وعامة أصحابه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۵/ ۱۹-۲۰)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

شیر زنان طلاء اطباء استعمال کراتے ہیں، آیا وہ عند اللہ مآخوذ ہوں گے، اور مریض ہندو ہو یا مسلمان دونوں کا حکم یکساں ہے یا فرق؟

الجواب: متقدمین دوائے محرم کو ضرورت میں بھی جائز نہیں کہتے، اور متاخرین ضرورت میں اجازت دیتے ہیں، اور شیر زنان دواء محرم ہے اس لئے مختلف فیہ ہوگا، احوط قول متقدمین ہے اور عامل بقول متاخرین پر بھی دارو گیر نہیں (۱) باقی جو ادویہ فی نفسہ مباح ہیں اور نہ ہی بعض آثار و عوارض کی بنا پر ہے، اگر وہ عوارض نہ ہو مثلاً مٹی میں ضرر اور ایفون میں سکر تو حرام نہیں ہیں (۲) اور ہندو مسلمان کا ان سب میں ایک حکم ہے، جیسا کہ سوال سابق کے جواب میں مذکور ہوا۔ (امداد، جلد ۲ ص ۱۶۳)

(۱) اختلاف في التداوي بالمحرم و ظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الطهارة، باب المياہ، فصل في البئر، مكتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، کراچی ۱/ ۲۱۰)

وبكره ألبان الأتّن للمريض وغيره، وكذا لحومها، وكذا التداوي بكل حرام لقوله عليه السلام: إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم، وإن أدخل مرارة في إصبعه للتداوي، قال الفقيه أبو جعفر: روي عن أبي حنيفة أنه كره ذلك، وعن أبي يوسف أنه كان لا يكرهه وهو على الاختلاف في شرب بول ما يؤكل لحمه للتداوي وبقول أبي يوسف أخذ الفقيه أبو الليث. (خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله الخ، قديم زکریا ۳/ ۴۰۴، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۳۹۱)

يجوز للعليل شرب الدم والبول، وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات، قديم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۵، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۰)

البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۰۴-۲۰۵، کوئٹہ ۱۱۵-۱۱۶

(۲) والحاصل: أنه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله ولا نجاسته مطلقا إلا في المائعات لمعنى خاص بها، أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر. (شامى، كتاب الأشربة، مكتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۳۷، کراچی ۶/ ۴۵۵) ←

مصنوعی دانت بنانا

سوال (۲۵۵۶): قدیم ۲/۲۰۵- دندان کا بنوانا شرعاً درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو

ضرورت اور زینت دونوں کے واسطے یا صرف ضرورت کے واسطے؟

الجواب: في الدرالمختار: ولا يشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة وجوزهما محمدٌ ويتخذ أنفاً منه؛ لأن الفضة تنته. وفي ردالمحتار: قال الكرخي: إذا سقطت ثنية رجل فإن أبا حنيفة يكره أن يعيدها ويشدها بفضة أو ذهب، ويقول: هي كسن ميتة ولكن يأخذ سن شاة ذكية يشد مكانها، وخالفه أبو يوسف -إلى قوله- وقال أبو يوسف سألت أبا حنيفة عن ذلك في مجلس آخر فلم ير يعادتها بأسا (۱)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دانت بنوانا شرعاً درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت اور زینت دونوں کے لئے درست ہے؛ کیونکہ ناک بنوانا ظاہر ہے کہ زینت ہی کے لئے ہوگا اور وہ بھی جائز رکھا گیا ہے (۲) البتہ اگر زینت کو آلہ فحش بنایا جائے تو اس عارض کی وجہ سے بیشک گناہ ہے۔ (امداد ج ۲ ص ۱۶۸)

← أقول: هذا غير ظاهر؛ لأن ما يخل العقل لا يجوز أيضا بلا شبهة فكيف يقال: إنه مباح بل الصواب أن مراد صاحب الهداية وغيره إباحة قليله للتداوي ونحوه ومن صرح بحرمة أراد به القدر المسكر منه، يدل عليه ما في غاية البيان عن شرح شيخ الإسلام أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوي، وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام الخ. فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما سبق بحثناه من تخصيص ما مر من أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات، وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع؛ لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها. (شامي، كتاب الأشربة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/ ۴۰، کراچی ۶/ ۴۵۷)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱/ ۳۵-

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبه زكريا ديوبند

۵۲۰-۵۲۳، کراچی ۶/ ۳۶۱-۳۶۲-

(۲) عن عرفة بن أسعد قطع أنفه يوم الكلاب فاتخذ أنفاً من ورق فأنثن عليه ←

بچہ نکالنے کے لئے حاملہ کا پیٹ چاک کرنا

سوال (۲۵۵۷): قدیم ۴/۲۰۶ - میت عورت حاملہ کی بابت کیا حکم ہے، خواہ پورے دن ہوں یا کم و بیش؟ بعض لوگ پیٹ چاک کر کے نکال دینے کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت تک

← فأمره النبي صلى الله عليه وسلم فاتخذ أنفا من ذهب. (أبو داؤد شريف، كتاب الخاتم، باب ماجاء في ربط الأسنان بالذهب، النسخة الهندية ۲/ ۵۸۱، دار السلام رقم: ۴۲۳۲) عن عرفة ابن أسعد قال: أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية، فاتخذت أنفا من ورق فأتنت علي فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتخذ أنفا من ذهب. (ترمذي شريف، أبواب اللباس، باب ماجاء في شد الأسنان بالذهب، النسخة الهندية ۱/ ۳۰۶، دار السلام رقم: ۱۷۷۰) نسائي شريف، كتاب الزينة، من أصيب أنفه هل يتخذ أنفا من ذهب، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۲، دار السلام رقم: ۵۱۶۱ -

ما روي بشر عن أبي يوسف في الأمالي أنه إذا سقط ثنية رجل فإن أبا حنيفة يكره أن يعيدها ويشدها بذهب أو فضة، وكان يقول: هي كسن ميتة يشدها مكانها، ولكن يتخذ سن شاة ذكية ويشدها مكانها، وقال أبو يوسف: لا بأس بأن يشدها سنة مكانه، قال بشر: قال أبو يوسف: سألت أبا حنيفة عن ذلك فجلس في مجلس آخر فلم ير بإعادتها بأسا. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل الحادي عشر: في استعمال ذهب والفضة، المجلس العلمي ۸/ ۵۲، رقم: ۹۵۶۶)

قال محمد في الجامع الصغير: ولا يشد الأسنان بالذهب ويشدها بالفضة يريد به إذا تحركت الأسنان وخيف سقوطها، فأراد صاحبها أن يشدها يشدها بالفضة، ولا يشدها بالذهب، وهذا قول أبي حنيفة، وقال محمد: يشدها بالذهب أيضا وقال أبو يوسف: لا بأس بأن يعيد سن نفسه وأن يشدها، وإن كان سن غيره يكره ذلك، كذا في السراج الوهاج، قال بشر: قال أبو يوسف: في مجلس آخر: سألت أبا حنيفة عن ذلك فلم ير بإعادتها بأسا كذا في الذخيرة. (هندية، كتاب الكراهية، قبيل الباب الحادي عشر: في الكراهية في الأكل وما يتصل به، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۳۶، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۳۸۹)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حمل میں کچھی پھرے گی، مجھے ایسے سوال سے شرم اس وقت آتی ہے؛ لیکن جہلاء کی تشفی اپنی اور زیادتی اطمینان ہو جائے، یا فی الحقیقت میں اس مسئلہ سے لاعلم ہوں تو آگاہی ہو جائے؟

الجواب: في الدرالمختار: حامل ماتت وولدها حي يضطرب شق بطنها ويخرج ولدها. اهـ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ چاک کر کے نکال لینا اُس وقت ہے جب بچہ زندہ حرکت کرتا ہو معلوم ہو، ورنہ اگر بچہ بھی مر گیا تو پیٹ چاک کرنا جائز نہیں۔ ۳۲۵ھ (امداد ج ۲ ص ۱۸۰)

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۱۴۵، کراچی ۲/ ۲۳۸۔

وان اضطرب الولد في بطن امرأة حامل قد ماتت يشق بطنها من الجانب الأيسر .
(خانية على هامش الهندية، کتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، قدیم زکریا دیوبند ۳/ ۴۴۱،
جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۷)

امراً حامل ماتت فاضطرب الولد في بطنها، فإن كان أكبر رأيته أنه حي يشق بطنها؛
لأن ذلك تسبب في إحياء نفس محترمة بترك تعظيم الميت فالإحياء أولى ويشق بطنها
من الجانب الأيسر. (البحر الرائق، کتاب الکراهية، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/ ۳۷۶،
کوئٹہ ۸/ ۲۰۵)

في فتاوى أبي الليث في امرأته حامل ماتت وعلم أن ما في بطنها حي فإنه يشق بطنها
من الشق الأيسر، وكذلك إذا كان أكبر رأيهم أنه حي يشق بطنها كذا في المحيط، وحكي
أنه فعل ذلك بإذن أبي حنيفة فعاش الولد كذا في السراجية. (هندية، کتاب الکراهية، الباب
الحادي والعشرون: فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۶۰،
جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۶)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الحامل إذا ماتت وفي بطنها جنين حي يشق
بطنها ويخرج ولدها؛ لأنه استبقاء حي بإتلاف جزء من ميت. (الموسوعة الفقهية
الكويتية ۱۶/ ۱۲۰)

افیون کا استعمال بوقت اضطراب

سوال (۲۵۵۸): قدیم ۲/۲۰۶ - افیون خوار ہر چند خوف خدا سے کوشش ترک کرنے کی چاہتا ہو، مگر خوف ہلاکت اور سخت علالت سے جو اس کو تجربہ سے حاصل ہوا ہو مجبور ہو تو اب استعمال افیون دواء ہے یا نہیں؟ اور ابن حجرؒ کا جواز افیون خوری ایسی حالت میں ہے یا اور میں اور رملیؒ کا قول: وقواعدنا لا تخالفه، کذا فی حاشیة الشامی علی الدر المختار سے کیا مطلب ہے؟

الجواب: ابن حجرؒ کا قول صحیح ہے، مگر اس میں تصریح ہے کہ اجازت اس وقت ہے، جب بالیقین مرجانے کا خوف ہو، اور اس میں یہ بھی ہے کہ اندک اندک اس کو کم کرنا شروع کرے، اور یہ بھی ہے کہ کم کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ شخص آثم فاسق ہے (۱) پس سوال میں نہایت اختصار کیا گیا ہے، جو محض مقصود ہے۔ اور رملیؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ابن حجرؒ گوشافی ہیں، مگر ان کا یہ قول قواعد حنفیہ کے خلاف نہیں ہے؛ اس لئے قابل اتباع ہے۔ ۱۶/ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ (امداد ج، ص ۱۸۲)

دوا میں افیون

سوال (۲۵۵۹): قدیم ۲/۲۰۶ - ضرورت مرض کے لئے جب اور ادویہ اثر نہ کریں

(۱) سئل ابن حجر المکی عمن ابتلی بأکل نحو الأفیون وصار إن لم يأکل منه هلك، فأجاب: إن علم ذلك قطعاً حل له بل وجب لا يضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر، ويجب عليه التدریج فی تنقیصه شیئاً فشیئاً حتی یزول تولع المعدة به من غیر أن تشعر، فإن ترک ذلك فهو آثم فاسق اه ملخصاً. قال الرملی: وقواعدنا لا تخالفه. (شامی، کتاب الأشربة، قبیل کتاب الصيد، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۴۵، کراچی ۶/ ۴۶۱)

قال ابن عابدين: سئل ابن حجر المکی عمن ابتلی بأکل نحو الأفیون وصار إن لم يأکل منه هلك، فأجاب: إن علم ذلك قطعاً حل له بل وجب لا يضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر، ويجب عليه التدریج فی تنقیصه شیئاً فشیئاً حتی یزول تولع المعدة به من غیر أن تشعر، فإن ترک ذلك فهو آثم فاسق، ثم نقل ابن عابدين عن الخیر الرملی قوله: وقواعدنا لا تخالفه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/ ۳۰۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تفتیر اور تحریر یا سُمیت سے کم افیون کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ ایسا ہی بھنگ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور جائفل کا کیا حکم ہے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزیہ میں افیون کی علتِ حرمت کو جوہ ثلاثہ معروضہ بالا میں منحصر فرما کر ان آثار سے کم استعمال کرنے کو حرام نہیں تحریر فرمایا، حضور شرف جواز سے جلد معزز فرماویں؟

الجواب: جو مقدار یا جو ترکیب فتور اور خدر اور ضرر سُمیت سے خالی ہو اس طریق سے تینوں اشیاءِ مسئول عنہا کا استعمال جائز ہے (۱) جیسا سوال میں حضرت محدث دہلویؒ سے نقل کیا ہے۔

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۲۸)

(۱) أقول: هذا غير ظاهر؛ لأن ما يخل العقل لا يجوز أيضا بلا شبهة فكيف يقال: إنه مباح بل الصواب أن مراد صاحب الهداية وغيره إباحة قليله للتداوي ونحوه ومن صرح بحرمته أراد به القدر المسكر منه، يدل عليه ما في غاية البيان عن شرح شيخ الإسلام أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوي، وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام الخ. فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما سبق بحثناه من تخصيص ما مر من أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات، وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع؛ لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها. (شامي، كتاب الأشربة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰ / ۴۰، كراچی ۶ / ۴۵۷)

وذهب جمهور الفقهاء إلى حرمة تناول المخدرات التي تغشى العقل ولو كانت لا تحدث الشدة المطربة التي لا ينفك عنها المسكر المائع، وكما أن ما أسكر كثيره حرم قليله من المائعات، كذلك يحرم مطلقا ما يخدر من الأشياء الجامدة المضرة بالعقل أو غيره من أعضاء الجسد، وذلك إذا تناول قدرا مضرا منها دون ما يؤخذ منها من أجل المداواة؛ لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱ / ۳۴-۳۵) والحاصل أنه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله ولا نجاسته مطلقا إلا في المائعات لمعنى خاص بها، أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر. (شامي، كتاب الأشربة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰ / ۳۷، كراچی ۶ / ۴۵۵)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

دوا وغیرہ میں افیون کا استعمال

سوال (۲۵۶۰): قدیم ۴/۲۰۷ - افیون یا جوز بویا اور جوتری کہ جو مخدرات و مہترّات میں سے ہیں اگر کسی نسخہ مرکب میں ڈالی جائے اور اُس کا اکلا استعمال کیا جائے، آیا وہ شرعاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ہر ایک کا اُن میں سے مفرد استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب: فی رد المحتار: أما الجامدات فلا یحرم منها إلا الكثير المسکر ولا یلزم من حرمة نجاسته اه (۱)۔ وفيه وهكذا یقال في غیره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل وغيره یحرم تناول القدر المضّر منها دون القلیل النافع. اه (۲)۔
اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مرکب نسخہ مسکروہ مفتر نہ ہو تو کھانا حلال ہے۔ فقط
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

(۱) شامی، کتاب الأشربة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۷، کراچی ۶/۴۵۵۔
(۲) شامی، کتاب الأشربة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۴۰، کراچی ۶/۴۵۷۔
وذهب جمهور الفقهاء إلى حرمة تناول المخدرات التي تغشى العقل ولو كانت لا تحدث الشدة المطربة التي لا ینفک عنها المسکر المائع، وکما أن ما أسکر کثیرہ حرم قلیلہ من المائعات، كذلك یحرم مطلقا ما یخدر من الأشياء الجامدة المضرة بالعقل أو غیره من أعضاء الجسد، وذلك إذا تناول قدرا مضرا منها دون ما يؤخذ منها من أجل المداواة؛ لأن حرمتها لیست لعینها بل لضررها الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱/۳۴)
وبه علم أن المراد الأشربة المائعة، وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما یحرم إذا أراد به السکر وهو الكثير منه دون القلیل، المراد به التداوي ونحوه کالتطیب بالعنبر وجوزة الطیب، ونظیر ذلك ما کان سمیا قتالا کالمحمودة وهي السقمونيا ونحوها من الأدوية السمية، فإن استعمال القلیل منها جائز بخلاف القدر المضّر، فإنه یحرم. (شامی، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، مطلب في البنج والافیون والحشيشة، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/۷۸، کراچی ۴/۴۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

چیچک سے حفاظت کے لئے ٹیکا لگوانا

سوال (۲۵۶۱): قدیم ۲/۲۰۷ - ایام گرما میں یا سرما میں اس ملک میں بعض گاؤں وغیرہ میں اکثر لوگ بلائے چیچک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ملازم انگریزی یہ تدبیر کرتے ہیں کہ جن کے چیچک نہیں نکلی اُن کو جبراً پکڑ کر ہر ایک کی کلائی پر باریک استرے سے دو دو جگہ کاٹ کر کچھ دوائی پیپ سا لگاتے ہیں، ایک دو روز کے بعد بخار ہو کر بعض بعض کو دو چار چیچک بھی نکل آتی ہے، اور بعض کو فقط بخار ہی بخار؛ لیکن بعض بعض مر بھی جاتے ہیں، یہ فعل کرنا اور کرنا کیسا ہے؛ کیونکہ بہت لوگ یوں کہتے ہیں کہ شریعت کے برخلاف اگر ہو تو دلیل مل جانے سے ہم بھی جبراً اُن سے یعنی اُن لوگوں سے بچ رہیں گے، اور شریعت کی پابندی کریں گے، ماہیت دوا کی اسی ملازم سے اگر کوئی پوچھے یہ کہتے ہیں کہ آدمی کا اور نیل کا جب چیچک آبلہ سا ہو کر اُس میں پانی پیدا ہو جاتا ہے، تب اس کو توڑ کر وہی پانی شیشی بھر کر رکھتا ہوں اور وہی دوا آدمی کی کلائی کا ٹیکہ لگا دیتا ہوں، مگر نیل سے جولا تا ہوں وہ نہیں لگتا ہوں، آدمی سے جولا تا ہوں لگتا ہوں؟

الجواب: جس رطوبت سے وضو ٹوٹ جائے وہ رطوبت ناپاک ہے (۱)۔ اور ناپاک چیز سے دوا کرنا اصل مذہب میں حرام ہے، اور بعض متاخرین نے جائز رکھا ہے؛ اس لئے خوش تدبیری سے بچنا بہتر ہے؛ لیکن شورش مناسب نہیں (۲)۔ واللہ اعلم ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۸۵)

(۱) وينقصه (الوضوء) خروج نجس منه أي من المتوضي. (النهر الفائق، كتاب الطهارة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۵۰)

وينقص الوضوء نجاسة سائلة من غيرهما أي السيلين لقوله عليه الصلاة والسلام، الوضوء من كل دم سائل، وقوله (كدم وقیح) إشارة إلى أن ماء الصديد ناقض كماء الثدي والسرة والأذن الخ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، دار الكتاب ديوبند ص: ۸۷)

(۲) اختلف في التدوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، كراچی ۱/ ۲۱۰) ←

ایضاً

سوال (۲۵۶۲): قدیم ۲/۲۰۸ - ٹیکا لگانے کے متعلق حضور کی کیا تحقیق ہے، شبہ یوں ہو گیا ہے کہ پیپ تو نجس ہوتا ہے، پھر نجس کا استعمال شرع میں ناجائز نہیں؟

الجواب: بیشک اصل مذہب میں ناجائز ہے؛ لیکن بنا بر قول بعض علماء کہ تدایٰ بالحرام کی اجازت دیتے ہیں، اگر کوئی مبتلا ہو، اس پر دارو گیر نہیں (۱)۔ فقط ۱۸- محرم ۱۳۲۶ (تمتہ اولیٰ ص ۱۴۱)

← يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۵، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۰)

ويكره ألبان الأتّن للمريض وغيره، وكذا لحومها وكذا التداوي بكل حرام لقوله عليه الصلاة والسلام، إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم، وإن أدخل مرارة في أصبعه للتداوي قال الفقيه أبو جعفر: روي عن أبي حنيفة أنه كره ذلك، وعن أبي يوسف أنه كان لا يكره وهو على الاختلاف في شرب بول ما يؤكل لحمه للتداوي ويقول أبي يوسف أخذ الفقيه أبو الليث. (خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله الخ، قديم زكريا ديوبند ۳/ ۴۰۴، جديد زكريا ۳/ ۲۹۱)

البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبته زكريا ديوبند ۱/ ۲۰۴-۲۰۵، كوئٹہ ۱۱۵-۱۱۶۔

(۱) اختلف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مكتبته زكريا ديوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، كراچی ۱/ ۲۱۰)

قد وقع الاختلاف بين مشايخنا في التداوي بالمحرم ففي النهاية عن الذخيرة الاستشفاء بالحرام يجوز إذا علم أن فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر اه. وفي فتاوى قاضي خاں معزياً إلى نصر بن سلام، معنى قوله عليه السلام إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم إنما قال ذلك في الأشياء التي لا يكون فيها شفاء، فأما إذا كان فيها شفاء فلا بأس به، ألا ترى أن العطشان يحل له شرب الخمر للضرورة اه. وكذا اختار صاحب الهداية ←

ایضاً

سوال (۲۵۶۳): قدیم ۲/۲۰۸ - یہاں (ریاست رامپور میں) حکومت کی طرف سے ٹیکہ پر بہت زور دیا جا رہا ہے؛ اس لئے عرض ہے کہ اس ٹیکہ لگوانے کے متعلق حضرت والا کا کیا ارشاد ہے؟ اور جب حکومت کی طرف سے زبردستی ہونے لگے تو کیا کرے؟

الجواب : في الدر المختار قبيل فصل البير: اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر، لكن نقل المصنف ثمة، وهنا عن الحاوي وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان، في رد المحتار: وقوله وظاهر المذهب المنع محمول على المظنون كما علمته (۱)۔

← في التجنيس فقال: إذا سال الدم من أنف إنسان يكتب فاتحة الكتاب بالدم على جبهته وأنفه يجوز ذلك للاستشفاء والمعالجة، ولو كتب بالبول إن علم أن فيه شفاء لا بأس بذلك، لكن لم ينقل وهذا لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء ألا ترى أن العطشان يجوز له شرب الخمر والجائع يحل له أكل الميتة. (البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۲۰۴-۲۰۵، كوثه ۱/۱۱۵-۱۱۶)

ويكره ألبان الأتّن للمريض وغيره، وكذا لحومها، وكذا التداوي بكل حرام لقوله عليه السلام: إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم، وإن أدخل مرارة في إصبعه للتداوي، قال الفقيه أبو جعفر: روي عن أبي حنيفة أنه كره ذلك، وعن أبي يوسف أنه كان لا يكره وهو على الاختلاف في شرب بول ما يؤكل لحمه للتداوي وبقول أبي يوسف أخذ الفقيه أبو الليث. (خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله الخ، قديم زكريا ۳/۴۰۴، جديد زكريا ديوبند ۳/۳۹۱)

هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات، قديم زكريا ديوبند ۵/۳۵۵، جديد زكريا ديوبند ۵/۴۱۰۔

(۱) الدر المختار مع الشامسي، كتاب الطهارة، باب المياه فصل في البئر، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۳۶۵-۳۶۶، کراچی ۱/۲۱۰۔

چونکہ اس تدبیر میں رطوبت غیر طاہرہ کا استعمال کیا جاتا ہے؛ اس لئے اصل مذہب منع ہے، اور ضرورت میں جائز ہے (۱) اس لئے اول حکومت سے درخواست کی جاوے کہ امر ممنوع سے معافی دی جاوے؛ لیکن اگر حکومت توجہ نہ کرے تو پھر حکومت کا حکم بھی ضرورت ہے۔

كما صرحوا به في باب آخر، ويدل على سائره ما ذكر من الروايات (۲)۔

۱۶ شعبان ۱۳۵۰ھ (النور ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ص ۴)

(۱) يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۵، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۰)

ويكره ألبان الأتّن للمريض وغيره، وكذا لحومها، وكذا التداوي بكل حرام لقوله عليه السلام: إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم، وإن أدخل مرارة في إصبغه للتداوي، قال الفقيه أبو جعفر: روي عن أبي حنيفة أنه كره ذلك، وعن أبي يوسف أنه كان لا يكرهه وهو على الاختلاف في شرب بول ما يؤكل لحمه للتداوي ويقول أبي يوسف أخذ الفقيه أبو الليث. (خانية على هامش الهندية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله الخ، قديم زكريا ۳/ ۴۰۴، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۱)

قد وقع الاختلاف بين مشايخنا في التداوي بالمحرم ففي النهاية عن الذخيرة الاستشفاء بالحرام يجوز إذا علم أن فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر اه. وفي فتاوى قاضي خاں معزياً إلى نصر بن سلام، معنى قوله عليه السلام إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم إنما قال ذلك في الأشياء التي لا يكون فيها شفاء، فأما إذا كان فيها شفاء فلا بأس به، ألا ترى أن العطشان يحل له شرب الخمر للضرورة اه. وكذا اختار صاحب الهداية في التحنيس فقال: إذا سال الدم من أنف إنسان يكتب فاتحة الكتاب بالدم على جبهته وأنفه يجوز ذلك للاستشفاء والمعالجة، ولو كتب بالبول إن علم أن فيه شفاء لا بأس بذلك، لكن لم ينقل وهذا لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء ألا ترى أن العطشان يجوز له شرب الخمر والجائع يحل له أكل الميتة. (البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۲۰۴، ۲۰۵، كوثه ۱/ ۱۱۵-۱۱۶)

(۲) قال عرياض رضي الله عنه صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ←

دوا میں سانپ کا پتہ استعمال کرنا

سوال (۲۵۶۴): قدیم ۲۰۸/۴ - اژدہا سانپ کا پتہ (زہرہ) ہمارے یہاں بچوں کو دوا میں بکثرت استعمال کراتے ہیں؛ بلکہ ماں بچے دونوں کو کھلاتے ہیں، کسی طرح جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں شاید کہ کوئی ایسا ہوگا کہ اس کو نہ کھایا ہو۔ فقط؟

الجواب: جائز نہیں (۱)۔ ۸/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۱)

← ثم أقبل علينا فرعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يا رسول الله! كأن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا؟ فقال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، وإن عبدا حبشيا، فإنه من يعبث منكم بعدي فسيروا اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (أبو داود شريف، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷)

(وإن كان عبدا حبشيا) فأطيعوه ولا تنظروا إلى نسبه بل اتبعوه على حسبه، ولفظ الأربعين: وإن تأمر عليكم عبدا أي صار أميرا أدنى الخلق فلا تستنكفوا عن طاعته أو ولو استولى عليكم عبد حبشي فأطيعوه مخافة إثارة الفتن فعليكم الصبر والمداورة حتى يأتي أمر الله - إلى قوله - قلت: لكن تصح إمارته مطلقا، وكذا خلافته تسلطا كما هو في زماننا في جميع البلدان، وكان ذكر الحبشي لكونه الغالب في ذلك الزمن وإلا فغيره كالزنجي أخس منه فكان أنسب بالغاية أو المراد بالحبشي العبد الأسود فيشمل الزنجي والهندي، ثم التركي يعلم بالأولى. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، مكتبته إمداديه ملتان ۱/ ۲۴۱-۲۴۲)

(۱) اس لئے کہ ناپاک اور نجس چیز سے دوا کرنا اصل مذہب میں ناجائز ہے اور متاخرین فقہاء نے تداوی بالمحرم کی جو اجازت دی ہے وہ اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ جب کوئی ماہر ڈاکٹر اس نجس دوا کے فائدہ مند ہونے کو بیان کرے اور کوئی دوسری دوا حلال و پاک اس کے قائم مقام نہ ہو سکے، تو اس نجس دوا کو استعمال کر سکتا ہے اور صورت مسئلہ فی السوال سے معلوم ہوتا ہے کہ چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو ہر حال میں پتہ بچوں اور ماں کو کھلاتے ہیں اور یہ پتہ چونکہ ایک نجس و ناپاک چیز ہے؛ کیوں کہ ہر جاندار کے پتہ کا وہی حکم ہے جو اس کے پیشاب کا ہے؛ لہذا اس کو بلا ضرورت استعمال کرنا جائز نہیں۔ ←

ٹڈیوں کی بیٹ سرمہ میں ملا کر استعمال کرنے کا حکم

سوال (۲۵۶۵): قدیم ۲/۲۰۸ - ٹڈیوں کی بیٹ سرمہ میں اچھی ہے یا نہیں؟

الجواب: نافع ہونا اور نہ ہونا تو کسی طبیب سے پوچھیں، اور اگر جواز و عدم جواز کو پوچھنا ہے تو سرمہ میں ملا کر اس کا استعمال جائز ہے (۱)۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۹۵)

← مرارة كل حيوان كبوله، فإن كان بوله نجسا مغلظا أو مخففا فهي كذلك خلافا ووفقا. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قبيل كتاب الصلاة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۵۶۴، کراچی ۱/ ۳۴۹)

ذهب الحنفية إلى أن مرارة كل حيوان كبوله، فإن كان بوله نجسا مغلظا أو مخففا فهي كذلك، خلافا ووفقا. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶ / ۳۳۰)

اختلف في التدوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، کراچی ۱/ ۲۱۰)

يسجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتدوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التدوي والمعالجات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۵، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۰)

الاستشفاء بالمحرم إنما لا تجوز إذا لم يعلم فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره يجوز الاستشفاء به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر: في التدوي والمعالجات، مكتبة زكريا ديوبند ۱۸ / ۲۰۰، رقم: ۲۸۵۰۴)

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر، المجلس العلمي ۸/ ۸۲، رقم: ۹۶۳۸ - البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۲۰۴-۲۰۵، كوئٹہ ۱/ ۱۱۵-۱۱۶ -

(۱) ٹڈی چونکہ ہر حال میں پاک اور حلال ہے اور اس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے مچھلی کی طرح بغیر ذبح کے حلال ہوتی ہے، اس میں ناپاکی کی اور نجاست کی کوئی چیز نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے سرمہ وغیرہ میں ملا کر استعمال جائز ہوتا ہے، ٹڈی کی حلت کی روایت ملاحظہ فرمائے: ←

ہومیو پیتھک دوا کا استعمال

سوال (۲۵۶۶): قدیم ۴/۲۰۸- چونکہ جدید طریقہ ہومیو پیتھک بہت زیادہ سریع التاثر ہے اور سہل الاصول ہے؛ لہذا اگر کوئی شخص ایسے دیہات میں جہاں ہر وقت کوئی حکیم یا ڈاکٹر میسر نہ ہو سکتا ہو دوسرے طریقہ علاج کو دوسرے مرضی پر برتے تو اس معالج کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ حالت ضرورت کی ہے، اور ضرورت میں متاخرین نے تداویٰ بغیر الطیب کی اجازت دی ہے، اگر کوئی اس پر عمل کرے گنجائش ہے (۱)۔

۲۴ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۲۰)

← عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أحلت لكم ميتتان ودمان، فأما الميتتان فالحوت والجراد، وأما الدمان فالكبد والطحال. (ابن ماجه شريف، كتاب الأطعمة، باب الكبد والطحال، النسخة الهندية ص: ۲۳۸، دار السلام رقم: ۳۳۱۴)

مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۹۷، رقم: ۵۷۲۳۔

يجب أن يعلم بأن الحيوانات على نوعين: منها ما لا دم له نحو الذباب والزنبور، والسمك، والجراد وغير ذلك فلا يحل تناول شيء منها إلا السمك والجراد غير أن الجراد يحل مات بعله أو بغير علة والسمك إذا مات بغير علة لا يحل، وإذا مات بعله يحل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصيد، الفصل الأول الخ، مكتبة زكريا ديوبند ۱۸/ ۴۴۴، رقم: ۲۹۵۳۳)

(۱) اختلف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، كراچی ۱/ ۲۱۰)

البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۲۰۴-۲۰۵، كوئٹہ ۱/ ۱۱۵-۱۱۶۔

ہندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب الثامن عشر: فی التداویٰ والمعالجات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۵، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۰۔

شہیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

گیس کے چولھے میں اسپرٹ کا استعمال

[illegible]

اسپرٹ کا استعمال

سوال (۲۵۶۸): قدیم ۲/۲۰۹ - انگریزی دوا جو پینے کی ہوتی ہے اس میں عموماً (اسپرٹ) ملائی جاتی ہے، یہ قسم ہے اعلیٰ درجہ کے شراب کی، یعنی شراب کا ست ہے، تو جب اس امر کا یقین ہو چکا اور مسلم ہے تو انگریزی (ہسپتال) کی دوا پینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: اسپرٹ اگر عنب وزیب و رطب و تمر سے حاصل نہ کی گئی ہو تو اس میں گنجائش ہے، لہذا خلاف ور نہ گنجائش نہیں لہذا تفاق (۲)۔ (تمہ رالعہ ص ۶۲)

(۱) اس سوال کا جواب کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ رہی مسئلہ کی بات تو گیس کا چولہا استعمال کرنا بلاشبہ جائز ہے، آج پوری دنیا میں پکوان اسی سے تیار ہوتا ہے۔

(٢) أما الخمر فأحكامه عشرة مذكورة في الهداية، منها: أن مستحلها كافر وأنها نجسة غليظة، وأن قليلها وكثيرها حرام، وأن شاربها محدود أسكر أم لا، وسواها أشربة ثلاثة قليلها وكثيرها حرام، وفي رواية، نجسة خفيفة، وفي رواية غليظة أحدها الطلاء.....
وثانيها: السكر، والثالث: النقيع، وهذه الثلاثة والخمر تسمى بالأشربة الأربعة، ويكون قليلها وكثيرها حراما، ولا يطلق لفظ الخمر إلا على الأول من الأربعة، وأما ما سواها فيتخذ النبيذ من كل شيء من الحبوب والثمار والألبان، وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة وحكمها ماذكروا أن القليل أي القدر غير المسكر منها حلال إذا كان بقصد التقوي على العبادة، وحرام بقصد التلهي، والكثير أي القدر المسكر منها حرام، وهذا مذهب الشيخين للأحناف.....
وأما الشافعي وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة، فذهبوا إلى ←

ایضاً

سوال (۲۵۶۹): قدیم ۲/۲۰۹ - اسپرٹ اسٹور وغیرہ روشن کرنے کے لئے تاجراس کی خرید و فروخت کر سکتا ہے؟

الجواب: اسپرٹ کا جواز استعمال مختلف فیہ ہے (۱) - ۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ (تمتہ خامسہ ص ۲۰۹)

← أن المسكر المائع من كل شيء يحرم قليه وكثيره أسكر أم لم يسكر . (العرف الشذي على هامش الترمذي، أبواب الأشربة، النسخة الهندية ۲/ ۷-۸)

وَأما غير الأشربة الأربعة فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفة، وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها وطهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذًا بقول أبي حنيفة، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحيثُ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۳/ ۶۰۸)

ہندیہ، کتاب الأشربة، الباب الثانی فی المتفرقات، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۱۴، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۷۱ -

(۱) أما غير الأشربة الأربعة فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفة، وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها وطهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذًا بقول أبي حنيفة، وإن معظم الكحول التي تستعمل ←

مصنوعی آنکھ بنوانا

سوال (۲۵۷۰): قدیم ۲/۲۰۹ - زید نے بوجہ شدتِ اضطراب مقلہ عینِ نکلوا یا، اب مصنوعی مقلہ اُس کے مقام پر رکھوانا چاہتا ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، سونے کی ناک بنوا لینے کی اجازت جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دی تھی، مقلہ کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے یا نہ، عمر و کہتا ہے کہ ناک کے عوض میں (جس کی اجازت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، قوتِ شلہ نہیں ہوتی، اور مقلہ میں قوتِ باصرہ ہوتی ہے، پس مقلہ کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اور مقلہ بنانا تصویر بنانے کے حکم میں ہے، پس ناجائز ہے، کیا عمر و کا قول صحیح تو نہیں ہے؟

← اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة، مكتبة أشرفية ديوبند ۳/ ۶۰۸)

أما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ، فإنه يجوز شربه ما دون السكر عند أبي حنيفة، وأبي يوسف وعند محمد حرام شربه قال الفقيه وبه نأخذ. (هندية، كتاب الأشربة، الباب الثاني في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۷۱)

وأما سواها (الأشربة الأربعة) فيتخذ النبيذ من كل شيء من الحبوب والثمار والألبان وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة وحكمها ما ذكروا أن القليل أي القدر غير المسكر منها حلال إذا كان بقصد التقوى على العبادة، وحرم بقصد التلهي والكثير أي القدر المسكر منها حرام، وهذا مذهب الشيخين للأحناف وأما الشافعي وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة، فذهبوا إلى أن المسكر المائع من كل شيء يحرم قليه وكثيره أسكر أم لم يسكر. (العرف الشذي على هامش الترمذي، أبواب الأشربة، النسخة الهندية ۲/ ۷-۸) هداية، كتاب الأشربة، مكتبة أشرفية ديوبند ۴/ ۴۹۵-۴۹۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: میخ کافٹوی صحیح ہے (۱) اور محرم سے سوال کیا جاوے کہ کیا مقلہ پر حیوان ذی روح صادق آتا ہے، نیز مقلہ میں جو بصارت حیوانی ہوتی ہے، آیا صانع مقلہ کی وضع کی ہوئی ہے یا جو بصارت مودعہ جی محی فی الدماغ ہے، یہ مقلہ محض اس کا طریق محل ہے، اول باطل ہے، اور ثانی پر آنکھ بنانا یعنی قدح بھی ناجائز ہو گا۔ واللہ اعلم بالظن والیقین۔

نیز جو علّت و عید تصویر کی آئی ہے کہ فقال: احيوا ما خلقتم (۲)۔ اس پر نظر کر کے جس عضو میں مصور حیات پیدا کر سکے اُس پر عید نہ ہونا چاہئے اور انف میں ہونا چاہئے۔

قرب ۱۳۳۷ھ (حوادث خامسہ ص ۲۱)

بال اُڑانے والا صابون استعمال کرنا

سوال (۲۵۷۱): قدیم ۲۱۰/۴ - ایک اس طرح کا صابون نکلا ہے جو بجائے اُسترہ کے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس میں ناپاک اجزاء بھی مشترک نہیں ہیں؟

(۱) مصنوعی آنکھ اس لئے بنوانا تا کہ دیکھنے والوں کو عیب نظر نہ آئے اور دوسری آنکھ کا توازن قائم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ اگر بیوی کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا جائے تو کارِ ثواب ہے، نیز اس میں کسی کو دھوکہ دینا مقصود نہیں ہے، اگرچہ اس میں روشنی نہیں ہوتی ہے، مگر زینت آ جاتی ہے جو شرعاً امر مطلوب ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ. [سورة الأعراف، رقم الآية: ۳۲]

أخرج وكيع في الغرر عن عائشة رضي الله تعالى عنها، أنها سئلت عن مقانع القز، فقالت: ما حرم الله شيئاً من الزينة. (الدرالمشور، سورة الأعراف، آیت: ۳۲، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۵۰/۳)

(۲) عن نافع عن عمر رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة ويقال لهم: احيوا ما خلقتم. (بخاري شريف، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: واللّه خلقكم وما تعملون إنا كل شيء خلقناه بقدر، النسخة الهندية ۱۱۲۸/۲، رقم: ۷۲۵۷، ف: ۷۵۵۸)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : تم نے اس سوال میں صابون کا ایجاد ہونا اور اس میں کسی جزو نجس کا شریک نہ ہونا تو لکھا ہے اور کچھ پوچھا نہیں، شاید یہ مقصود ہو کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ مقصود ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس جگہ سترہ کا استعمال جائز ہے، وہاں اس کا استعمال بھی جائز ہے (۱)۔

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۱۳۷)

عریقات ڈاکٹری کا استعمال

سوال (۲۵۷۲): قدیم ۲۱۰/۴ - ادویات ڈاکٹری کے عریقات میں جن کو بزبان انگریزی (ٹنگر) کہتے ہیں، عموماً الکوبیل یعنی شراب کا جو ہر بروے طب ڈاکٹری بالخاصیت مفید و مقوی مسلم ہونے کی وجہ سے شریک رہتا ہے، ایسی ادویہ کا استعمال شرعاً جائز ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: اگر اس کا ماخذ اشربہ اربعہ کے سوا ہو جیسا غالب ہے تو مختلف فیہ ہے، تقویٰ تحرز ہے اور مبتلا پر بھی زیادہ دارو گیر نہیں ہے (۲)۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۳)

(۱) أخرج ابن ماجة عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا اطلی بدأ بعورته فطلاها بالنورة وسائر جسده أهله.

وأخرج أيضا عن حبيب بن أبي ثابت عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم اطلی وولي عانته بيده. (ابن ماجة شريف، كتاب الأدب، باب الطلاء بالنورة، النسخة الهندية ص: ۲۶۶، دار السلام رقم: ۳۷۵۱-۳۷۵۲)

ولو عالج بالنورة في العانة يجوز. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: في الختان والخصاء الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۸، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۳)

ولو عالج بالنورة يجوز كذا في الغرائب. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زکریا دیوبند ۹/ ۵۸۳، کراچی ۶/ ۴۰۶)

وأصل السنة يتأدى بكل مزيل لحصول المقصود وهو النظافة. (حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، كتاب الصلاة، قبيل باب أحكام العيدين، دارالكتاب دیوبند ص: ۵۲۷)

(۲) وأما ما سواها (الأشربة الأربعة) فيتخذ النبيذ من كل شيء من الحبوب والثمار والألبان وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة وحكمها ما ذكروا أن القليل أي القدر غير المسكر ←

جند بیدستر کا حکم

سوال (۲۵۷۳): قدیم ۲/۲۱۰ - جند بیدستر پاک ہے یا نہیں؟

الجواب: پاک نہیں۔ (تتمہ اولیٰ ص ۶)

← منها حلال إذا كان بقصد التقوي على العبادة، وحرمة بقصد التلهي والكثير أي القدر المسكر منها حرام، وهذا مذهب الشيخين للأحناف وأما الشافعي وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة، فذهبوا إلى أن المسكر المائع من كل شيء يحرم قليله وكثيره أسكر أم لم يسكر. (العرف الشذي على هامش الترمذي، أبواب الأشربة، النسخة الهندية ۲/ ۷-۸)

أما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ، فإنه يجوز شربه ما دون السكر عند أبي حنيفة، وأبي يوسف وعند محمد حرام شربه قال الفقيه وبه نأخذ. (هندية، كتاب الأشربة، الباب الثاني في المتفرقات، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۷۱)

وأما غير الأشربة الأربعة فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفة، وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها وطهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذًا بقول أبي حنيفة، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۳/ ۶۰۸)

هداية، كتاب الأشربة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۹۵-۴۹۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جند بیدستر کا حکم

سوال (۱) (متعلق تتمہ ج ۱ ص ۶) جند بیدستر پاک نہیں ہے؟ ۱۲۔ بلکہ پاک ست اگر چہ حرام آست۔ حیوان البحر طاهر، وإن لم يؤكل حتى خنزير البحر كذا في القنيه ۱۲ نفع (۲)۔ ومائي المولد ولو كلب الماء وخنزير ۱۲۔ در مختار (۳)۔ وحکم مائي المولد کلهم واحد وإن كان يعيش بدون الماء كما في الشامی (۴)۔ جند بیدستر خضیه حیوان بائی المولد است کہ مثل کلب الماء است۔ ۱۲ مخزن (۵)۔

(۱) خلاصہ ترجمہ: جند بیدستر پاک ہے اگر چہ حرام ہے جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہے..... جند بیدستر ایک دریائی جانور کا خضیه ہے جو جانور دریائی کتے کی شکل کا ہوتا ہے۔ ۱۲ مخزن۔ (۲) نفع المفتی والسائل، ما يتعلق بالتیمم ص: ۱۶۔ (۳) الدر المختار مع الشامی، کتاب الطهارة، باب المياہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۳۳۰، ۳۳۱، کراچی ۱/ ۱۸۴-۱۸۵۔

(۴) وعرّف في الخلاصة المائي بما لو استخرج من الماء يموت لساعته، وإن كان يعيش فهو مائي وبري، فجعل بين المائي والبري قسما آخر وهو ما يكون مائيا وبريا لكن لم يذكر له حكما آخر على حدة، والصحيح أنه ملحق بالمائي لعدم الدموية، شرح المنية. (شامی، کتاب الطهارة، باب المياہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۳۳۱، کراچی ۱/ ۱۸۵)

(۵) الجند بادستر حیوان کھیئة الکلب الماء ويسمي القندر وسيأتي في باب القاف، ولا يوجد إلا في بلاد القفجان وما يليها ويسمي السمود أيضا، وهو على هيئة الثعلب أحمر اللون، ليس له يدان، وله رجلان، وذنب طويل ورأس كراس الإنسان، ووجه مدور وهو يمشي متكفيا على صدره كأنه يمشي على أربع، وله أربع خصيات: اثنتان ظاهرتان، واثنان باطنان، ومن شأنه أنه إذا رأى الصيادين لأخذ الجند بادستر، وهو الموجود في خصيته البارتين، هرب، فإذا جدوا في طلبه قطعهما بفيه ورمى بهما إليهم؛ إذ لا حاجة لهم إلا بهما، فإذا لم يبصرهما الصيادون وداموا في طلبه استلقى على ظهر حتى يريهم الدم فيعلمون أنه قطعهما فينصرفون عنه، وهو إذا قطع الظاهرتين أبرز الباطنيتين عوضا عنهما، وفي باطن الخصية شبه الدم أو العسل كريهة الرائحة سريع التفرك إذا جف. (حيات الحيوان، باب الحيم، الجند بادستر، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۳۰۸، مکتبہ شمس پبلشرز دیوبند ۲/ ۱۱۵)

نوشادر پاک ہے

سوال (۲۵۷۴): قدیم ۲۱۰/۴ - نوشادر جلعی کے کام میں آتا ہے پاک ہے یا ناپاک؟ اس کا پُورن وغیرہ میں استعمال کیسا ہے؟

الجواب: في رد المحتار: وأما النوشادر المستجمع من دخان النجاسة فهو طاهر، كما يعلم مما مر، وأوضحه سيدي عبد الغني في رسالة سماها اتحاف من بادر إلى حكم النوشادر. اه ج ۱، ص ۳۳۵ (۱)۔

اس روایت سے نوشادر کا پاک ہونا اور اس کا استعمال پُورن میں جائز ہونا ثابت ہے۔

۲۷ شعبان ۱۳۲۸ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۴)

مرض فتن کے علاج کے جواز پر شبہ اور اس کا جواب

سوال (۲۵۷۵): قدیم ۲۱۱/۴ - زید ایک پابند شرع آدمی ہے اس کے خصیتین بڑھ گئے ہیں اور متعدد مرتبہ تجربہ ہوا ہے کہ ڈاکٹر سے نشتر دلوانے سے اچھا ہو جاتا ہے، مگر چونکہ علاج کرانا خود فی نفسہ ضروری نہیں ہے، اور ستر عورت فرض، علاوہ ازیں ڈاکٹری دوا کی نجاست وغیرہ نجاست کا علم نہیں ہے، اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ نشتر کے بعد کئی روز تک بے حس و حرکت پڑا رہنا ہوگا، جس سے نماز و جماعت کا ترک ہوگا، تو ایسی حالت میں زید اگر نشتر دلاوے تو شرعاً مواخذہ ہے یا نہیں؟ اور خصیتین کی جسامت تدریجاً ترقی پذیر ہے، زید ایسی حالت میں علاج کراوے یا متوکلاً علی اللہ چھوڑ دیوے؟ اس مسئلہ کی ضرورت پیش آئی ہے۔ فقط

← (قندر) قال القزويني: هو حيوان بري بحري يكون في الأنهار العظام يتخذ في البر إلى جانب البحر بيتاً له بابان، ويأكل لحم السمك وخصيته تسمى الجند بادستر. (حيات الحيوان، باب القاف، قندر، دار الكتب العلمية بيروت ۲ / ۳۵۹، مطبوعه شمس پبلشرز دیوبند ۳ / ۳۱۶)

(۱) شامی، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، مطلب: العرقی الذي يستقطر من دردي الخمر نجس حرام بخلاف النوشادر، مکتبہ زکریا دیوبند ۱ / ۵۳۲، کراچی ۱ / ۳۲۵۔

الجواب: مقصود اس تقریر سے اگر یہ ہے کہ خود اس حکم کے ثابت ہونے ہی میں شبہ ہے، اور اس خدشہ کو امارت اس کے عدم ثبوت کی قرار دی ہے، تب تو جواب اس کا کتب فقہ میں مصرح ہونے سے ظاہر ہے (۱) اور اگر باوجود تسلیم نقل کے خود اس کے منقول ہونے پر اس کے خلاف دلیل ہونے کا شبہ کرنا ہے، تو یہ سوال مستدل پر ہو سکتا ہے۔ اور مقلد من حیث المقلد مستدل نہیں، پس اس پر یہ سوال کرنا اس کو خلاف منصب پر مجبور کرنا ہے، وہ اگر استدلال کرتا ہے اس میں متبرع ہوتا ہے، اور متبرع پر مابہ التبرع لازم نہیں؛ لیکن باوجود عدم لزوم کے تبرعاً عرض ہے کہ ستر عورت بیشک فرض ہے، مگر جمیع احوال میں نہیں بلکہ اُن میں سے ضرورت کی حالت مستثنیٰ ہے (۲)۔ اور یہ ضرورت شرعیہ نہیں بمعنی التاثر بترکہ بلکہ طبعی و عادی

(۱) عن أسامة بن شريك قال: قالت الأعراب يا رسول الله! ألا نتداوى، قال: نعم يا عباد الله! تداووا، فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء، أو قال: دواء إلا داء واحدا قالوا: يا رسول الله! وما هو قال الهرم. (ترمذي شريف، كتاب الطب، باب ماجاء في الدواء والحث عليه، النسخة الهندية ۲ / ۲۴، دار السلام رقم: ۲۰۳۸)

عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الدواء وجعل لكل داء دواء، فتداووا ولا تداووا بحرام. (أبو داؤد شريف، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة، النسخة الهندية ۲ / ۵۴۱، دار السلام رقم: ۳۸۷۴)

ابن ماجه شريف، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء، النسخة الهندية ص: ۲۴۵، دار السلام رقم: ۳۴۳۶۔

(۲) ويحرم النظر إلى العورة إلا عند الضرورة كالطبيب أى له النظر إلى موضع المرض ضرورة فيرخص له إحياء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم الخ. (مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في النظر، دار الكتب العلمية بيروت ۴ / ۱۹۹)

وينظر الطبيب إلى موضع مرضها (كنز) وتحتة في التبيين: وفي نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة فيرخص لهم إحياء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم فصار كنظر الختان والخافضة، وكذا ينظر إلى موضع الاحتقان للمرض؛ لأنه مداواة. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، مكتبة زكريا ديوبند ۷ / ۳۹-۴۰، إمداديه ملتان ۶ / ۱۷) البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، مكتبة زكريا ديوبند ۸ / ۳۵۲، كوئٹہ

ہے جس کا شریعت مقدسہ نے مکلفین کے ضعف کے سبب اعتبار کیا ہے۔ اور طبعی و عادی ہونا اُس کا بمعنی موقوف علیہ الصلوٰۃ غالبہ ہونا ظاہر ہے، پس اس طرح سے ضرورت من حیث العادة وعدم ضرورت من حیث الشرع میں کچھ تفریق نہیں، اور متاخرین نے تداوی بالحرام کو بھی جائز کہہ دیا ہے، اور اس پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے (۱)۔ البتہ یہ بات کہ اشارہ سے بھی نہ نماز پڑھ سکے گا اس کو اہل فتویٰ سے تحقیق کر لیجئے، تو وعدے سے تو یہ عذر اس میں بھی موثر ہوگا (۲)۔ فقط

۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ (تمتہ خامسہ ص ۷۹)

(۱) اختلاف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر لکن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الطهارة، باب المیاء، فصل في البئر، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، کراچی ۱/ ۲۱۰)

يسجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هندية، کتاب الکراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات، قديم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۵، جديد زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۰)

البحر الرائق، کتاب الطهارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۰۴-۲۰۵، کوئٹہ ۱/ ۱۱۵-۱۱۶۔
حاشیہ علی هامش الهندية، کتاب الحظر والإباحة، قديم زکریا دیوبند ۳/ ۴۰۴، جديد زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۱۔

(۲) يصلي مؤميا وهو قاعد إن تعذر الركوع والسجود لما قدمناه، ولأن الطاعة بحسب الطاقة. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة المريض، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۱۹۹، کوئٹہ ۲/ ۱۱۳)

فإن عجز عن الركوع والسجود وقدر على القود فإنه يصلي قاعدا بإيماء. (المحيط البرهاني، الصلاة، الفصل الحادي والثلاثون: في صلاة المريض، المجلس العلمي ۳/ ۲۶، رقم: ۲۳۳۸)

هندية، الصلاة، الباب الرابع عشر: في صلاة المريض، قديم زکریا دیوبند ۱/ ۱۳۶، جديد زکریا دیوبند ۱/ ۱۹۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

انگریزی دواؤں کا استعمال

سوال (۶ ۲۵۷): قدیم ۴/۲۱۱ - (۱) چمی فرماید علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ استعمال ادویہ انگریزیہ کہ دراصل امتزاج خمر وغیرہ اشیاء محرمہ یقیناً است و ہم چنیں استعمال معاجین وغیرہ کہ دراصل اشیاء محرمہ ممزوج اند کسے نوع و بکدامی حالت جائز ست یا نہ؟

الجواب: (۲) اگر امتزاج ایں چنیں اشیاء مشکوک ست اعتبارے ندارد۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَا تَقِفْ مَالِيَس لَكَ بِهِ عِلْمٌ. الْآيَةُ (۳)۔ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَوَجَدَ حَرَكَةً فِي دَبْرِهِ أَحَدُثَ أَوْ لَمْ يَحْدُثْ فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ،

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگریزی دواؤں میں شراب وغیرہ حرام اشیاء کی یقینی طور پر آمیزش ہوتی ہے، اسی طرح وہ مخجون وغیرہ جن میں حرام اشیاء کی ملاوٹ ہوتی ہے، ان کا استعمال کسی طرح اور کسی حالت میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: اگر اس طرح کی چیزوں کی ملاوٹ مشکوک ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں..... اور اگر مظنون یا متیقن ہے تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ حرام چیزیں ناپاک ہوں گی جیسے شراب، پیشاب وغیرہ یا پاک ہوں گی جیسے عروس اور بچہ وغیرہ۔ اور ہر ایک قسم کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: (۱) داخلی طور پر استعمال کیا جائے جیسے اس دوا کو کھایا جائے یا پیاجائے (۲) خارجی طور پر استعمال کیا جائے جیسے ملمع کیا جائے یا دوا کا لپ کیا جائے، پس اشیاء محرمہ طاہرہ کا استعمال اگر خارج میں ہو تو بالاجماع مطلقاً جائز ہے..... اور اگر اشیاء محرمہ طاہرہ کا استعمال داخلی طور پر ہو یا اشیاء محرمہ نجسہ کا استعمال داخلی یا خارجی طور پر ہو تو اضطرابی اور مجبوری کی حالت میں بالاتفاق مباح و جائز ہے..... اور حالت اختیاری میں ان سے شفا یاب ہونے کے غالب گمان نہ ہونے کی صورت میں ان کا استعمال بالاتفاق حرام ہے..... اور اگر حالت اختیاری میں ان سے شفا یاب ہونے کا ظن غالب ہو اور کوئی دوسری دوا بھی دستیاب نہ ہو تو ایسے وقت ان دواؤں کے استعمال میں علماء کا اختلاف ہے، بعض جائز کہتے ہیں..... اور بعض منع کرتے ہیں..... اور بعض متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے..... پس فتویٰ کی رو سے انتفاع جائز ہے اور تقویٰ کی رو سے پرہیز بہتر ہے۔

فلا ينصرف حتى يسمع صوتاً أو يجد ريحاً. رواه أبو داود (۱)۔ وقال الفقهاء: إن اليقين لا يزول بالشك (۲۵)۔ والأصل الحل والطهارة (۳)۔
 واگر مظنون یا متیقن ست پس خالی از دو حال نیست یا اشیاء محرمه نجس اند چوں خمر و بول و غیرہما، یا طاهر چوں عروسک و خراطین و نحوہما و استعمال ہر یکہ دونوع ست داخلی چوں اکل و شرب و خارجی چوں طلاء و وضاء، پس استعمال اشیاء محرمہ طاهرہ اگر خارجاً باشد بالا جماع مطلقاً جائز ست۔۔۔۔

لقوله تعالى: 'فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا'. الآية (۴)۔ كإباح التلطيخ بالتراب الطاهر المحرم. واگر استعمال ہمیں اشیاء محرمہ طاهرہ داخل باشد یا استعمال اشیاء محرمہ نجسہ داخل یا خارجاً باشد، پس در حالت اکراه و اضطرار اتفاقاً مباح است۔

لقوله تعالى: 'وقد فصل لكم ما حرم عليكم الا ما اضطررتم إليه' (۵)۔
 ودر حالت اختیار وقت عدم غلبہ نطن بحصول شفاء باتفاق حرام۔

لقوله تعالى: 'قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما'. الآية (۶)۔

(۱) أبو داود شريف، كتاب الطهارة، باب إذا شك في الحدث، النسخة الهندية ۱/ ۲۴،

دار السلام رقم: ۱۷۷۔

(۲) قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۱۴۳۔

الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، قديم ص: ۱۰۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۱۸۳۔

(۳) إن الأصل في الأشياء الطهارة، وقد تيقننا بالطهارة وشكنا في الطهارة فلا

تثبت النجاسة بالشك. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: في أهل الذمة الخ، المجلس العلمي ۸/ ۶۸، رقم: ۹۶۰۱)

إن الأصل في الأشياء الإباحة ما لم يقد دليل معتبر على الحرمة، كما أن الأصل في الأشياء كلها الطهارة ما لم يقد دليل معتبر على النجاسة. (الفقه الإسلامي وأدلته، الندوة الفقيه الطبية الثامنة، التوصيات الخاصة، مكتبه هدى اثرنيشنل ديوبند ۸/ ۸۲۸)

(۴) سورة المائدة، رقم الآية: ۶۰۔

(۵) سورة الأنعام، رقم الآية: ۱۱۹۔

(۶) سورة البقرة، رقم الآية: ۲۱۹۔

و در حالت اختیار ہنگام غلبہ نظر بحصول شفاء وعدم وجدان دواء دیگر علماء را اختلاف است، بعضے جائز داشته اند لا جازة رسول اللہ ﷺ العربیین لشرب أبوال الإبل (۱)۔

و بعضے منع فرمودہ لقولہ علیہ السلام: إن اللہ لم يجعل شفاء کم فی حرام۔ رواہ البخاری (۲)۔ وقالوا: حدیث العربیین منسوخ۔

و بعض متاخرین فتویٰ بر جواز داده اند۔ فی الدر المختار: اختلف فی التداوی بالمحرم، و ظاهر المذهب المنع کما رضاء البحر، لكن نقل المصنف ثمة و هنا عن الحاوي وقيل: یرخص إذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان و علیہ الفتویٰ (۳)۔ پس امتناع تقویٰ ست و انتفاع فتویٰ۔ واللہ اعلم

۱۹ ذیقعد ۱۳۰۴ھ (امداد ج ۲ ص ۱۲۸)

ایضاً

سوال (۲۵۷۷): قدیم ۲/۲۱۲ - آج کل خواص و عوام بلا تکلف انگریزی ادویہ کو استعمال کرتے ہیں جن کی ساخت میں اکثر روح الخمر اور رکٹی فائی اسپرٹ اور سیری دائن پڑتی ہے، ٹنگر ایٹر، دائن اکڑا کٹ اسی کی لاگ سے بنائے جاتے ہیں، مگر کہا جاتا ہے کہ ان کا نشہ کم ہے، سمیت بڑھی ہوئی ہے، زیادہ مقدار میں دیں تو نشہ کریں، مگر زیادہ میں دینے سے آدمی مر بھی جاتا ہے، مگر سب دوائیں ایسی نہیں کہ زیادہ مقدار میں دینے سے آدمی مر ہی جائے۔ اب فرمائیے کہ انگریزی ادویہ کا استعمال جائز ہو یا ناجائز؟

(۱) عن أنس أن ناساً من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم النبي صلى الله عليه وسلم في إبل الصدقة، وقال: اشربوا من أبوالها وألبانها. (ترمذي شريف، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في شرب أبوال الإبل، النسخة الهندية ۲/ ۶، دار السلام رقم: ۱۸۴۵)

(۲) وقال ابن مسعود رضي الله عنه في السكر: إن الله لم يجعل شفاء کم فيما حرم علیکم. (بخاری شریف، کتاب الأشربة، باب شراب الحلواء والعسل، النسخة الهندية ۲/ ۸۴۰)

(۳) الدر المختار مع الشامی، کتاب الطهارة، باب المیاء، فصل فی البئر، مکتبه زکریا دیوبند ۱/ ۳۶۵-۳۶۶، کراچی ۱/ ۲۱۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: روح الخمر وجوہ شراب چونکہ یقیناً اجزائے خمر سے ہے، اس کی حرمت سکر پر موقوف نہیں

(۱)۔ فی الدر المختار: وكره شرب دردي الخمر - إلى قوله - ولكن لا يحد شاربه بلا

سکر. (۲)۔ وقد صرحوا بحرمة تناول الخبز الذي عجن دقيقه بالخمر (۳)۔

اور جب کہ اُس میں سکر بھی ہو تب تو اس میں شبہ کی کوئی وجہ ہی نہیں سو جو اہر متعارفہ فی زمانا میں سکر بھی ہے، اور مقدارِ قلیل سے بالفعل سکر نہ ہونا منافی وجود سکر نہیں؛ کیونکہ سکر سے مراد عام ہے، بالقوہ ہو یا بالفعل۔

(۱) عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما أسكر كثيره فقليله حرام. (ترمذي شيف، كتاب الأشربة، باب ما جاء ما أسكر كثيره فقليله حرام، النسخة الهندية ۲/ ۸، دار السلام رقم: ۱۸۶۵)

أبو داود شريف، كتاب الأشربة، باب النهي عن المسكر، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۸، دار السلام رقم: ۳۶۸۱۔

ابن ماجه شريف، كتاب الأشربة، باب ما أسكر كثيره فقليله حرام، النسخة الهندية ص: ۴۳، دار السلام رقم: ۳۳۹۲۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، كتاب الأشربة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/ ۳۹، كراچی ۴۵۷/ ۶۔

ويكره شرب دردي الخمر؛ لأن فيه أجزاء الخمر فلا ينتفع بشيء منه. (حانية على هامش الهندية، كتاب الأشربة، فصل في معرفة الأشربة وأحكامها، قديم زكريا ديوبند ۳/ ۲۲۴، جديد زكريا ديوبند ۳/ ۱۵۱)

ويكره شرب دردي الخمر والانتفاع به؛ لأن الدردي من كل شيء بمنزلة صافيه، والانتفاع بالخمر حرام، فكذلك بدرديه، وهذا لأن في الدردي أجزاء الخمر. (المبسوط للسرخسي، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت ۲۴/ ۲۰)

قال: ويكره شرب دردي الخمر والامتناع به؛ لأن فيه أجزاء الخمر والانتفاع بالمحرم حرام. (هداية، كتاب الأشربة، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۹۹)

(۳) ويكره أكل خبز عجن عجينه بالخمر لقيام أجزاء الخمر فيه. (هداية، كتاب الأشربة، قبل كتاب الصيد، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/ ۵۰۰) ←

 في الدرالمختار: وحرّمها محمد مطلقا، وبه يفتى -إلى قوله- ما أسكر كثيره فقليله حرام. اه (۱)۔

اور اسی طرح سم ہونا بھی منافی سکر نہیں؛ بلکہ اس کا مؤید و موکد ہے؛ کیونکہ منتہی سکر کا اہلاک اور سمیت ہے۔
 کما لا یخفی علی ماہر الطبعیات۔

اس تحقیق سے ادویہ مسئلہ کا حکم معلوم ہو گیا، استعمال جائز نہیں؛ لیکن جب کہ بالیقین ان اشیاء سے خالی ہو۔ واللہ اعلم

۲/ زیقہ ۳۲۰ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۲۸)

← الدقیق إذا عجن بخمر وخبز فإنه یكون نجسا ولا یطهر؛ لأن ما فی العجین من أجزاء الخمر لم یصر خلا بالخبز فلا یطهر کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ (ہندیہ، کتاب الأشربة، الباب الأول الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۱، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۶۹)
 خانینہ علی ہامش الہندیہ، کتاب الأشربة، فصل فی معرفۃ الأشربة وأحكامها، قدیم زکریا دیوبند ۳/ ۲۲۵، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۱۵۲۔
 (۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الأشربة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۳۶-۳۷، کراچی ۶/ ۳۲۲۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۱۶/ باب: بالوں کے حلق و قصر اور خضاب اور ختنہ وغیرہ کے احکام

خضاب

سوال (۸۷۵): قدیم ۲/۲۱۳ - خضاب لگانا کیسا ہے؟

الجواب: خضاب سرخ بالا اتفاق جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور سیاہ خضاب جہاد میں ہیئت دشمن کے لئے بھی جائز ہے، اور محض زینت کے واسطے مختلف فیہ ہے۔ علمہ مشائخ کا قول کراہت ہے اور امام ابو یوسفؒ نے جائز رکھا ہے؛ لیکن احتیاج اور رائج نہ کرنا ہے۔

اتفق المشائخ أن الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة، وأنه من سيماء المسلمين وعلاماتهم، وأما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود منه اتفق عليه المشايخ، ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء أو ليحبب نفسه إليهن فذلك مكروه عليه عامة المشايخ، وبعضهم جوزوا ذلك من غير كراهة، وروي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها، كذا في الذخيرة. عالمگیری ج ۴، ص ۱۳۹ (۱)۔ واللہ اعلم فقط۔ (امداد ج ۲، ص ۱۲۴)

(۱) ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب العشرون فی الزینۃ واتخاذ الخادم للخدمة، قدیم زکریا دیوبند ۵/۳۵۹، جدید زکریا دیوبند ۵/۴۱۴۔

سرخ اور پیلا خضاب لگانا بالاتفاق جائز ہے، اختلاف سیاہ خضاب کے متعلق ہے، جہاد میں سیاہ خضاب لگانا بالاتفاق جائز ہے اور جہاد کے علاوہ دیگر حالات میں عامۃ المشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیوی کو خوش کرنے کی خاطر بلا کراہت جائز ہے، حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ قدیم ۲/۲۱۳ تا قدیم ۲/۲۲۰ پر اس موضوع سے متعلق کئی فتویٰ تحریر فرمایا ہے، بعض میں زینت کے واسطے مختلف فیہ نقل فرمایا، بعض میں مکروہ تحریمی اور بعض میں حرام کے الفاظ نقل فرمائے ہیں، سب سے پہلا فتویٰ جو لکھا ہے وہ یہی ہے، آگے چل کر کہیں مکروہ تحریمی اور کہیں حرام کے الفاظ استعمال کئے ہیں، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ نے بھی فتاویٰ دارالعلوم میں اس موضوع پر چار جوابات دیئے ہیں، فتاویٰ دارالعلوم ۱۶/۲۴۰-۲۴۱ میں چار جوابات کے شروع میں تین جوابات جو دیئے ہیں ←

مسائل خضاب

سوال (۹۷۵): قدیم ۲/۲۱۴ - ماقولکم رحمکم اللہ اندریں مسائل سیاہ خضاب

← ان کا حاصل بھی یہی ہے کہ سیاہ خضاب اکثر مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض مشائخ عدم کراہت کے بھی قائل ہیں۔ بہر حال اجتناب بہتر ہے اور مبسوط سرخسی ۱۰/۱۹۹ میں یہ جزئیہ موجود ہے۔

وأما من اختضب لأجل التزئین للنساء والجواری فقد منع من ذلك بعض العلماء رحمه الله تعالى، والأصح أنه لا بأس به وهو مروي عن أبي يوسف قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ۱۰/۱۹۹)

اور چوتھا جواب جو لکھا ہے اسمیں کراہت تحریمی ثابت فرمائی ہے اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی قدیم ۱۷۱/۱۷۲، جدید زکریا مطول ۱۲/۳۳۲ میں سیاہ خضاب لگانے کو صرف مکروہ لکھا ہے، مکروہ تحریمی کہیں بھی نہیں لکھا ہے، حضرت گنگوہیؒ نے باقیات فتاویٰ رشیدیہ ۸/۳۷۸ میں منع لکھا ہے اور فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۵۸۹، جدید زکریا ۵۸۰ میں اتنا لکھا ہے کہ سوائے سیاہ خضاب کے سب قسم کے خضاب درست ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے صاف الفاظ میں مکروہ بھی نہیں لکھا ہے۔

اب ہم کو احادیث شریفہ کے نصوص پر غور کرنا ہے کہ جہاد کے علاوہ یا بیوی کو خوش رکھنے کے مسئلہ کے علاوہ زینت کے لئے سیاہ خضاب لگانا تمام نصوص کے پیش نظر کیا حکم رکھتا ہے، تو اس سلسلہ میں ہم نے احادیث شریفہ کے نصوص کو احاطہ کر کے دیکھا ہے کہ دو قسم کی روایات ہمارے سامنے ہیں، بعض روایات تو وہ ہیں جن سے مطلقاً جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض روایات وہ ہیں جن سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے؛ اس لئے دونوں قسم کی روایات کو جمع کرنے کے بعد ہم کو غور کرنا ہے کہ سیاہ خضاب لگانا حرام، مکروہ تحریمی اور موجب فسق ہے، جس کی وجہ سے سیاہ خضاب لگانے والے کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہو جائے گی یا مکروہ تزیہی ہے، جس کی وجہ سے سیاہ خضاب لگانے والے پر فسق کا حکم نہیں لگ سکتا اور اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی۔

پہلی قسم کی روایات امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ اور حضرت جریر بن عبد اللہ بکلیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے کہ یہ دونوں حضرات سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے، مصنف ابن ابی شیبہ میں ←

عند الشریع اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اس میں تبدیل فطرت الہی و اخفائے پیری ہے، مگر جب کہ بال

← صحیح اور عالی سند کے ساتھ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے، اور اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ نیز حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کا عمل بھی صحیح سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ وہ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور امام محمد ابن الحنفیہ سے سیاہ خضاب لگانے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا ”لا أعلم به بأساً“ (اس میں کوئی حرج نہیں) اور اس موضوع سے متعلق روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے؛ اس لئے ساری روایات کو نقل نہ کرتے ہوئے چند روایات نقل کر دیتے ہیں، جو حسب ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) عن أبي عشانة المعافري قال: رأيت عقبه بن عامرٌ يخضب بالسواد، ويقول نسود أعلاه وتأتي أصولها. (مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن ۱۲ / ۵۵۵، رقم: ۲۵۵۶۹)

(۲) عن الحسن أنه كان لا يرى بأساً بالخضاب بالسواد. (مصنف ابن أبي شيبة ۱۲ / ۵۵۴، رقم: ۲۵۵۲۳)

(۳) عن قيس مولى خباب قال: دخلت على الحسن والحسين وهما يخضبان بالسواد. (مصنف ابن أبي شيبة ۱۲ / ۵۵۴، رقم: ۲۵۵۲۰)

المعجم الكبير ۳ / ۹۹، رقم: ۲۷۸۷ - ۲۷۰ - ۲۷۹۱ -

(۴) عن أبي عون قال: كانوا يسألون محمداً عن الخضاب بالسواد فيقول: لا أعلم به بأساً. (مصنف ابن أبي شيبة ۱۲ / ۵۵۴، رقم: ۲۵۵۲۴)

(۵) عن سعيد بن المسيب أن سعد ابن أبي وقاص كان يخضب بالسواد. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۱ / ۱۳۸، رقم: ۲۹۵)

(۶) عن عامر بن سعد أن سعدا كان يخضب بالسواد. (المعجم الكبير للطبراني ۱ / ۱۳۸ / ۲۹۶)

مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بيروت ۵ / ۱۵۸ -

اس موضوع سے متعلق بہت ساری روایات نقل کی گئی ہیں۔ دوسری قسم کی روایات جن میں سیاہ خضاب کی ممانعت ہے، ان کی بھی تعداد اچھی خاصی ہے، ان میں سے دور روایتیں ایسی ہیں، جن سے بادی النظر میں کراہت تحریمی کا حکم لگانا ممکن ہے۔ ←

قبل از وقت سن شیخوخت زمانہ کھولت و شباب میں سفید ہو جاتے ہیں، جیسا کہ فی زمانہ اکثر نوجوانوں

← (۱) حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے، جن میں حضرت صدیق کے والد حضرت ابوقحافہ کے بال کو خضاب لگا کر تغیر کرنے کا حکم کیا گیا ہے، اور ان الفاظ سے حضور ﷺ نے حکم فرمایا:

غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد. (مسلم شریف، باب في صبغ الشعر وتغيير الشيب، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۹، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۲)

نسائی شریف، النهی عن الخضاب بالسواد، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۶، دار السلام رقم: ۵۰۷۶۔
دوسری روایت عبد اللہ ابن عباس کی ہے، جس میں وعید کے الفاظ بھی موجود ہیں، اس میں الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة. (أبو داؤد شریف، باب ماجاء في خضاب السواد، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۸، دار السلام رقم: ۴۲۱۲)

سنن النسائی، النهی عن الخضاب بالسواد، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۶، دار السلام رقم: ۵۰۷۵۔
اب ان دونوں روایتوں پر غور کرنا ہے، پہلی روایت میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے، اور اس میں حضور ﷺ نے دو جملے امر کے صیغہ کے ساتھ استعمال فرمائے ہیں:

پہلے جملے میں حضرت ابوقحافہ کے بالوں کو خضاب لگا کر تغیر کرنے کا حکم فرمایا، دوسرے جملے میں سیاہ خضاب سے اجتناب کا حکم فرمایا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر سیاہ خضاب سے اجتناب واجب ہے، تو اس کا لگانا حرام یا مکروہ تحریمی ہے، تو پہلا جملہ جس میں سفید بالوں کو خضاب کے ذریعہ تغیر کرنے کا حکم ہے، وہ بھی وجوب پر محمول ہو جائے، تو ایسی صورت میں سفید بال اور سفید ڈاڑھی والوں پر خضاب لگانا واجب ہو جائے گا؛ حالانکہ سفید بال سفید ڈاڑھی والوں پر خضاب لگا کر بال کو تغیر کرنے کے وجوب کا قائل کوئی بھی نہیں ہے؛ اس لئے امر کے دونوں صیغے ترغیب پر محمول ہوں گے، وجوب یا تحریم پر نہیں ہو سکتے۔

دوسری حدیث شریف میں ایسی قوم کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جن کو جنت کی بو بھی حاصل نہ ہوگی، اس قوم کی حضور ﷺ نے پہچان بیان فرمائی ہیں:

(۱) وہ قوم سیاہ خضاب لگائے گی۔

(۲) اس قوم کی جسمانی کیفیت کبوتروں کے پوٹے کی طرح ہوگی، سیاہ خضاب لگانے کو حضور ﷺ نے اس قوم کی پہچان قرار دی ہے، وعید کی علت قرار نہیں دی ہے، اور جن بزرگوں نے اس کو ←

اور کُمن لڑکوں کو یہ شکایت پیدا ہے، تو اس صورت میں اُن کو سیاہ خضاب کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس سن تک؟

الجواب: قبل از وقت کے دو (۲) درجے ہیں: تھوڑا قبل اور بہت قبل، سائل کی کیا مراد ہے؟ (۱)

(تتمہ ثانیہ ص ۵۲)

← وعید کی علت قرار دی ہے، ان کو اس حدیث شریف پر دوبارہ نظر ثانی کرنی چاہئے، ورنہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ، حضرت جریر ابن عبداللہ بکلیؓ، حضرت عقبہ ابن عامرؓ اور حضرت حسن و حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر العیاذ باللہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب اور فسق کا الزام عائد ہو سکتا ہے، جو قطعاً درست نہیں ہے۔

نیز حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت بالاتفاق ظنی الثبوت ہے اور جواز کی روایات کی وجہ سے ان دونوں روایتوں کی دلالت بھی بالاتفاق ظنی ہے اور جو روایتیں ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت ہوتی ہیں، ان سے کراہت تحریمی اور حرمت کا ثبوت نہیں ہوتا؛ بلکہ کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوتا ہے؛ اس لئے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بہت محطاط انداز سے حکم لگایا ہے، اور حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب کے اول الذکر فتاویٰ کا محمل بھی یہی ہے؛ اس لئے سیاہ خضاب لگانا مکروہ تنزیہی ہو سکتا ہے، اور اس کی امامت بھی بلا کراہت درست ہو جائے گی۔ نیز حضرت امام نوویؒ نے اس بات پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ ان روایات میں صیغہ امر سے بالاجماع وجوب کا حکم ثابت نہیں ہے، اور صیغہ نہی سے بالاجماع مکروہ تحریمی یا حرمت کا ثبوت نہیں ہے؛ لہذا صرف مکروہ تنزیہی کا حکم ثابت ہو سکتا ہے اور مکروہ تنزیہی کے ارتکاب سے آدمی فاسق نہیں ہوتا ہے، اور اس کی امامت بلا کراہت درست ہو جاتی ہے، علامہ نوویؒ کی عبارت ملا حظہ فرمائیے:

واختلاف السلف في فعل الأمرين بحسب اختلاف أحوالهم في ذلك مع أن الأمر والنهي في ذلك ليس للوجوب بالإجماع؛ ولهذا لم ينكر بعضهم على بعض خلافه في ذلك قال: ولا يجوز أن يقال فيهما ناسخ ومنسوخ. (شرح نووي على المسلم ۲ / ۱۹۹)

فتاویٰ قاسمیہ ۶۰۲/۲۳ میں مفصل فتویٰ ہے وہ یہاں نقل فرما دیا ہے۔

(۱) حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق گنجائش ہے۔ ملا حظہ فرمائیے:

اتفق المشايخ أن الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة، وأنه من سيماء المسلمين وعلاماتهم، وأما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب في ←

ایضاً

سوال (۲۵۸۰): قدیم ۲/۲۱۴ - جن خضابوں میں بھوراپن اور سرخی رہتی ہے، اور چاندی کا رنگ شورہ کے تیزاب سے کاٹ کر بطور عرق تیار ہوتا ہے (بھورے خضاب میں لوہے، تانبے، مازوکا جزو ہے) اس کا استعمال عند الشرح کیسا ہے؛ کیونکہ بظاہر اس میں اخفائے پیری نہیں؛ اس لئے کہ ان میں سرخی متمائز رہتی ہے، اور سیاہی مغلوب، اور بالفرض اگر چاندی کے رنگ کے خضاب سے سیاہی غالب رہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب : جس میں اخفائے پیری کی نفی کی جاتی ہے، پھر اس میں ایسا خضاب کیوں کیا جاتا ہے، جس میں سیاہی ہو یا غالب ہو (۱)؟ (تمہ ثانیہ ص ۵۲)

ایضاً

سوال (۲۵۸۱): قدیم ۲/۲۱۴ - فی زمانہ سرکاری ملازمین جن کے بال سن کھولت یا مرض کی وجہ سے سفید ہو جاتے ہیں، بخوف زوال ملازمت سیاہ خضاب استعمال کرتے ہیں، مگر دل میں اس فعل کو مذموم اور ناجائز تصور کرتے ہیں، کیا ان کے لئے یہ فعل جائز ہے؟

← عین العدو فهو محمود منه اتفاق عليه المشائخ، ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء أو ليجب نفسه إليهن فذلك مكروه، عليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزوا ذلك من غير كراهة، وروي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها، كذا في الذخيرة. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العشرون الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۹، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴)

شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۶۰۵،
کراچی ۶/ ۴۲۲ -

الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادي والعشرون في الزينة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۸/ ۲۱۴، رقم: ۲۸۵۵۵ -

(۱) سیاہ خضاب محض زینت اور اخفائے پیری کے لئے مکروہ اور ممنوع ہے، سوال نمبر: ۲۵۷۸ حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

الجواب: جو عمر اول منظور رکھی گئی کیا بالوں کی سفیدی سے اُس کا منسوخ ہو جانا بھی کوئی قانون ہے (۱)۔
(تمہ ثانیہ ۵۲)

ایضاً

سوال (۲۵۸۲): قدیم ۲/۲۱۴ - بعض ایسے اشخاص جن کے عقد میں نوعمر اور جوان عورتیں ہیں محض بخیال رغبت زوجہ سیاہ خضاب کرتے ہیں، یہ فعل اُن کے لئے کیسا ہے، اگر ممنوع ہے تو ایسے لوگوں کو رغبت زوجہ کے لئے کوئی تدبیر شرعی کرنی چاہئے؟
الجواب: اگر یہ مصلحت قابل تحصیل ہوتی تو خضابِ اسود کے ممنوع ہونے کے پھر کوئی معنی ہی نہ ہوتے
(۲)۔ (تمہ ثانیہ ص ۵۳)

ایضاً

سوال (۲۵۸۳): قدیم ۲/۲۱۵ - آج کل ہندوستان میں سیاہ خضاب بہت زیادہ رائج ہے، اور سیکڑوں آدمی اس میں مبتلا ہیں، تو کیا اُن کے واسطے ایسی سبیل بھی ہو سکتی ہے، کہ خضاب بھی ہو جاوے اور عاصی بھی نہ ہو؟
الجواب: کیا شریعت اس کی بھی ذمہ دار ہے (۳)۔ ۸/ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ (تمہ ثانیہ ص ۵۳)

(۱) سیاہ خضاب استعمال کرنے کے سلسلہ میں مفصل و مدلل بحث سوال نمبر: ۲۵۷۸ کے حاشیہ میں گذر چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن جابر بن عبد اللہ قال: أتى بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالنخامة بياضا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد. (مسلم شریف، کتاب اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد، النسخة الهندية ۲/۱۹۹، بیت الأفكار رقم: ۲۱۰۲)

أبو داؤد شریف، کتاب الترجل، باب في الخضاب، النسخة الهندية ۲/۵۷۸، دار السلام رقم: ۴۲۰۴۔

(۳) سیاہ خضاب استعمال کرنے کے سلسلہ میں مفصل و مدلل بحث سوال نمبر: ۲۵۷۸ کے حاشیہ میں گذر چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ایضاً

سوال (۲۵۸۴): قدیم ۲/۲۱۵ - حضور والا نے ”اصلاح الرسوم“ میں تحریر فرمایا ہے کہ البتہ اور رنگوں کا خضاب جائز ہے، کہ اس میں اخفائے پیری نہیں، اس کی توضیح کیا ہے؟
الجواب: مثلاً سُرخ اور زرد اور سبز (۱)۔ (تمتہ ثانیہ ص ۵۳)

ایضاً

سوال (۲۵۸۵): قدیم ۲/۲۱۵ - بصورت عدم جواز استعمال خضاب سیاہ اُس کا بنانا اور اُس کا بچنا عند الشرع کیونکر جائز ہے؟ کیا یہ اعانت علی المعصیت نہیں، اس کی تصریح کیا ہے؟ فقط

(۱) أخرج النسائي عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتم.

وأخرج أيضاً عن زيد بن أسلم قال: رأيت ابن عمر يصفر لحيته بالخلوق، فقلت: يا أبا عبد الرحمن! إنك تصفر لحيتك بالخلوق، قال: إني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصفر بها لحيته ولم يكن شيء من الصبغ أحب إليه منها، وكان يصبغ بها ثيابه كلها حتى عمامته. (نسائي شريف، كتاب الزينة، الخضاب بالحناء والكتم، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۶-۲۳۷، دار السلام رقم: ۵۰۸۱-۵۰۸۸)

عن ابن عمر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبس النعال السبتية ويصفر لحيته بالورس والزعفران، وكان ابن عمر يفعل ذلك. (أبو داود شريف، كتاب الترجل، باب ماجاء في خضاب الصفرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۸، دار السلام رقم: ۴۲۱۰)

يستحب الاختضاب بالحناء والكتم لحديث: ”غيروا الشيب“ فهو أمر وهو للاستحباب، ولقول النبي صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتم، فإنه يدل على أن الحناء والكتم من أحسن الصباغات التي يغير بها الشيب، وأن الصبغ غير مقصور عليهما، بل يشار كهما غيرهما من الصباغات في أصل الحسن لما ورد من حديث أنس رضي الله عنه قال: اختضب أبو بكر بالحناء والكتم، واختضب عمر بالحناء بحتا. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲/ ۲۷۹-۲۸۰)

الجواب: چونکہ ایک محل اُس کے جواز کا بھی ہے۔ لیکن اُهیب فی عین العدو للدين (۱)۔ اور غیر محل میں استعمال عامل کا فعل اختیاری ہے؛ لہذا صانع اور بائع کی طرف اس کی نسبت نہ کی جاوے گی اور اعانت علی المعصیت کے سبب ناجائز نہ کہا جاوے گا (۲) البتہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

۸/رجب ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۵۳)

(۱) اتفق المشايخ أن الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة، وأنه من سيماء المسلمين وعلاماتهم، وأما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود منه اتفق عليه المشايخ، ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء أو ليحبب نفسه إليهن فذلك مكروه عليه عامة المشايخ، وبعضهم جوزوا ذلك من غير كراهة، وروي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها، كذا في الذخيرة. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العشرون الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۹، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴)

قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه وعليه عامة المشايخ، وبعضهم جوزوه بلا كراهة، روي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۶۰۵، كراچی ۶/ ۴۲۲)

الفتاوى الساتراخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادي والعشرون: في الزينة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۲۱۴، رقم: ۲۸۵۵۵۔

وله أن المعصية في شربها وهو فعل فاعل مختار، وليس الشرب من ضرورات الحمل ولا يقصد به الخ. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۷۳)

إنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۶۲، كراچی ۶/ ۳۹۲)

وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو فعل فاعل مختار كشربه الخمر وبيعها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/ ۲۱۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حکم خضاب سیاہ

سوال (۲۵۸۶): قدیم ۴/۲۱۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کا جواب کہ سیاہ خضاب کرنا ریش کو جائز ہے یا نہیں؟ امام حسین علیہ السلام و حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت علیؑ و دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا سیاہ خضاب کرنا ثابت ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی موطاً میں اسی طرح مروی ہے؟

الجواب: فی المؤطا للإمام محمد: أخبرنا مالک أخبرنا يحيى بن سعيد أخبرنا محمد بن إبراهيم عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أن عبد الرحمن بن الأسود بن عبد يغوث كان جليساً لنا، وكان أبيض اللحية والرأس فغدا عليهم ذات يوم، وقد حمرها فقال له القوم: هذا أحسن، فقال: إن أُمِّي عائشة زوج النبي ﷺ أرسلت إليّ البارحة جاريته نخيلة، فأقسمت عليّ لأصبغن فأخبرتني أن أبا بكرؓ كان يصبغ قال محمد: لا نرى بالخضاب بالوسمة، والحناء، والصفرة بأساً، وإن تركه أبيض فلا بأس بذلك كل ذلك حسن اهـ۔ في التعليق الممجد على المؤطا قوله: بالوسمة بفتحتين وبفتح الأول وسكون الثاني وبكسره أيضاً على ما في القاموس والمغرب: هو ورق النيل والخضاب به صرفاً لا يكون سواداً خالصاً، بل مائلاً إلى الخضرة، وكذا إذا خلط بالحناء وخضب به نعم لو خضب الشعر أولاً بالحناء صرفاً ثم بالوسمة عليه يحصل السواد الخالص فيكون ممنوعاً كما سيأتي ذكره. وفيه أيضاً بعد أسطر على قوله لا نرى - إلى قوله - بأساً، وأما الخضاب بالسواد الخالص فغير جائز لما أخرجه أبو داود والنسائي وابن حبان والحاكم، وقال صحيح الإسناد عن ابن عباس مرفوعاً يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام (داندان وسینه ہائے کبوتران ۱۲ منہ) لا يريحون رائحة الجنة، وجنح ابن الجوزي في "العلل المتناهية" إلى تضعيفه مستنداً بما روي أن سعدا والحسين بن عليؑ كانا يخضبان بالسواد، وليس بجيد فلعله لم يبلغهما الحديث، والكلام في بعض رواته ليس بحيث يخرج عن حيز الاحتجاج به، ومن ثم عدّ ابن حجر المكي في الزواجر الخضاب بالسواد من الكبائر، ويؤيده ما

أخرج الطبراني عن أبي الدرداء مرفوعاً من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة، وعند أحمد: وغيروا الشيب ولا تقربوا السواد، وأما ما في سنن ابن ماجه مرفوعان وأن أحسن ما اختضبتن به هذا السواد أرغب لنساء كم وأهيب لكم في صدور أعداء كم، ففي سنده ضعفاء فلا يعارض الروايات الصحيحة، وأخذ منه بعض الفقهاء جوازه في الجهاد. اهـ (۱)۔

اس مجموعی عبارت سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

- (۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مطلق خضاب کرنا، سیاہ کا نام بھی نہیں۔ (کافی المؤطا)
 - (۲) حضرت سعد و امام حسینؓ کا خضاب بالسواد (کما فی التعلیق مع الجواب عنہ) اور حضرت علیؓ یا کسی اور صحابی کا مؤطا یا تعلیق میں نام بھی نہیں۔
 - (۳) امام محمدؒ کا خضاب بالوسمہ کو جائز کہنا (کما فی المؤطا) لیکن اس سے خضاب بالسواد کے جواز پر دلالت نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ مطلق وسمہ سے سواد کا ہونا لازم نہیں؛ بلکہ اس کی بعض خاص ترکیبوں سے سواد ہوتا ہے (کما فی التعلیق) سو اس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔
 - (۴) خضاب بالسواد کی حرمت کی حدیثیں ابو داؤد اور نسائی اور ابن حبان اور حاکم اور طبرانی اور احمد سے مع تصحیح الحاکم (کما فی التعلیق)۔
 - (۵) ابن الجوزی کا بعض احادیث کو ضعیف کہنا حضرت سعد و حسینؓ کے فعل سے۔
 - (۶) صاحب تعلیق کا جواب احتمال عدم بلوغ حدیث سے۔
 - (۷) بعض حالات میں جواز سواد کا حدیث ابن ماجہ سے۔
 - (۸) صاحب تعلیق کا جواب اس حدیث کے رواۃ کے ضعف سے۔
 - (۹) ابن حجر کا خضاب بالسواد کا کبار سے شمار کرنا۔
 - (۱۰) بعض فقہاء کا جہاد میں اس کو جائز کہنا۔
- مجموعہ مورعشرہ میں غور کرنے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ قوت و ترجیح جانب منع کو ہے، اور قائلین بالجواز

(۱) المؤطا للإمام محمد مع التعلیق الممجد علی ہامش المؤطا للعلامة اللکنوی، أبواب

السیر، باب الخضاب، مکتبہ نبراس دیوبند ص: ۳۹۲، اتحاد دیوبند ص: ۸۰۶-۸۰۷۔

کی کوئی دلیل قوی نہیں، ان کے اولہ سب مخدوش ہیں، راویہ بھی اور درایہ بھی، جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے، بعض کا اب ذکر کیا جاتا ہے۔ فی الطرائف والظرائف لهذا الاحقر:

فائدة: فقهية في تحقيق خضاب الأسود استدلل المجوزون بفعل الحسين بن علي الذي رواه البخاري في مناقب الحسن والحسين عن أنس بن مالك قال أتى عبيد الله بن زياد برأس الحسين عليه السلام، فجعل في طست فجعل ينكت، وقال في حسنه شيئاً، فقال أنس: كان أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان (الحسين مخضوباً بالوسمة. اه (۱)۔ والجواب عند المانعين بما في الحاشية، وهذه عبارتها ظاهره وإن كان معارضاً لقوله عليه السلام: جنبوه السواد (كما في سنن أبي داود، باب الخضاب بلفظ: واجتنبوا السواد في قصة إتيان أبي قحافة يوم فتح مكة) لكن المعنى كان مخضوباً بالوسمة الخالصة، والخضب بها وحدها لا يسود الشعر فاندفع التعارض بينهما؛ لأن المنهي عنه هو السواد البحت أو كون السواد غالباً على الحناء لا بالعكس، ومنشأ الشريعة بنهيه أن لا يلتبس الشيب بالشباب، والشيوخ بالشباب علا أن الحسين كان غازياً شهيداً، فالخضاب بالسواد جائز في الجهاد. ۱۲ ج ۱ ص ۵۳۰ (۲)۔ ثم أراني حبي المولوى محمد إسحاق الحديث في البخاري هكذا حدثني أنس بن مالك، قال: قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، فكان أسن أصحابه أبوبكر فغلفها بالحناء والكتم حتى قنأ (يعنى أحمر) لونها. ص ۵۵۸، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة. اه (۳)۔

اس عبارت سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

- (۱) بخاری شریف، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما، النسخة الهندية ۱/ ۵۳۰، رقم: ۳۶۱۱، ف: ۳۷۴۸۔
- (۲) حاشية بخاري، كتاب فضائل الصحابة، النسخة الهندية ۱/ ۵۳۰۔
- (۳) بخاري شريف، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، النسخة الهندية ۱/ ۵۵۷، رقم: ۳۷۸۰، ف: ۳۹۲۰۔

(۱۱) بسلسلہ نمبر ہائے سابقہ بخاری میں امام حسینؑ کا خضوب بالسود ہونا مصرح نہیں، پس جس روایت میں سود وارد ہے جیسا نمبر ۲: میں گذرا وہ ماؤل ہے مشابہت سود سے (ذکرہ عن اللمعات فی حاشیہ أبی داؤد باب الخضاب ص ۲۲۶، ج ۲)

(۱۲) حضرت ابوبکرؓ کا حنا و کتم سے خضاب کرنا اور باوجود اس کے رنگ کا سُرخ آنا جس سے نمبر ۳: کی تائید ہوتی ہے، کہ وسمہ کا استعمال مطلقاً مستلزم سود نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ حرمت کی ادلہ قوی ہیں، اور جواز کی کوئی دلیل قوی نہیں؛ اس لئے عامہ علماء کا فتویٰ اس کی حرمت پر ہے۔

۲۵/ شوال ۱۳۴۶ھ (تمہ خامسہ ص ۵۹۷)

حکم خضاب

سوال (۲۵۸۷): قدیم ۲/ ۲۱۸- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ مردوں کو سر میں اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا از روئے شرع شریف جائز ہے یا کہ مکروہ یا حرام؟
الجواب: حرام، کیونکہ اس پر کلیاً و جزئاً وعید آئی ہے۔

کما روی مسلم عن جابرؓ قال: أتى النبي ﷺ بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالشغامة بياضا، فقال النبي ﷺ: غيروا هذا بشيء، و اجتنبوا السواد (۱)۔
والأمر للوجوب وترك الواجب يوجب الوعيد. وروی أبو داؤد، والنسائي عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: يكون قوم في آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة (۲)۔ كذا في المشكوة، باب الترجل (۳)۔

۱۸/ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ (النور، ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ ص ۵۹)

(۱) مسلم شریف، کتاب اللباس والزینة، باب استحباب خضاب الشیب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۹، بیت الأفكار رقم: ۲۱۰۲۔

(۲) نسائي شریف، کتاب الزينة من السنن، النهي عن الخضاب بالسواد، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۶، دارالسلام رقم: ۵۰۷۸۔

أبو داؤد شریف، قبیل کتاب الخاتم، باب ماجاء في خضاب السواد، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۸، دارالسلام رقم: ۴۲۱۲۔

(۳) مشکوة شریف، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني، مکتبہ أشرفیہ ۲/ ۳۸۲۔

رسالہ ”قول السداد فی الخضاب بالسواد“

حکم خضاب

سوال (۲۵۸۸): قدیم ۲/۲۱۸ - ”اصلاح الرسوم“ باب اول فصل پنجم میں سیاہ خضاب کے متعلق جو بلیغ تحقیق ارقام فرمائی گئی ہے اس کے آخر میں یہ جملہ ہے: ”اگر کسی کو زیادہ تحقیق ہو حسیۃً للہ وہ اس رسالہ کے حاشیہ میں ثبت فرمادیں“ چنانچہ اس جملہ کے حاشیہ میں لکھا ہے ”زاد المعاد میں تحریر ہے کہ خلفائے راشدین اور اجلہ صحابہؓ نے خضاب سیاہ کیا ہے یہی جواز کی دلیل کافی ہے“ (عبدہ) (اصلاح الرسوم مطبوعہ رزاقی کانپور ۱۳۴۸ھ)

← **نوٹ:** حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ کی ذکر کردہ دونوں روایتیں ایسی ہیں جن سے بادی النظر میں کراہت تحریمی کا حکم ثابت ہوتا ہے، جب کہ جواز کی روایات کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، اس لئے ان دونوں روایتوں میں غور کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ پہلی روایت میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جملے امر کے صیغہ کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں: (۱) پہلے جملے میں حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے بالوں کو خضاب لگا کر بدلنے کا حکم فرمایا (۲) دوسرے جملے میں سیاہ خضاب سے اجتناب کا حکم فرمایا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر سیاہ خضاب سے اجتناب واجب ہے تو اس کا لگانا حرام یا مکروہ تحریمی ہے تو پہلا جملہ جس میں سفید بالوں کو خضاب کے ذریعہ بدلنے کا حکم ہے وہ بھی وجوب پر محمول ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں سفید بال اور سفید داڑھی والوں پر خضاب لگانا واجب ہو جائے گا؛ حالانکہ سفید بال اور سفید داڑھی والوں پر خضاب لگا کر بال کو بدلنے کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں ہے؛ اس لئے امر کے دونوں صیغے ترغیب پر محمول ہوں گے، وجوب یا تحریم پر نہیں ہو سکتے۔

دوسری حدیث شریف میں ایسی قوم کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جن کو جنت کی بوبھی حاصل نہ ہوگی، اس قوم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان بیان فرمائی ہے کہ (۱) وہ قوم سیاہ خضاب لگائے گی (۲) اس قوم کی جسمانی کیفیت کبوتروں کے پوٹے کی طرح ہوگی، خضاب لگانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کی پہچان قرار دی ہے، وعید کی علت قرار نہیں دی ہے اور جن بزرگوں نے اس کو وعید کی علت قرار دی ہے ان کی بات میری ناقص فہم سے بالاتر ہے، ورنہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جرید بن عبد اللہ بکلی، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین پر - العیاذ باللہ - مکروہ تحریمی کا ارتکاب اور فسق کا الزام عائد ہو سکتا ہے، جو قطعاً درست نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا ”زاد المعاد“ میں یہ روایت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ”اصلاح الرسوم“ کی تحقیق کے مقابلہ میں اُس کا کیا درجہ ہے؟ اور باوجود صحت روایت کے خلفائے راشدین اور اجلہ صحابہؓ کا سیاہ خضاب استعمال کرنا ترہیب و تحریف اعدائے دین کے لئے تھا یا محض زینت و جوانی کے اظہار کے لئے، یعنی اوقات جہاد کے علاوہ اور اوقات میں استعمال کرنا بھی ثابت ہے یا نہیں؟ نیز سیاہ خضاب اگر شرعاً ناجائز ہے تب بھی اس کی تجارت کیسی ہے؟

الجواب: چونکہ مٹھی پہچانے نہیں گئے؛ اس لئے زاد المعاد کی طرف مراجعت کی، چنانچہ حاشیہ کی چند کوتاہیاں ثابت ہوئیں۔ زاد المعاد کی ضروری عبارت یہ ہے:

فإن قيل: فقد ثبت في صحيح مسلم النهي عن الخضاب بالسواد في شأن أبي قحافة لما أتى به ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال: غير واهذا الشيب وجنبوه السواد والكتم يسود الشعر، فالجواب من وجهين أحدهما أن النهي عن التسويد البحت، فأما إذا أضيف إلى الحناء شيء آخر كالكتم ونحوه، فلا بأس به، فإن الكتم والحناء يجعل الشعر بين الأحمر والأسود بخلاف الوسمة، فإنها تجعله أسود فاحماً، وهذا أصح الجوابين. الجواب الثاني: أن الخضاب بالسواد المنهي عنه خضاب التدليس كخضاب شعر الجارية والمرأة الكبيرة تغر الزوج والسيد بذلك، وخضاب الشيخ يغر المرأة بذلك، فإنه من الغش والخداع، فأما إذا لم يتضمن تدليساً ولا خداعاً فقد صح عن الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما أنهما كانا يخضبان بالسواد، وذكر ذلك ابن جرير عنهما في كتاب ”تهذيب الآثار“ وذكره عن عثمان بن عفان، وعبد الله بن جعفر، وسعد بن أبي وقاص، وعقبة بن عامر، والمغيرة بن شعبة، وجرير بن عبد الله، وعمر بن العاص رضي الله عنهم أجمعين. وحكاه عن جماعة من التابعين منهم عمرو بن عثمان، وعلي بن عبد الله بن عباس، وأبو سلمة بن عبد الرحمن وعبد الرحمن بن الأسود، وموسى بن طلحة، والزهرى، وأيوب واسماعيل بن معديكرب رضي الله عنهم أجمعين. وحكاه ابن الجوزي عن محارب بن دثار، ويزيد وابن جريج، وأبى يوسف وأبى اسحاق وابن أبى ليلى، وزیاد بن علقمة، وغیلان بن

جامع و نافع بن جبیر، و عمرو بن علی المقدمی، و القاسم بن سلام رضی اللہ عنہم
أجمعین. (جلد ثانی فصل أدویة وأغذیة، بیان کتب بحث خضاب أسود (۱)۔
وہ کوتاہیاں حاشیہ کی یہ ہیں:

اول: اس عبارت میں خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت عثمان کا نام ہے۔
دوم: ہیئت نقل موہم ہے، کہ اس میں اختلاف نہیں، حالانکہ اختلاف مصرح ہے۔
سوم: اس قول کے مرجوح ہونے کو نقل نہیں کیا، حالانکہ مصنف نے اس کی تصریح کی ہے، کہ اس کے مقابل
قول کو اصح کہا ہے، پس یہ حاشیہ ایسا ہی دھوکہ کا ہے جیسے سیاہ خضاب۔
یہ تو حاشیہ کے متعلق تھا، اب نفس مسئلہ کے متعلق عرض ہے کہ احادیث نبوی ہیں اور روایات اباحت فعلی
ہیں، اور قوی راجح ہوتی ہے فعلی پر، پھر احادیث قولیہ مرفوع ہیں اور احادیث فعلیہ موقوف یا اس سے بھی
ادنیٰ، پھر احادیث نبوی سنداً قوی ہیں اور روایات اباحت قوت میں اُن سے کم، پھر نبی میں لفظ سواد حقیقت
کے لئے متعین ہے اور اباحت میں محتمل مجاز کو؛ کیونکہ ادنیٰ سواد کو بھی سواد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، چنانچہ صحیح
بخاری مناقب حسن و حسینؑ کے باب میں: کان مخضوباً بالوسمة (۲) آیا ہے، اور اس کی کوئی
دلیل نہیں کہ وسمہ خالصہ تھا اور وسمہ مخلوط بالحناء وغیرہ کے لئے سواد لازم نہیں؛ بلکہ اختلاف ترکیب و تقدیم
و تاخیر سے مختلف الوان پیدا ہو سکتے ہیں، پس سواد محض کا دعویٰ بے دلیل ہے، اور اگر کسی نے سواد کے لفظ
سے تعبیر کیا ہے اس کا یہی محمل ہوگا، پھر خود بخاری جلد اول باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ

(۱) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم لابن القيم الجوزی، فصل الطب
النبوی، فصل أنواع علاجه صلی اللہ علیہ وسلم، القسم الثاني والثالث الخ، فصل فی ذکر شیء
من الأدوية والأغذية المفردة التي جاءت على لسانه صلی اللہ علیہ وسلم مرتبة على حروف
المعجم، بیان کتب، مؤسسة الرسالة بیروت ۴ / ۳۳۷-۳۳۸۔

(۲) عن أنس بن مالک رضي الله عنه أتى عبيد الله بن زياد برأس الحسين عليه
السلام فجعل في طست فجعل ينكت، وقال في حسنه شيئاً، فقال أنس: كان أشبههم
برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و كان مخضوباً بالوسمة. (بخاري شريف، كتاب فضائل
الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما، النسخة الهندية ۱ / ۵۳۰، رقم:

وسلم وأصحابه إلى المدينة کی ایک حدیث میں حناء و کتم سے جو اکثر روایات میں وارد ہے سُرخ رنگ پیدا ہونا مَصْرَح ہے، وہ حدیث یہ ہے:

قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، فكان أسن أصحابه أبو بكر فغلفها بالحناء والکتم حتى قنأ لونها. (أى أحمر (۱)۔

پس ان وجہ سے روایاتِ اباحتِ معارض نہیں ہو سکتیں، احادیثِ نبی کی، اور بعد تسلیم تعارضِ محرم کو ترجیح ہوتی ہے میخ پر، پس قولِ راجح پر روایت و درایتِ سوادِ خالص میں بجز مستثنیٰ صورتوں کے اصلاً گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم

یہ تو سیاہ خضاب استعمال کرنے کے متعلق تحقیق تھی؛ لیکن تجارتِ اس کی اس لئے جائز ہے کہ بعض صورتیں نبی سے مستثنیٰ بھی ہیں، مشتری اُن صورتوں میں استعمال کر سکتا ہے (۲) لیکن پھر بھی یہ تجارت خلافِ اولیٰ ہے۔ تمت رسالہ قول السداد. (النور، ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ص ۱۰)

(۱) عن أنس خادم النبي صلى الله عليه وسلم قال: قدم النبي صلى الله عليه وسلم وليس في أصحابه أشمط غير أبي بكر فغلفها بالحناء والکتم، وقال دحيم: حدثنا الوليد حدثنا الأوزاعي، حدثني أبو عبيد عن عقبة بن وساج، حدثني أنس بن مالك قال: قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة فكان أسن أصحابه أبو بكر فغلفها بالحناء والکتم حتى قنأ لونها. (بخاري شريف، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، النسخة الهندية ۱ / ۵۵۷، رقم: ۳۷۸۰، ف: ۳۹۲۰)

(۲) اتفق المشايخ أن الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة، وأنه من سيما المسلمين وعلاماتهم، وأما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود منه اتفق عليه المشايخ، ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء أو ليجب نفسه إليهن فذلك مكروه عليه عامة المشايخ، وبعضهم جوزوا ذلك من غير كراهة، وروي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تنزين لي يعجبها أن أتزين لها، كذا في الذخيرة. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، قديم زكريا ديوبند ۵ / ۳۵۹، جديد زكريا ديوبند ۵ / ۴۱۴)

قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب في عين العدو فهو ←

داڑھی اور مونچھوں کے کاٹنے اور منڈوانے کے احکام

سوال (۲۵۸۹): قدیم ۲/۲۲۰ - داڑھی کا قصر کس قدر جائز ہے؟

الجواب: مٹی سے زیادہ داڑھی کتر وانا جائز ہے۔ والقص سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فإن زاد منها على قبضته قطعه، كذا ذكر محمد. عالمگیری جلد ۲ ص ۲۳۹ (۱)۔ واللہ أعلم فقط (امداد، ج ۲ ص ۱۲۵)

← محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه وعليه عامة المشايخ، وبعضهم جوزوه بلا كراهة، روي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۶۰۵، کراچی ۶/۴۲۲) الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادي والعشرون: في الزينة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/۲۱۴، رقم: ۲۸۵۵۵ -

پس اگر مشتری اس کو خرید کر متثنیٰ صورتوں کے علاوہ ناجائز صورتوں میں استعمال کرے گا تو یہ فاعل مختار کا فعل ہوگا، جس کا گناہ خود مشتری کو ہوگا نہ کہ بالغ کو اس کے سبب بننے کی وجہ سے۔

وله أن المعصية في شربها وهو فعل فاعل مختار، وليس الشرب من ضرورات الحمل ولا يقصد به الخ. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه اشرفیہ دیوبند ۴/۴۷۳)

وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو فعل فاعل مختار كشربه الخمر وبيعها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/۲۱۳)

شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۵۶۲، کراچی ۶/۳۹۲ -
(۱) ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع عشر: في الختان والخصاء الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵/۳۵۸، جدید زکریا دیوبند ۵/۴۱۴ -

عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين، وفروا اللحى واحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲) ←

ایضاً

سوال (۲۵۹۰): قدیم ۲/۲۲۰ - مسلمانوں کو ڈاڑھی کترانا نامونڈ وانا، اور مونچھیں بڑھانا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے۔ بینواتو جروا۔ فقط

الجواب: فلما روى عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا المشركين وفرو اللحى وأحفوا الشوارب. وفي رواية: انهكوا الشوارب وأعفوا اللحى. متفق عليه (۱)۔

← عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من طولها وعرضها. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ما جاء في الأخذ من اللحية، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۵، دارالسلام رقم: ۲۷۶۲)

أخرج ابن أبي شيبة عن أبي زرعة قال: كان أبوهريرة رضي الله عنه يقبض على لحيته ثم يأخذ ما فضل عن القبضة.

وأخرج أيضا عن أشعث عن الحسن قال: كانوا يرخصون فيما زاد على القبضة من اللحية أن يؤخذ منها.

وأخرج أيضا عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يأخذ ما فوق القبضة، وقال وكيع: ما جاز القبضة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الأدب، ما قالوا في الأخذ من اللحية، مؤسسة علوم القرآن ۱۳/ ۱۱۲-۱۱۳، رقم: ۲۵۹۹۲-۲۵۹۹۴-۲۵۹۹۹)

عن ابن عمر أنه كان يقبض على لحيته، ثم يفض ما تحت القبضة، قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة. (كتاب الآثار ۱/ ۱۹۸)

(۱) بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳-۵۶۶۴، ف: ۵۸۹۲-۵۸۹۶۔

مسلم شريف، كتاب لطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۵۹۔

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ما جاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۵، دارالسلام رقم: ۲۷۶۳) ←

البتہ مقدار قبضہ یعنی ایک مٹھی سے اگر ڈاڑھی زائد ہو جائے اس وقت کتر وانا درست ہے، چنانچہ عالمگیری میں تصریح کی گئی ہے (۱)۔

۲۱ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۰۳ھ (امداد ج ۲، ص ۱۲۶)

← أبو داؤد شریف، کتاب الطہارۃ، باب السواک من الفطرۃ، النسخۃ الہندیۃ ۸ / ۱، دار السلام رقم: ۵۳۔

ابن ماجہ شریف، کتاب الطہارۃ، باب الفطرۃ، النسخۃ الہندیۃ ۱ / ۲۵، دار السلام رقم: ۲۹۳۔

(۱) والقصر سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فإن زاد منها على قبضته قطعه، كذا ذكر محمد. (ہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع عشر: فی الختان والخصاء الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵ / ۳۵۸، جدید زکریا دیوبند ۵ / ۴۱۴)

عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين، وفروا اللحى واحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار، النسخۃ الہندیۃ ۲ / ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها. (ترمذی شریف، أبواب الأدب، باب ماجاء فی الأخذ من اللحية، النسخۃ الہندیۃ ۲ / ۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶۲)

عن ابن عمر أنه كان يقبض على لحيته، ثم يفيض ما تحت القبضة، قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة. (کتاب الآثار ۱ / ۱۹۸)

أخرج ابن أبي شيبة عن أبي زرعة قال: كان أبو هريرة رضي الله عنه يقبض على لحيته ثم يأخذ ما فضل عن القبضة.

وأخرج أيضا عن أشعث عن الحسن قال: كانوا يرخصون فيما زاد على القبضة من اللحية أن يؤخذ منها. (المصنف لابن أبي شيبة، کتاب الأدب، ما قالوا فی الأخذ من اللحية، مؤسسة علوم القرآن ۱۳ / ۱۱۲، رقم: ۲۵۹۹۲-۲۵۹۹۴)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال (۲۵۹۱): قدیم ۴/۲۲۰- کان اور پیڑی کے درمیان جو بال سر سے شروع ہو کر داڑھی میں آتے ہیں، اُس میں سر کی حد کہاں تک ہے اور داڑھی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ تاکہ سر مُنڈا تے ہوئے وہاں تک مُنڈا لیا جاوے، آیا کان کی پا پڑی تک یا وسط کان تک یا بالائی حصہ کان تک؟

الجواب: (۱) فی رسالہ ”ہدایت النور“ وصلعہ در حد سر داخل است و فیہا وصلعہ حد آں از جانب بئین و بیارتا استخوان صدغ ست اما صدغ غنان داخل سرست کذا فی خزائن الروایات و صدغ موضعیست مابین چشم و گوش بالائے استخوان بلند رخسار کہ قریب گوش باشد و فیہا لُحی عبارت است از استخوان بلند میان صدغ و رخسار را۔ ان عبارات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کپٹی کے نیچے جو ہڈی اُبھری ہوئی ہے یہاں سے داڑھی شروع ہے اور اس سے اوپر سر، پس سر کی حد تک منڈانا درست ہے، اور داڑھی کی حد سے درست نہیں (۲)۔ ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۹۰)

(۱) خلاصہ ترجمہ: رسالہ ہدایت النور میں ہے کہ سر کی کھال بھی سر کی حد میں شمار کی جائے گی، اور اس رسالہ میں یہ بھی ہے کہ سر کی کھال دائیں بائیں دونوں طرف سے کان کی ہڈی تک ہے اور دونوں کپٹیاں سر میں داخل ہیں، جیسا کہ خزائن الروایات میں مذکور ہے اور کپٹی آنکھ اور کان کے درمیان کی وہ جگہ ہے جو کان کے قریب رخسار کی ابھری ہوئی ہڈی کے اوپر ہے، نیز اسی میں یہ بھی ہے کہ لُحی (داڑھی) کپٹی اور رخسار کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی کا نام ہے۔

(۲) العذاران کما فی لسان العرب: جانباً اللحية، و کان الفقهاء أكثر تحدیدا للعذار من أهل اللغة، فقد فسرہ ابن حجر الہیثمی من الشافعیة وابن قدامة و البہوتی من الحنابلة بأنه الشعر النابت علی العظم الناتی المحاذی لصماخ الأذن - أي خرقها - یتصل من الأعلى بالصدغ، ومن الأسفل بالعارض، وقال القلیوبی: الذی تصرح به عباراتهم أنه إذا جعل خیط مستقیم علی أعلى الأذن وأعلى الجبهة فما تحت ذلك الخیط من الملاصق للأذن، المحاذی للعارض هو العذار، وما فوقه هو الصدغ، ویقول ابن عابدین: هو القدر المحاذی للأذن، ویصرح ابن عابدین بأن العذار جزء من اللحية وعلیه فتطبق علیہ أحكامها، وقال البہوتی: لا یدخل منتهی العذار - أي أعلاه الذی فوق العظم الناتی - لأنه ←

ایضاً

سوال (۲۵۹۲): قدیم ۲۲۱/۴ - مسلمانوں کو داڑھی منڈوانا اور مونچھوں کا بڑھانا کیسا ہے؟
الجواب: ایک تو داڑھی کا منڈوانا یا کٹانا معصیت ہے ہی (۱) مگر اوپر سے اصرار کرنا اور مانعین

← شعر متصل بشعر الرأس لم يخرج عن حده أشبه الصدغ، والصدغ من الرأس وليس من الوجه الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۵ / ۲۲۲)

قوله: (جميع اللحية) بكسر اللام وفتحها نهر. وظاهر كلامهم أن المراد بها الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن، وفي شرح الإرشاد: اللحية الشعر النابت بمجتمع الخدين والعارض ما بينهما وبين العذار وهو القدر المحاذي للأذن يتصل من الأعلى بالصدغ، ومن الأسفل بالعارض. بحر. (شامي، كتاب الطهارة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۲۱۵، کراچی ۱/ ۱۰۰)

البحر الرائق، كتاب الطهارة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۳۴، كوئٹہ ۱/ ۱۶ -

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين، وقرأوا اللحي وأحفوا الشوارب. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحفوا الشوارب وأعفوا اللحي. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۵، دارالسلام رقم: ۲۷۶۳ -

مسلم شريف، كتاب طهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۵۹ -
 يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۸۳، کراچی ۶/ ۴۰۷)

وأما الأخذ منها - أي اللحية - وهي دون ذلك - أي دون القبضة - كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبيحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (الدرالمختار مع الشامي، الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۸، کراچی ۲/ ۴۱۸)

سے معارضہ کرنا یہ اس سے زیادہ سخت معصیت ہے۔ اور معارضہ میں یہ کہنا کہ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی حرمت یا مذمت کہیں نہیں آئی، یہ تلمیس محض ہے، کئی وجہ سے:

اول: تو اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی تصریح قرآن و حدیث میں نہ ہو وہ اس کے نزدیک حکم شرعی نہیں ہے، سو خود یہی دعویٰ باطل ہے اور مٹی ہے اصول شرعیہ نہ جاننے پر، اپنے مقام پر بدلائل یہ طے ہو چکا ہے کہ اصول شرعیہ چار ہیں۔ قرآن و حدیث و اجماع و قیاس (۱)۔ ان چاروں میں سے کسی ایک سے بھی جو حکم ثابت ہو وہ شرعی حکم ہے، اس کا رد جائز نہیں ہے۔

دوسری وجہ: یہ کہ خود قرآن و حدیث میں اس کا ذکر بھی ہے، چنانچہ عنقریب واضح ہوتا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی نسبت صاف مادہ حرمت یا جس پر کوئی خاص وعید نہ آئی ہو وہ معصیت نہیں ہوتی، اور اس میں وعید نہیں ہے، تو یہ دونوں مقدمے غلط ہیں، اول مقدمہ اس لئے کہ بہت سے امور محرّمہ میں ایسے الفاظ وارد نہیں اور وہ بالاتفاق معصیت ہیں، مثلاً خاص مسجد کے اندر پانچا نہ پھرنے پر بالخصوص کہیں کوئی مذمت یا لفظ حرمت نہیں آیا؛ حالانکہ کوئی اس کی حلت کا قائل نہیں، اور نہ ہو سکتا ہے، اگر کہا جائے کہ ان کی تطیب و احترام کا امر اس حرمت کو مستلزم ہے، تو اسی طرح یہاں بھی اعفاء لُحیہ اور احفاء شوارب کا امر اس کے خلاف کی حرمت کو مستلزم ہے، اور راز اس میں یہ ہے کہ اصل امر میں وجوب ہے، اور کسی فعل کا وجوب اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، یہ مسئلہ اصولیہ ہے، اور عقل بھی صاف اس کی شہادت دیتی ہے، اور دوسرا مقدمہ اس لئے کہ اس کی مذمت نصوص میں وارد بھی ہے:

(۱) والحاصل أن أدلة الشرع أربعة: الكتاب، والسنة، والإجماع، والقياس، ويسمى الإجماع والقياس فريضة عادلة. (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، مكتبة إمداديه ملتان ۱/ ۲۹۸)

اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس: أي الأصل الرابع بعد الثلاثة للأحكام الشرعية هو القياس المستنبط من هذه الأصول الثلاثة. (نور الأنوار، بحث أدلة الشرع وأصوله، مكتبة نعمانيه ديوبند ص: ۴-۵)

قال الله تعالى: 'وان يدعون الا شيطاناً مريداً لعنه الله وقال لا تأخذن من عبادك نصيباً مفروضاً ولا ضلنهم ولا مئینهم ولا مرنهم فليبتكن اذان الانعام ولا مرنهم فليغيرن خلق الله ومن يتخذ الشيطان ولياً من دون الله فقد خسر خسراناً مبيناً. يعدهم ويمنيهم وما يعدهم الشيطان الا غروراً أولئك مأوهم جهنم ولا يجدون عنها محيصاً (۱)۔

وقال رسول الله ﷺ: لعن الله النامصات والمتمصصات والواشمات والمستوشمات، والمتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله (۲)۔

حدیث میں جن افعال کو تغیر خلق اللہ موجب لعن فرمایا ہے، دائرہ منڈوانا یا کٹنا بالمشاہدہ اس سے زیادہ تغیر کا اتباع شیطان ہونا اور اتباع شیطان کا موجب لعنت و موجب خسران و موجب وقوع فی الغرور، موجب جہنم ہونا منصوص ہے۔ اب مذمت شیعہ شدیدہ میں کیا شک رہا۔ اور یہ قول کہ باطن درست رکھنا چاہئے، ظاہر کی درستی کی چنداں ضرورت نہیں، اس کے جہل ہونے کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اگر کوئی باغی سلطان سے کہے کہ میں دل سے آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں، اور ظاہر کی درستی کی چنداں ضرورت نہیں، یا کوئی شخص کسی مجلس میں بول و براز میں کپڑوں کو آلودہ کر کے آ بیٹھے، اور جب اس کو ملامت کریں، اور غسل اور تبدیل لباس کو ضروری قرار دیں، وہ یہی کہہ دے کہ میرا باطن بالکل پاک و صاف ہے، اور ظاہر کی درستی کی چنداں ضرورت نہیں، تو کیا بادشاہ یا اہل مجلس اس عذر کو قبول فرمائیں گے؟ اگر نہیں قبول کریں گے اور یقیناً نہیں قبول کریں گے تو اہل شرع اس عذر کو کیونکر قبول کر لیں؟

(۱) سورة النساء، رقم الآية: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱۔

(۲) مسلم شریف، کتاب اللباس والزینة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۴، بیت الأفكار رقم: ۲۱۲۵۔

بخاري شریف، کتاب اللباس، باب المستوشمة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۵، ف: ۵۹۴۸۔

ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ما جاء في الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۸۲۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور حدیث: خالفوا المشرکین الخ (۱) کی نسبت بعض کا یہ کہنا اس زمانہ میں بہت سے مشرک داڑھی رکھتے ہیں؛ اس لئے ہم ان کی مخالفت کے واسطے داڑھی منڈواتے ہیں ٹھیک نہیں ہے؛ کیونکہ احکام شرعیہ کے ساتھ جو کبھی کوئی مصلحت مذکور ہوتی ہے وہ کبھی علت ہوتی ہے، اور کبھی حکمت ہوتی ہے، علت کے ساتھ تو حکم وجوداً و عدماً دائر ہوتا ہے؛ لیکن حکمت کے ساتھ حکم دائر نہیں ہوتا، یعنی حکمت کے تبدل سے حکم نہیں بدلتا (۲)۔ اور اس فرق کا سمجھنا یہ رخصتین فی العلم کا خاصہ ہے۔ پس خالفوا المشرکین کا مقرون فرمانا بطور حکمت کے ہے، بطور علت کے نہیں ہے، حرمت کا مد ارتغیر یعنی صورت کا بگاڑنا ہے نہ مخالفت دلیل اس کی یہ ہے کہ بعض احادیث میں جو یہ حکم آیا ہے وہ اس سے مطلق ہے، جیسا کہ من لم يأخذ من شاربہ فلیس منا (۳)۔ ولعن النبی ﷺ المخنثین من الرجال (۴) میں، اس کی مثال ایسی

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خالفوا المشرکین، وقرّوا اللّٰحی وأحفوا الشوارب. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار، النسخة الهندیة ۲/ ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

(۲) الحکم یدور مع العلة ولا یدور مع الحکمة. (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الاستبراء وغیرہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۴۹، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۲)

الحکم یدور مع العلة لا مع الحکم. (النہر الفائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۳۲)

الحکم یدور مع العلة وجوداً وعدماً. (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/ ۱۱۷، کراچی ۳/ ۳۹)

القاعدة المقررة أن الحکم یدور مع العلة وجوداً وعدماً. (الموسوعة الفقہیة الكويتیة ۳۸۶/ ۳۹)

(۳) عن زید بن أرقم أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من لم يأخذ من شاربہ فلیس منا. (ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ما جاء فی قص الشارب، النسخة الهندیة ۲/ ۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶۱)

(۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء، وقال: أخرجوه من بیوتکم، قال: فأخرج النبی ←

ہے کہ کوئی حاکم رعایا سے کہے کہ دیکھو قانون کو مانو فلاں قوم کی طرح شورش مت کرو، تو کیا اگر وہ قوم اتفاق سے شورش چھوڑ دے تو کیا اس حالت میں رعایا کو اس قوم کے ساتھ اس میں بھی مخالفت کرنا چاہئے، اس بناء پر کہ اول اُن کی مخالفت کا حکم ہوا تھا۔ ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ (تمتہ خامسہ ص ۴۳)

ایضاً

سوال (۲۵۹۳): قدیم ۲۲۳/۴ - میری ٹھوڑی پرداڑھی تھوڑی سی ہے اور دونوں گلے صاف ہیں، دونوں کانوں کے سامنے چار چھ بال ہیں، قلم کٹا کر بالوں کو بھی کٹا سکتے ہیں یا نہیں؟
الجواب: نہیں (۱)۔ (تمتہ خامسہ ص ۲۳۴)

← صلی اللہ علیہ وسلم فلانا وأخرج عمرؓ فلانا. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب إخراج المتشبهین بالنساء من البيوت، النسخة الهندية ۲ / ۸۷۴، رقم: ۵۶۵۷، ف: ۵۸۸۶)
ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ماجاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۲ / ۱۰۶، دارالسلام رقم: ۲۷۸۵۔
أبو داؤد شریف، کتاب الأدب، باب في الحكم في المخنثين، النسخة الهندية ۲ / ۶۷۴، دارالسلام رقم: ۴۹۳۵۔

(۱) اس لئے نہیں کٹا سکتے کہ وہ بال داڑھی کی جگہ ہے اور وہ داڑھی ہی ہوتی ہے اور داڑھی کا کٹوانا جائز نہیں ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين، وقرّوا اللحى وأحفوا الشوارب. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲ / ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

مسلم شریف، کتاب لطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱ / ۱۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۵۹۔
عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى. (ترمذی شریف، أبواب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحى، النسخة الهندية ۲ / ۱۰۵، دارالسلام رقم: ۲۷۶۳۔

أبو داؤد شریف، کتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، النسخة الهندية ۱ / ۸، دارالسلام رقم: ۵۳۔ ←

ایضاً

سوال (۲۵۹۴): قدیم ۲۲۳/۴ - قلم کو بھی کٹنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: داڑھی نکلنے کی عمر سے پہلے جوکانوں کے سامنے بال ہوتے ہیں وہ سر میں داخل ہیں اُن کا کٹنا مقرض سے جائز ہے، اور جو اس وقت نہیں ہوتے اُن کا کٹنا جائز نہیں (۱)۔

داڑھی مونچھوں اور چوٹی وغیرہ کے احکام

یہ عنوان صفحہ ۲۳ پر آچکا ہے (۲)۔

← يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة،

فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۸۳/۹، کراچی ۶/۴۰۷)

(۱) وظاهر کلامهم أن المراد بها - اللحية - الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن، وفي شرح الإرشاد: اللحية الشعر النابت بمجتمع الخدين والعارض ما بينهما وبين العذار، وهو القدر المحاذي للأذن يتصل من الأعلى بالصدغ، ومن الأسفل بالعارض. بحر. (شامی، کتاب الطهارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲۱۵/۱، کراچی ۱/۱۰۰) البحر الرائق، کتاب الطهارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۴/۱، کوئٹہ ۱/۱۶۔

العذاران كما في لسان العرب: جانباً اللحية، وكان الفقهاء أكثر تحديدا للعذار من أهل اللغة، فقد فسره ابن حجر الهيتمي من الشافعية وابن قدامة والبهوتي من الحنابلة بأنه الشعر النابت على العظم الناتئ المحاذي لصماخ الأذن - أي خرقها - يتصل من الأعلى بالصدغ، ومن الأسفل بالعارض، وقال القليوبي: الذي تصرح به عباراتهم أنه إذا جعل خيط مستقيم على أعلى الأذن وأعلى الجبهة فما تحت ذلك الخيط من الملاصق للأذن، المحاذي للعارض هو العذار، وما فوقه هو الصدغ، ويقول ابن عابدين: هو القدر المحاذي للأذن، ويصرح ابن عابدين بأن العذار جزء من اللحية وعليه فتطبق عليه أحكامها، وقال البهوتي: لا يدخل منتهى العذار - أي أعلاه الذي فوق العظم الناتئ - لأنه شعر متصل بشعر الرأس لم يخرج عن حده أشبه الصدغ، والصدغ من الرأس وليس من الوجه الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۲۲/۳۵)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) دیکھئے سوال نمبر: ۲۳۱۹ کا جواب۔

داڑھی کا حکم اور مقدار

سوال (۲۵۹۵): قدیم ۲/۲۲۳ - داڑھی رکھنی کوئی سنت ہے، اُس کے تارک پر کیا حکم شرعاً جاری ہوگا، وہ جو کہتے ہیں کہ اگر ساری داڑھی صاف کرے کچھ گناہ نہیں، یہ کیا بات ہے، سیاستاً اس پر کیا حکم دیا جاوے گا؟

الجواب: داڑھی رکھنا واجب اور قبضہ سے زائد کٹنا حرام ہے۔

لقوله عليه السلام: خالفوا المشركين وفروا للحي. متفق عليه (۱)۔ في الدر المختار: يحرم على الرجل قطع لحيته (۲)۔

(۱) بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵،

رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲۔

مسلم شريف، كتاب لطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۵۹۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶۳)

أبوداؤد شريف، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۸، دار السلام رقم: ۵۳۔

ابن ماجه شريف، كتاب الطهارة، باب الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۲۵، دار السلام رقم: ۲۹۳۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۸۳، کراچی ۶/ ۴۰۷۔

الأخذ من اللحية وهو دون ذلك - أي دون القبضة - كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، فصل: فيما يكره للصائم وما لا يكره، دار الكتاب ديوبند ص: ۶۸۱)

الدر المختار مع الشامی، الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۸، کراچی ۲/ ۴۱۸۔

وفیه: والسنة فیها القبضۃ. اه (۱)۔

اور کوئی سیاست خاص اس کے بارے میں منصوص نہیں دیکھی مگر مقتضی قواعد کا یہ ہے کہ تعزیر دیا جائے۔

فی الهدایۃ: فیمن وطىء أجنبية فیما دون الفرج یعزر؛ لأنه منکر لیس فیہ شیء مقدر (۲)۔ أقول العلة مشتركة فالمعلول مثله. والله اعلم.

سرکا بعض حصہ منڈانا

سوال (۲۵۹۶): قدیم ۲/۲۲۳۔ سر میں پٹھے رکھانا یا خط بنوانا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے۔

الجواب: فلما روي عن ابن عمر^{رض} أن النبي^{صلی اللہ علیہ وسلم} رأى صبيا قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال احلقوا كله أو اتركوا كله. رواه مسلم (۳)۔
(امداد، ج ۲ ص ۱۲۶)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۸۳/۹، کراچی ۶/۴۰۷۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خالفوا المشرکین، وفروا اللحی وأحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل أخذہ. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندیة ۲/۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

والسنة قدر القبضۃ فما زاد قطعه. (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنایات، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/۱۹، کوئٹہ ۳/۱۱)

(۲) ہدایۃ، کتاب الحدود، باب الوطیء الذي یوجب الحد والذي لا یوجبہ۔ (مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/۵۱۶۔

قبضہ سے زائد سے مراد قبضہ سے کم کرانا ہے جو ناجائز ہے۔

(۳) مشکوٰۃ شریف، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، مکتبہ اشرفیہ

دیوبند ۲/۳۸۰۔ ←

پیشانی اور گردی اور سینہ کے بال صاف کرنا

سوال (۲۵۹۷): قدیم ۲/۲۲۳ - ناصیہ کے بال لینا یعنی حجامت بنانا اور گردن موٹا نا، اور سینہ کے بال کترانا یا موٹا نا، علّٰی ہزاران و ہاتھ کے کیسا ہے؟

الجواب: ناصیہ یعنی مقدم راس کے بال لینا باقی چھوڑنا قزع میں داخل ہے اور ممنوع (۱)۔ گردن

← **ترجمہ:** حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ بعض سر حلق کیا ہوا ہے اور بعض حصہ چھوڑ دیا گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لوگوں کو منع فرمایا اور کہا کہ پورا حلق کر دو یا پورا چھوڑ دو (ورنہ قزع میں شمار ہوگا جو ممنوع ہے)

عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع، قال: قلت لنافع: ما القزع؟ قال: يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۳، بيت الأفكار رقم: ۲۱۲۰)

عن نافع مولى عبيد الله أنه سمع ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن القزع، قال عبيد الله: قلت: وما القزع؟ فأشار لنا عبيد الله قال: إذا حلق الصبي وترك هاهنا وهاهنا، فأشار لنا عبيد الله إلى ناصيته وجانبي رأسه، قيل لعبيد الله: فالجارية والغلام؟ قال: لا أدري، هكذا قال: الصبي، قال عبيد الله: وعادته، فقال: أما القصة والقفا للغلام فلا بأس بهما، ولكن القزع أن يترك بناصره شعر وليس في رأسه غيره، وكذلك شق رأسه هذا وهذا. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب القزع، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۷، رقم: ۵۶۸۷، ف: ۵۹۲۰)

أبو داود شريف، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذؤابة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دار السلام رقم: ۴۱۹۵۔

نسائي شريف، كتاب الزينة من السنن، الرخصة في حلق الرأس، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۴، دار السلام رقم: ۵۰۵۱۔

(۱) عن نافع مولى عبيد الله أنه سمع ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن القزع، قال عبيد الله: قلت: وما القزع؟ فأشار لنا عبيد الله قال: إذا حلق الصبي وترك هاهنا وهاهنا، فأشار لنا عبيد الله إلى ناصيته وجانبي رأسه، قيل لعبيد الله: ←

کے بال مونڈنا فقہاء نے مکروہ سمجھا ہے (۱) سیدہ اور ران کا مونڈنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(امداد ج ۲، ص ۱۴۱)

← فالجارية والغلام؟ قال: لا أدري، هكذا قال: الصبي، قال عبيد الله: وعادوته، فقال: أما القصة والقفا للغلام فلا بأس بهما، ولكن القزع أن يترك بناصيته شعر وليس في رأسه غيره، وكذلك شق رأسه هذا وهذا. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب القزع، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۷، رقم: ۵۶۸۷، ف: ۵۹۲۰)

عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع، قال: قلت لنافع: ما القزع؟ قال: يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۳، بيت الأفكار رقم: ۲۱۲۰)
أبو داود شريف، كتاب الترجل، باب في الذؤابة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دار السلام رقم: ۴۱۹۴۔

(۱) ہندیہ میں قفا کے بال مونڈنے کی کراہت منقول ہے:

وعن أبي حنيفة رحمه الله: يكره أن يحلق قفاه إلا عند الحجامة، كذا في الينابيع.
(ہندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب التاسع عشر: في الختان والخصاء الخ، قدیم زکریا ۵/ ۳۵۷، جدید زکریا ۵/ ۴۱۳)

حضرت والا تھانویؒ نے غالباً اسی عبارت میں قفا بمعنی گردن لے کر اس کی کراہت کا حکم لکھا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ گدی ایک مستقل عضو ہے اور گردن ایک مستقل عضو ہے، چنانچہ خود حضرت والا تھانویؒ نے سوال نمبر: ۲۰ کے جواب میں مسح گردن کے بیان میں تحریر کیا ہے ”کہ قفار اُس کا جزو ہے اور رقبہ اس سے خارج ہے۔“ لہذا قفا یعنی گدی کا حلق قزع میں داخل ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا مگر گردن کا حلق مکروہ ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے، چنانچہ حضرت نگلوہیؒ فرماتے ہیں ”گردن جدا عضو ہے اور سر جدا، لہذا گردن کے بال منڈانا درست ہے، سر کا جوڑ علیحدہ کان کی لو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے، اس سے نیچے گردن ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جدید زکریا ص: ۵۸۲) اس سے معلوم ہوا کہ عالمگیر یہ میں قفا گدی کے معنی میں ہے نہ کہ رقبہ کے معنی میں۔

(۲) البتہ خلاف ادب ہے۔

وفي حلق شعر الصدر والظهر ترك الأدب، كذا في القنية. (ہندیہ، الکراہیہ، الباب

التاسع عشر الخ، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۸، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۴) ←

سر کے بال کٹوانا

سوال (۲۵۹۸): قدیم ۲/۲۲۲ - زید کہتا ہے کہ سارے سر میں بال رکھنا سنت ہے، اور بلاج سر منڈوانا خلاف سنت ہے، اور خششے بال رکھانے والے کو سخت مخالف سنت خیال کر کے قابل ملامت کہتا ہے، عمر و کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈواتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس فعل سے کبھی منع نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سر منڈانا بھی غیر ایام حج میں سنت ہے، اور خششے بال رکھنے کی ممانعت نہیں، وہ اپنی اصل پر رہیں گے، اور اصل اباحت و جواز ہے، خششے بال رکھنا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور ان کو جو زید بدعت کہتا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ایسے بال رکھانے والا شرعاً قابل ملامت ہے یا نہیں؟

الجواب: سنت مطلقہ وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کیا ہے، ورنہ سنن زوائد سے ہوگا، تو بال رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور عادت کے ہے، نہ بطور عبادت کے؛ اس لئے اولیٰ ہونے میں تو شبہ نہیں، مگر اس کے خلاف کو خلاف سنت نہ کہیں گے (۱) اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی

← وفي اليتيمة: سألت أبا الفضل عن حلق شعر صدره أو ظهره هل له ذلك؟ فقال: هو تارك الأدب. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العشرون: في الختان والنخضاب الخ، مكتبة زكريا ديوبند ۱۸/۲۱۱، رقم: ۲۸۵۴۱)

ومما ليس بمقصود حلق شعر الصدر أو الساق. (المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب الحلق، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۷۳)

شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۵۸۳،

کراچی ۶/۴۰۷ -

(۱) إن السنة ما واطب عليها النبي صلى الله عليه وسلم أو خلفاءه من بعده، وهي قسمان: سنة الهدى، وتركها يوجب الإساءة، والكراهة، كالجمعة والأذان، وسنة الزوائد، كسير النبي صلى الله عليه وسلم في لباسه وقيامه وقعوده، ولا يوجب تركها كراهة. (شامي، كتاب الصوم، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۳۳۵، کراچی ۲/۳۷۴-۳۷۵) ←

نہ ہوتی چہ جائے کہ وہ حدیث بھی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کی، جواز بلا کراہت کے اور خلاف سنت نہ ہونے کے (۱)۔ پس جس حالت میں بالکل منہ ادا دینا جائز ہے تو قصر کرانے میں کیا حرج ہے۔

لإجماع على تساوي حكم القصر والحلق لشعر الرأس في مثل هذا الحكم وإلى التساوي أشير بقوله تعالى 'محلّين رؤسكم ومقصرين' (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم
۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد ج ۲، ص ۱۵۲)

← فالسنة عند الحنفية بالمعنى الفقهي نوعان: (أ) سنة الهدى: وهي ما تكون إقامتها تكميلاً للدين وتعلق بتركها كراهة أو إساءة، كصلاة الجماعة، والأذان، والإقامة ونحوها، وذلك لأن النبي صلى الله عليه وسلم واطب عليها على سبيل العبادة، وتسمى أيضا السنة المؤكدة. (ب) سنن الزوائد: وهي التي لا يتعلق بتركها كراهة ولا إساءة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم فعلها على سبيل العادة، فإقامتها حسنة كسير النبي صلى الله عليه وسلم في لباسه وقيامه وقعوده وأكله ونحو ذلك. (الموسوعة الفهية الكويتية ۲۵ / ۲۶۵)

(۱) عن علي رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ترك موضع شعرة من الجنبات لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار. قال علي رضي الله عنه: فمن ثم عادت رأسي، فمن ثم عادت رأسي، فمن ثم عادت رأسي، وكان يجر شعره رضي الله عنه. (أبو داود شريف، كتاب الطهارة، باب في الغسل من الجنبات، النسخة الهندية ۳۳ / ۱، دار السلام رقم: ۲۴۹)

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من ترك موضع شعرة من جسده من جنبات لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار. قال علي رضي الله عنه: فمن ثم عادت شعري، وكان يجزه. (ابن ماجه شريف، أبواب التيمم، باب تحت كل شعرة جنبات، النسخة الهندية ص: ۴۴، دار السلام رقم: ۵۹۹)

سنن الدارمي، الطهارة، باب من ترك موضع شعرة من الجنبات، دارالمغني بيروت ۱ / ۵۸۰،

رقم: ۷۷۸۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) سورة الفتح، رقم الآية: ۲۷۔

سر کے بال کٹوانا

سوال (۲۵۹۹): قدیم ۲/۲۲۴ - بعد اسلام مسنون عرض ہے کہ ایک خط مولوی اسحاق صاحب کا کوئٹہ بلوچستان سے آیا ہے، مضمون یہ ہے کہ آج بعد نماز مغرب حضور (شاہ ابوالخیر صاحب) نے فرمایا کہ یہ کتاب الاسماء والکنی کہ ہم نے حیدر آباد سے منگائی ہے اور اس سے پہلے کہیں دنیا میں اس کی زیارت میسر نہیں ہوئی، مدینہ منورہ میں قبیۃ الاسلام میں کہ سلطان روم کا کتب خانہ بے نظیر ہے، اس میں بھی یہ کتاب نہیں دیکھی تھی، اس میں ہم نے ایک وہ مسئلہ دیکھا کہ ہم کو آج تک معلوم نہ تھا اور تم کو بھی معلوم نہ ہوگا، میں نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا: خشاشی بال جیسے تیرے ہیں اور ہندوستان میں بہت مروّج ہیں، یہ عمل قوم لوط کا ہے، اگر سر پر بال ہوں تو اس قابل ہوں کہ اُن میں مانگ نکالی جائے یا بالکل مُنڈائے جائیں، صرف یہ دونوں شکلیں مسنون ہیں، میں نے اُس وقت توبہ کی، پھر فرمایا کہ اگر تم حلق کو درست رکھتے ہو تو حلق کراتے رہو اور اگر فرق کو درست رکھتے ہو تو اس نیت سے بالوں کی پرورش کرو، اور فرمایا کہ اس اثر کو لکھ کر مشہور کر دو، اور میرٹھ بھیج دو، سب خادم توبہ کریں، اور خشاشی بال نہ رکھیں، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ رسم کن لوگوں سے اختیار کی ہے، میں نے عرض کیا نصاریٰ سے ماخوذ ہے، وہ اثر یہ ہے:-

من کتاب الکنی للذولابی قال: حدثني إبراهيم بن الجنيد، قال: حدثني الهيثم بن خارجة، قال: حدثنا أبو عمر أن سعيد بن ميسرة الكبري الموصلي عن أنس بن مالك قال: أنه دخل عليه شاب قد سكن عليه شعر له، فقال: مالك والسكينة افرقه أو جزه؟ فقال له رجل: يا أبا حمزة! من كانت السكينة قال في قوم لوط، قال: كانوا يسكنون شعورهم ويمضغون العلك في الطريق والمنازل، ويخذفون ويفرجون أقبيتهم إلى خواصرهم. انتهى (۱)۔

(سکینۃ الشعر۔ بالوں کا سیدھا کھڑا چھوڑنا نہ مُنڈانا نہ مانگ نکالنی) خط کا مضمون یہاں ختم ہو گیا۔ مضمون بالاکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیے کہ بالوں کا پینچی سے کتر وانا جیسا کہ مروّج ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور مشابہت قوم لوط ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اثر مذکور کا کیا مطلب ہے؟ اگر ناجائز اور حرام ہے تو

محلّقین رؤسہم أو مقصرین کا کیا جواب ہے؟ یا یہ حکم خاص حجاج ہی کے لئے ہے، اور یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ اگر بالوں کا کتر وانا جائز ہے تو تمام بال رکھنا اور مانگ نکالنا بہتر ہے یا حلق یا قصر؟ اور حلق سے قصر بہتر ہے یا نہیں؟ مفصل مدلل مع حوالہ بیان فرمائیے؛ کیونکہ اکثر لوگ حتیٰ کہ اکثر علماء بھی قصر کرتے ہیں، اگر یہ امر ناجائز ہو تو اس سے توبہ کی جائے، اور اگر جائز ہے تو اثر مذکور کا مطلب صاف صاف شافی تسکین بخش ایسا ارشاد فرمایا جائے کہ اطمینان ہو جائے؟

الجواب: جواز تقصیر کاج کے ساتھ مخصوص ہونا محتاج دلیل ہے۔ اور شاید کسی کو شبہ ہو کہ اس کی نسبت يأخذ من كل شعرة قدر الأنملة (۱) لکھا ہے، تو سمجھنا چاہئے کہ یہ مقدار ادنیٰ کی ہے۔ مقصود نفی زائد کی نہیں ہے، چنانچہ رد المحتار میں بدائع سے نقل کیا ہے: قالوا: يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة الخ (۲)۔ اور اسی طرح ربع کی تخصیص بیان ادنیٰ کے لئے ہے، چنانچہ رد مختار میں تصریح ہے تقصير الكل مندوب (۳)۔ پس وہ شبہ رفع ہو گیا، اور فارق منقہی ہے؛ لہذا جواز عام ہے۔ اور اگر کوئی شخص اثر مذکور کو فارق کہے تو بایں وجہ صحیح نہیں کہ اثر مذکور ثبوتاً ودلالةً مخدوش ہونے کے علاوہ مفید مقصود کو نہیں۔ اولاً: یہ کہ جب تک اُس کے رواۃ کی توثیق نہ ہو اُس وقت تک اس کی صحت یا حسن ثابت نہیں، اور حدیث ضعیف حسب تصریح اہل علم کسی حکم شرعی کے لئے مثبت نہیں ہو سکتی (۴)۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، قبیل مطلب فی طواف الزیارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۵۳۴، کراچی ۲/ ۵۱۵۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، قبیل مطلب فی طواف الزیارة، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۵۳۴، کراچی ۲/ ۵۱۵۔

(۳) وتقصير الكل مندوب، والرّبع واجب. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۵۳۴، کراچی ۲/ ۵۱۵)۔

(۴) ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد الضعيفة، ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف، والعمل به من غير بيان ضعفه في غير صفات الله تعالى والأحكام كالحلال والحرام وغيرهما، وذلك كالقصص فضائل الأعمال والمواضع وغيرهما مما لا تعلق له بالعقائد والأحكام، ومن نقل عنه ذلك. ابن حنبل وابن مهدي، وابن المبارك قالوا: إذا روينا في الحلال والحرام شددنا، وإذا روينا في الفضائل ←

ثانیاً: یہ کہ سیکنے کی یہ تفسیر جو سوال میں مذکور ہے محتاج دلیل ہے، خواہ لغت ہو یا نقل صحیح ہو، اور یہ دونوں امر بزمہ مستدل ہیں۔ تیسرے اس میں جزو کا لفظ بطور تخریر آیا ہے، اور جز کے معنی لغت اور استعمال میں مطلق کے ہیں مخصوص حلق کے ساتھ نہیں؛ بلکہ مخصوص بالوں کے ساتھ بھی نہیں، چنانچہ مشکوٰۃ باب الترجل میں حضرت انسؓ سے مروی ہے: فقالت: أمي لا أجزها (۱)۔ اور آگے اس کی علت فرمائی: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمدده. اور ظاہر ہے کہ یہ علت مقتضی عموم معنی جز کو ہے۔ اور شامک ترمذی میں حضرت مغیرہؓ سے مروی ہے: فأتني بجنب مشوي، ثم أخذ الشفرة فجعل يجزلي (۲)۔ اس میں دو نسخے ہیں: جاء اور جيم، اس سے عموم غیر شعر کے لئے ظاہر ہے۔ چوتھے ممکن ہے کہ یہ حکم مقید اس صورت کے ساتھ ہو کہ جب بال مانگ نکالنے کے قابل ہوں اور پھر مانگ نہ نکالی جائے جس کو سدل کہتے ہیں، جس کے باب میں حدیث میں آیا ہے:

← ونحوها تساهلنا. (تدريب الراوي، النوع الثاني والعشرون: المقلوب، شروط الأخذ بضعيف الإسناد، مكتبة نزار مصطفى الباز ۲/ ۴۸۸)

والظاهر أن العمل بالحديث الضعيف محله إذا لم يكن مخالفاً للحديث الصحيح أو الحسن، وسيأتي ما يخالفه من حديثه المتصل، ومن حديث علي كرم الله وجهه، وأيضاً إنما يعمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال الثابتة بأدلة الأخرى وههنا هذا الحكم ابتدائي الخ. (مرقاۃ المفاتيح، باب المسح على الخفين، الفصل الثاني، مكتبة إمداديه ملتان ۲/ ۸۳)

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: كانت لي ذؤابة فقالت لي أمي: لا أجزها، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمددها ويأخذها. (مشكوۃ شريف، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني، مكتبة أشرفيه ديوبند ۲/ ۳۸۲)

أبو داود شريف، كتاب الترجل، باب ماجاء في الرخصة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دار السلام رقم: ۴۱۹۶۔

(۲) عن المغيرة ابن شعبة قال: ضفت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة، فأتني بجنب مشوي، ثم أخذ الشفرة فجعل يجزلي بها منه، قال: فجاء بلال يؤذنه بالصلاة، فألقى الشفرة، فقال: ماله تربت يدها، قال: وكان شاربہ قد وفى، فقال له: أقصه لك على سواك أو قصه على سواك. (شمائل ترمذی، باب ماجاء في صفة إدام رسول الله صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ص: ۱۱)

فسدل النبي صلى الله عليه وسلم ناصيته، ثم فرق بعده. متفق عليه. كذا في المشكوة، باب الترجل (۱)۔

بخلاف اس صورت کے کہ چھوٹے چھوٹے بال ہوں، خواہ بڑھے نہ ہوں یا کٹا دیئے ہوں، اس صورت میں یہ حکم نہ ہو، چنانچہ افرقہ او جزہ علی سبیل التخییر فرمانا اس منع بالمعنی الاصطلاح (*) کی سند ہو سکتی ہے؛ کیونکہ تخییر موقوف ہے دونوں شقوں کے امکان عادی پر، اور امکان فرق موقوف ہے بالوں کے بڑے ہونے پر۔ پانچویں ممکن ہے کہ یونہی مخصوص ہو اس صورت کے ساتھ جب کہ اہل باطل کی وضع پر ہوں، جیسا اس وقت نئی فیشن ایجاد ہوئی ہے، یا یہ کہ کسی فساد کی نیت سے ہو، جیسا کہ دوسرے متعاطفات بھی اس پر دال ہیں، ورنہ لازم آتا ہے کہ مضغ علك اور قباء میں چاک دونوں پہلوؤں پر رکھنا بھی مطلقاً ناجائز ہو، ولا قائل بہ۔ پس ان وجوہ سے یہ اثر شخص یا مفسر جواز تفصیر کا نہیں ہو سکتا، بخلاف نہی عن القرع کے کہ بوجہ صحت حدیث کے اطلاق حلق کو مفید کر سکتا ہے، پس تفصیر فی نفسہ بحالہ جائز رہا؛ البتہ عارض تشبہ سے جہاں تشبہ لازم آتا ہو بعض صورتیں ممنوع ہو جائیں گی (۲)۔ هذا ما حضر لي الآن، ولعل الله يحدث بعد ذلك أمراً۔ واللہ اعلم۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲ ص ۱۷۲)

(*) والمراد اصطلاح المناظرة ۱۲۔ منه

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يحب موافقه أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه، وكان أهل الكتاب يسدلون أشعارهم، وكان المشركون يفرقون رؤوسهم فسدل النبي صلى الله عليه وسلم ناصيته، ثم فرق. (مشكوة شريف، كتاب اللباس، باب الترجل، مكتبة أشرفيه ديوبند ۲/ ۳۸۰)

بخاري شريف، كتاب اللباس، باب الفرق، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۷، رقم: ۵۶۸۴، ف: ۵۹۱۷۔

مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب في سدل النبي صلى الله عليه وسلم شعره وفرقه، النسخة الهندية ۲/ ۲۵۷، بيت الأفكار رقم: ۲۳۳۶۔

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱) ←

عورتوں کے بال کٹوانا

سوال (۲۶۰۰): قدیم ۴/۲۲۷ - اخبار زمیندار مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۲۹ء میں ایک فتویٰ علماء دہلی وغیرہ کا چھپا ہے، جس میں علاوہ اور خرافات اور دھوکہ دہی کے عورتوں کے سر کے بال کٹانے کا جواز صحیح مسلم (باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة) صفحہ ۱۲۸ سے نقل کیا ہے کہ بعض ازواج مطہرات بال کٹا کر مثل و فرہ کے کر دیتی تھیں (ولفظه يأخذن من رؤوسهن حتى تكون كالوفرة (۱)۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا عورتوں کے لئے بال کٹانے اور و فرہ کے مثل بنانے جائز ہیں یا نہیں؟ اور کسی صحیح حدیث کے اندر بال کٹانے سے صاف ممانعت ہے یا نہیں؟ اور صحیح مسلم کی حدیث کا محمل کیا ہے؟
الجواب: اس وضع مسئول عنہ کی حرمت پر دلائل صحیحہ قائم ہیں، اور جواز کی دلیل میں چند احتمالات ہیں؛ اس لئے حرمت ثابت اور جواز پر استدلال فاسد۔

امراؤں کا بیان یہ ہے کہ مٹی اس وضع کا یقیناً تشبہ بالنساء الکفار ہے، جو اہل وضع کو مقصود بھی ہے، اور اس میں تشبہ بالرجال بھی ہے، گو ان کو مقصود نہ ہو، اور اطلاق دلائل سے یہ تشبہ ہر حال میں حرام ہے (۲) خواہ اس کا قصد ہو یا نہ ہو، اور علاوہ تشبہ کے منع پر اور دلائل بھی قائم ہیں (کما سیاتی فی الجواب الآتی)

← قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۸/۲۵۵)

عون المعبود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، دار الکتب العربی بیروت ۴/۷۸۔
(۱) عن أبي سلمة بن عبد الرحمن قال: دخلت على عائشة أنا وأخوها من الرضاعة فسألها عن غسل النبي صلى الله عليه وسلم من الجنابة، فعدت بإناء قدر الصاع فاغتسلت وبيننا وبينها ستر وأفرغت على رأسها ثلاثاً، قال: وكان أزواج النبي صلى الله عليه وسلم يأخذن من رؤوسهن حتى تكون كالوفرة. (مسلم شریف، کتاب الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة، النسخة الهندية ۱/۴۸، بيت الأفكار رقم: ۳۲۰)

(۲) عن ابن عباس رضي قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهات ←

اور امر ثانی کا بیان یہ ہے کہ اولاً راوی نے اپنا مشاہدہ بیان نہیں کیا، اور گورامی حضرت عائشہؓ کے محرم ہیں، مگر نہ الفاظ حدیث شمول لعائشہ میں نص ہیں، نہ راوی دوسری ازواج کے محرم ہیں کہ شعور کا مشاہدہ کیا ہو، نہ کسی صاحب مشاہدہ کا نام لیتے ہیں، نہ صاحب مشاہدہ کا ثقہ غیر ثقہ ہونا معلوم نہ یہ معلوم کہ اُس نے تحقیق سے کہا ہے یا تخمین سے، بعض اوقات عورتیں بالوں کو ایسا متداخل کر لیتی ہیں کہ دیکھنے والے کو شبہ تخفیف شعور کا ہوتا ہے۔ ثانیاً: وفرہ بقول اصمعی لمہ سے اشبع ہے اور لمہ وہ ہے جو منکبین سے لگتا ہو (نقلہ النووی (۱)۔ پس وفرہ منکبین سے بھی نیچے ہوا، پھر ان شعور کو وفرہ نہیں کہا گیا۔ کالوفرہ یعنی مشابہ

← بالرجال من النساء، والمتشبهين بالنساء من الرجال. (ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ماجاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۸۴۔
أبوداؤد شریف، کتاب اللباس، باب في لبس النساء، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دار السلام رقم: ۴۰۹۷۔

بخاري شريف، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۴، رقم: ۵۶۵۶، ف: ۵۸۸۵۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه إمدادية ملتان ۸/ ۲۵۵)

وفي المجتبى: قطعت شعر رأسها أثمت ولعت زاد في البزازية: وإن بإذن الزوج؛ لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته والمعنى المؤثرة التشبه بالرجال. (الدرالمختار مع الشامی، الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۵۸۳-۵۸۴، کراچی ۶/ ۴۰۷)

(۱) الوفرة أشبع وأكثر من اللمة، واللمة ما يلم بالمنكبين من الشعر قاله الأصمعي. (شرح النووي على المسلم، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۸)

وفرہ کے کہا گیا، تو اس میں یہ بھی احتمال ہو گیا کہ وفرہ سے بھی نیچے ہوں؛ بلکہ غور کرنے سے بھی احتمال رائج بلکہ مثل متعین کے ہے؛ کیونکہ اگر وفرہ سے کم ہوتے تو اس کے لئے تو لغت موضوع ہے، مثلاً لمہ تو لمہ سے تعبیر کیا جاتا کہ لوفرہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور وفرہ سے زائد کے لئے کوئی لغت نہیں، اس لئے اس کو کالوفرہ سے تعبیر کیا گیا، اور اس حالت میں اس میں یقیناً ذوا لب وقرون بن سکتے ہیں، غایت مافی الباب اور عورتوں کے قرون و ذوا لب سے اس میں قدرے کمی اور تخفیف ہوگی، تو حدیث کا مدلول نفی قرون نہیں ہوا؛ بلکہ تخفیف شعور ہوا، چنانچہ نووی نے کہا ہے: فیہ دلیل علی جواز تخفیف الشعور للنساء اور غرض اس تخفیف سے ترک شعور زینت تھی کما قال له النووي:

عن عیاض ولعل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم فعلمن هذا بعد وفاته صلى الله عليه وسلم لتركهن التزين الخ (۱)۔
اور اس تخفیف کو اخذ کہنا صحیح، اور شعور کو من رؤسہن کہنا صحیح ہے۔
ثالثاً: اس سے قطع نظر علی سبیل التشریح ممکن ہے کہ اس زمانہ میں یہ وضع رجال و نساء کے درمیان مشترک ہو، پس کجا یہ وضع خبیث اور کجا صنیع ازواج مطہرات:

کار پا کاں راقیاس از خود مگیر ☆ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

معجزہ رابا سحر کردہ قیاس ☆ ہر دو برابر مکر بنہادہ اساس

اطلاع: کان هذا الجواب المذكور كتب أولاً في ثاني رمضان بعبارة أخرى، ثم بدل في عاشر شوال بهذه العبارة تفصيلاً وتسهيلاً. فقط

اس کے بعد ایک صاحب کا خط اسی کے متعلق آیا جو مع جواب ذیل میں منقول ہے

ایضاً

سوال (۲۶۰۱): قدیم ۲/۲۲۸ - مجھے ذاتی طور پر حالات حاضرہ کے مسائل کے متعلق جناب کی کتب اور خیالات سے کافی طور پر واقفیت حاصل ہے، اور پوری موافقت ہے، صرف ایک مسئلہ

(۱) شرح النووي علی المسلم، کتاب الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل

یعنی عورتوں کے بال کٹوانے کے متعلق مزید تحقیق مطلوب ہے، گو جناب کی تصانیف بہشتی زیور کے آخری حصہ اور صفائی معاملات میں بالوں کے احکام کے ضمن میں آپ کا فتویٰ موجود ہے، کہ کترانا حرام ہے، اور وہاں مجمل طور پر حدیث میں آنے کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن تسکین قلب کیلئے اگر اس حدیث کا حوالہ معلوم ہو جاوے تو جناب کا نہایت ہی شکر گزار ہوں گا، نیز ضروری ہے کہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی کہیں نہ کہیں اس کا ذکر ہوگا، اس کے لئے بھی توجہ فرما کر اس کتاب کا حوالہ عطا فرمادیں، اور اگر مزید طور پر اس مسئلہ پر اپنے محققانہ خیالات کا اظہار فرما سکیں تو باعث عنایت ہوگا؟

الجواب: في الدر المختار عن المجتبیٰ: قطعت شعر رأسها اثم ولعنت زاد فی البرازية وإن بأذن الزوج؛ لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، ولذا يحرم على الزوج قطع لحيته، والمعنى المؤثر التشبه بالرجال. اهـ (۱)۔ فی الأشباه، أحكام الأنثی: قوله: وتمنع عن حلق رأسها أي حلق شعر رأسها -إلى قوله- والظاهر أن المراد بحلق شعر رأسها إزالته سواء كان بحلق أو قص أو نتف أو نورة فليحرر، والمراد بعدم الجواز كراهية التحريم كما في مفتاح السعادة: ولو حلقت فإن فعلت ذلك تشبهاً بالرجال فهو مكروه؛ لأنها ملعونة. اهـ (۲)۔ وعن علي قال: نهى رسول الله ﷺ أن تحلق المرأة رأسها. رواه النسائي (مشكوة، باب الترجل (۳)۔ قلت: والحلق عام للقص أيضاً كما ذكر فشمله الحديث. والله اعلم.

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل: فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۸۳-۵۸۴، کراچی ۶/۴۰۷۔

(۲) الأشباه والنظائر مع شرحه الحموي، الفن الثالث: الجمع والفروق، أحكام الأنثی، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/۷۳۔

(۳) مشکوة شریف، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثالث، مکتبہ اُشرفیہ دیوبند ۲/۳۸۴۔
نسائی شریف، کتاب الزینة، النهی عن حلق المرأة رأسها، النسخة الهندية ۲/۲۳۴، دارالسلام رقم: ۵۰۵۲۔

ترمذی شریف، کتاب الحج، باب ماجاء فی کراهية الحلق للنساء، النسخة الهندية ۱/۱۸۲، دارالسلام رقم: ۹۱۴۔

اور اگر حلق عام بھی نہ ہوتا تب بھی چونکہ اس جدید فیشن میں اہل مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ سر کا پیچھے کا حصہ منڈایا بھی جاتا ہے تو حلق بالمعنی الخاص بھی اس کو شامل ہوتا، اور تشبہ کا عارض اس کے علاوہ ہے جس میں نہایت شدید وعیدیں وارد ہیں، اور جو وضع نصاً منہی عنہ ہے اس کو معلّل بعلت تشبہ کہنا بلا دلیل ہوگا۔ اس لئے وہ علی الاطلاق منہی عنہ نہ ہوگی، اس کا حکم تشبہ پر دائر ہوگا (۱)۔

۲۷/ رمضان ۱۴۲۷ھ (النور ذیقعدہ ۱۴ ص ۱۱)

سر پر بال رکھنا

سوال (۲۶۰۲): قدیم ۴/۲۲۹ - (۲) چہ می فرماید علمائے دین رحمہم اللہ درداشتن موئے سر و ترک آن آیا سنت است یا مستحب یا مکروہ؟ اگر سنت باشد فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم است پس مکروہ گفتن او را چہ حکم دارد و قائل کراہت را چہ حکم؟

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهات بالرجال من النساء، والمتشبهين بالنساء من الرجال. (ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ما جاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۸۴ - بخاري شريف، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۴، رقم: ۵۶۵۶، ف: ۵۸۸۵ - أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس النساء، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دار السلام رقم: ۴۰۹۷ -

ولو حلق المرأة رأسها فإن فعلت لوجع أصابها لا بأس به، وإن فعلت ذلك تشبها بالرجال فهو مكروه، كذا في الكبرى. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: في الختان والخصاء الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۸، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۴)

(۲) خلاصہ ترجمہ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین سر کے بال رکھنے اور کٹوانے سے متعلق کیا یہ سنت ہے یا مستحب، یا مکروہ؟ اگر سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی ہے تو اس کو مکروہ کہنا کیسا ہے؟ اور قائل کراہت کے سلسلہ میں کیا حکم ہے؟

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: (۱) سنت دومست: سنت عبادت وسنت عادت (۲) مطلق لفظ سنت بر قسم اول اطلاق کردہ می شود واستحقاق و وعدہ ثواب وترغیب بدان ہمیں قسم منوط سنت و قسم ثانی، ہم خالی از برکت ودلیل محبت بودن نیست؛ لیکن مقصود جز و دین نہ باشد و اگر ایں قسم نخل امرے از مقاصد دین در حق شخصے شود اورا

(۱) خلاصہ ترجمہ جواب: سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنت عبادت (۲) سنت عادت۔ مطلق لفظ سنت پہلی قسم کے لئے بولا جاتا ہے، اور ثواب کا حقدار ہونا اور ثواب کا وعدہ اور اس کی ترغیب اسی پہلی قسم سے متعلق ہے اور دوسری قسم بھی برکت سے خالی نہیں؛ بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل ہے، مگر دین میں مقصود نہیں ہوگا اور اگر یہ قسم کسی شخص کے حق میں مقاصد دین میں سے کسی چیز میں نخل بن رہی ہو تو اس کو قسم ثانی اختیار کرنے سے روکا جائے گا۔ اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سر کے بال رکھنا دوسری قسم یعنی سنت عادت میں سے ہے، بلا کسی وجہ کے اس کی کراہت کا حکم لگانا بے ادبی اور گناہ کا باعث ہے، اور اگر کوئی قابل قبول وجہ ہو جیسے کہ اگر کوئی سر کا بال رکھتا ہے تو اس کو بہت زیادہ سنوارنے اور بنانے میں لگ جاتا ہے، یا کسی کو غسل جنابت کے وقت پانی کے پہنچنے اور نہ پہنچنے میں شک و وسوسہ پیدا ہوتا ہو تو ایسے لوگوں کے لئے یقیناً بال کے کٹوانے کو ہی بہتر کہا جائے گا اور رکھنے کو مکروہ یعنی خلاف اولیٰ کہنا صحیح ہوگا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سر کی کھال تک پانی نہ پہنچنے سے متعلق وعید سنی ہے تب سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا۔

(۲) إن السنة ما واطب عليها النبي صلى الله عليه وسلم أو خلفاءه من بعده، وهي قسمان: سنة الهدى، وتركها يوجب الإساءة، والكرهية، كالجمعة والأذان، وسنة الزوائد، كسير النبي صلى الله عليه وسلم في لباسه وقيامه وقعوده، ولا يوجب تركها كراهية. (شامي، كتاب الصوم، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۳۳۵، کراچی ۲/ ۳۷۴-۳۷۵)

فالسنة عند الحنفية بالمعنى الفقهي نوعان: (أ) سنة الهدى: وهي ما تكون إقامتها تكميلاً للدين وتعلق بتركها كراهية أو إساءة، كصلاة الجماعة، والأذان، والإقامة ونحوها، وذلك لأن النبي صلى الله عليه وسلم واطب عليها على سبيل العبادة، وتسمى أيضاً السنة المؤكدة. (ب) سنن الزوائد: وهي التي لا يتعلق بتركها كراهية ولا إساءة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم فعلها على سبيل العادة، فإقامتها حسنة كسير النبي صلى الله عليه وسلم في لباسه وقيامه وقعوده وأكله ونحو ذلك. (الموسوعة الفهية الكويتية ۲۵/ ۲۶۵)

ازاں باز داشتہ شود پس باید دانست کہ موئے داشتن بر سر سنت از قسم ثانی ست بلا سبب حکم بکراہتس کردن
مورد ادب و موجب معصیت ست و اگر بوجہ معتد بہ چنانکہ کسے را از موئے سر داشتن انہماک در تزیین
پیش آید یا سوسہ در وصول آب در حالت غسل از جنابت و دغدغہ کند در حق ایں کس لاشک کہ سترنش اولی گفتم
شود و داشتن را مکروه بمعنی خلاف اولی گفتن صحیح باشد، چنانچہ حضرت علیؑ کہ از خلفائے راشدین ہستند کہ باتباع
ایشان مارا امر فرمودہ شدہ (۱) خودی فرمایند کہ ہر گاہ و عید آب نہ سیدن در جناب شنیدم سر خود را دشمن داشتہ (۲)
خلاصہ جواب آنکہ ایں موئے داشتن فی نفسہ اولی ست مگر جزو دین نیست و معارض خلاف اولی۔ واللہ اعلم
۱۰ شعبان ۱۳۲۱ھ (امداد ج ۲ ص ۱۵۶)

(۱) عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قال: وعظنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوما بعد صلاة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن
هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا يا رسول الله؟ قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة،
وإن عبدا حبشي، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا، وإياكم ومحدثات الأمور،
فإنها ضلالة، فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا
عليها بالنواجذ، (ترمذي شريف، كتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع،
النسخة الهندية ۲/ ۹۶، دار السلام رقم: ۲۶۷۶)

ابن ماجہ شریف، المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهندية
ص: ۵، دار السلام رقم: ۴۲۔

(۲) عن علي رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ترك
موضع شعرة من الجنابة لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار. قال علي رضي الله عنه: فمن
ثم عادية رأسي، فمن ثم عادية رأسي، فمن ثم عادية رأسي، وكان يجز شعره رضي الله
عنه. (أبو داود شريف، كتاب الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، النسخة الهندية ۱/ ۳۳،
دار السلام رقم: ۲۴۹)

ابن ماجہ شریف، أبواب التيمم، باب تحت كل شعرة جنابة، النسخة الهندية ص: ۴۴،
دار السلام رقم: ۵۹۹۔

حجامت اور ناخن بنوانا جمعہ سے پہلے یا بعد میں

سوال (۲۶۰۳): قدیم ۲/۲۲۹ - ناخن کٹانا، حجامت خط بنوانا وغیرہ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد افضل لکھا ہے (غایۃ الاوطار عن الاشاہ) بہشتی گوہر، صفائی معاملات میں قبل جمعہ بہتر لکھا گیا (اور یہی قیاس ہے) اختلاف کی وجہ کیا ہے، اور عمل کس پر کیا جاوے یا تاویل کیا ہے؟

الجواب: شامی نے بعد الجمعہ کے قول پر اعتراض کیا ہے۔ وهو مخالف لما نذكره قریباً فی الحدیث۔ پھر آگے حدیث بیہقی کی نقل کی ہے، جس میں قبل أن یروح إلى الصلوة مصرح ہے (۱)۔ پس ترجیح قبل الجمعہ کو ہوئی۔ جلد خامس ص ۴۰۰ - ۸ ربیع الاول ۱۲۳۲ھ (تمہ اولیٰ ص ۱۴۲)

موئے زیر لب کا حلق و نصف برابر ہے

سوال (۲۶۰۴): قدیم ۲/۲۳۰ - ایک کتاب میں نظر پڑی ہے (۲): در حلق و ترک موئے زیر لب کہ آنرا عقیقہ گویند اختلاف ست و افضل ترک آنست تا آنکہ در بعض روایات آمدہ کہ امیر المؤمنین عمرؓ قبول نکرد شہادت کسے کہ حلق می کرد آنرا، اما حلق طرفین عقیقہ لا بأس بہ است ہکذا فی مطالب المؤمنین و ذخیرہ۔ اور احیاء العلوم میں ہے:

(۱) ويستحب قلم أظفیره يوم الجمعة وكونه بعد الصلاة أفضل (در مختار) وفي الشامية: قوله: (وكونه بعد الصلاة أفضل) أي لتناله بركة الصلاة وهو مخالف لما نذكره قریباً فی الحدیث وله شاهد موصول عن أبي هريرة لكن سنده ضعيف، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقص شاربه ويقلم أظفاره يوم الجمعة قبل أن يروح إلى الصلاة، أخرجه البيهقي وقال عقبة قال أحمد: في هذا الإسناد من يجهل. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۸۱، کراچی ۶/ ۴۰۵)

(۲) خلاصہ ترجمہ: ہونٹ کے نیچے کے بال جس کو داڑھی بچہ کہتے ہیں، اس کے کاٹنے نہ کاٹنے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، افضل یہی ہے کہ نہ کاٹے حتیٰ کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی گواہی قبول نہیں کی جو داڑھی بچہ کاٹتا تھا، رہا داڑھی بچہ کے دونوں سائڈ کا کٹانا تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ مطالب المؤمنین اور ذخیرہ میں منقول ہے۔ اور احیاء العلوم میں ہے۔

ونتف الفنیکیں بدعة وهما جانباً العنفة شهد عند عمر بن عبد العزيز رجل كان ينتف فينكيه فرد شهادته (۱)۔

لہذا جواب طلب یہ امر ہے کہ نتف کے معنی اکھاڑنے کے ہیں، یا موٹڈ نے پر بھی استعمال ہو سکتا ہے؟
الجواب: حکم دونوں کا ایک ہی ہے (۲)۔ (تمہ خامسہ ص ۵۷)

حکم حلق موٹے زیریں لب

سوال (۲۶۰۵): قدیم ۲/۲۳۰ - ﴿۱﴾ خاکسار خط بنوانے میں سچی کے طرفین کا حلق کراتا ہے یہ ناجائز ہے یا جائز؟
الجواب: احتیاط اور معمول ترک حلق ہے (۳)۔

(۱) إحياء العلوم، ربع العبادات، قبيل كتاب أسرار الصلاة ومهماتھا، دارالمعرفة بيروت ۱/ ۱۴۴۔

(۲) یعنی داڑھی بچہ داڑھی کے حکم میں ہے؛ لہذا جس طرح اس کا اکھاڑنا جائز نہیں، اسی طرح اس کا موٹڈانا بھی جائز نہیں۔

نتف الفنیکیں بدعة وهما جانباً العنفة، وهي شعر الشفة السفلى كذا في الغرائب. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۸۳، کراچی ۶/ ۴۰۷)
نتف الفنیکیں بدعة وهما جانباً العنفة، وهي شعر الشفة السفلى كذا في الغرائب. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر الخ، قدیم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۸، جدید زكريا ديوبند ۵/ ۱۴۴)

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، الصلاة، باب الجمعة، دارالكتاب ديوبند ۵۲۶۔
قد ذكر العلماء في اللحية اثنتي عشرة خصلة مكروهة بعضها أشد قبحا من بعض -إلى قوله- السابعة: الزيادة فيها والنقص منها بالزيادة في شعر العذار من الصدغين أو أخذ بعض العذار في حلق الرأس ونتف جانبي العنفة وغير ذلك. (شرح النووي على المسلم، الطهارة، باب حصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۹)

(۳) تف الفنیکیں بدعة وهما جانباً العنفة، وهي شعر الشفة السفلى كذا في الغرائب. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۸۳، کراچی ۶/ ۴۰۷) ←

سوال: ﴿۲﴾ اگر ذخیرہ و مطالب المؤمنین کی نقل عبارت صحیح ہے تو جواز پایا جاتا ہے، اور اگر ثقف بمعنی حلق بھی مستعمل ہے تو تطبیق کی کیا صورت ہے اور مفتی بہ مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: مفتی بہ ہونے کی تحقیق کے لئے مراجعت کتب کی ضرورت ہے جس کی فرصت نہیں۔

پورے سرمنڈانے کے مسنون ہونے پر اعتراض کا جواب

سوال (۲۶۰۶): قدیم ۲/۲۳۰ - بہشتی گوہر مطبوعہ انتظامی پریس کانپور ۱۳۳۵ھ کے صفحہ ۱۳۹ پر جناب کی یہ عبارت درج ہے: کہ پورا سرمنڈا دینا سنت ہے، اس کی بابت گزارش یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بجز موقع حج کے اور کبھی سرمنڈانا حدیث یا سیر کی کسی کتاب میں درج ہے؟

الجواب: مطلب یہ ہے کہ اگر سرمنڈا اے تو سنت یہ ہے کہ پورا سرمنڈا اے، بعض کا منڈانا بعض نہ منڈانا خلاف سنت ہے (۱)۔

← قد ذكر العلماء في اللحية اثنتي عشرة خصلة مكروهة بعضها أشد قبحا من بعض - إلى قوله - السابعة: الزيادة فيها والنقص منها بالزيادة في شعر العذار من الصدغين أو أخذ بعض العذار في حلق الرأس وتنف جانبي العنفة وغير ذلك. (شرح النووي على المسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۹)

تنف الفنيكين بدعة وهما جانباً العنفة، وهي شعر الشفة السفلى كذا في الغرائب. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر الح، قدیم زکریا دیوبند ۵/ ۳۵۸، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۱۴)

حاشیة الطحطاوي علی مراقی الفلاح، الصلاة، باب الجمعة، دارالکتاب دیوبند ۵۲۶۔
(۱) عن ابن عمر أن النبي ﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (أبو داود شريف، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذؤابة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دارالسلام رقم: ۴۱۹۵)

عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع، قال: قلت لنافع: وما القزع؟ قال: يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۳، بيت الأفكار رقم: ۲۱۲۰) ←

اور مطلب یہ نہیں کہ پورا سر منڈانا بمقابلہ سر نہ منڈانے کے سنت ہے (۱)۔

۱۹ شوال ۱۳۳۳ھ (ترجیح خامس، ص ۱۵۹)

← عن نافع مولى عبيد الله أنه سمع ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن القزع، قال عبيد الله: قلت: وما القزع؟ فأشار لنا عبيد الله قال: إذا حلق الصبي وترك هاهنا شعرة وهاهنا وهاهنا، فأشار لنا عبيد الله إلى ناصيته وجانبي رأسه، قيل لعبيد الله: فالجارية والغلام؟ قال: لا أدري، هكذا قال: الصبي، قال عبيد الله: وعاذته، فقال: أما القصة والقفا للغلام فلا بأس بهما، ولكن القزع أن يترك بناصيته شعر وليس في رأسه غيره، وكذلك شق رأسه هذا وهذا. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب القزع، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۷، رقم: ۵۶۸۷، ف: ۵۹۲۰)

نسائي شريف، كتاب الزينة من السنن، الرخصة في حلق الرأس، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۴، دار السلام رقم: ۵۰۵۱۔

(۱) بلکہ سر نہ منڈانا منڈانے کے مقابلہ میں افضل و مستحب ہے۔

عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا توضع النواصي إلا في حج أو عمرة. (المعجم الأوسط للطبراني، دار الكتب العلمية بيروت ۶/ ۴۸۰، رقم: ۹۴۷۵)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يخرج ناس من المشرق، ويقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم إلى فروقه، قيل: ما سيماهم؟ قال: سيماهم التحليق أو قال: التسييد. (بخاري شريف، كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر والمنافق، وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۲۸، رقم: ۷۲۶۱، ف: ۷۵۶۲)

قال القاري تحت حديث: "أو اتركوا كله" فيه إشارة إلى أن الحلق في غير الحج والعمرة جائز، وإن الرجل مخير بين الحلق وتركه لكن الأفضل أن لا يحلق إلا في أحد النسكين كما كان عليه صلى الله عليه وسلم مع أصحابه رضي الله عنهم، وانفرد منهم علي كرم الله وجهه كما سبق أول الكتاب. (مرقاة، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان ۸/ ۲۹۴) ←

داڑھی کا فلسفہ اور اس کے رکھنے کا حکم

سوال (۲۶۰۷): قدیم ۴/۲۳۱ - از افادات مبارکہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند مدظلہ العالی، مسلم قوم ایک مستقل و ممتاز ملت ہے، جو تمام اقوام و ملل سے بالکل علیحدہ فطرت سلیمہ کی حامل و مالک ہے، خدا نے اس کو اقوام عالم پر شاہد و عادل بنا کر بھیجا ہے:

كذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (۱)۔ كنتم خيرا أمة اخرجت للناس (۲)۔

ہم نے تم کو ایک ایسی اُمت بنایا ہے کہ جو نہایت اعتدال پر ہے، تاکہ لوگوں پر شاہد ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) شاہد ہوں۔ تم لوگ بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن آہ! کہ یہ قوم اپنی دینی و مذہبی خصوصیات تو عرصہ ہوا کھو چکی تھی، آج اپنی تمدنی و معاشرتی امتیازات کو بھی فنا کرتی جا رہی ہے، رسم و رواج میں اہل وطن (ہندو) کی اتباع تمدن و معاشرت میں اہل مغرب (انگریزوں) کی تقلید مسلمان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی جا رہی ہے۔

آج جب کہ دنیا کی ہر قوم اپنی زندگی اور اپنی قومی و ملی خصوصیات کے بقاء و تحفظ کے لئے سرگرم عمل نظر آ رہی ہے، مسلمان اپنی قومی و ملی خصوصیات و امتیازات کو فرنگیت کے بھینٹ چڑھا کر ان ہی میں جذب ہوتی جا رہی ہے۔

← قال الطيبي: وفيه دلالة أن المداومة على خلق الرأس سنة؛ لأنه صلى الله عليه وسلم قرره ولأن علياً رضي الله عنه من الخلفاء الراشدين الذين أمرنا بمتابعة سنتهم اه، ولا يخفى أن فعله كرم الله وجهه إذا كان مخالفاً لسنته عليه الصلاة والسلام وبقية الخلفاء من عدم الحلق إلا بعد فراغ النسك يكون رخصة لا سنة. والله تعالى أعلم. ثم رأيت ابن حجر نظر في كلام الطيبي وذكر نظير كلامي وأطال الكلام فيه. (مرقاة، باب الغسل، الفصل الثاني، مكتبته إمداديه ملتان ۲/ ۳۸)

(۱) سورة البقرة، رقم الآية: ۱۴۳۔

(۲) سورة آل عمران، رقم الآية: ۱۱۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یا للعجب! کل جو قوم اقوام عالم کے لئے جاذب و مصلح تھی، وہ آج کس سرعت کے ساتھ دوسروں میں جذب ہوتی جا رہی ہے، اور اسی کو معیار ترقی خیال کیا جاتا ہے؛ حالانکہ اہل بصیرت کے نزدیک یہ انتہائی تزل و انحطاط اور قومیت کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ تر کستان است
 داڑھی اسلام کے اہم شعراء میں سے ہے؛ بلکہ انسانی و فطری اصول سے خواص رجولیت میں سے ہے؛ لیکن افسوس کہ سب سے زیادہ مسلمان ہی اس کی صفائی کے درپے ہیں اور اس طور سے قومی و ملی امتیاز سے قطع نظر فطرت و انسانیت کے لئے بھی مضحکہ خیزی کا ذریعہ بن رہی ہے۔

حال میں میرٹھ کالج کے ایک گریجویٹ کا ایک خط حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں آیا تھا، جس میں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اسلامی تمدن و معاشرت کی پابندی خصوصاً داڑھی رکھنے کی مشکلات کے اظہار کے ساتھ داڑھی کے دینی و دینیو مصالح اور حکم بھی دریافت کئے تھے۔
 حضرت مولانا نے باوجود عدیم الفرستی و نقاہت کے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا وہ داڑھی کے فلسفہ پر ایک محققانہ تبصرہ ہے، جس کو ہم ناظرین کے استفادہ کے لئے شائع کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں۔

مکتوب آمدہ از میرٹھ

جناب مولانا صاحب سلامت! آداب کے بعد عرض ہے کہ میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ اپنے کثیر مشاغل کے باوجود مجھ پر کرم فرما کر جواب سے نوازیں گے؟
 میں میرٹھ کالج میں پڑھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ شریعتِ حقہ کی پابندی کروں، ان ہی شرعی پابندیوں میں سے داڑھی ہے، الحمد للہ کہ میں ابھی تک رکھے ہوئے ہوں، مگر مولانا صاحب میں داڑھی رکھ کر سخت پریشان ہو گیا ہوں؛ کیونکہ کالج کی فضا میں داڑھی رکھنا گویا کہ سب احباء کا مذاق اور طعنہ ہائے دل خراش مول لینا ہے، احباء کہتے ہیں کہ:

(۱) داڑھی سے آدمی بُرا اور جنگلی معلوم ہوتا ہے۔

(۲) گو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی تھی، مگر چونکہ اس وقت عرب میں رواج تھا؛ اس لئے رکھی تھی، مگر اب رواج نہیں اس لئے کوئی ضروری چیز نہیں۔

(۳) آج کل مقابلہ کے امتحانات میں داڑھی کی وجہ سے ناکامیابی ہوتی ہے؛ اس لئے کہ متحن یہ سمجھتا ہے

کہ اس کی عمر زیادہ ہے، یا یہ کہ یہ اولڈ فیشن کا آدمی ہے۔

بہر حال یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان معترضین سے یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی کافی نہیں ہوتا؛ اس لئے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آپ دین و دنیا کے ماہر ہیں، آپ داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی حکمتیں بتلائیں، تاکہ میں اوروں کو بھی بتا سکوں، واقعہ یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں مسنون ہے، مگر اب ضروری نہیں؛ اس لئے بھی آپ کے فتویٰ کا منتظر ہوں اور اسی پر عمل کروں گا۔ فقط

جواب از حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم المقام زید مجدکم

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں نہایت ہی عدیم الفرصت ہوں، پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ بعض بیماریوں میں مبتلا ہو گیا، آج کچھ طبیعت سنبھلی ہوئی ہے، تو مختصر کچھ عرض کرتا ہوں، مگر مقصد پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید پر آنجناب غور فرمائیں۔

یونین فارم کی سیاسی حیثیت

(الف) ہر نظام سلطنت میں مختلف شعبوں کے لئے کوئی نہ کوئی یونین فارم مقرر ہے، پولیس کا یونین فارم اور ہے، فوج کا اور ہے، سوار کا اور ہے، پیادہ کا اور ہے، بڑی فوج کا اور ہے، بحری فوج کا اور ہے، ڈاک خانہ کا اور ہے، ریلوے کا اور ہے، پھر افسروں کا اور ہے، ماتحتوں کا اور ہے، پھر اس پر مزید تاکید اور سختی یہاں تک ہے کہ ڈیوٹی ادا کرتے وقت اگر یونین فارم میں کوئی ملازم نہیں پایا جاتا تو مستوجب سزا شمار کیا جاتا ہے، خاص بادشاہی فوجیوں کا اور ہی یونین فارم ہے، ندما اور وزراء مقررین کا اور ہے، یہ حال تو صرف ایک ہی سلطنت کا ہے کہ مختلف شعبوں میں علیحدہ علیحدہ یونین فارم رکھا جاتا ہے، اور جس طرح ڈیوٹی دینے والا بغیر یونین فارم مجرم قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی دوسرے شعبہ کا یونین فارم پہن کر آجائے اور افسروں کو اطلاع ہو جائے تو وہ بھی اسی طرح یا اس سے زیادہ مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

جس طرح بغیر یونین فارم کے آنے والا ملازم مجرم قرار دیا جاتا ہے، اور جس طرح یہ امر ایک نظام سلطنت اور حکومت میں ضروری خیال کیا جاتا ہے، اسی طرح اقوام و ملل میں بھی ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اگر

آپ تفحص کریں گے تو انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریلیا، امریکہ وغیرہ میں پائیں گے کہ وہ اپنے اپنے نشانات، جھنڈے، یونیفارم علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں، واقف کار شخص ہر ایک کے سپاہی کو دوسرے سے تمیز کر سکے گا، اور اسی سے میدان جنگ اور ملکی سیاسی مقامات میں امتیاز کیا جاتا ہے، ہر قوم اور ہر ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانوں کو محفوظ رکھنا از حد ضروری سمجھتی ہے؛ بلکہ بسا اوقات اس میں خلل پڑنے سے سخت سے سخت وقائع پیش آ جاتے ہیں۔ کسی حکومت کے جھنڈے کو گرا دیجئے کوئی تو ہین کر دیجئے کہیں سے اکھاڑ دیجئے، دیکھئے کس طرح جنگ کی تیاری ہو جاتی ہے۔ یہ یونیفارم صرف لباس ہی میں نہیں ہوتا؛ بلکہ کبھی کبھی جسم میں بھی بعض بعض علامتیں رکھی جاتی ہیں، بعض قوموں میں ہاتھ میں یا جسم میں گودنا گودا جاتا ہے، بعض میں کان میں یا ناک میں چھید کر کے حلقہ ڈالا جاتا ہے، بعض میں بال باقی رکھے جاتے ہیں، بعض میں سر پر چوٹی رکھی جاتی ہے۔

ترک شعار کے نتائج

الغرض یہ طریقہ امتیاز شعبہ مختلف اور اقوام و حکومت اور ملل کا ہمیشہ سے اور تمام اقوام میں اطراف عالم میں چلا آتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو کوئی محکمہ اور کوئی قوم اور کوئی حکومت دوسرے سے میٹزنہ ہو سکے، ہم کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فوجی ہیں، یا ملکی، پولیسمن ہے یا ڈاکیہ، یا ریلوے کا ملازم ہے یا بحری جہازوں کا افسر ہے، یا ماتحت جرنیل ہے یا منیجر، اسی طرح ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ شخص روسی ہے یا فرانسیسی، امریکن ہے یا آسٹرین وغیرہ وغیرہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس کا لحاظ ضروری سمجھا گیا ہے۔

(ب) جو قوم اور جو ملک اپنے یونیفارم کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں، مغرب ہو گئی، حتیٰ کہ اس کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا، اسی ہندوستان میں یونانی آئے، سنہین آئے، افغان آئے، آریہ آئے، تاتاری آئے، ترک آئے، مصری اور سوڈانی آئے، مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں، آج اُن میں سے کیا کوئی ملت یا قوم باقی ہے؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتلائی جاسکتی ہے؟ سب کے سب ہندو قوم میں جذب ہو گئے۔

وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اکثریت کے یونیفارم کو اختیار کر لیا، دھوتی، چوٹی، ساڑھی رسم و رواج وغیرہ میں انہی کے تابع ہو گئے؛ اس لئے اُن کی ہستی مٹ گئی، باوجود اختلاف عقائد کے سب کو ہندو قوم کہا جاتا ہے، اور کسی کی قومی ہستی جس سے اس کی امتیازی شان ہو باقی نہیں۔

ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم کو قائم رکھا وہ آج اپنی قومیت اور ملکیت کا تحفظ اور امتیاز رکھتے ہیں، پرشین قوم ہندوستان میں آئی، ہندو قوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا، عورتوں کا یونیفارم بدلوا دیا، معیشت اور زبان بدلوا دی، مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی، بالآخر آج وہ زندہ قوم اور موجود و ممتاز ملت ہیں، سکھوں نے اپنی امتیازی وردی قائم کی، سر اور داڑھی کے بالوں کو محفوظ رکھا، آج اُن کی قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے، اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے، انگریز سو لھویں صدی کے آخر میں آیا، تقریباً ڈھائی سو برس گذر گئے، نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے، مگر اُس نے اپنا یونیفارم کوٹ، پتلون، ہیٹ، کالر، ٹکٹائی، اس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑا، یہی وجہ ہے کہ اس کو پینتیس کروڑ والا ملک اپنے میں ہضم نہ کر سکا، اس کی قوم اور ملت علیحدہ ملت ہے، اس کی ہستی دنیا میں قابل تسلیم ہے، مسلمان اس ملک میں آئے ہیں اور تقریباً ایک ہزار برس سے زائد ہوتا ہے کہ جب سے آئے ہے اگر وہ اپنے خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو آج اسی طرح ہندو قوم میں نظر آتے جیسے کہ مسلمانوں سے پہلے آنے والی قومیں ہضم ہو کر اپنا نام و نشان مٹا گئیں، آج بجز تاریخی صفحات کے اُن کا نشان گرہ زمین پر نظر نہیں آیا۔

مسلمانوں نے نہ صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا؛ بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنا یونیفارم پہنانا چاہا، چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے، صرف یہی نہیں کہ پاجامہ، گرتہ، عبا، قبا، عمامہ، دستار محفوظ رکھا، بلکہ اسماء رجال و نساء، تہذیب و کلچر، رسم و رواج، زبان و عمارت وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا؛ اس لئے اُن کی ہستی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی، اور جب تک اس کی مراعات رہیں گی، رہیں گے، اور جب چھوڑیں گے مٹ جائیں گے۔

ترقی اقوام و ملل کا راز

(ج) ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اس کی کوشش کی ہے کہ اس کا یونیفارم، اس کا کلچر، اس کا مذہب، اس کی زبان دوسروں پر غالب اور دوسرے ممالک و اقوام میں پھیل جائے، آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو، کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلاب کو غور سے دیکھو، دور کیوں جاتے ہو عربوں اور مسلمانوں کے اولو العزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں، زبان عربی صرف ملک عرب کی زبان تھی، عراق، سیرہ، فلسطین، مصر، سوڈان، الجزائر، ٹونس، مراکش، فارس، صحرا الیہا، سنگال، حرت وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا، نہ مذہب اسلام

سے، نہ اسلامی رسم و رواج سے، مگر عربوں نے ان ملکوں میں اس طرح اپنی زبان، اپنا کلمہ، اپنی تہذیب جاری کر دی کہ وہاں کی غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم اسی کلمہ، اسی تہذیب، اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں، اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں، عربی خاندان، ترکی برادریں، بڑی بڑی ذاتیں وغیرہ وغیرہ، ان دیار میں سب کی سب منہضم ہو گئی ہیں، اگر کسی کو اپنی ذات اور خاندان کا کچھ علم بھی ہے تو وہ بھی خیال خواب ہے، سب کے سب اپنے کو عرب ہی سمجھتے ہیں۔ اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں، انگلستان کو دیکھئے یہ اپنے جزیرہ سے نکلتا ہے، کنیڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوز لینڈ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کر کے اپنی زبان اپنا کلمہ، اپنی تہذیب، اپنا مذہب، اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے، جو لوگ اس کے مذہب میں داخل بھی نہیں ہوتے وہ بھی اس کی تہذیب اور فیشن میں منجذب ہو جاتے ہیں، اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی پذیر ہے، ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر اپنی وہ مُردہ زبان سنسکرت جس کو تاریخ کسی طرح عام زبان ہندوستان یا کم از کم آریہ نسل کی نہیں بتا سکتی، آج اس کی اشاعت کی کوشش کر رہی ہے، اس کا لیکچر ارکھڑا ہوتا ہے، اور فی صدی پچاس یا اس سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو ناقابل فہم بنا دیتا ہے، خود اس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی، اور بالخصوص اُس کا مذہبی واعظ تو تقریباً اسی نوے فی صدی الفاظ سنسکرت اور بھاشا کے بولتا ہے، مگر بات یہ ہے کہ اس کی قوم اس کو بنظر استحسان ہی دیکھتی ہے، بڑے بڑے گروکل اور دیا پیٹھ اس زبان مُردہ کو زندہ کرنے کے لئے جاری کئے جا رہے ہیں، حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا موجود نہیں ہے، اور غالباً پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک کی زبان نہ تھی، وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ تمام ہندوستان میں اسی کے قدیمی رسم خط کو جاری کیا جائے، حالانکہ وہ نہایت ناقص رسم خط ہے، وہ اپنی انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے، ایم، ایل، سی، ایم، ایل، اے، اسمبلی کا پریسیڈنٹ، کونسل کا پریسیڈنٹ، اس کی قوم کا جج، ڈپٹی، کلکٹر وغیرہ وغیرہ دھوتی باندھ کر سر کھول کر، قمیص پہن کر برسرِ اجلاس آتا ہے، حالانکہ دھوتی میں پاجامہ سے بدرجہا زیادہ کپڑا خرچ ہوتا ہے، پردہ بھی پورا نہیں ہوتا، سردی اور گرمی سے بھی پوری حفاظت نہیں ہوتی، باوجود ان سب امور کے پاجامہ پہننا اختیار نہیں کرتا، چوٹی سر پر رکھنا، جینیو لگانا، ضروری سمجھتا ہے، یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا یہ قومی شعار، قومی یونیفارم نہیں ہے؟ کیا اسی وجہ سے وہ اپنی ہستی کی صورت نہیں نکال رہا ہے؟ گرونا تک اور اس کے اتباع نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں، تو بال کا نہ منڈانا، داڑھی کا نہ کتر وانا، یا نہ منڈانا لوہے کے کڑے کا پہننا، کرپان کا رکھنا

قومی یونیفارم بنادیا، آج اسی شعار پر سکھ قوم مری جاتی ہے، اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکالیف سہتی ہے، مگر بالوں کا کتر وانا یا منڈانا قبول نہیں کرتی، اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے دنیا سے اُس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اُتر جائے گی۔

داڑھی اسلام کا شعار ہے

مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہو سکتا ہے اور باقی جب ہی رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے لئے خصوصیات وضع قطع میں، تہذیب و کلچر میں، بود و باش میں، زبان اور عمل میں اختیار کر لے؛ اس لئے ضروری تھا کہ مذہب اسلام جو کہ اپنے عقائد، اخلاق و اعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہب دنیاویہ اور تمام اقوام عالم سے بالاتر تھا، اور ہے، خصوصیات اور یونیفارم مقرر کرے، اور ان کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہو، ان کے لئے جان لڑا دے، اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الہی بندوں کی یونیفارم ہوں، جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے، اور ان کی بناء پر باغیان بارگاہ الوہیت میں تمیز ہوا کرے، چنانچہ یہی راز من تشبہ بقوم فهو منهم (۱) کا ہے، بسا اوقات نو جوانوں کو بہت غصہ آ جاتا ہے، اسی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعداروں کے لئے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمائے، کہیں فرمایا جاتا ہے ”ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے۔ فرق ما بیننا وبين المشرکین العمام علی القلانس (أو کما قال (۲)۔

(۱) أبوداؤد شریف، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲ / ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱۔

(۲) عن أبي جعفر بن محمد بن علي بن ركانة عن أبيه أن ركانة صارع النبي صلى الله عليه وسلم فصصره النبي صلى الله عليه وسلم قال ركانة: وسمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: فرق ما بيننا وبين المشركين العمام علی القلانس. (أبوداؤد شریف، کتاب اللباس، باب فی العمام، النسخة الهندية ۲ / ۵۶۳، دار السلام رقم: ۴۰۷۸)

ترمذی شریف، کتاب اللباس، باب العمام علی القلانس، النسخة الهندية ۱ / ۳۰۸، دار السلام رقم: ۱۷۸۴۔

اسی بناء پر مخالفتِ اہل کتاب مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی ہے (۱)۔ اسی بناء پر ازار اور پاجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم کیا گیا، تاکہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے (۲)۔ اسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں، جن کے بیان میں بہت طول ہے اور جن میں یہودیوں سے، نصاریٰ سے مجوسیوں سے، مشرکوں سے امتیاز اور علیحدگی کا حکم کیا گیا ہے، اور ان امور کو ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مردوں اور مردوں کو عورتوں سے علیحدہ علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، اور عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد اور مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت کو لعنت کی گئی (۳)۔ انہی امور میں سے عربی میں خطبہ جاری کرنا بھی ہے، اور انہی امور میں سے مونچھ کا منڈوانا اور کتر وانا اور داڑھی کا بڑھانا بھی ہے۔

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه، وكان أهل الكتاب يسدلون أشعارهم، وكان المشركون يفرقون رؤسهم فسدل النبي صلى الله عليه وسلم ناصيته، ثم فرق بعد. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب الفرق، النسخة الهندية ۲ / ۸۷۷، رقم: ۵۶۸۴، ف: ۵۹۱۷)

مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب في سدل النبي صلى الله عليه وسلم شعره وفرقه، النسخة الهندية ۲ / ۲۵۷، بيت الأفكار رقم: ۲۳۳۶۔

والذي جزم به القرطبي أنه كان يوافقهم لمصلحة التأليف محتمل، ويحتمل أيضا وهو أقرب أن الحالة التي تدور بين الأمرين لا ثالث لهما إذا لم ينزل على النبي صلى الله عليه وسلم شيء كان يعمل فيه بموافقه أهل الكتاب؛ لأنهم أصحاب شرع بخلاف عبده الأوثان، فإنهم ليسوا على شريعة فلما أسلم المشركون انحسرت المخالفة في أهل الكتاب فأمر بمخالفتهم. (فتح الباري، كتاب اللباس، باب الفرق، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۰ / ۴۴۴)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطراً. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، النسخة الهندية ۲ / ۸۶۱، رقم: ۵۵۶۰، ف: ۵۷۸۸)

مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب تحريم إسبال الإزار الخ، النسخة الهندية ۱ / ۷۱، بيت الأفكار رقم: ۱۰۶۔

(۳) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهات ←

(۱) صحیح بخاری اور مسلم میں ہے: خالفوا المشركين، وفروا اللحى، واعفوا الشوارب.
مسلم (۱)۔ جزو الشوارب وارحو اللحى خالفوا المجوس. بخاری، ص ۸۷۵ (۲)۔
من لم يأخذ من شاربه فليس منا. (ترمذی، نسائی (۳)۔

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوس داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے، جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے، اور یہ امر اُن کے مخصوص یونیفارم میں داخل تھا، بنا بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کا جو کہ اُن کے یونیفارم کے خلاف ہو، حکم کیا جائے، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا داڑھی بڑھانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل اُس زمانہ میں عرب کے اس رواج کی وجہ سے ہے جو کہ اس میں جاری تھا کہ داڑھیاں بڑھاتے تھے، اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے؛ بلکہ اس زمانہ میں بھی مخالفین اسلام کا یہ شعار تھا۔

جس طرح اس قسم کی روایات مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوس کا تھا؛

← بالرجال من النساء، والمتشبهين بالنساء من الرجال. (ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب

ما جاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۲ / ۱۰۶، دار السلام رقم: ۲۷۸۴۔

أبو داؤد شریف، کتاب اللباس، باب في لبس النساء، النسخة الهندية ۲ / ۵۶۶،
دار السلام رقم: ۴۰۹۷۔

(۱) مسلم شریف، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱ / ۱۲۹، بیت
الأفکار رقم: ۲۵۹۔

(۲) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب إعفاء اللحية، النسخة الهندية ۲ / ۸۷۵، رقم:
۵۶۶۴، ف: ۵۸۹۳۔

(۳) عن زيد بن أرقم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من لم يأخذ من شاربه
فليس منا. (ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ما جاء في قص الشارب، النسخة الهندية ۲ /

۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶۱)

نسائی شریف، کتاب الزينة من السنن، إحقاء الشارب، النسخة الهندية ۲ / ۳۰۸،
دار السلام، رقم: ۵۰۵۰۔

اس لئے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف یونین فارم دیا جائے، تاکہ تمیز کامل ہو، اسی طرح حدیث عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللَّحْيَةِ الْخ (ابوداؤد ص ۸ وغیرہ (۱) بتلار ہی ہے کہ خداوندی کے خاص خاص مقربین اور ندیموں (انبیاء اور مرسلین علیہم السلام) کے یونین فارم میں سے مونچھوں کا کتر وانا اور داڑھی کا بڑھانا؛ کیونکہ فطرت انہی امور کو اس جگہ میں کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے ہے، جیسا کہ بعض روایتوں میں بجائے لفظ فطرت کے (من سنن) یا اس کا ہم معنی موجود ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یہ خاص یونین فارم اور شعار ہے جو کہ مقربان بارگاہ الوہیت کا ہمیشہ سے یونین فارم رہا ہے، اور پھر دوسری قومیں اس کے خلاف کو اپنا یونین فارم بنائے ہوئے ہیں (جو کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑ نیوالی اور اس سے بغاوت کرنیوالی ہیں) اس لئے دو وجہ سے اس یونین فارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا۔

(۲) علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسب اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہئے کہ وہ اپنے آقا کا سارنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت، سیرت، فیشن کلچر وغیرہ بنائے، اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے، اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے؟ واقعات کو دیکھئے، اس بناء پر بھی جو ان کے خصوصی شعار اور فیشن ہیں ہم کو ان سے انتہائی متفرق ہونا چاہئے، خواہ وہ کرزن فیشن ہوں یا گلیڈ اسٹون فیشن ہوں، خواہ وہ فرینج ہو یا امریکن، خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے، خواہ وہ زبان سے متعلق ہو یا تہذیب و عادات سے، ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری ہوتی ہیں، اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری، بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں۔

اس لئے ہماری جدوجہد یہ ہونی چاہئے کہ ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی بنیں نہ کہ غلامان کرزن و ہارڈنگ، فرانس و امریکہ وغیرہ۔

(۱) أبوداؤد شریف، کتاب الطہارۃ، باب السواک من الفطرۃ، النسخۃ الہندیۃ ۸/۱،

دارالسلام رقم: ۵۳۔

ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ماجاء فی تعلیم الأطفال، النسخۃ الہندیۃ ۲/۱۰۴،

دارالسلام رقم: ۲۷۵۷۔

باقی رہا امتحان مقابلہ یا ملازمتیں یا ایک آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو یہ نہایت کمزور امر ہے کہ سکھ امتحان مقابلہ بھی دیتے ہیں، چھوٹے اور بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں، اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں، کوئی اُن کو ٹیڑھی اور بینکی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا، باوجود اپنے قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لئے ہوئے غرار ہے ہیں، اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد و خاندان پائے جاتے ہیں، پٹیل کی داڑھی کو دیکھئے، اور برہمنوں سماج وغیرہ کے بہت سے بنگالیوں اور گجراتیوں کا معائنہ کیجئے، یہ سب باتیں ہماری کمزوریوں کی ہیں۔ فقط (النور ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ ص ۷)

نومسلم کے ختنہ کا حکم

سوال (۲۶۰۸): قدیم ۲/۲۳۸ - جو لوگ ہندو سے مسلمان ہوتے ہیں اُن کے ختنہ کرا دیئے جائیں تو واپسی سے یعنی ارتداد سے ایک قسم کی روک ہو جاتی ہے؛ لیکن پردہ فرض ہے اور ختنہ مسنون ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو بالغ اشخاص مسلمان ہوئے اُن کے ختنہ کرانا کہیں نظر سے نہیں گذرا، جناب کو زیادہ واقفیت ہوگی۔ امید ہے کہ جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

الجواب: زمان برکت اقرار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس کے متعلق کوئی نقل صریح نظر سے نہیں گذری؛ لیکن نصوص میں اطلاق ہے، اور صغیر اور کبیر میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے (۱)۔ اسی سے بعض فقہاء نے ختان کبیر کو بھی لکھا ہے، اور بشرط امکان نکاح خاتنہ یا شرائع خاتنہ کا حکم کیا ہے۔ اور جب یہ معتذر ہو اس شرط کو بھی ساقط کیا ہے۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الفطرة خمس: الختان، والاسْتِحْدَاد، وقصّ الشارب، وتقليم الأظفار، ونتف الآباط. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۲، ف: ۵۸۹۱) مسلم شريف، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۵۷۔

ترمذی شریف، کتاب الأدب، باب ماجاء فی تقليم الأظفار، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۴، دار السلام رقم: ۲۷۵۶۔ ←

کذا في كتاب الحظر والإباحة من الدر المختار ورد المختار (۱)۔ اور فرض ستر ضرورت میں ساقط ہو جاتا ہے، اور سنت کی ضرورت مباح کی ضرورت سے بڑھ کر ہے، اور تداویٰ محض مباح ہے اس کے لئے نظر اور مس جائز ہے تو اس کے لئے بالاولیٰ (۲)۔

۱۵/ ذیقعد ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۳۵)

← ابن ماجہ شریف، کتاب الطہارۃ، باب الفطرۃ، النسخۃ الہندیۃ ص: ۲۵، دار السلام رقم: ۲۹۲۔

نسائی شریف، کتاب الزینۃ، ذکر الفطرۃ، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۲۴۷، دار السلام، رقم: ۵۲۲۷۔

(۱) وقيل في ختان الكبير: إذا أمكنه أن يختن نفسه فعل، وإلا لم يفعل إلا أن لا يمكنه النكاح أو شراء الجارية (در مختار) وفي الشامية قوله: (إلا أن لا يمكنه النكاح) كذا رأيت في المجتبى، والصواب إسقاط ”لا“ بعد أن كما وجدته في بعض النسخ موافقا لما في التاتارخانية وغيرها، والمراد أن لا يمكنه أن يتزوج امرأة تختنه أو يشتري أمة كذلك. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۹، کراچی ۶/ ۳۸۲-۳۸۳)

الشيخ الضعيف إذا أسلم ولا يطيق الختان إن قال أهل البصر: لا يطيق يترك؛ لأن ترك الواجب بالعذر جائز فترك السنة أولى كذا في الخلاصة. قيل في ختان الكبير: إذا أن يختن نفسه فعل، وإلا لم يفعل إلا أن يمكنه أن يتزوج أو يشتري ختانة فتختنه الخ. (ہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع عشر: في الختان والخصاء الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۵۷، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۲)

وكذا الشيخ الضعيف من المجوس إذا أسلم وقال أهل البصر: أنه لا يطيق يترك. وفي الفتاوى العتابية: وقيل في ختان الكبير: إذا أمكن أن يختن نفسه فعل وإلا لم يفعل إلا أن يمكنه أن يتزوج أو يشتري جارية فيختنه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العشرون في الختان والخصاء الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۲۰۷، رقم: ۲۸۵۲۴-۲۸۵۲۵) المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل العشرون في الختان والخصاء الخ، المجلس العلمي ۸/ ۸۵، رقم: ۹۶۴۹۔

(۲) ينظر الطبيب إلى موضع مرضها بقدر الضرورة إذا الضرورات تتقدر بقدرها ←

ختنہ کا اعلان بہتر ہے یا اخفاء

سوال (۲۶۰۹): قدیم ۲/۲۳۹ - اصلاح الرسوم میں ختان کے اعلان اور اس کے لئے تداعی کو منع کیا ہے (۱) اور مدخل میں ختان ذکر کے اظہار کو اور ختان جاریہ کے اخفاء کو سنت کہا ہے؟

الجواب: اصلاح الرسوم میں منع کی دلیل بھی لکھی ہے؛ اس لئے اس پر عمل متروک نہ ہوگا، اس دلیل میں مطلق ختان وارد ہے؛ لہذا حکایت فعل پر بھی محمول نہ کیا جاوے گا (۲)۔ باقی مدخل میں جس اظہار کو مسنون کہا ہے وہ بمعنی عدم اخفاء ہے۔ مطلب یہ کہ اخفاء کا اہتمام نہ کیا جاوے، چنانچہ اس کا تقابل اخفاء ختان جاریہ سے اس کا قرینہ ہے (۳) تو اس سے اعلان بمعنی اہتمام تداعی کا جائز ہونا لازم نہیں آتا۔ (ترجیح خالصہ ص ۱۴۹)

← وكذا نظر قابلة وختان. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۵۳۳، كراچی ۶/۳۷۰)

وينظر الطيب إلى موضع مرضها (كنز) وفي التبيين: وفي نظر الطيب إلى موضع المرض ضرورة فيرخص لهم إحياء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم فصار كنظر الختان والخافضة الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، مكتبة زكريا ديوبند ۷/۳۹-۴۰، إمداديه ملتان ۶/۱۷)

مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۱۹۹۔

(۱) اصلاح الرسوم، فصل چہارم: ختنہ کی رسومات میں، مکتبہ امدادیہ دیوبند ص: ۲۵-۲۶۔

(۲) عن الحسن قال: دعي عثمان بن أبي العاص إلى ختان، فأبى أن يجيب، فقيل له: فقال: إنا كنا لا نأتي الختان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ندعى له. (مسند أحمد بن حنبل ۴/۲۱۷، رقم: ۱۸۰۶۸)

(۳) والسنه في ختان الذكر إظهاره، وفي ختان النساء إخفاءه. (المدخل لابن الحاج، فصل في أحكام الولادة، فصل الختان، دار التراث بيروت ۳/۲۹۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

آدمی بڑا ہو جاوے اور ختنہ کا تحمل نہ ہو تو ترک ختنہ کا حکم

سوال (۲۶۱۰): قدیم ۴/۲۳۹ - (۱) ما قولکم دام فضلکم آیاہا العلماء

العظام والأفاضل الكرام في رجل كان عيسو یاثم تشرف بقبول الإسلام بصميم قلبه وهو يقول: إني رجل كبير السن أخاف من ضرر الختان فسامحوني عنه إن تسامحوني عنه أبنائي أيضاً اللذان هما كبيران يتشرfan بقبول الإسلام وإلا فهما لن يقبلا الإسلام، ويبقيان على الكفر، فهل يسامح عن الختان في هذه الصورة أم يكره ويجبر عليه ويجعل هو مرتدًا، ويبقى أبناه على الكفر؟ بينوا بالتفصيل توجروا بالأجر الجزيل؟

الجواب: (۲) يسامح عنه لوجهين: الأول عدم تحمل نفسه له، ومن لا يطيق يترك ختانه بتصريح الفقهاء، كما في الدر المختار، والكنز، والخلاصة، والخانية،

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس شخص کے متعلق جو پہلے عیسائی تھا،

پھر سچے دل سے اسلام لے آیا اور وہ کہتا ہے کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے، اور مجھے ختنہ کرنے پر نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے؛ اس لئے آپ لوگ مجھے ختنہ نہ کرنے کی اجازت دے دیں، اگر آپ لوگ مجھے ختنہ نہ کرانے کی اجازت دیں گے تو میرے دونوں بڑے بیٹے بھی مشرف باسلام ہو جائیں گے، ورنہ وہ اسلام قبول نہیں کریں گے اور حالت کفر پر ہی باقی رہیں گے، تو کیا ایسی صورت میں اس کو ختنہ نہ کرانے کی اجازت دے دی جائے یا اس کو ختنہ کرانے پر مجبور کیا جائے اور باپ کو مرتد ہونے دیا جائے اور اس کے دونوں بیٹوں کو کفر پر باقی رہنے دیا جائے؟

(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: اس شخص کے ساتھ دو وجوہوں سے درگزر کا معاملہ کیا جائے گا:

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص ختنہ کا تحمل نہیں کر سکتا اور جو ختنہ نہیں کر سکتا ہے، فقہاء نے صراحت کے ساتھ اس کو ختنہ نہ کرانے کی اجازت دی ہے، جیسا کہ درمختار، کنز، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ خانہ، الفتاویٰ السراجیہ، ہندیہ اور جامع احکام الصغار وغیرہ میں ٹھوڑے سے الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ کوئی بوڑھا شخص اسلام لے آیا اور ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ ختنہ کرانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو ختنہ نہیں کرایا جائے گا۔ اور یہ شخص ”من لا یطیق“ میں داخل ہے؛ اس لئے کہ طاقت اس کو کہتے ہیں جو جسم اور ذات میں ہوتی ہے تو جب اس کی ذات ختنہ کی استطاعت نہیں رکھتی تو وہ شخص من لا یطیق میں داخل ہو گیا اور فقہاء کا قول: ”یختن بالاتفاق“ جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اور فقہاء کا یہ قول کہ کافر جب اسلام لائے گا تو بالاتفاق ختنہ کیا جائے گا (اختصار کے ساتھ) فقہاء نے بالغ ←

والسراجیة، والهندیة، وجامع أحكام الصغار وغيرها بألفاظ متقاربة، شیخ أسلم، وقال أهل النظر لا يطبق الختان ترك. انتهى (۱)۔ وهذا دخل في من لا يطبق؛ لأن الطاقة هي ما بالجسم وبالنفس، فلما لم تطق نفسه دخل فيمن لا يطبق، وقول الفقهاء يختن بالاتفاق، كما في الذخيرة: والكافر إذا أسلم يختن بالاتفاق ملخاضه دين الإسلام وهو بالغ مشروط بالطاقة بدليل الروايات الأخرى. والثاني: تألفه وتألف أولاده على الإسلام كما شرط بنو ثقيف أن لا يجاهدوا وأجازهم رسول الله صلى الله عليه وسلم (۲)۔ وصرح العلماء في شرح حديث بريرة^{رض} بتحمل أدنى الضررين لدرء أشدهما (۳)۔

۱۵ محرم ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۱۲)

← ہونے کی حالت میں جو دین اسلام لانے کی صراحت کی ہے وہ دوسری روایتوں کی بنا پر طاقت واستطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام لانے کے لئے اس کی اور اس کے اولاد کی دل جوئی کی جائے گی، جیسا کہ بنو ثقیف نے اس بات کی شرط لگائی کہ وہ اسلام لانے کے بعد جہاد نہیں کریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی اجازت بھی دے دی تھی اور علماء نے حدیث بریرہ کی تشریح کرتے ہوئے اس بات کی صراحت کی ہے کہ دو ضرروں میں سے بڑے ضرر کو دفع کرنے کے لئے چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا۔

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۳۲، کراچی ۶/ ۳۷۰۔

وکذا جاز ترک ختان شیخ أسلم، وقال أهل النظر: لا يطبق الختان للعذر الظاهر. (مجمع الأنهر، کتاب الخنثی، قبیل کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۹۰)
البحر الرائق، کتاب الخنثی مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۳۵۹، کوئٹہ ۸/ ۴۸۵۔
تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۴۶۴، إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۲۶۔

(۲) عن وهب قال: سألت جابرا عن شأن ثقیف إذا بايعت قال: اشترطت على النبي صلى الله عليه وسلم أن لا صدقة عليها ولا جهاد، وأنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك يقول: سيتصدقون ويجهادون إذا أسلموا. (أبو داود شریف، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ماجاء في خبر الطائف، النسخة الهندیة ۲/ ۴۲۸، دارالسلام رقم: ۳۰۲۵)

(۳) لعل لم یکن دفع الضررين جميعا لا بد من أن يتحمل أدنى الضررين بدفع الضرر الأعلى. (البنایة، کتاب الوصایا، باب ما يتعلق بأحكام الموصی وما یملک، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۳/ ۵۰۳)

بالغ ہونے کے بعد ختنہ کا حکم

سوال (۲۶۱۱): قدیم ۲۴۰/۴ - اگر کسی کا ختنہ نہ ہوا ہو تو بعد بلوغ کے ختنہ کرانا کیسا ہے؟

الجواب: في الدر المختار: كشيخ أسلم، وقال أهل النظر: لا يطيق الختان ترك أيضاً - إلى قوله - ووقته غير معلوم، وقيل سبع سنين الخ. وفي رد المحتار تحت قوله: سبع، وقيل: لا يختن حتى يبلغ؛ لأنه للطهارة ولا تجب عليه قبله. (ج ۵ ص ۳۴ ۷۱) - وفي الدر المختار أيضاً إلا لحاجة - إلى قوله - وكذا نظر قابة وختان آھ. وفي رد المحتار: وكذا جزم به في الهداية، والخانية وغيرهما، وقيل: إن الاختتان ليس بضرورة؛ لأنه يمكن أن يتزوج امرأة أو يشتري أمة تختنه إن لم يمكنه أن يختن نفسه الخ. (ج ۵ ص ۳۶۵ ۲) -

ان عبارات سے چند امور مستفاد ہوئے:

(۱) بلوغ کے بعد بھی ختنہ کا حکم ہے۔

(۲) اس صورت میں شرط یہ ہے کہ وہ اس کا متحمل بھی ہو، ورنہ چھوڑ دیا جاوے گا (۳)۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۱ - ۴۸۰ - ۴۸۱، کراچی ۶/۷۵۱۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۵۳۲ - ۵۳۳، کراچی ۶/۳۷۰۔

(۳) وكذا جاز ترك ختان شيخ أسلم، وقال أهل النظر: لا يطيق الختان للعدر الظاهر، ووقت الختان غير معلوم عند الإمام، فإنه قال: لا علم لي بوقته ولم يرو عنهما فيه شيء، وقيل: سبع سنين، وقيل: لا تختن حتى تبلغ، وقيل: أقصاه اثني عشرة سنة، وقيل: تسع سنين، وقيل: وقته عشر سنين؛ لأنه يؤمر بالصلاة إذا بلغ عشرين اعتيادا وتخلقا فيحتاج إلى الختان؛ لأنه شرع للطهارة، وقيل: إن كان قويا يطيق ألم الختان ختن وإلا لا، وهو أشبه بالفقه. (مجمع الأنهر، كتاب الخنثي، قبيل كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۴۹۰) -
البحر الرائق، كتاب الخنثي، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۳۵۹، کوئٹہ ۸/۴۸۵ - ←

(۳) اس ضرورت سے اس کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا حسب جزم ہدایہ و خانیہ وغیرہما جائز ہے، گو بعض نے اختلاف کیا ہے (۱)۔

وقد حفظت عن شیخی ومولائی المولوی محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ ترجیح الجواز. ۶/ رجب ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۴۹)

← تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۴۶۴-۴۶۵،
إمدادیہ ملتان ۶/ ۲۲۶-۲۲۷۔

(۱) وينظر الطبيب إلى موضع مرضها (کنز) وفي التبیین: وفي نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة فيرخص لهم إحياء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم فصار كنظر الختان والخافضة الخ. (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر والمس، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/ ۳۹-۴۰، إمدادیہ ملتان ۶/ ۱۷)

ويجوز للطبيب أن ينظر إلى موضع المرض منها للضرورة، وينبغي أن يعلم امرأة مداواتها؛ لأن نظر الجنس إلى الجنس أسهل، فإن لم يقدروا يستر كل عضو منها سوى موضع المرض، ثم ينظر ويغض بصره ما استطاع؛ لأن ما ثبت بالضرورة يتقدر بقدرها، وصار كنظر الخافضة والختان. (هداية، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الوطئ والنظر والمس، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ۴/ ۴۵۹)

مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۹۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۱/ باب: غناء و مزامیر اور لہو و لعب و تصاویر کے احکام

شترنج کا حکم

سوال (۲۶۱۲): قدیم ۴/۲۴۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں

صورت کہ زد ہائے شترنج معنی آیہ کریمہ: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ**۔ الآیۃ (۱) میں داخل ہے یا صرف لہو و لعب فعل عبث ہے؟ اور بحالت فرصت کوئی شخص تلفن کی راہ سے اوقات بیکاری میں مشغلہ شترنج کا کرے تو مرتکب گناہ کبیرہ مثل خمر و میسر کے ہے یا فعل عبث و یہودہ ہے؟ اور معنی انصاب کے محققانہ تحریر فرمائیے، اور صاحب مذہب شافعی کا کھیلے تو از روئے مذہب شافعی مرتکب کبیرہ گناہ کا ہوگا، اور شترنج زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی یا نہیں؟ اور مسئلہ شترنج قیاسی ہے یا منصوص؟ کتب حدیث و تفسیر و فقہ سے بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیے۔ بیوا تو جروا؟

الجواب: اگرچہ شترنج انصاب میں جو بمعنی بُت کے ہے، داخل نہیں، مگر دوسرے دلائل سے حرام ہے، اگر مَرَح القمار ہو تو بالاجماع لقولہ تعالیٰ: **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ**۔ الآیۃ اور بدون قمار کے ہے تو مع الاختلاف، یعنی ہمارے نزدیک اس وقت بھی حرام ہے۔

إطلاق ما روى صاحب الهداية لقوله عليه السلام: **من لعب بالشطرنج والنرد شير فكأنما غمس يده في دم الخنزير**، ولقول علي رضي الله عنه حين مر بقوم يلعبون بالشطرنج، فقال: **ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون؟** وروى مثل هذا عن عمر رضي الله عنه أيضاً حين مر بقوم يلعبون بالشطرنج، وقد شبه عملهم بعمل عبادة الأوثان. ۱۵ غایۃ البیان ۱۲. وعن عبيد الله بن عمر رضي الله عنه أنه قال للقاسم بن محمد: **هذه النرد يكرهونها فما بال الشطرنج؟** قال: **كل ما ألهى من ذكر الله وعن الصلاة فهو ميسر**. تخريج زبیلی ۱۲ (۲)۔

(۱) سورة المائدة، رقم الآیۃ: ۹۰۔

(۲) ہدایۃ مع الحاشیۃ، کتاب الکراہیۃ، مسائل متفرقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۷۵۔

ولما في ردالمحتار: والشطرنج معرب شدرنج، وإنما كره؛ لأن من اشتغل به ذهب عنه الدنيا وجاءه العناء الأخرى فهو حرام وكبيرة عندنا، وفي إباحته إعانة الشيطان على الإسلام والمسلمين كما في الكافي قهستاني (١) - ولما في تفسير الأحمدي: وإن كان بدون القمار فالنرد حرام بالإجماع، والشطرنج حرام عندنا. (٢)

(١) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ٥٦٥/٩، كراچی ٦/٣٩٤ -
(٢) التفسيرات الأحمدي للعلامة ملا جيون جونفوري، سورة المائدة، آيت: ٩٠، مكتبة رحيمه ديوبند ص: ٢٤٤ -

قال رحمه الله (واللعب بالشطرنج والنرد وكل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام: كل لعب ابن آدم حرام إلا ثلاثة، ملاعبة الرجل أهله وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه، وأباح الشافعي الشطرنج من غير قمار ولا إخلال بحفظ الواجبات؛ لأن فيه تشحيذ الخاطر وتذكية نار الأفهام، والحجة عليه ما روينا، وما روي أن ابن عمر رضي الله عنه مر بقوم يلعبون الشطرنج فلم يسلم عليهم، وقال: ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون، ولأنه لعب يصد صاحبه عن الجمع والجماعات وعن ذكر الله عز وجل غالباً فيكون حراماً كالنردشير، والنرد، قال عليه الصلاة والسلام: من لعب بالنردشير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير. (رواه مسلم وأحمد وأبو داود، وعن أبي موسى أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله. رواه مالك وأحمد وغيرهما، وأما منفعتة التي ذكرها فمغلوبة تابعة، والعبرة للغالب في التحريم، ألا ترى إلى قوله تعالى: "وإنهما أكبر من نفعهما" (البقرة: ٢١٩) فاعتبر الغالب في التحريم، وهل رأي من يلعب بالشطرنج يصلي فضلاً عن الجماعة، وإن صلى فقلبه متعلق به فكان في إباحته إعانة الشيطان على الإسلام والمسلمين الخ. (تبين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ٧٠/٧ - ٧١، إمداديه ملتان ٦/٣١ - ٣٢)
البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ٨/٣٧٩ - ٣٨٠، كوئته ٨/٢٠٧ -

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٢٢١ - ٢٢٢ -

اور جو کہ بعض کتب حنفیہ میں اس کی نسبت مکروہ لکھا ہے، مراد اس سے مکروہ تحریمی ہے، جو عملاً مثل حرام کے ہے استحقاق عقوبت ناری میں، اگرچہ علماء فرق ہے کہ منکر اس کا کافر نہیں۔ کما صرح بہ فی رد المحتار (۱)۔ پس ہمارے نزدیک ارتکاب اس فعل حرام کا موجب استحقاق عذاب جہنم ہے۔ أعاذ اللہ منہ۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں حرام نہیں؛ لیکن مکروہ ہے، چنانچہ امام نوویؒ شافعی نے شرح مسلم میں تصریح فرمائی ہے: وأما الشطر نج فمذهبننا أنه مکروہ لیس بحرام (۲)۔

اور بعض کتب میں جو ان کی طرف نسبتِ اباحت کی ہے وہ اباحتِ مقابلِ حرمت کے ہے، جو شامل ہے کراہیت کو۔ لہذا مرآۃ۔ اور یہ کراہت بھی متعین چند شرائط کے ساتھ ہے، کہ نماز و جواب سلام سے غافل نہ کرے، اور قمار نہ ہو اور بہت نہ کھیلے، ورنہ اُن کے نزدیک بھی حرام ہے۔

لما فی التفسیر الأحمدی: ومباح عند الشافعی بشرط کونه غیر مانع من الصلوة، ورد السلام وکونه غیر مقمر و مکثر منه (۳)۔ أقول: قوله مباح أو مکروہ کما مر ۱۲۔

(۱) کل مکروہ أي کراهة تحریم حرام، أي کالحرام فی العقوبة بالنار (در مختار) وفي الشامية: قوله: (أي کالحرام) کذا قال القهستانی: ومقتضاه أنه لیس بحرام حقيقة عنده، بل هو شبيه به من جهة أصل العقوبة فی النار، وإن کان عذابه دون العذاب علی الحرام القطعی وهو خلاف ما اقتضاه ذکر الاختلاف بینہ وبين الشيخین، وتصحيح قولهما، نعم هو موافق لما حققه المحقق ابن الهمام فی تحریم الأصول من أن قول محمد إنه حرام فیہ نوع من التجوز للاشتراك فی استحقاق العقاب، وقولهما علی سبیل الحقيقة للقطع بأن محمدا لا یکفر جاحد الواجب والمکروہ کما یکفر جاحد الفرض والحرام فلا اختلاف بینہ وبينهما فی المعنی کما یظن ۵۱۔ (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۴۸۶، کراچی ۶/ ۳۳۷)

(۲) شرح النووی علی المسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنردشیر، النسخة الهندیة ۲/ ۲۴۰۔

(۳) التفسیرات الأحمدیة، سورة المائدة، آیت: ۹۰، مکتبہ رحیمیہ دیوبند ص: ۲۴۴۔

اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں؛ بلکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ نزد سے بھی بدتر اور قمار سے زیادہ غفلت میں ڈالنے والی ہے، جس کی حرمت متفق علیہ بین الجمهور ہے۔
وقال النووي، وقال مالک وأحمد: حرام، قال مالک: هو شر من النرد وألهي عن الخير. اهـ (۱)۔

بہر حال اول تو ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک حرمت اس کی متفق علیہ ہے۔ اور اگر امام شافعی کے نزدیک مکروہ بھی ہے تو چند شرائط سے، کہ وہ شرائط غالباً اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ کما ہو مشاہد غیر خفی۔ اور اگر مفقود نہ بھی ہوں تب بھی استخفاف و دوام سے مکروہ و حرام ہو جاتا ہے۔ اور اگر نہ بھی ہو تو ایک مجتہد کے مقلد کو دوسرے امام کی تقلید کرنا محض واسطے اتباع ہوئی کے حرام ہے، اور داخل ہوتا ہے، وعید: يقولون ان او تبتهم هذا فخذوه وان لم تؤتوه فاحذروا (۲)۔ وقوله تعالى: اتخذوا دينهم لعبا ولهوا. الآية (۳) میں۔ پس تقریر بالا سے واضح ہوا کہ شطرنج الآیۃ: انما الخمر والميسر (۴)۔ میں مفہوماً تو داخل نہیں، مگر کما وتحریم داخل ہے۔ لما مر من قول علي ما هذه التماثيل الخ (۵)۔

اور حالت فرصت میں بھی کھیلنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باعتبار مذہب کے اور شافعی کے نزدیک باعتبار فقدان شرائط اباحت اور اتباع ہوئی کے حرام ہے۔ اور نفس حرمت میں مثل خمر و میسر کے ہے، اگرچہ بعض وجوہ سے تفاوت ہے، یوں تو خود محرمات منصوصہ میں بھی من کل الوجوہ مساوات نہیں، بعض اشد ہے بعض سے۔ کما جاء أن الغيبة أشد من الزنا (۶)۔ اور یہاں محض عمیثت و لہو بیت علت حرمت نہیں،

(۱) شرح النووي على المسلم، النسخة الهندية ۲ / ۲۴۰۔

(۲) سورة المائدة، رقم الآية: ۴۱۔

(۳) سورة الأنعام، رقم الآية: ۷۰۔

(۴) سورة المائدة، رقم الآية: ۹۰۔

(۵) عن ميسرة الهندي قال: مرّ عليّ على قوم يلعبون بالشطرنج فقال: ”ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون“ سورة الأنبياء، رقم الآية: ۵۲۔ (المصنف لابن أبي شيبة، الأدب، باب في اللعب بالشطرنج، مؤسسة علوم القرآن بيروت ۱۳ / ۳۵۱، رقم: ۲۶۶۸۲)
(۶) عن أبي نضرة عن أبي سعيد وجابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغيبة أشد من الزنا، قالوا: يا رسول الله! وكيف الغيبة أشد من الزنا؟ قال: إن ←

اگرچہ وہ بھی کافی ہو سکتی ہے۔ لقولہ علیہ السّلام: ما أنہاک عن ذکر اللّٰہ فہو میسر۔ ہدایہ ای حکماً ۱۲ (۱) اور جو اصل سے شافعی المذہب ہو اور کھیلے تو وقت فقہان شرائط حرام ہے ورنہ مکروہ مگر استخفاف ضرر حرام ہے، اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں شطرنج تھی۔ کما مر من الحدیث المروی عن الہدایۃ۔ اور اگر نہ بھی ہو تو آپ کو وحی سے اس کا رواج مکشوف ہو گیا ہوگا، اس لئے اس کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور مسئلہ شطرنج بقول صاحب ہدایہ تو منصوص رسول ہے، اور صحابہؓ کی تصریح میں تو کلام ہی نہیں (۲) جن میں دو خلیفہ راشد حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ بھی داخل ہیں جن کا اتباع مامور بہ ہے۔

حیث قال علیہ السّلام: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين، وعضوا علیہا بالنواجذ (۳)۔

← الرجل لیزنی فیتوب فیتوب اللہ علیہ، وفي رواية حمزة: فیتوب فیغفر له، وإن صاحب الغيبة لا یغفر له حتی یغفرها له صاحبه۔ (شعب الإيمان للبيهقي، باب في تحريم أعراض الناس، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۰۶، رقم: ۶۷۴۱)

(۱) ہدایۃ، کتاب الکراہیۃ، مسائل متفرقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۴۷۵۔

عن عیسا اللہ بن عمر قال: قيل للقاسم هذه النرد تکرهونها فما بال الشطرنج؟ قال: کل ما ألهی عن ذکر وعن الصلوة فہو من المیسر۔ (شعب الإيمان للبيهقي، باب في تحريم الملاعب والملاهي، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴۲، رقم: ۶۵۱۹)

(۲) عن الأصبع بن نباتة عن علي رضي الله عنه أنه مرّ على قوم يلعبون بالشطرنج فقال: ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون؟ لأن يمس جمرًا حتى تطفأ خير له من أن يمسها۔ (شعب الإيمان للبيهقي، باب في تحريم الملاعب والملاهي، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴۱، رقم: ۶۵۱۸)

عن ابن شهاب أن أبا موسى الأشعري قال: لا يلعب بالشطرنج إلا خاطئ، وعن عبيد الله بن أبي جعفر أن أبا سعيد الخدري كان يكره أن يلعب بالشطرنج۔ (شعب الإيمان للبيهقي، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴۱، رقم: ۶۵۱۸)

(۳) عن عرابض رضي الله عنه صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم أقبل علينا فوعظنا موعظةً بليغة، ذرفت منها العيون، ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يا رسول الله! كأن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا؟ فقال: أوصيكم بتقوى الله والسمع ←

تب بھی مثل منصوص ہوگا، اور اگر قیاس ہی سہی تو قیاس بھی تو اَدَلہ شرعیہ سے ہے (۱) بلکہ اکثر مدافقہ و دین کا یہی ہے، اس پر بھی عمل واجب ہوگا، غرض حیلہ سے جواز ثابت ہونا ممکن نہیں، اور معصیت کوتاویل رکیک سے جائز کرنا اشد ہے، اس سے کہ معصیت جان کر کرے حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ترسم کہ صرفہ نہ بردور باز خواست نان حلال شیخ ز آب حرام ما
اگر چہ تاویل باطل کر کے عوام خلایق سے عقب گذاری ممکن ہے، مگر خدائے تعالیٰ کہ عالم السروالشی ہے، اس سے کیونکر بچ سکتا ہے (۲)۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

خلق را گیرم کہ بفرستی تمام ☆ در غلط اندازی تاہر خاص و عام
کارہا با خلق آری جملہ راست ☆ با خدا تزویر و حیلہ کے رواست
کارہا اوراوست باید داشتن ☆ رایت اخلاص و صدق افراشتن

← والطاعة، وإن عبدا حبشيا، فإنه من يعبس منك بعدى فسرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (أبو داؤد شريف، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية ۲ / ۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷)

ترمذی شریف، کتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتتاب البدع، النسخة الهندية ۲ / ۹۴، دار السلام رقم: ۲۶۷۶۔

(۱) والحاصل أن أدلة الشرع أربعة: الكتاب، والسنة، والإجماع، والقياس، ويسمى الإجماع والقياس فريضة عادلة. (مرقاۃ المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۱ / ۲۹۸)

إعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس: أي الأصل الرابع بعد الثلاثة للأحكام الشرعية هو القياس المستنبط من هذه الأصول الثلاثة. (نور الأنوار، بحث أدلة الشرع وأصوله، مكتبه نعمانيه ديوبند ص: ۴-۵)
أدلة الشرع المتفق عليها والتي تستنبط منها الأحكام الفقهية أربعة: الكتاب، والسنة، والإجماع، والقياس. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۵ / ۲۶۵)
(۲) إنه يعلم الجهر وما يخفى. (سورة الأعلى، رقم الآية: ۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اللَّهُمَّ ارنا الحق حقا، وورزقنا اتباعه والباطل باطلا، وارزقنا اجتنابه. واللَّهُ أعلم وعلمه أتم وأحكم. (امداد ج ۲ ص ۱۳۶)

بزرگوں کی تصویر رکھنا

سوال (۲۶۱۳): قدیم ۲/۲۲۳ - مرقع حضرت سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت غوث الاعظم محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بزرگان کارکھنا اور ان پر فاتحہ و درود بھیجنا و پھول چڑھانا یا مکانوں میں مثل و سلی لگانا اور تعظیم کرنا درست ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کے جواب سے مطلع فرمائیں۔ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

الجواب : تصویر جس کو اس زمانہ کی اصطلاح میں مرقع کہتے ہیں، احادیث صحیحہ کی رو سے اس کا بنانا رکھنا سب حرام ہے (۱)۔

(۱) عن عبد الله رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب عذاب المصورون يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰)

مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹۔

عن القاسم بن محمد عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها أخبرته: أنها اشترت نمروقة فيها تصاوير، فلما رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل، فعرفت في وجهه الكراهية، قالت: يا رسول الله! أتوب إلى الله وإلى رسوله ماذا أذنبت؟ قال: ما بال هذه النمروقة؟ فقالت: اشتريتها لتقع عليها وتوسدها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، ويقال لهم: أحيوا ما خلقتم، وقال: إن البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملائكة. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب من لم يدخل بيتا فيه صورة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۱، رقم: ۵۷۲۷، ف: ۵۹۶۱)

مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۷۔

اور اس کا از الہ اور محو کرنا واجب ہے؛ اس لئے کہ اس کے یہ معاملات سخت گناہ ہیں (۱)۔ واللہ اعلم

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۵۷)

فوٹو گراف کا حکم

سوال (۲۶۱۴): قدیم ۲/۲۲۳ - آج کل جو بایو فوٹو گراف بکثرت ہر قبضہ و دیہات میں پھیل گیا۔

آیا یہ مزامیر و معازف میں داخل ہے یا نہ؟ اس میں قرآن شریف بھی بھرتے ہیں، یہ فعل قرآن مجید کی بے

ادبی ہے یا نہ؟

الجواب : یہ جس صورت کی حکایت ہے اس کے محکی عنہ کا سا اس کا حکم ہے، مثلاً اگر اس میں معازف

و مزامیر یا غناء اجتہاب کی صوت بند ہے، سننا حرام ہے (۲) اور اگر کوئی صوتِ مباح ہے تو سننا مباح؛

← نسائی شریف، کتاب الزینۃ، ذکر أشد الناس عذابا، النسخة الهندية ۲/۵۶،

دار السلام رقم: ۵۳۵۸-۵۳۵۹۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: استأذن جبرئيل عليه السلام على النبي صلى الله

عليه وسلم فقال: أدخل، فقال: كيف أدخل وفي بيتك ستر فيه تصاوير؟ فإما أن تقطع

رؤوسها أو تجعل بساطاً يوطأ، فإنا معشر الملائكة لا ندخل بيتاً فيه تصاوير. (نسائي شريف،

كتاب الزينة، ذكر أشد الناس عذابا، النسخة الهندية ۲/۵۷، دار السلام رقم: ۵۳۶۷)

إن كانت الصورة باقية الهيئة قائمة الشكل حرام، وإن قطعت الرأس أو تفرقت

الأجزاء جاز، قال: وهذا هو الأصح. (فتح الباري، باب من كره القعود على الصور، دار الفکر

بيروت ۱۰/۳۹۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۰/۴۷۹، تحت رقم الحديث: ۵۹۵۸)

(۲) وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم

لإنكار المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء

النبات، قلت: وفي البزازیة: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله

عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر"

أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل

واجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روي أنه عليه السلام أدخل إصبعه في أذنه عند سماعه.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/

لیکن قرآن کا بند کرنا ایک عارض خارجی کی وجہ سے کہ تاہی وتلعب بالقرآن ہے ناجائز ہے (۱)۔

۲۰ / رمضان ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲ ص ۱۷۷)

← وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شارب الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام. (مرقاة، كتاب الأدب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، مكتبته إمداديه ملتان ۹ / ۱۳۴)

قوله: (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق، وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط والرباب، والقانون، والمزمار، والصنج، والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتة يكون معذورا، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع قهستاني. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبته زكريا ديوبند ۹ / ۵۶۶، کراچی ۶ / ۳۹۵)

(۱) وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله عليه وسلم. (شرح فقه أكبر، من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، مكتبته أشرفیہ دیوبند ص: ۲۰۵)

قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه، وأدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس، والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس؛ لأنه مجتمع الشيطان الخ. (بزازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاما أو كفرا أو خطأ، النوع التاسع: فيما يقال في القرآن، قديم ۶ / ۳۳۸، جديد زكريا ديوبند ۳ / ۱۸۹)

إذا قرأ القرآن على ضرب الدف والقصب يكفر. (هندية، كتاب السير، الباب التاسع: في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، قديم زكريا ۲ / ۲۶۷، جديد زكريا ۲ / ۲۷۹)

مگر آج کل موبائل میں پورا قرآن کریم محفوظ کر لیا جاتا ہے، اس میں صوتی اور الفاظی دونوں طرح سے قرآن مقدس محفوظ ہوتا ہے، سفر میں اسی میں تلاوت کرتے ہیں؛ اس لئے موبائل میں محفوظ کرنے کی ممانعت اور عدم جواز میں تردد ہے۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال (۲۶۱۵): قدیم ۴/۲۴۳ - آلفونو گراف جو مثل انسان کے باتیں کرتا ہے اس میں دو قسم کی آوازیں بھری ہوتی ہیں: ایک تو کلام اللہ، دوسرے راگ باجے (وغیرہ) پھر دونوں کی دو صورتیں ہیں:۔۔ ایک تو یہ کہ بعض لوگ اپنی آمدنی کے لئے بازار میں رکھتے ہیں، اور مقدار معین سنانے پر ایک پیسہ اجرت لیتے ہیں، دوسرے یہ کہ کوئی آسودہ شخص شوقیہ مختلف قسم کی آوازیں بھروا کر اپنے یہاں رکھ لیتا ہے، اور کبھی خود اور کبھی دوست احباب کو سُناتا ہے۔ پہلی صورت میں راگ باجہ وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟ اور کلام اللہ سننے کا کیا حکم از روئے شرع ہوگا، اور جو شخص اس سے کماتا ہے وہ عاصی ہوگا یا نہیں؟ اور جو پیسہ دیکر سُناتا ہے وہ عاصی ہے یا نہیں؟ اور دوسری صورت راگ باجے میں کیا حکم رکھتی ہے؟ اور کلام اللہ کی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر اس صورت میں کلام اللہ کو ناجائز قرار دیا جائے (جیسا کہ بعض لوگ یہاں کہتے ہیں) تو بندہ کا یہ اعتراض ہے کہ اگر یہی آلہ امام غزالیؒ وغیرہ بزرگان دین کے وقت میں ایجاد ہوتا اور ان کے مواعظ اس میں اب تک محفوظ ہوتے تو بڑے بڑے علماء اس وقت میں ضرور سُنتے، بلکہ اجرت دیکر بھی سنتے؟

الجواب: اس مسئلہ میں دو مقام پر کلام ہے: اوّل یہ کہ جس صَوْت کو اس میں بند کیا گیا ہے اس کا کافی نفسہ سُننا جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ جس صَوْت کا کافی نفسہ سُننا جائز ہے آیا کسی عارض کی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے یا نہیں؟ سو امر اوّل کی تحقیق یہ ہے کہ اگر راگ باجہ اس میں بند کیا گیا تو اس کا سُننا اور سُننا سب ناجائز ہے (۱) یا تو اس وجہ سے کہ وہ حکایت محکمی عنہ کے بالکل مماثل ہے، تو جو مفاسد مَدَار نہی سماع محکمی عنہ

(۲) وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات، قلت: وفي البزازیة: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر" أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل واجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روي أنه عليه السلام أدخل إصبعه في أذنه عند سماعه. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/

کے ہیں وہی مفاسد حکایت میں پائے جاتے ہیں، مثلاً تحریک قویٰ شہویہ وغیرہ اور یا اگر تامل کیا جائے تو حقیقت میں یہاں حکایت و محکی عنہ کا تفاوت ہی نہیں؛ بلکہ وہ صوت بعینہ مسموع ہوتی ہے جس سے ہوا متکلیف ہو جاتی ہے، جیسا اصل تکلم کے وقت بھی سننے کی یہی علت ہے، اور اس کو ماہر طبعیات بہت آسانی سے مان سکتا ہے، بہر حال ناجائز ٹھہرا۔ اور اگر قرآن یا کوئی وعظ یا کوئی کلام مباح السماع اس میں بند کیا گیا ہے تو اس کا سننا فی نفسہ جائز ہے۔ اب یہاں امر دوم کی تحقیق کی ضرورت ہوگی کہ کلام جائز السماع فی نفسہ کا سننا کسی عارض سے ناجائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سو اس میں تفصیل یہ کہ اس کا ممدار نیت پر ہے، اگر مقصود تلہی و تلعب ہے، سو جس کلام کو آلہ تلہی و تلعب بنانا جائز نہیں، اس کا سننا اس عارض کی وجہ سے ناجائز ہوگا، جیسے قرآن و نحوہ (۱) ورنہ جائز ہوگا جیسے کوئی قصہ مباحہ و مثہا، اور غالب عادت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قرآن سننا اکثر کو مقصود نہیں ہوتا، اور وعظ کے مضامین خود بالسماع ہوتے ہیں؛ لہذا قرآن سننے کو منع

← وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكرهه وسماعه مكرهه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شارب الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام. (مرقاۃ، كتاب الأدب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، مكتبہ إمدادیہ ملتان ۹ / ۱۳۴)

شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، مكتبہ زکریا دیوبند ۹ / ۵۶۶، کراچی ۶ / ۳۹۵۔
(۱) وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله عليه وسلم. (شرح فقه أكبر، من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، مكتبہ أشریہ دیوبند ص: ۲۰۵)

قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه، وأدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس، والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البیع والكسائس؛ لأنه مجتمع الشيطان الخ. (بزازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، النوع التاسع: فيما يقال في القرآن والأذكار والصلاة، قديم ۶ / ۳۳۸، جديد زکریا دیوبند ۳ / ۱۸۹)

ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع: فی أحكام المرتدین، موجبات الکفر أنواع، قديم زکریا
۲ / ۲۶۷، جديد زکریا ۲ / ۲۷۹۔

کریں گے اور سماع وعظ و قیصص مباحہ کو جائز کہیں گے، جب جائز و ناجائز کی تعیین ہوگئی، پس جائز کا سننا اور سنانا جائز (۱) اور ناجائز کا سننا سنانا ناجائز اور جائز پر اجرت بھی لینا جائز اور ناجائز پر ناجائز (۲) اور جس کا لینا ناجائز اس کا بلا اضطراب دینا بھی ناجائز (۳) اور جس کا لینا جائز دینا بھی جائز، اس سے تمام صورتوں میں عنہا کا جواب ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم ۱۸ رزی الحج ۱۴۲۲ھ (امداد ج ۲ ص ۱۷۸)

فونوگراف کا حکم اور اس کی پلیٹ بلا وضو چھونے کی تحقیق

سوال (۲۶۱۶): قدیم ۴/۲۴۴ - فونوگراف جو ایک آلہ نقل الصوت ہے، اس میں تقاریرِ نعمات موسیقی اور قراء سے رکوعات قرآن مجید کی آوازیں ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں، اور پھر

(۱) قال الله تعالى: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۲]

يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات، وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، آيت: ۲، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۵۳)

(۲) ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل، وشيء من اللهو؛ لأنه معصية والاستئجار على المعصية باطل. (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۶ / ۳۸)

ولا تصح الإجارة لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي. (الدر المختار مع الشامی، الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه زكريا ديوبند ۹ / ۷۵، كراچی ۶ / ۵۵)

ولا يجوز أخذ الأجرة على المعاصي كالغناء والنوح والملاهي؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد، فلا يجب عليه الأجر، وإن أعطاه الأجر وقبضه لا يحل له، ويجب عليه رده على صاحبه. (مجمع الأنهر، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت ۳ / ۵۳۳)

(۲) ما حرم أخذه حرم إعطاءه. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۱۱۵)

الأشباه والنظائر، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشر: ما حرم أخذه حرم إعطاءه، قديم ص:

رہی اصوات تنہائی میں، مجالس میں، تماشا گاہوں میں آلہ مذکور کوک کر سنتے ہیں، تو اس طرح قرآن مجید کی آواز کا اس میں بند کرنا اور پھر فونو گراف سے سننا درست ہے یا نہیں؟ اور فونو گراف باجا ہے یا کیا ہے؟ اور کلام مقدس کی اس قسم کی آواز قرآن ہوگی یا کیا کہیں گے؟ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: **والقرآن في المصاحف مكتوب، وفي القلوب محفوظ، وعلى الألسن مقرو (۱)۔** یہ تعریف آواز مذکور میں نفی میں صادق آئے گی یا اثبات میں بھی یہ امر قابل گزارش ہے کہ جس آلہ سے اس کی پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہے اس سے اس کی پلیٹ پر کچھ خطوط و دوائر کے طور پر بن جاتے ہیں اور جب اس کی مشین چلائی جاتی ہے تو اُس کا ایک پرزہ جس کے آخر میں ہیرے کی کئی لگی ہوتی ہے وہ کئی ان دوائر پر گشت کرتی ہے، اور اس سے صوت پیدا ہوتی ہے، وہ خطوط آپس میں کچھ ممتاز نہیں معلوم ہوتے؛ بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکساں سے معلوم ہوتے ہیں، ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو؛ لیکن محسوس نہیں ہوتا، چلانے والے کو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس ہیئت پر فلاں چیز منتش ہے، اور اس پر دوسری چیز، پس ان نقوش کا کیا حکم ہے؟ اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلہ لہو ہے، نہ تذکر، اس لئے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے؛ لیکن اگر کوئی بھر دے تو اس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اور تعریف قرآن کی اس پر صادق ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ آلہ خود باجا نہیں ہے؛ بلکہ محض نقل صوت کرتا ہے، اگر باجا بھرا جائے تو باجے کی آواز نکلتی ہے، ورنہ جو بھرا جائے؛ اس لئے مطلقاً باجا نہیں کہا جاسکتا، بہر حال امید ہے کہ اس کی نسبت حضرت اقدس اپنی رائے تحریر فرمائیں گے؟

الجواب: ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں؛ اس لئے اُن کا مس کرنا محدث و جنب کو جائز ہے، جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآینہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے؛ البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے اُن کو حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا (۲) یہ حکم تو نقوش کا ہے، اور جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں ہے؛

(۱) شرح الفقہ الأكبر، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۲۹۔

(۲) ومسہ ولو مکتوبا بالفارسیة فی الأصح إلا بغلافه المنفصل کما مر، وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیة (درمختار) وفي الشامية: قوله: (و مسہ) أي القرآن ولو فی لوح أو درہم أو حائط لكن لا یمنع إلا من مس المکتوب بخلاف المصحف فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منه. وقال بعضهم: یجوز وهذا أقرب إلى القیاس، والمنع أقرب إلى ←

بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہے مشابہ صوت طیر اور صدائے کس، پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سنا نہ ہوگا۔۔۔ مثلاً بنا بر روایت در مختار وغیرہ اس کے استماع سے سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا (۱)۔ اور آپ کی یہ رائے صحیح ہے کہ

← التعظیم کما فی البحر: أي والصحيح المنع كما نذكره، مثل القرآن سائر الكتب السماوية كما قدمناه عن القهستاني وغيره. قوله: (إلا بغلافه المنفصل) أي كالجواب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى؛ لأن الجلد تبع له. (شامي، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبة زكريا دیوبند ۱/ ۴۸۸، کراچی ۱/ ۲۹۳)

ولا يجوز لمحدث بأحد الحديثين مس مصحف ولو بياضه إلا بغلافه المنفصل لا بغلافه المتصل به في الصحيح وعليه الفتوى، وكره المس بالكم أو بشيء من الثوب الذي على السماس؛ لأنه تبع له وقيل: لا يكره، وجعله في المحيط قول الجمهور، وتبعه في الدرر والتنوير، ولا يجوز مس درهم فيه سورة أي آية إلا بصرتة؛ لأنها كالغلاف. (الدرالمستقى مع سكب الأنهر، كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۲)

فتح القدير، كتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة، مكتبة زكريا دیوبند ۱/ ۱۷۲، كوئٹہ ۱/ ۱۴۹۔

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، دار الكتاب دیوبند ص: ۱۴۳۔

(۱) لكن ذكر الشيخ الإسلام أنه لا يجب بالسماع من مجنون أو نائم أو طير؛ لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وحصتها بالتمييز ولم يوجد. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، مكتبة زكريا دیوبند ۲/ ۵۸۱، کراچی ۲/ ۱۰۸)

ولا تجب سجدة التلاوة بسماعها من الطير على الصحيح، وهو المختار؛ لأنها محاكاة وليست بقراءة لعدم التمييز ولا تجب بسماعها من الصدي وهو ما يجيبك مثل صوتك في الجبال والصحاري ونحوها. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، الصلاة، باب سجود التلاوة، دار الكتاب دیوبند ص: ۴۸۶)

بخلاف السماع من البغاء والصدي، فإن ذلك ليس بتلاوة، وكذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلك ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لانعدام التمييز. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، في بيان من تجب عليه السجدة، مكتبة زكريا دیوبند ۱/ ۴۴۰) ←

اس کا حکم باجہ کا سنا نہیں ہے؛ بلکہ تابع ہوگا محکی عنہ کے جواز و عدم جواز میں لیکن چونکہ مقصود اس سے تلہی ہے، اس عارض کی وجہ سے قرآن بھرنا اس میں جائز نہ ہوگا، اسی طرح سنا بھی (۱)۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۲۷ شوال ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲ ص ۱۸۳)

گراموفون سے قرآن کریم سننے کا حکم

سوال (۲۶۱۷): قدیم ۲/۲۴۵ - یہاں اکثر حضرات جو تعلیم یافتہ طبقہ سے ہیں یہ کہتے ہیں کہ گراموفون میں اگر صرف قرآن شریف کے ریکارڈ بجائے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں؛ اس لئے مختلف تاویلیں پیش کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ گراموفون کے ذریعہ سے ہم بڑے بڑے مشہور قاریوں کی قرأت گھر بیٹھے سُن سکتے ہیں۔ اب اگر وہ قاری دنیا سے راہی ملک عدم بھی ہو جاویں تو اُن کی قرأت بجنہ ہمارے پاس محفوظ رہ سکتی ہے، اور ہم ہمیشہ اس سے حظ حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم چاہتے

← الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، الصلاة، الفصل الحادي والعشرون: في سجدة التلاوة، مكتبه

زکریا دیوبند ۲/۴۶۲، رقم: ۳۰۰۳۔

(۱) وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله عليه وسلم. (شرح فقه أكبر، من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، مكتبه أشرفیہ دیوبند ص: ۲۰۵)

قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه، وأدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس، والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس؛ لأنه مجتمع الشيطان الخ. (بزازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، النوع التاسع: فيما يقال في القرآن، قدیم ۶/۳۳۸، جدید زکریا دیوبند ۳/۱۸۹)

إذا قرأ القرآن على ضرب الدف فقد كفر. (هندية، كتاب السير، الباب التاسع: في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، قدیم زکریا ۲/۲۶۷، جدید زکریا ۲/۲۷۹)
البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، مكتبه زکریا دیوبند ۵/۲۰۵، کوئٹہ ۵/۱۲۲۔

ہیں کہ روزمرہ کسی اچھے قاری سے قرأت سنیں؛ لیکن ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم ہمیشہ ایک قاری مکان پر رکھ سکیں ایسی صورت میں گراموفون باجا ہماری خواہش بہت آسانی سے پوری کر سکتا ہے، یا وہ لوگ جنہوں نے قرآن شریف مطلق نہیں پڑھا ہے وہ کم از کم اس بلجہ کے ذریعہ سے تلاوت قرآن شریف سن کر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ استفتاء یہ ہے کہ گراموفون بلجہ خریدنا اس کا بجانا، خود سننا، دوسروں کو سننا درست ہے یا نہیں؟ قرآن پاک کے ریکارڈ بجانا اور سننا درست ہے یا نہیں؟ اور اس میں قرآن شریف کی اہانت ہے یا نہیں؟

الجواب: احکام کبھی شے کی ذات پر نظر کر کے مرتب ہوتے ہیں اور کبھی عوارض پر نظر کر کے، اور ان دونوں قسم کے احکام کبھی باہم مختلف بھی ہو جاتے ہیں، پس اگر اس آلہ من حیث الآلہ کی ذات پر نظر کی جاوے، تو حقیقت اس کی باجہ نہیں، چنانچہ ضرب یا قرع یا غمز سے نہیں بجاتا، اور نہ اس میں کوئی خاص صوت ہے؛ بلکہ یہ حکایت ہے اصوات کی، جیسے گنبد میں صداء یعنی آواز بازگشت کی پیدا ہو جاتی ہے، اس کو کوئی بلجہ نہیں کہتا، پس وہ حکم میں تابع ہوگی صوت محلی عنہ کے، اگر صوت معازف و مزامیر کی ہے، اس کے حکم میں ہے، اور اگر وہ مشروع ہے، یہ بھی مشروع، اگر وہ غیر مشروع یہ بھی غیر مشروع ہے (۱) یہ تو تفصیل ہے حکم کی،

(۱) وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات، قلت: وفي البازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر" أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل واجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روي أنه عليه السلام أدخل إصبه في أذنه عند سماعه. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴، کراچی ۶/ ۳۴۸-۳۴۹)

وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شارب الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام. (مرقاة، كتاب الأدب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، مكتبه إمداديه ملتان ۹/ ۱۳۴)

شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۶۶، کراچی ۶/ ۳۹۵

اس کی حقیقت پر نظر کرنے کے اعتبار سے، اور اگر اس حقیقت کے ساتھ عوارض پر بھی نظر کی جاوے تو یقیناً عام طور پر مستعمل ہوتا ہے، لہو طرب میں، حتیٰ کہ قرآن مجید بھی اس سے جو سنا جاتا ہے تو بطور شغل و تفریح کے جو کہ حقیقت ہے لہو کی، اور چونکہ حکم اکثر کا ہوتا ہے؛ لہذا اگر کوئی شاذ و نادر مصالح مذکورہ فی السؤال کی نیت سے سنے، اس کا اعتبار نہ ہوگا (۱) ان عوارض پر نظر کر کے منع ہی کیا جاوے گا (۲) جیسا کہ ایک حدیث میں دف پر اس مضمون مدح نبوی کے پڑھنے سے ممانعت وارد ہے: **وفینا نبی یعلم ما فی غد (۳)۔**

(۱) للأكثر حكم الكل في أصول الشرع، فيترجح بالكثرة. (هداية، كتاب الخنثى، مكتبة أشرفیہ دیوبند ۷۰۱ / ۴)

والثانية أن يكون الغالب وجوده عند سببه مع إمكان الاطلاع فيجعل النادر كالمعدوم. (تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، مكتبة زكريا دیوبند ۱ / ۵۸، إمدادیه ملتان ۱ / ۱۲) الدرالمختار مع الشامی، الديات، باب القسامة، مكتبة زكريا دیوبند ۱۰ / ۳۰۵، كراچی ۶ / ۶۲۵۔

(۲) قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه، وأدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس، والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس؛ لأنه مجتمع الشيطان الخ. (بازایة علی هامش الہندیہ، کتاب ألفاظ تـکون إسلاماً أو کفراً أو خطأ، النوع التاسع: فيما يقال في القرآن، قدیم زکریا ۶ / ۳۳۸، جدید زکریا دیوبند ۳ / ۱۸۹)

وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله عليه وسلم. (شرح فقه أكبر، من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، مكتبة أشرفیہ دیوبند ص: ۲۰۵) ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع: فی احکام المرتدین، موجبات الکفر أنواع، قدیم زکریا ۲ / ۲۶۷، جدید زکریا ۲ / ۲۷۹۔

(۳) عن الربيع بنت معوذ قالت: دخل علي النبي صلى الله عليه وسلم غداة بني علي فجلس علي فراشي كمجلسك مني وجويريات يضربن بالدف يندبن من قتل من آبائهن يوم بدر حتى قالت جارية: وفينا نبی يعلم ما فی غد، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ←

اس تقریر میں سب شبہات کا جواب ہو گیا، پھر جب استعمال کا عدم جواز اس عارض کے سبب ثابت ہو گیا تو خریدنا اور بجانا اور سننا اور سنانا گو قرآن مجید ہی کا ہوسب کے لئے یہی عدم جواز ثابت ہو گیا (۱)۔

۵/ رجب ۱۴۲۲ھ (حوادث خامس ص ۴۸)

گراموں فون سے قرآن پاک سننے کا حکم

سوال (۲۶۱۸): قدیم ۲/۴۲۶ - یہ عریضہ اس وقت اس لئے لکھ رہا ہوں کہ گنگوہ سے جناب حافظ محمد یعقوب صاحب کا ایک خط اس مضمون کا آیا تھا کہ گرام فون اور فونو گراف کا رواج آج کل گھر گھر ہو رہا ہے، اس کے متعلق مفصل فتوے کی ضرورت ہے، اُن کا خیال ہے کہ اس کو طبع کرا کے تقسیم کریں، اس ضرورت کے لئے احقر نے جناب کا فتویٰ امدادیہ دیکھا، تو حوادث الفتاویٰ ص ۷۶ میں اس کے متعلق حضرت نے کافی بحث فرمائی، جس کو دیکھ کر اطمینان ہوا؛ لیکن ایک خلیجان باقی رہ گیا، کہ حضرت نے گرام فون کو محض ایک آلہ حاکیہ صوت مثل دیگر آلات حاکیہ ٹیلیگراف و ٹیلیفون قرار دے کر اس کے سننے

← لا تقولہ ہکذا و قولہ ما کنت تقولہن . (بخاری شریف، کتاب المغازی، باب شہود الملائکۃ بدرا، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۵۷۰، رقم: ۳۸۵۷، ف: ۴۰۰۱)

ترمذی شریف، کتاب النکاح، باب ماجاء فی إعلان النکاح، النسخۃ الہندیۃ ۱/ ۲۰۷، دار السلام رقم: ۱۰۹۰۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۲]

یأمر اللہ تعالیٰ عبادہ المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر، وترك المنکرات، وهو التقویٰ، وینہاہم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم. (تفسیر ابن کثیر، سورة المائدة، آیت: ۲، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۵۳)

کل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰)

واستدل بالآیة علی أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب ترکها، فإن ما يؤدي إلى الشر شر. (روح المعانی، سورة الأنعام، آیت: ۱۰۸، مکتبہ زکریا دیوبند ۵/ ۳۶۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سنانے کو اصل محکی عنہ کے تابع فرمایا ہے، اس میں یہ خلجان باقی ہے کہ عام عرف و عادت اور اس کی وضع و مقصد کے لحاظ سے یہ محض آلہ حاکم معلوم نہیں ہوتا؛ بلکہ منجملہ آلات تہی و تلعب اور معارف و مزامیر کے معلوم ہوتا ہے، عام طور پر زبانوں پر اس کا نام بھی بلبہ پکارا جاتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اس سے حکایت صوت کا کام لیا جاسکے سو یہ تو کچھ نہ کچھ دوتا رستار وغیرہ میں بھی ہوتا ہے، گواتنا صاف نہ ہو، اور اسی وجہ سے ہندی مثل مشہور ہے۔ ”تانت باجی راگ پایا“ بالخصوص ہارمونیم بلبہ میں تو تقریباً صاف آواز پیدا ہو جاتی ہے، یہ صحیح ہے کہ یہاں احداث صوت جدید ہے اور وہاں یعنی نہ ہوائے متکلف کا حاصل کرنا یہ بھی ایک درجہ میں احداث صوت کہلا سکتا ہے۔

الغرض عرف و عادت اور عام طور پر اس کی وضع و استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی منجملہ آلات تغنی کے ہے، ٹیلیفون کی طرح آلہ حاکم نہیں، اس لئے اصواتِ مباحہ بھی اس کے اندر مباح نہ ہونا چاہئے، اور یہ خیال ہوتا ہے (واللہ أعلم بالصواب) کہ عام آلات تغنی اور گراموفون میں وہی فرق ہے جو عام آلات تصویر کشی اور فوٹو گرافی میں؛ کیونکہ عام طور پر مصوٰ را ایک حسب دل خواہ صورت کا احداث اپنی طرف سے کرتا ہے، اور فوٹو گراف ایک محکی عنہ کے تابع ہوتا ہے اور اس کے عکس کو جو غیر قائم تھا، مصالحہ کے ذریعہ سے پائیدار بنا دیتا ہے؛ لیکن عکس کو پائیدار بنانے ہی کا نام تصویر کشی رکھا جاتا ہے اور فوٹو گراف اور قدیم طرز کی مصوری کو برابر ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ عکس جس وقت تک عکس تھا جائز تھا، اور جب بذریعہ فوٹو اس کو قائم کیا گیا تو اب یہی عکس تصویر کہلائے گا، اسی طرح ایک جائز کلام جب تک اپنی اصلی صورت میں تھا، وہ ایک کلام تھا کہ حسنہ حسن و قبیحہ قبیح لیکن جب اس آلہ کے ذریعہ اس کو قائم کر کے اعادہ کیا گیا تو یہی ایک تغنی و تہلب ہے امید کہ جواب باصواب سے مطمئن فرمایا جاوے۔

الجواب: شبہ کے منشاء کے قابل توجہ ہونے سے دل خوش ہوا، اس لئے توجہ کر کے مقام کی توضیح کرتا ہوں، میں نے اپنی تقریر میں اباحتِ حکایت پر صرف اباحتِ محکی عنہ سے استدلال نہیں کیا؛ بلکہ اس میں ایک قید بھی ہے، جو غایتِ شہرت کے سبب محتاج تصریح نہیں، وہ قید یہ ہے کہ اس حکایت سے نہی وارد نہ کی گئی ہو، اس سے شبہ کا جواب حاصل ہو گیا؛ کیونکہ حکایت صورت حیوانیہ (یعنی تصویر) سے نہی وارد ہے (۱)۔

(۱) عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إن أشد الناس عذاباً یوم القیامة المصورون. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب عذاب المصورون یوم

اسی طرح حکایتِ صوت بواسطہ آلاتِ معازف و مزامیر منہی عنہ ہے (۱)۔ فافتراق المقیس و المقیس علیہ۔ ورنہ مطلق حکایتِ صورت تو آئینہ اور پانی میں بھی ہے، اور حکایتِ صوت گنبد کی صدا میں بھی ہے، اور اس میں حرمت نہیں، اگر شبہ کیا جاوے کہ فونوگراف میں بھی حکایتِ صوت بذریعہ آلاتِ ابھرمحرم ہے تو وہ بھی منہی عنہ ہوئی، اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ غیر مسلم ہے؛ اس لئے کہ ملاہی غیر محرم وہ ہیں جہاں خود ان ملاہی کی صوتِ مخصوصہ مقصود ہو، گو اس میں کوئی خاص لہجہ بھی منضم کر لیا جاوے، جیسا ہارمونیم میں ایسا انضمام ہوتا ہے، اور گراموفون میں خود اس آلہ کی صوتِ مخصوصہ مقصود نہیں بلکہ مقصود اصلی صوتِ محکم عنہ ہے، جس کا اس آلہ کے ذریعہ سے محفوظ کر کے اعادہ کیا جاتا ہے۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ گراموفون میں جو صوت بند کر کے پیدا کی جاتی ہے اگر اصلی محکم عنہ پر قدرت ہو جاوے تو پھر اس آلہ کی طرف اس وقت التفات بھی نہ کیا جاوے، بخلاف ہارمونیم وغیرہ کے کہ ایسے وقت بھی اس سے قطع نظر نہیں کی جاتی، اور راز اس کا یہ ہے کہ گراموفون کی خصوصیت نے اس صوت میں حظ نہیں بڑھایا؛ لہذا اصل کے ہوتے ہوئے اس کا قصد نہیں کیا جاتا اور ہارمونیم کی خصوصیت کو حظ خاص میں دخل ہے جو سادہ استماع میں مفقود ہے؛ اس لئے اصل کے ہوتے ہوئے بھی اس کا قصد کیا جاتا ہے، اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ ان ملاہی میں نہیں جن کی صوتِ مخصوصہ مقصود ہوتی ہے، اور حرمت ایسے ہی ملاہی کے ساتھ مخصوص ہے کماد کر۔

← مسلم شریف، کتاب اللباس و الزینۃ، باب تحریم تصویر صورة الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بیت الأفكار رقم: ۲۱۰۹۔
نسائی شریف، کتاب الزینۃ، ذکر أشد الناس عذابا، النسخة الهندية ۲/ ۲۵۶، دار السلام رقم: ۵۳۵۸-۵۳۵۹۔

(۱) وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شارب الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام. (مرقاۃ، کتاب الأدب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، مكتبہ إمدادیہ ملتان ۹/ ۱۳۴)

قوله: (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق، وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط والرباب، والقانون، والمزمار، والصنج، والبوق، فإنها ←

رہا یہ شبہ کہ اس کو عرف میں بوجہ کہتے ہیں، اول تو اطلاق عرفیہ سے حقائق و احکام شرعیہ پر استدلال نہیں ہو سکتا، پھر ممکن ہے کہ باعتبار اکثریت فی الاستدلال فی اللہو کے اس کو باجا کہا جاتا ہو، پس اس کی حرمت مطلقاً میں کوئی دخل نہیں، اگر یہ کہا جاوے کہ علاوہ اطلاق عرفی کے خود واضح کا قصد بھی اس سے تلی ہے، جواب یہ ہے کہ اس میں واضح کا قصد مؤثر نہیں؛ بلکہ مستعمل کے قصد کا اعتبار ہے۔ غور فرمایا جاوے اگر طبل سحور یا طبل غزاة کا جن کو فقہاء نے جائز کہا ہے (۱) واضح نے قصد تلی بنایا ہو مگر استعمال کرنے والا بقصد صحیح اس سے کام لے تو کیا اس کو محض بنا برنیت واضح ناجائز کہا جاسکتا ہے؟ اگر کہا جاوے کہ اگر استعمال کرنے والے کا قصد بھی تلی کا ہو، مگر خاص انہی ریکارڈوں کا استعمال کرے جن میں اصوات مباحہ محفوظ ہیں تو کیا اب بھی حرمت کا حکم نہ ہوگا، حالانکہ قصد تلی کا ہے جواب یہ ہے کہ ہر تلی حرام نہیں ہوتی ہے۔

← کلہا مکروہۃ؛ لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتۃ یكون معذورا، ويجب أن یجتهد أن لا یسمع قہستانی. (شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۶۶، کراچی ۶/ ۳۹۵)

الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحۃ، قبیل فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۰۲-۵۰۴، کراچی ۶/ ۳۴۸-۳۴۹۔

(۱) وإذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به كطبل الغزاة والعرس لما في الأجnas: ولا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن به النكاح. وفي الولو الحية: وإن كان للغزو أو القافلة يجوز إتقاني. (شامی، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۷۵، کراچی ۶/ ۵۵)

للفقهاء في الأنواع الأخرى من الطبول تفصيل: فذهب الحنفية إلى أنه إذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به كطبل الغزاة والعرس والقافلة، وقال ابن عابدين: وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لا يقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۸/ ۱۷۴)

شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، قبیل فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۰۵، کراچی ۶/ ۳۵۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حدیث میں لہو میں سے تین چیزوں کے جواز کے لئے استثنیٰ فرمایا گیا ہے (۱)۔ اصل استثناء میں اتصال ہے، الابدلیل لادلیل اس سے معلوم ہوا کہ جس تلہی میں کوئی مفسدہ ہو وہ حرام ہے اور جس میں کوئی غرض صحیح ہو۔ کما فی الثلاثة المذكورة۔ وہ محمود و مطلوب ہے۔ اور جس میں نہ کوئی مفسدہ ہو نہ غرض صحیح ہو، وہ عبث اور خلاف اولیٰ ہے (۲)۔ پس حکایت صوت مباح میں کوئی مفسدہ تو ہے نہیں، ورنہ وہ صوت مباح نہ ہوتی۔ اب دو احتمال رہ گئے، اگر غرض صحیح ہے جیسے کہ محقق عالم بعید المکان کا وعظ بند ہو، اس کی حکایت محمود ہوگی، اور اگر غرض صحیح نہیں تو عبث اور خلاف اولیٰ ہے، اخیر میں ایک ضروری تنبیہ کلی بھی معروض ہے، وہ یہ کہ تفصیل مذکور خلوعن العوارض کی حالت میں ہے، ورنہ اگر کوئی عارض موجب منع پایا جاوے، جیسا مباح کی اجازت مفضی ہو جاوے ابتلاء فی الحرم کی طرف تو اس صورت میں فتیح لغیرہ میں داخل ہو کر واجب المنع ہو جاوے گا (۳)۔ ایک دوسری تنبیہ جزئی بھی واجب الذکر ہے جس کا احقر نے جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ کے

(۱) عن عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي الحسين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله ليدخل بالسهم الواحد ثلاثة الجنة صانعه يحتسب في صنعته الخير والرامي به والممد به، وقال: ارموا واركبوا، ولأن ترموا أحب إلي من أن تركبوا، كل ما يلهم به الرجل المسلم باطل إلا رمية بقوسه وتأديبه فرسه وملاعبته أهله، فإنهم من الحق. (ترمذي شريف، أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضائل الرمي في سبيل الله، النسخة الهندية ۱ / ۲۹۳، دار السلام رقم: ۱۶۳۷)

ابن ماجه شريف، كتاب الجهاد، باب الرمي في سبيل الله، النسخة الهندية، ص: ۲۰۲، دار السلام رقم: ۲۸۱۱۔

أبوداؤد شريف، كتاب الجهاد، باب في الرمي، النسخة الهندية ۱ / ۳۴۰، دار السلام رقم: ۲۵۱۳۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه. (ترمذي شريف، أبواب الزهد، باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس، النسخة الهندية ۲ / ۵۸، دار السلام رقم: ۲۳۱۷)

مسند أحمد بن حنبل ۱ / ۲۰۱، رقم: ۱۷۳۷۔

(۳) كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر

والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹ / ۵۱۹، کراچی ۶ / ۳۶۰) ←

فتویٰ میں ذکر کیا ہے، وہ یہ کہ قرآن (بقصد تلہی) سننا اس میں اس لئے حرام ہے کہ طاعت کو آلہ تلہی بنانا حرام ہے (۱) اور اگر تلہی مقصود نہ ہو تب بھی تشبیہ ہے اہل تلہی کے ساتھ؛ لہذا اجازت نہ ہوگی، جیسے ماندہ پر ظروف شربت کو، ہیئت ظروف کے رکھنے کو فقہاء نے حرام فرمایا ہے۔ ۱۵ شعبان ۱۳۳۶ھ

تتمہ سوال بالا: گراموفون کے متعلق حضرت والا کی مفصل تحریر دیکھ کر اصل مسئلہ میں تقریباً شفا ہوگئی اور یہ سمجھ میں آ گیا کہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں؛ لیکن تھوڑا خلجان اس فرق میں باقی رہ گیا ہے جو حضرت نے جملہ معارف و مزامیر اور گراموفون کے درمیان فرمایا ہے، وہ یہ کہ گراموفون کی صوت بھی مخصوص مقصود معلوم ہوتی ہے (کما سائر المعارف) اس کی صوت میں ایک قسم کی گونج پیدا ہو کر بہ نسبت سادہ استماع کے ایک حظ کا اضافہ ہو جاتا ہے، چنانچہ بہت سے وہ آدمی جن کے سامنے اگر اصل صوت اپنی اصلیت پر پیش کی جاتی تو وہ اس پر کان لگاتے، اور اس آلہ میں بند ہونے کے بعد نہایت ذوق و شوق سے سنتے ہیں؛ بلکہ وہ ناچ رنگ وغیرہ میں اصل محکی عنہ پر قدرت ہونے کی صورت میں اس آلہ کی طرف توجہ نہیں رہتی، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہاں حظ صوت کے ساتھ دوسرے حظوظ نفس بھی جمع ہو جاتے ہیں،

← قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالى: (ولا تسبوا الذين النخ) واستدل بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها، فإن ما يؤدي إلى الشر شر. (روح المعاني، سورة الأنعام، آیت: ۱۰۸، مکتبہ زکریا دیوبند ۵/۳۶۶)

(۱) قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه، وأدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس، والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس؛ لأنه مجتمع الشيطان النخ. (بازایة علی هامش الہندیہ، کتاب ألفاظ تـکون إسلاماً أو کفراً أو خطاً، النوع التاسع: فيما يقال في القرآن، قديم ۶/۳۳۸، جدید زکریا دیوبند ۳/۱۸۹)

وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله عليه وسلم. (شرح فقه أكبر، من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۲۰۵)

ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع: فی احکام المرتدین، موجبات الکفر انواع، قدیم زکریا

نانچ رنگ اور گانے بجانے کے برہ اور چیزوں کے متعلق عام حالات پر نظر ڈالتے ہوئے یہی خیال ہوتا ہے (واللہ ورسولہ ونبوہ أعلم) کہ اگر ایک طرف اصل وعظ ہوتا اور دوسری طرف گراموفون میں اسی وعظ کی حکایت ہو تو تب سے آدمی اسی کی طرف جھک پڑیں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اس کی صوت مخصوصہ مقصود ہے، مثل سائنہای المعازف۔

(۲) آخر میں تنبیہ جزئی کے تحت میں جو حضرت نے ارقام فرمایا ہے (اگر تلہی مقصود نہ ہو تب بھی تنبیہ ہے اہل تلہی کے ساتھ؛ لہذا اجازت نہ ہوگی) اس کا مقتضی بھی عموم منع معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ ملاحظہ اور ان کے امثال جو مطلوب فی الدین ہیں ان کے ساتھ بھی تلہی اور تنبیہ باہل التلہی منع کرنے کے قابل ہیں اگرچہ تلہی بالقرآن کی حد تک نہ پہنچیں؛ اس لئے اگر کوئی شخص غرض صحیح کے ساتھ بھی سنتا ہو، تب یہ تنبیہ مانع جواز نہیں۔

(۳) تنبیہ کلی کے تحت میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے، اس کا مقتضی بھی حالات و واقعات کو دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے استماع سے مطلقاً منع کیا جاوے؛ کیونکہ اس کی کسی خاص صورت کی اجازت سے ابتلاء فی المحرم کا عام طور پر قوی اندیشہ ہے، جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام میں تفصیلات و تدقیقات محفوظ نہیں رہتیں۔

الحاصل اول تو خود اس آلہ کو معازف و مزامیر کے ساتھ ایک گونہ مشارکت ہے، جو اصل عدم جواز کا سبب بن سکتا ہے۔ دوسرے اگر اس سے بھی قطع نظر کی جاوے اور فی نفسہ اس میں حکایت صوت کو مباح قرار دیا جاوے تب بھی خارجی عوارض مثل اندیشہ ابتلاء فی المحرم اس کی ممانعت کے مقتضی ہیں۔ تیسرے اگر بلا غرض صحیح سنتا ہے تو اس کا عبث اور خلاف اولیٰ ہونا مسلم ہی ہے، اور اگر غرض صحیح سے سنا ہے یعنی ایسی چیز سنتا ہے جو مطلوب فی الدین ہے تو اس صورت میں قصد تلہی یا تنبیہ باہل التلہی اس کے لئے مانع ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

یہ چند معروضات اعتماداً علی العنایات السنیہ کر دیئے ہیں ورنہ جرأت نہ ہوتی تھی آ” کر مہائے تو مارا کردگستاخ“۔ والسلام

الجواب: بعض طبائع کے اعتبار سے قصد صوت مخصوصہ کا انکار نہیں ہو سکتا، مگر اس کے عموم کا دعویٰ بھی مشکل ہے، بعض طبائع یقیناً ایسے ہوں گے کہ اگر اصل میں کوئی حظ بھی نہ ہو تب بھی محض گونج کے سبب تبع کی طرف التفات نہ کریں۔ اور اگر طبل سحر میں بعض کے قصد تلہی سے حکم کی تعمیل مشکل ہے، اور اس قصد کی اکثریت و اقلیت کا مدار اجتہاد پر ہے؛ لہذا اطلاق منع و تفصیل فی الجمع مفتی کی رائے پر ہے اس کے علاوہ

ایک امارت قریب قریب سب کے اعتبار سے عام ہے، وہ یہ کہ اس آلہ کے مختلف پلیٹوں میں مختلف اصوات بند ہوتی ہیں، اور ان میں سے کسی کو کوئی مطلوب ہوتی ہے کسی کو کوئی اور یہ تفاوت اصل ہی کے تابع ہے، ورنہ ملا ہی کے نعمات والجان سب متقارب ہوتی ہیں، اور یہ سب حکم کی نفسہ میں کلام ہے، باقی افضاء الی المحرم یا تشبہ بأهل التلہی کے مؤثر فی المنع ہونے میں کلام نہیں (۱) لیکن ایسے مفاسد عارضہ اور ضرورت میں اگر تعارض ہو مفاسد کے اسناد کے ساتھ تحصیل ضرورت کا انتظام کر لینے کی صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اس کو قواعد سے دیکھ لیا جاوے، مثلاً اگر کسی آلہ میں حضرت مولانا محمد قاسم کا وعظ کسی نے بلا اطلاع حضرت کے بند کر لیا ہوتا، اور کوئی شخص اس کی تبلیغ عام کے لئے خلوت میں اس کی نقل حاصل کر کے پھر کتابت میں ضبط کر کے اس کو تقریراً یا طباعاً شائع کر دیتا تو اس خاص مستمع فی الخلوت کے لئے کیا حکم ہوگا؟ یہ قابل تحقیق ہے بخلاف القرآن لعدم الضرورة فیہ۔

ثم لنأ أن نتمتع في الكلام ونقول: إن قبح الملاهي لو كان لعينها لما ارتفع عن طبل السحور والغزو وجرس الساعة لاسيما في المساجد فأذن هو لغيرها فليتنظر أن هذا الغير ما هو، وهل هو متحقق في هذه الآلة إذا لم تكن حاكية عن الصوت الغير

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲ / ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبته إمداديه ملتان ۸ / ۲۵۵)

كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبته زكريا ديوبند ۹ / ۵۱۹، كراچی ۶ / ۳۶۰)

قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالى: (ولا تسبوا الذين الخ) واستدل بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها، فإن ما يؤدي إلى الشر شر. (روح المعاني، سورة الأنعام، آیت: ۱۰۸، مكتبته زكريا ديوبند ۵ / ۳۶۶)

المشروع، وهذا لم اذكره فيما كتبت من قبل حذراً عن غلط بعض العامة، فالأن ذكرته بلسان الخاصة لينظروا فيه ويتأكد كون هذا القبح لغير لما في الدر المختار قبيل فصل اللبس من كتاب الحظر والإباحة ونصه ومن ذلك (أى من الملاحى) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتبويه فلا بأس به كما إذا ضرب في ثلاثة أوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور لمناسبة بينهما فبعد العصر للإشارة إلى نفخة الفزع، وبعد العشاء إلى نفخة الموت، وبعد نصف الليل إلى نفخة البعث، وتمامه فيما علقته على الملتقى، وفي ردالمحتار تحت قوله: بعد العصر الخ ما نصه أقول: وهذا يفيد أن آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها، إما من سامعها أو من المشتغل بها وبه تشعر الإضافة ألا ترى أن ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية بسماعها، والأمور بمقاصدها، وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون أموراً هم أعلم بها فلا يبادر المعترض بالإنكار كي يحرم بركتهم، فإنهم السادة الأخيار الخ، وفيه على قوله: وتمامه الخ حيث بعد عزوه ما مر إلى الملاعب للإمام البزدوي، وينبغي أن يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة، وعن الحسن لا بأس بالدف في العرس ليشتهر، وفي السراجية: هذا إذا لم يكن له جلال ولم يضرب على هيئة التطرب اه. أقول: وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل. اه (١).

(١) الدر المختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، مكتبه زكريا

ديوبند ٩/ ٥٠٤-٥٠٥، كراچى ٦/ ٣٥٠-

نص بعض الفقهاء على أن ما حرم من المعازف وآلات اللهو لم يحرم لعينه، وإنما لعلة أخرى، فقال ابن عابدين: آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها، إما من سامعها أو من المشتغل بها، ألا ترى أن ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية، والأمور بمقاصدها، وقال الحصكفى: ومن ذلك -الحرام- ضرب النوبة للتفاخر، فلو للتبويه فلا بأس به، ونقل ابن عابدين عن الملتقى: أنه ينبغي أن يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة، ثم قال: وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٨/ ١٦٨-١٦٩)

نعم لومنع منه سداً للذرائع كان أحوط واصون لدين العامة لكن مع هذا لا سبيل لأحد إلى المواخذة على ترك الأحوط وإلى إساءة الظن به. والله أعلم

۶/ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ (حوادث خامسہ ص ۴۹)

تعلیمی تاش کا حکم

سوال (۲۶۱۹): قدیم ۲/۲۴۰ - تاش تعلیمی جو پارہائے کاغذ پر دو تختیاں الف بے کی لکھتے ہیں اور چند اشخاص آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، پھر ایک شخص ایک طرف رکھتا ہے، دوسرے نے اگر کوئی لفظ بنا لیا، تو اس سے وہ پتہ لے لیا۔ تیسرے نے ایک حرف اور ملا کر اگر لفظ بنا لیا تو وہ پتے اس کے ہو گئے، یوں ہی جہاں تک بناتے جائیں، اور اگر کوئی نہ بنا سکا تو وہ سب پتے اول کے ہوں گے، یہ کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ہار جیت رکھی جائے اور سب پتے اکٹھے رکھے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر ہار جیت نہ ہو تو جائز ہے؛ بلکہ مبتدیوں کے حق میں شاید مفید ہے (۱)۔ واللہ اعلم

۶/ رمضان ۱۳۱۹ھ (امداد ج ۲، ص ۱۸۵)

(۱) فالضابط في هذا الباب عند مشايخنا الحنفية المستفاد من أصولهم وأقوالهم أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش لا المعاد حرام أو مكروه تحريماً، وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة - كما في التردشير - كان حراماً أو مكروهاً تحريماً، وألغيت تلك المصلحية والغرض لمعارضتها للنهي المأثور حكماً بأن ضرره أعظم من نفعه وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع وفيه فائدة ومصلحة للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به إلهاء عن ذكر الله وحده وعن الصلوات والمساجد التحق ذلك بالمنهي عنه لا اشتراك العلة فكان حراماً أو مكروهاً. والثاني: ما ليس كذلك فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب فهو مكروه، وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه، هذه خلاصة ما توصل إليه والدي الشيخ محمد شفيع ←

نصف دھڑ کی تصویر بنانے کا حکم

سوال (۲۶۲۰): قدیم ۲/۲۵۲ - آدمی کی نصف تصویر جسے انگریزی میں لبسٹ کہتے ہیں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جب جائز ہوگا تو مکان میں رکھنے میں کیا حرج ہے، پہلے خط میں جناب نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ تصویر میں اگر ایسا عضو کم ہو جس کے بدون زندہ نہ رہ سکے، تو اس کا بنانا درست ہے، اس حالت میں نصف اوپر کے حصہ کی تصویر بنانی اور رکھنی درست ہے؟

الجواب: جزئی نہیں دیکھا، مگر میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں؛ کیونکہ مقصود تصویر میں وجہ ہی ہے اور قاعدہ مشہورہ سے کہ جس عضو کے بغیر حیوان زندہ نہ رہ سکے، اس کے قطع سے تصویر نہیں رہتی، وجہ مستثنیٰ ہے (۱)۔

← في أحكام القرآن ۳/ ۱۹۳ تا ۲۰۱. وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها، ما لم تشتمل على معصية أخرى ما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. والله أعلم (تكملة فتح الملهم، قبيل كتاب الرؤيا، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۳۵-۴۳۶)

(۱) عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه قال: الصورة الرأس فإذا قطع الرأس فليس بصورة. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق، باب الرخصة فيما يوطأ من الصور أو يقطع رؤوسها، دار الفكر بيروت ۱۱/ ۸۳، رقم: ۱۴۹۴۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: الصورة الرأس فكل شيء ليس له رأس فليس بصورة. (طحاوي شريف، كتاب الكراهية، باب الصور تكون في الثياب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۰۰، رقم: ۶۸۰۶)

عن عكرمة قال: إنما الصورة الرأس، فإذا قطع فلا بأس. (المصنف لابن أبي شعبة، اللباس، الرجل يتكئ على المرافق المصورة، مؤسسة علوم القرآن ۱۲/ ۶۳۷، رقم: ۲۵۸۰۸)

أو كانت صغيرة أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوّة عضو لا تعيش بدونه أو لغير ذي روح لا يكره لأنها لا تعبد. (الدر المختار مع الشامی، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۱۸، کراچی ۱/ ۶۴۸-۶۴۹)

إلا أن تكون صغيرة لا تبدو للنّاظر أو لغير ذي روح أو مقطوعة الرأس ممحوّة بنحو مغرة، وكذا الوجه لا كراهة؛ لأن مثل هذه الأشياء لا تعبد عادة والكراهة لذلك. ←

اور مجھ کو یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے ایسے عضو کی کمی کی صورت میں بنانے کو جائز کہا تھا، یا رکھنے کو؛ کیونکہ بنانے کو میں مطلقاً ناجائز سمجھتا ہوں، اگر ایسا لکھا ہو تو میں رجوع کرتا ہوں۔

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۲۹)

نا تمام تصویر بنانے کا حکم

سوال (۲۶۲۱): قدیم ۲/۲۵۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے علم انجینئری حاصل کیا اور فروختِ کامل ایک سارٹیفکیٹ منجانب سرکار ملا، مگر سارٹیفکیٹ

← (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۸۸-۱۸۹)

النهر الفائق، الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۸۵۔
(۱) عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه أنه سمع عائشة تقول: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل، فلما رآه هتكه وتلون وجهه وقال: يا عائشة! أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله، قالت عائشة! فقطعناه فجعلنا منه وسادة أو وسادتين. (مسلم شريف، اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۷)

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتن أو بغيره فصنعتة حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (شرح النووي على المسلم، اللباس، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۹)

عمدة القاري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۵/ ۱۲۴، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۲/ ۱۱۰۔

تنبیہ: هذا كله في اقتناء الصورة، وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً؛ لأنه مضاهاة لخلق الله تعالى كما مر. (شامي، الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۲۰، کراچی ۱/ ۶۵۰)

مذکور میں زید مذکور کی غیر تمام تصویر یعنی از سیدہ تا سر مکمل سکہ جارج پنجم ہے اور بغیر دکھلائے میل والوں کو ملازمت انجینئری مل نہیں سکتی، اور مسمیٰ مذکور پر ہیزگار و متقی ہے۔ اب صورت مذکورہ میں زید مذکور کیا کرے؟ یعنی تصویر غیر تمام نکلوانا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اور ملازمت کے پیسہ میں اشتباہ کراہت ہے یا نہیں؟ زید مذکور کو سوا اس ملازمت کے دیگر ملازمت کا ذریعہ نہیں ہے، پس جو حکم عند الشرع ہو علی التفصیل بیان فرمائیے۔ بینوا تو جروا

الجواب: فی رد المحتار: قال القهستانی: وفيه اشعار بأنه لا تكره صورة الرأس، وفيه خلاف كما في اتخاذها كذا في المحيط. ج ۱، ص ۶۷۷ (۱)۔
اس سے معلوم ہوا کہ اس میں بعد اختلاف کے ضرورت والے کو گنجائش ہے، گو غیر ضرورت والے کو بقاعدہ: إذا تعارض المحرم والمباح الخ (۲) منع کو ترجیح ہوگی۔ اور شخص مذکور فی السؤال کو ضرورت شدید ہے؛ اس لئے اس شخص کو گنجائش پر عمل جائز ہے (۳)۔ ۲/ شوال ۱۳۳۳ھ

(۱) شامی، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۱۶، کراچی ۱/ ۶۴۷۔

(۲) إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمباح غلب الحرام والمحرم. (قواعد الفقه، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ص: ۵۵)
إذا تعارض المحرم والمباح ترجح المحرم أو المحرم أولى. (النهر الفائق، کتاب الطلاق، قبیل باب ثبوت النسب، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۴۹۰)

الأشباه والنظائر، النوع الثاني، القاعدة الثانية الخ، قديم ص: ۱۷۰، جدید زکریا ۱/ ۳۰۱-۳۰۲۔
(۳) أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التأشير، وفي البطاقات الشخصية أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصا فيه، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالى استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة. قال الإمام محمد في السير الكبير: وإن تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله؛ لأن مواضع الضرورة متستثناة من الحرمة كما في تناول الميتة. (تكملة فتح الملهم، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، الصورة عند الحاجة، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ۴/ ۱۶۴) ←

سوال: ۲- آپ نے تاریخ ۱۷ اگست ۱۹۱۵ء کو جو جواب تصویر نامہ در سرٹیفکٹ ملازمت انجینئری نکلوانے کی اجازت شرعاً دی ہے اُس کے سوال کے پرچہ میں جو لفظ (دیگر ذریعہ معاش کا نہیں ہے) تھے، اُن لفظوں سے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ سوال میں ان لفظوں کے رہنے سے اجازت دی گئی ہے، ورنہ نہ دی جاتی، تو واضح ہو کہ انجینئری کے سوافیٹری کا کام بھی زید مذکور کر سکتا ہے مگر فیڑی کے کام میں تنخواہ کم ملتی ہے اور زید کی اوقات بسری بہت ہی دقت سے ہوتی ہے؛ بلکہ بعض اوقات قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے؛ کیونکہ یہ نوکریاں سال بھر میں صرف پانچ چھ مہینے ملتی ہیں، اس کے بعد کپاس کے کارخانے بند ہو جانے کی وجہ سے نوکری جاتی رہتی ہے، ملازمت انجینئری بھی اتنے ہی دن رہتی ہے، مگر اس میں معقول تنخواہ ملنے کی وجہ سے آسانی ہو جاتی ہے اور کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی ہے، اور زید مذکور نے اس علم کو عنقریب چودہ پندرہ سال کی محنت سے حاصل کیا ہے، مگر بوجہ اختلاف تصویر نامہ تمام کے نکلوانے کے علمائے دین کے فتوے کی انتظاری کر رہا ہے؛ لہذا اس صورت میں زید مذکور اپنی محنت کو رائیگاں جانے دے یا کہ اس کا فائدہ اٹھاوے؟

الجواب: یہ حالت بھی بجائے اسی کے ہے کہ دوسری وجہ معاش نہیں ہے؛ کیونکہ وجہ ناکافی بمنزلہ عدم کے ہے بشرطیہ کہ واقع میں گزرنہ ہو اس لئے اس کا بھی یہی حکم ہے (۱)۔

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

← الضرورات تبیح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخصصة، وإساعة اللقمة بالخمير، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه الخ. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قديم ص: ۱۴۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۵۱)

قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۸۹۔

(۱) أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشير، وفي البطاقات الشخصية أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصاً فيه، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالى استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة. قال الإمام محمد في السير الكبير: وإن تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله؛ لأن مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما في تناول الميتة. (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، الصورة عند الحاجة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۱۶۴) ←

فوٹو کو آئینہ پر قیاس کرنا غلط ہے

سوال (۲۶۲۲): قدیم ۲/۲۵۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عالم ہے وہ کہتا ہے کہ تصویر دستی یعنی قلم کی بنی ہوئی کا بنوانا یا مکان میں رکھنا حرام ہے؛ لیکن فوٹو کا لیا جانا اور مکان میں رکھنا حرام نہیں ہے، بدیں دلیل کہ فوٹو آئینہ کا عکس ہے عام لوگ آئینہ دیکھتے ہیں؟

الجواب: زید کا قول بالکل غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے، آئینہ کے اندر کوئی انتقال باقی نہیں رہتا، زوال محاذات کے بعد وہ عکس بھی زائل ہو جاتا ہے، بخلاف فوٹو کے، اور یہ بالکل ظاہر ہے، اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے؛ اس لئے بالکل مثل دستی تصویر کے ہے (۱)۔

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ (حوادث رابع ص ۷۲)

← الضرورات تبیح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساعة اللقمة بالخم، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه الخ. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قديم ص: ۱۴۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۵۱)

قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۸۹۔

(۱) یعنی جس طرح دستی تصویر کا بنانا اور رکھنا حرام ہے اسی طرح بلا ضرورت کیمرے سے فوٹو کھینچنا اور اس کا رکھنا بھی حرام و ناجائز ہے۔

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة المصورون. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب عذاب المصورون يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰)

مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹۔

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعّد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتنّ أو بغيره فصنّعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها، وأما تصوير صورة الشجر كرحال الإبل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير، ←

کپڑے کے تھان پر جو تصویر کا رخا نہ کی علامت ہو اس کا حکم

سوال (۲۶۲۲): قدیم ۲/۲۵۴ - ململ وغیرہ کے تھان بنیان کے ڈبے نیز دوسری اشیاء کے اوپر امتیاز کے لئے عموماً تصویریں ہوتی ہیں، جیسے پری چھاپ، گھوڑا چھاپ وغیرہ وغیرہ، جس سے شناخت میں سہولت ہوتی ہے، اگر باوجود اکراہ اُن پر پڑا رہنے دیا جائے تو جائز ہے؟ اور اگر نکال ڈالے تو شناخت کیسے کرے؟

الجواب: کیا یہ ممکن نہیں کہ اُن کا چہرہ سیاہی یا چاقو سے مٹا دیا جائے؟ کیا یہ شناخت کے لئے کافی نہیں ہوگا؟ (۱)۔ ۱۶/رجب ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالثہ ۱۴۳)

← وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان، فإن كان معلقاً على حائط أو ثوباً ملبوساً أو عمامة ونحو ذلك مما لا يعد ممتنعاً فهو حرام الخ. (شرح النووي على المسلم، اللباس، النسخة الهندية ۲/۱۹۹)

وظاهر كلام النووي في شرح المسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتنع أو بغيره فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۴۱۶، کراچی ۱/۶۴۷) مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان ۸/۳۲۶۔

وفي التوضيح: قال أصحابنا وغيرهم: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر، وسواء صنعه لما يمتنع أو بغيره فحرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط وبمعناه قال جماعة العلماء مالک، والثوري، وأبو حنيفة وغيرهم. (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۵/۱۲۴، تحت رقم الحديث ۵۹۵۰، دار الكتب العلمية بيروت ۲۲/۱۱۰)

(۱) چونکہ جس جاندار کی تصویر بنانے اور رکھنے کی ممانعت آئی ہے اس سے وہ تصویر مراد ہے جو چہرہ یعنی سر کی ہو خواہ نصف بدن کی ہو یا پورے قد کی، ہاں اگر سر اور چہرہ نہ ہو یا ہو مگر اسے کاٹ کر یا مٹا کر ختم کر دیا گیا ہو تو باقی بدن کی تصویر بنانا اور رکھنا مباح ہے، وہ وعید مذکور فی الروایات کا مصداق نہ ہوگا؛ لہذا بہتر یہ ہے کہ کپڑے ←

تصویر والے روپیہ کا حکم

سوال (۲۶۲۴): قدیم ۲۵۴/۲ - روپیہ چہرہ دار جس میں نصف تصویر ہوتی ہے اُس کا رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بصراحت تحریر فرمایا جاوے۔

← کے تھان اور بنیان وغیرہ کے ڈبوں پر بنی تصاویر کے چہرے اور سر کو کسی طرح مٹا دیا جائے، تاکہ تصاویر رکھنے کی وعید کے مستحق نہ ہوں اور کپڑے کے شناخت کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه قال: الصورة الرأس فإذا قطع الرأس فليس بصورة. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق، باب الرخصة فيما يوطأ من الصور أو يقطع رؤوسها، دار الفكر بيروت ۱۱/ ۸۳، رقم: ۱۴۹۴۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: الصورة الرأس فكل شيء ليس له رأس فليس بصورة. (طحاوي شريف، كتاب الكراهية، باب الصور تكون في الثياب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۰۰، رقم: ۶۸۰۶)

عن عكرمة قال: إنما الصورة الرأس، فإذا قطع فلا بأس. (المصنف لابن أبي شعبة، اللباس، الرجل يتكئ على المرافق المصورة، مؤسسة علوم القرآن ۱۲/ ۶۳۷، رقم: ۲۵۸۰۸)

(الصورة الرأس) أي الصورة المحرمة ما كانت ذات رأس (فإذا قطع الرأس فلا صورة) فتصوير الحيوان حرام، لكن إذا قطعت رأسه انتفى التحريم؛ لأنها بدون الرأس لاتسمى صورة. (فيض القدير، شرح الجامع الصغير، مطبوعة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة ۷/ ۳۸۱۳-۳۸۱۴، تحت رقم الحديث: ۵۱۶۳)

ولو لم يكن لها رأس فلا بأس لأنها لا تكون صورة بل تكون نقشا. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان، حكم التصوير في البيوت، مكتبة زكريا ديوبند ۴/ ۳۰۴، کراچی ۵/ ۱۲۷)

أكانت صغيرة أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه أو لغير ذي روح لا يكره لأنها لا تعبد. (الدر المختار مع الشامی، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۴۱۸، کراچی ۱/ ۶۴۸-۶۴۹)

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۸۸-۱۸۹۔

الجواب: چونکہ اس کے رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لئے عفو ہے (۱)۔

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کتب طب میں موجود تصاویر کا حکم

سوال (۲۶۲۵): قدیم ۲/۲۵۴ - بعض طبی کتابوں میں تصاویر تمام جسم کی ہوا کرتی ہیں، ان کو ان کی حالت پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان پر قلم وغیرہ پھیرا جائے گا تو بعض اعصاب وغیرہ کے نام مشکوک ہو جائیں گے۔

الجواب: في الدر المختار: ولا يكره لو كانت تحت قدميه - إلى قوله - لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر. وفي رد المحتار: بأن كان فوق الثوب الذي فيه صورة ثوب ساتر له فلا تكره الصلوة فيه لاستتارها بالثوب (بحر) وفيه: فإن ظاهره ان ما لا يؤثر كراهة في الصلوة لا يكره إبقاءه، وفيه هذا كله في اقتناء الصورة، وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً الخ. ج ۱، ص ۶۷۷ تا ۶۷۹ (۲)۔
ان روایات سے ان صور کے علیٰ حالہا چھوڑ دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (۳)۔

(۱) الضرورات تبيح المحظورات: أي أن الأشياء الممنوعة تعامل كالأشياء المباحة وقت الضرورة. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/ ۲۶، رقم المادة: ۲۹)
الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قديم ص: ۱۴۰، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۲۵۱)
قواعد الفقه، مكتبة أشرفيه ديوبند ص: ۸۹۔

قوله: (لا المستتر بكيس أو صرة) بأن صلى ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار فلا تكره لاستتارها. بحر (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۴۱۸، کراچی ۱/ ۶۴۸)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۴۱۸ تا ۴۲۰، کراچی ۶/ ۶۴۸ تا ۶۵۰۔

(۳) (يصرح الحنفية أن الصور الصغيرة لا يشملها تحريم الاقتناء والاستعمال بناء على أنه ليس من عادة عباد الصور أن يستعملوها كذلك وضبطوا حد الصغر بضوابط ←

اگرچہ بنانا پھر بھی حرام ہے (۱) لیکن جہاں عوام کے مفسدہ کا خوف ہو مٹا دینا ضروری ہے کہ یہ مفسدہ اعصاب کے ناموں کے مشکوک ہو جانے سے اشد ہے (۲)۔

۲۳/ رجب ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالث ص ۱۴۳)

← مختلفة، قال بعضهم: أن تكون بحيث لا تبدو للنظر إلا بتبصر بليغ، وقال بعضهم: أن لا تبدو من بعيد، وقال صاحب الدر: هي التي تتبين تفاصيل أعضائها للنظر قائما، وهي على الأرض، وقيل: هي ما كانت أصغر من حجم طائر، وهذا يذكرونه في بيان أنها لا تكره للمصلي، لكن قال ابن عابدين: ظاهر كلام علماءنا أن ما لا يؤثر كراهة في الصلاة لا يكره إبقاءه، وقد صرح في الفتح وغيره بأن الصورة الصغيرة لا تكره في البيت الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۲ / ۱۲۲)

(۱) قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتن أو بغيره فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (شرح النووي على المسلم، اللباس، النسخة الهندية ۲ / ۱۹۹)

وفي التوضيح: قال أصحابنا وغيرهم: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر، وسواء صنعه لما يمتن أو بغيره فحرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله. (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۵ / ۱۲۴، تحت رقم الحديث: ۵۹۵۰)

وظاهر كلام النووي في شرح المسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتن أو بغيره فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲ / ۴۱۶، كراچی ۱ / ۶۴۷)

مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان ۸ / ۳۲۶۔

(۲) درء المفاسد أولى من جلب المصالح، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة ←

جاندار کی تصویر کشی کے سلسلہ میں تحقیق

سوال (۲۶۲۶): قدیم ۴/۲۵ - (۱) قال فی شرح مسلم فی باب تحریم

تصویر صورة الحيوان: و تحریم اتخاذ فيه صور غير ممتنهة بالفرش ونحوه، وإن

← قدم دفع المفسدة غالبا؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتناءه بالمأمورات.

(الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قدیم ص: ۱۴۷، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۲۶۴)

درء المفاصد أولى من جلب المنافع. (قواعد الفقه، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۸۱)

شرح المجلة لسبیل رستم باز، مکتبہ اتحاد دیوبند ۱/ ۳۲، رقم المادة: ۳۰۔

(۱) خلاصہ ترجمہ: امام نوویؒ شرح مسلم میں: ”باب تحریم تصویر صورة

الحيوان الخ“ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے بھی فرمایا ہے کہ

جاندار کی تصویر کشی سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے؛ اس لئے کہ اس پر احادیث مذکورہ میں سخت ترین وعیدیں

وارد ہوئی ہیں، وہ تصویریں خواہ ایسی چیزوں پر بنائے جن کی تذلیل و توہین کی جاتی ہو یا ایسی چیزوں پر

بنائے جن کی توہین و تذلیل نہ کی جاتی ہو؛ لہذا تصویر بنانا ہر حال میں حرام ہے؛ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ

کی صفت خلق کے ساتھ تشابہ لازم آتا ہے، خواہ وہ تصویر کسی کپڑے میں ہو یا درہم و دینار اور فلوس میں ہو یا

برتن اور دیوار وغیرہ میں ہو، رہا درخت اور اونٹ کے کجاوے اور دیگر غیر جاندار کی تصویر بنانا تو یہ حرام نہیں

ہے، یہ تو نفس تصویر کشی کا حکم ہے۔ اب رہا جاندار کی تصویر بنی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنا تو اگر وہ تصویر کسی

دیوار پر لٹکی ہوئی ہو یا استعمال کپڑے پر ہو یا عمامہ اور اس جیسی کسی ایسی چیز پر ہو جس کو حقیر نہیں سمجھا جاتا تو

ایسی چیزوں کا استعمال حرام ہے اور اگر وہ تصویر روندی جانے والی دری پر ہو یا گدایا تکیہ پر ہو یا کسی ایسی چیز

پر ہو جس کی اہانت کی جاتی ہے، تو ایسی اشیاء کا استعمال حرام نہیں ہے؛ لیکن کیا ایسی چیزوں کے کسی گھر میں

ہونے کی بناء پر رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوں گے، تو اس سلسلہ میں ایک لمبی بحث ہے، جس

کو ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے اور ان تمام صورتوں میں سایہ دار ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق

نہیں ہے، مذکورہ مسئلہ میں یہی ہمارے مسلک کا خلاصہ ہے، اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں سے جمہور

علماء بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی امام ثوری امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کا بھی مسلک ہے۔ اور بعض اکابر

نے کہا ہے کہ سایہ دار تصویروں والی اشیاء کے استعمال سے روکا جائے گا اور غیر سایہ دار، تصویروں ←

الملائكة عليهم السلام لا يدخلون بيتا فيه صورة أو كلب مانصه قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتن أو غيره فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها، وأما تصوير صورة الشجر ورحال الإبل، وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس

← والی اشیاء کے استعمال میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن یہ مذہب باطل اور غلط ہے؛ کیوں کہ جس تصویر والے پردے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، اس میں کسی کو شک نہیں کہ وہ قابل مذمت چیز ہے، حالانکہ اس تصویر کا کوئی سائینہ نہیں تھا، نیز اس وجہ سے بھی یہ مذہب باطل ہے کہ باقی ساری احادیث مطلق ہیں، جو ہر طرح کی تصویر کو شامل ہیں، زہری فرماتے ہیں کہ تصویر کے سلسلہ میں جو نہی وارد ہے، وہ بالکل عام ہے، اسی طرح مصور اشیاء کو استعمال کرنے اور تصویروں والے گھر میں جانے سے متعلق جو نہی وارد ہے وہ بھی بالکل عام ہے، خواہ وہ کسی کپڑے پر چھپی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی نہ ہو اور خواہ وہ تصویریں دیوار پر ہوں یا کپڑے پر یا روندی جانے والی دری پر یا نہ روندی جانے والی دری پر، ظاہر احادیث پر عمل کرتے ہوئے خاص طور پر نمرقہ (منقش پردہ) والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے جس کو امام مسلم نے روایت کی ہے، یہی مذہب قوی ہے اور دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ جو تصویر کسی کپڑے پر چھپی ہوئی ہو خواہ وہ کپڑا حقیر ہو یا حقیر نہ ہو اور خواہ وہ مصور کپڑا دیوار پر لٹکا ہوا ہو یا لٹکا ہوا نہ ہو، ایسی تصویروں اور مصور اشیاء کا استعمال جائز ہے اور یہ لوگ سایہ دار تصویروں اور دیواروں اور اس جیسی چیزوں پر بنی ہوئی تصویروں کی کراہت کے قائل ہیں، خواہ یہ تصویریں چھپی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی نہ ہوں اور انہوں نے باب کی بعض احادیث میں مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: ”إلا ما كان رقما في ثوب“ سے استدلال کیا ہے اور یہی قاسم بن محمد کا قول ہے الخ۔ پھر امام نوویؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”إلا رقما في ثوب“ کے تحت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس حدیث سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو مطلقاً چھپی ہوئی تصویر کے جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ ماقبل میں اس کا بیان آچکا۔ اور ان کے اس استدلال پر ہمارا اور جمہور علماء کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث درخت وغیرہ غیر جاندار اشیاء کی تصویر چھاپنے پر محمول ہے اور ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔ ←

التصوير، وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان، فإن كان معلقاً على حائط أو ثوباً ملبوساً أو عمامة ونحو ذلك مما لا يعد ممتهناً فهو حرام، وإن كان في بساط يداس ومخدة ووسادة ونحوها مما يمتنن فليس بحرام، ولكن هل يمنع دخول ملائكة الرحمة ذلك البيت فيه كلام نذكره قريباً إنشاء الله تعالى، ولا فرق في هذا كله بين ما ظل وما لا ظل له هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة، وبمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وأبي حنيفة وغيرهم، وقال بعض السلف: إنما ينهى عما كان له ظل ولا بأس بالصور التي ليس لها ظل، وهذا مذهب باطل فإن الستر الذي أنكر النبي ﷺ الصورة فيه لا يشك أحد أنه

← میں کہتا ہوں: پردہ والی حدیث جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی تھی وہ یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میں نے ایسے منقش چادر کا پردہ لگا رکھا تھا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ لے کر پھاڑ دیا اور کہا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور زمرہ والی حدیث یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک چھوٹا نکیر خریدا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تصویروں کو دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ الی قولہ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ ان تصویر بنانے والوں کو عذاب ملے گا۔ ان دونوں حدیثوں کو مسلم نے مذکورہ باب میں بیان کیا ہے، نیز میں یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ ائمہ اربعہ کے اجماع کو ترک کرنا جائز نہیں، خاص کر جب کہ کپڑے پر تصویر چھاپنے کے سلسلہ میں صراحت کے ساتھ نص وارد ہو چکی ہے، جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا؛ لہذا اچھی ہوئی تصویر کا استثناء کرنے والی حدیث کی یا تو تاویل کی جائے گی، جیسا کہ سابق میں یہ بات آپکی یا پھر یہ حدیث اس قاعدہ کی وجہ سے منسوخ ہوگی کہ جب حلال اور حرام میں تعارض ہو جائے تو حرام کو ترجیح دی جائے گی، یا پھر اس حدیث کو اجماع کے خلاف دلالت کرنے کی وجہ سے منسوخ قرار دیا جائے گا، جیسا کہ یہ بات بھی اپنی جگہ بیان کی جا چکی، یا پھر اس حدیث کو اتنی چھوٹی تصویر پر محمول کیا جائے گا جس کے نقوش واضح نہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

مذموم، وليس بصورته ظل مع باقي الأحاديث المطلقة في كل صورة، قال الزهري: النهي في الصورة على العموم، وكذلك استعمال ما هي فيه، ودخول البيت الذي هي فيه سواء كانت رقماً في ثوب أو غير رقم، وسواء كانت في حائط أو ثوب أو بساط ممتهن أو غير ممتهن عملاً بظاهر الأحاديث لاسيماً حديث النمرقة الذي ذكره مسلم، وهذا مذهب قوي، وقال آخرون: يجوز منها ما كان رقماً في ثوب سواء امتهن أم لا، وسواء علق في حائط أم لا، وكرهوا ما كان له ظل أو كان مصوراً في الحيطان وشبهها سواء كان رقماً أو غيره، واحتجوا بقوله في بعض أحاديث الباب إلا ما كان رقماً في ثوب، وهذا مذهب القاسم بن محمد الخ.

ثم قال تحت قوله إلا رقماً في ثوب مانصه هذا يحتج به من يقول بإباحة ما كان رقماً مطلقاً كما سبق، وجوابنا وجواب الجمهور عنه أنه محمول على رقم على صورة الشجر وغيرها مما ليس بحيوان، وقد قدمنا أن هذا جائز عندنا اه (١).

فقلت: حديث الستر الذي أنكر عليه صلی اللہ علیہ وسلم هو هذا عن عائشة قالت دخل على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، وأنا متسترة بقرام فيه صورة فتلون وجهه ثم تناول السترة فهتكه، ثم قال: إن من أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله وحديث النمرقة هو هذا عن عائشة أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما راها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قام على الباب فلم يدخل - إلى قوله - فقال له رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إن أصحاب هذه الصور يعذبون الخ. رواهما مسلم في الباب المذكور. وقلت أيضاً قد تقر (في محله إن ترك الإجماع الأئمة الأربعة لا يجوز لا سيما، وقد صح نص النهي عن الرقم في الثوب كما مر فحديث استثناء الرقم، إما مؤول كما مر، وإما منسوخ بقاعدة إذا تعارض المحرم والمسيح ترجح المحرم، وإما منسوخ بدلالة مخالفة الإجماع كما نحرر في موضعه، وإما محمول على الصغيرة جداً بحيث لا تستبين. والله أعلم

كتبه: اشرف على ١٥/١٢/١٣٣٢هـ (تمت رابعه ٥٤)

(١) شرح النووي على هامش المسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة

بچوں کے کھیل کھلونے فروخت کرنے کا حکم

سوال (۲۶۲۷): قدیم ۲/۲۵۶ - اول: باجہ جو چھوٹے بچے بجاتے ہیں اس کی خرید و فروخت

جائز ہے یا ناجائز؟

ثانی: سیٹی خورد یا کلاں، ان کی فروخت کا کیا حکم ہے؟

ثالث: پٹاخہ جو بچے چھوٹے سے طمنچہ میں رکھ کر چھوڑتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

رابع: دیاسلائی، مہتابی کہ جس کے جلانے سے سرخ اور زرد رنگ نکلتا ہے، جس طرح کہ پھل جھڑی میں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب عن الأربعة: في العالمگیرية: ويجوز بيع البربط، والطبل، والمزمار، والدف، والنرد، وأشباه ذلك في قول أبي حنيفة، وعندهما لا يجوز بيع هذه الأشياء قبل الكسر (أى إذا باعها ممن يستعملها أو يبيعها هذا المشتري ممن يستعملها كما فيها عن السير الكبير) فلا يجوز الانتفاع به، كذا في المحيط. (ج ۴، ص ۶۸) (۱)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان اشیاء کی خرید و فروخت امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز، پس خرید و فروخت نہ کرنا احتیاط ہے، اور خرید و فروخت کرنا بھی گنجائش رکھتا ہے (۲)۔
۱۶ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ (حوادث خامسہ ص ۲۵۲)

(۱) ہندیہ، کتاب البیوع، الباب التاسع: فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس: في بيع المحرم الصيد، وفي بيع المحرمات، قدیم زکریا ۳/۱۱۶، جدید زکریا ۳/۱۱۷۔

(۲) ويجوز بيع آلات الملاهي من البربط، والطبل، والمزمار، والدف ونحو ذلك عند أبي حنيفة لكنه يكره، وعند أبي يوسف ومحمد لا ينقذ بيع هذه الأشياء؛ لأنها آلات معدة للتلهي بها موضوعة للفسق، والفساد، فلا تكون أصولاً فلا يجوز بيعها، ولأبي حنيفة أنه يمكن الانتفاع بها شرعاً من جهة أخرى بأن تجعل ظروفًا لأشياء، ونحو ذلك من المصالح فلا تخرج عن كونها أموالاً، وقولهما: إنها آلات التلهي والفسق بها، قلنا: نعم، لكن هذا لا يوجب سقوط ما ليتها كالمغنيات والقيان وبدن الفاسق وحياته وماله، وهذا لأنها ←

کرکٹ کھیل کا حکم

سوال (۲۶۲۸): قدیم ۲۵۶/۴ - گزارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں قصبہ راندر میں بہت سے نوجوانوں کو کرکٹ یعنی گیند بلا کھیلنے کا بہت شوق ہے، اور دن بدن اس کا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے، اور کھیل اہل یورپ کا ایجاد کردہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ وسیع میدان میں تیس چالیس قدم یا کم زائد پر تین تین لکڑیاں گاڑ کر ایک شخص لکڑیوں کے قریب کھڑا ہوتا ہے، جو ایک لکڑی سے جس کو بیٹ کہتے ہیں، دوسری جانب سے آنے والی گیند کو روکتا ہے اور کئی دوسرے اشخاص دوسرے طریقہ سے اس کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں، غالباً جناب کو اس کی تفصیل بخوبی معلوم ہوگی، اس وجہ سے زیادہ لکھنا فضول خیال کر کے اصل مطلب عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ آیا یہ کھیل لہو و لعب میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس کا کھیلنا شرعاً جائز ہے یا

← كما تصلح للتلهي تصلح لغيره على ماليتها بجهة إطلاق الانتفاع بها لا بجهة الحرمة. (بدائع الصنائع، كتاب البيوع، ما يرجع إلى المعقود عليه، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۳۳۷، کراچی ۵/۱۴۴)

وبجوز بيع الربط والطل، والمزمار، والدف، والنرد وأشباه ذلك في قول أبي حنيفة، وعندهما لا يجوز بيع هذه الأشياء، وجه قولهما إن هذه الأشياء أعدت للمعصية حتى صارت بحال لا تستعمل إلا في المعصية فسقطت ماليتها، والتحقت بالعدم، ومن شرط جواز البيع المالية، ولأبي حنيفة أن هذه الآلات ليست بمحرمة العين، وكونها آلة المعصية إنما يوجب سقوط التقوم والمالية إذا كانت متعينة للمعصية، وهذه الأشياء لم تتعين آلة للمعصية؛ لأن الانتفاع بهذه الأشياء ممكن بوجه حلال بأن يجعل النرد سينجات الموازين، والربط والطل والدف ظروف الأشياء، وإذا لم تكن متعينة للمعصية لا يسقط تقومها كالمغنية، فإنه لما تصور الانتفاع بعينها بطريق حلال، لا يسقط تقومها وماليتها حتى جاز بيعها كذا ههنا. (المحيط البرهاني، كتاب البيوع، الفصل السادس: فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، المجلس العلمي ۹/۳۳۴-۳۳۵، رقم: ۱۲۰۰۲)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب البيوع، الفصل السابع: فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، بيع المحرمات، مكتبة زكريا ديوبند ۸/۳۴۳، رقم: ۱۲۱۳۸ -

الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/۱۵۷-۱۵۸ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نہیں؟ اکثر اشخاص بغرض تفریح و ورزش جسمانی کے خیال سے کھیلا کرتے ہیں، نیز اس میں کسی قسم کی مالی یا بدنی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں اس کھیل کی ایک انجمن ہے جس میں شرکاء چندہ دیتے ہیں اس کے ذریعہ سے اس کا ضروری سامان خریداجاتا ہے اور دوسرے شہروں سے جو لوگ مہمان آیا کرتے ہیں، اُن کی ضیافت بھی اسی مد سے ہوا کرتی ہے۔ جواب سے ممنون فرماویں۔

الجواب: في المشكوة قبيل باب آداب السفر عن عليؑ قال: كانت بيد رسول الله ﷺ قوس عربية فرآى رجلا بيده قوس فارسية، قال: ما هذه ألقها و عليكم بهذه وأشباهها. الحديث (رواه ابن ماجه) (۱)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت شدید غیر مسلم قوموں کے آلات ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے، اگرچہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں (۲)۔

(۱) مشکوة شریف، کتاب الجہاد، باب إعداد آلة الجهاد، الفصل الثالث، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۳۳۸/۲۔

ابن ماجہ شریف، أبواب الجہاد، باب السلاح، النسخة الهندية ص: ۲۰۲، دار السلام رقم: ۲۸۱۰۔

(۲) وإذا عرفت أن اللهو قد يعود مصلحية بنية صحيحة ومصلحة مقصودة، والمصالح قد تعود لهوا بنية فاسدة أو انهماك فيها بحيث يشغل عن ذكر الله، فقد اتضح لك اختلاف الفقهاء في بعض الملاهي، فإنه أحلها من أحلها إذا كانت لغرض صحيح بنية صالحة، وحرمها من حرمها لعدم اعتداده بتلك النية الصالحة، والغرض الصحيح في جانب ما يلزمه من المفاسد، ولما رأى بالتجربة أن إثمها أكبر من نفعها، فالضابط في هذا الباب عند مشايخنا الحنفية المستفاد من أصولهم وأقوالهم أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش لا المعاد حرام أو مكروه تحريماً، وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة - كما في النردشير - كان حراماً أو مكروهاً تحريماً، وألغيت تلك المصلحية والغرض لمعارضتها للنهي المأثور حكماً بأن ضرره أعظم من نفعه وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع وفيه فائدة ومصلحية للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب على منافعه، ←

اور اعانت ہر فعل کی اس فعل کے حکم میں ہے (۱)۔ ۳/ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (حوادث خامسہ ص ۲۵)

بائسکوپ اور سنیما کا دیکھنا جائز نہیں

سوال (۲۶۲۹): قدیم ۲۵۰/۴ - سنیما (جس میں قصہ کے پیرایہ میں تصویریں مشین کے ذریعہ دکھائی جاتی ہیں) دیکھنے کا مجھ کو کچھ شوق ہے، اور مقصود اس کے دیکھنے سے یہ ہوتا ہے کہ چونکہ تصاویر یورپ اور امریکہ کے مکانات اور اشخاص وغیرہ کی دکھائی جاتی ہیں، اس لئے ان تصاویر سے یورپ اور امریکہ کے مذاق کا پتہ چلے، اور معلوم ہو کہ وہ لوگ اپنے مقاصد کو کس طرح حاصل کرتے ہیں۔ فلہذا ارشاد ہو کہ کیا سنیما میں دیکھ سکتا ہوں؟

ازنا چیز..... سلام مسنون! یہ سنیما کا کھیل تصاویر متحرکہ کا تماشا ہے، اس سے پہلے ایک قسم کا بابا جاجایا جاتا ہے، اس کے بعد بجلی کے ذریعہ سے تصاویر متحرکہ کی جاتی ہیں؟

← وَأَنهٖ مِّنۡ اِشْتِغَالٍ بِهِ اِلٰهًا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَحَدِّهِ وَعَنِ الصَّلٰوٰتِ وَالمَسٰجِدِ التَّحِقُّ ذٰلِكَ الْمُنْهٰى عَنْهُ لَا شَرَاكَ الْعِلَّةُ فَكَانَ حَرَامًا اَوْ مَكْرُوْهًا. والثاني: ما ليس كذلك فهو أيضا إِنِ اشْتَغَلَ بِهِ بِنِيَّةِ التَّلٰهِي وَالتَّلَاعِبِ فَهُوَ مَكْرُوْهُ، وَإِنْ اشْتَغَلَ بِهِ لِتَحْصِيْلِ تِلْكَ الْمَنْفَعَةِ وَبِنِيَّةِ اسْتِجْلَابِ الْمَصْلَحَةِ فَهُوَ مَبَاحٌ بَلْ قَدْ يَرْتَقِيْ اِلٰى دَرَجَةِ الْاِسْتِحْبَابِ اَوْ اَعْظَمَ مِنْهُ، هٰذِهِ خُلَاصَةُ مَا تَوْصَلُ اِلَيْهِ وَالَّذِي الشَّيْخُ مُحَمَّدٌ شَفِيعٌ فِيْ اَحْكَامِ الْقُرْآنِ ۳/ ۹۳ تا ۲۰۱. وعلى هذا الاصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها، ما لم تشتمل على معصية أخرى ما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. واللّٰهُ اعْلَمُ (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم الألعاب في الشريعة، مكتبته أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۳۵-۴۳۶)

(۱) قال الله تعالى: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.

[سورة المائدة، رقم الآية: ۲]

يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعانة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات، وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، آيت: ۲، مكتبته زكريا ديوبند ۲/ ۴۵۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : سنیما میں جب کہ تصاویر محرمہ موجود ہیں اور شی محرم سے انتفاع و تملذ ذنا جائز ہونا معلوم (۱) پھر سوال کی کیا گنجائش ہے؟ اور اس سے جو مقصود لکھا ہے اولاً تو مقصود کی مشروعیت طریق کی اباحت کو مستلزم نہیں، پھر مقصود بھی کو نسا ضروری ہے، اور باجہ کا منضم ہونا اور بھی فتح کو بڑھادیتا ہے (۲)۔

۶/ رجب ۱۳۳۹ھ (حوادث خامسہ ص ۳۸)

(۱) وحرم الانتفاع بها ولو لسقي دواب أو لطین أو نظر للتلهي. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الأشربة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۲۸، کراچی ۶/ ۴۴۹)

(۲) قوله: (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق، وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط والرباب، والقانون، والمزمار، والصنج، والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتة يكون معذورا، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع قهستاني. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۶۶، کراچی ۶/ ۳۹۵)

وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شارب الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام. (مرقاة، کتاب الأدب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، مکتبہ إمدادیه ملتان ۹/ ۱۳۴)

وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات، قلت: وفي البزازیة: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر" أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل واجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روي أنه عليه السلام أدخل إصبعه في أذنه عند سماعه. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴، کراچی ۶/ ۳۴۸-۳۴۹)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

رسالہ تصحیح العلم فی تصحیح الفلم

سوال (۲۶۳۰): قدیم ۴/۲۵۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بآسکوپ کے پردہ پر خلفائے اسلام و شہائین اسلام اور رہنمایان اسلام کی تصویریں متحرک بولتی گاتی اور ناجتی دکھائی جائیں، اور خواتین اسلام کو بآسکوپ کے ذریعہ سے پبلک میں بے پردہ پیش کیا جائے، تو کیا شریعت اسلامیہ اس فعل کو جائز قرار دیتی ہے، یا شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے؟ اور کیا حکم دیتی ہے شریعت اسلامیہ اُن حضرات کے بارے میں جو اس فعل کے جواز کی حمایت میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو متحرک تصاویر اور بولتی تصاویر کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ بینو اتو جروا۔

الجواب: شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے، خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ۔

في جمع الفوائد عن الستة عن عائشةؓ قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من سفر، وقد سترت بقرام لي على سهرة لي فيه تصاوير فنزعه، وقال: أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله (۱)۔

(۱) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاویر، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۲۱، ف: ۵۹۵۴۔

مسلم شریف، کتاب اللباس و الزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۷۔

نسائي شریف، کتاب الزينة، ذکر أشد الناس عذاباً، النسخة الهندية ۲/ ۲۵۶، دار السلام رقم: ۵۳۵۸۔

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتن أو بغيره فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (شرح النووي على المسلم، اللباس،

اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاد فتنج جانتا ہے، اور اسی اصول پر حق تعالیٰ کی قسم معصیت پر کھانے پر خاص تشنیع فرمائی گئی ہے۔

في تفسير الجلالين: ولا تجعلوا الله عرضة لايمنكم نصباً لها بأن تكثروا الحلف به أن لا تبروا وتتقوا وتصلحوا بين الناس. في الكمالين نصباً أي علماً للأيمان في القاموس النصب بضمين كل ما جعل علماً، أي لا تجعلوا الله معرضاً لايمنكم (۱)۔ اگرچہ اس تصویر کی طرف کوئی امر مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو، محض تفریح و تلذذ ہی کے لئے ہو، کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذذ بال نظر بھی حرام ہے۔

في الدر المختار، كتاب الأشربة: وحرم الانتفاع بها (أي بالخمير) ولو لسقي دواب أو لطین أو نظر للتلهي (۲)۔

اور اگر اس کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اس میں بھی ایک دوسری معصیت یعنی غیبت بھی منضم ہوگی؛ کیونکہ غیبت صرف کلام ہی میں منحصر نہیں، نقوش قلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے، اسی طرح اس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے؛ بلکہ یہ سب سے اشد ہے۔

في إحياء العلوم بيان أن الغيبة لا تقتصر على اللسان: اعلم أن الذكر باللسان إنما حرم؛ لأن فيه تفهيم الغير نقصان أخيك وتعريفه بما يكرهه فالتعريض به كالتصريح، والفعل فيه كالقول والإشارة، والإيماء، والغمز، والهمز، والكتابة، والحركة، وكل ما يفهم المقصود فهو داخل في الغيبة، وهو حرام فمن ذلك قول

← عمدة القاري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مكتبته زكريا ديوبند

۱۵ / ۱۲۴، دار الكتب العلمية بيروت ۲۲ / ۱۱۰۔

تنبیہ: هذا كله في اقتناء الصورة، وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً؛ لأنه مضاهاة لخلق الله تعالى كما مر. (شامي، الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبته زكريا ديوبند ۲ / ۴۲۰، کراچی ۱ / ۶۵۰)

(۱) جلالین مع الحاشیہ، سورة البقرة، آیت: ۲۲۴، مكتبته رشیدیہ دہلی ص: ۳۴۔

(۲) الدر المختار مع الشامی، كتاب الأشربة، مكتبته زكريا ديوبند ۱۰ / ۲۸، کراچی ۶ / ۴۴۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عائشة دخلت علينا امرأة، فلما ولت أو مات بيدي أنها قصيرة، فقال عليه السلام: اغتبتها (ابن أبي الدنيا وابن مردويه من رواية حسان بن مخارق عنها وحسان وثقه ابن حبان وباقيهم ثقات كذا في تخريج العراقي باختلاف يسير في بعض الألفاظ) ومن ذلك المحاكاة كان يمشي متعارجاً أو كما يمشي فهو غيبة بل هو أشد في الغيبة؛ لأنه أعظم في التصوير والفهم، ولما رأى صلوات الله عليه عائشة حاكّت امرأة قال: ما يسرني اني حاكيت إنساناً ولي كذا وكذا (تقدم في الألف الحادية عشر عن أبي داود والترمذي، وصححه كذا في تخريج العراقي) وكذلك الغيبة بالكتابة، فان القلم أحد اللسانين، وذكر المصنف شخصاً معيناً، وتهجير كلامه في الكتاب غيبة (۱)۔

اسی طرح اس منسوب الیہ کی تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود اس شخص کی طرف اس وصف کو منسوب کرنا، مثلاً مخدرات کی تصاویر کو بے پردہ ظاہر کرانا۔

في صحيح البخاري: غزوة الفتح عن ابن عباس: أن رسول الله صلوات الله عليه لما قدم مكة أبى أن يدخل البيت وفيه الآلهة، فأمر بها فأخرجت فأخرج صورة إبراهيم وإسماعيل في أيديهما من الأزام، فقال النبي صلوات الله عليه: قاتلهم الله لقد علموا ما استقسموا بها قط، ثم دخل البيت. الحديث (۲)۔

(۱) إحياء العلوم، ربع المهلكات، كتاب آفات اللسان، بيان أن الغيبة لا تقتصر على اللسان، دار المعرفة بيروت ۳/ ۱۴۴-۱۴۵۔

والغيبة تكون بالقول وتكون بغيره، قال الغزالي: الذكر باللسان إنما حرم؛ لأن فيه تفهيم الغير نقصان أخيك وتعريفه بما يكرهه فالتعريض به كالتصريح، والفعل فيه كالقول والإشارة، والإيماء، والغمز، والهمز، والكتابة، والحركة، وكل ما يفهم المقصود فهو داخل في الغيبة، وهو حرام من ذلك قول عائشة دخلت علينا امرأة، فلما ولت أو مات بيدي أنها قصيرة، فقال عليه السلام: اغتبتها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۱/ ۳۳۲-۳۳۳)

(۲) بخاري شريف، كتاب المغازي، باب أين ركز النبي صلى الله عليه وسلم الرؤية يوم الفتح، النسخة الهندية ۲/ ۶۱۴، رقم: ۴۱۲۲، ف: ۴۲۸۸۔ ←

اگرچہ وہ نقص یا عیب واقع میں اس میں ہو تب بھی اس کی غیبت باقسا مباحرام ہے، اور اگر واقع کے خلاف ہو تو غیبت سے بڑھ کر وہ بہتان ہے۔

عن أبي هريرة رض قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اتدرون ما الغيبة قالوا الله ورسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أ رأيت إن كان في أخى ما أقول قال: إن كان فيه ما تقول فقد اغتبتّه، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهتّه (جمع الفوائد عن أبي داؤد والترمذي (۱)۔

اور جس کی طرف کوئی نقص یا عیب منسوب کیا گیا ہے، اگر علاوہ مسلمان ہونے کے اس میں اور کوئی وجہ بھی احترام کی ہو جیسے سلاطین اسلام میں اُن کی اہانت اور زیادہ موجب انتقام خداوندی ہے۔ لحدیث من أهان سلطان الله في الأرض أهان الله. (ترمذی (۲)۔ اور جس کی تنقیص یا اہانت مذموم ہے،

← عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مكة أباى أن يدخل البيت وفيه الآلهة، فأمر بها فأخرجت، فأخرج صورة إبراهيم وإسماعيل في أيديهما من الأزلام، فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: قاتلهم الله لقد علموا ما استقسما بها قط، ثم دخل البيت، فكبّر في نواحيه، وفي زواياه، ثم خرج ولم يصل فيه. (أبوداؤد شريف، كتاب المناسك، باب الصلاة في الكعبة، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۷، دار السلام رقم: ۲۰۲۷)

(۱) أبوداؤد شريف، كتاب الأدب، باب في الغيبة، النسخة الهندية ۲/ ۶۶۸، دار السلام رقم: ۴۸۷۴۔

عن أبي هريرة رض قال: قيل: يا رسول الله! ما الغيبة؟ قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أ رأيت إن كان في أخى ما أقول قال: إن كان فيه ما تقول فقد اغتبتّه، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهتّه. (ترمذی شريف، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الغيبة، النسخة الهندية ۲/ ۱۵، دار السلام رقم: ۱۹۳۴)

مسلم شريف، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الغيبة، النسخة الهندية ۲/ ۳۲۲، بيت الأفكار رقم: ۲۵۸۹۔

(۲) عن زياد بن كسيب العدوي قال: كنت مع أبي بكر تحت منبر ابن عامر وهو يخطب وعليه ثياب رقاق، فقال أبو بلال: انظروا إلى أميرنا يلبس ثياب الفساق، فقال ←

اس کی طرف جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ منسوب ہیں، اُن کی اہانت کا بھی وہی حکم ہے جیسے اُن کی بیبیاں وغیرہ، چنانچہ کفار عرب حضرات صحابہؓ کی بیبیوں کے نام اپنے اشعار میں عشق بازی کے عنوان سے ذکر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایذا پہنچ میں شمار فرمایا۔

فی الجلالین: ولتسمعن من الذین أوتوا الکتب من قبلکم الیہود والنصارى ومن الذین اشرکوا من العرب اذی کثیرا من السب والطعن والتشیب بنسائکم (۱)۔
اور زوجیت یا قرابت کی نسبت تو بڑی چیز ہے، استعمال کی نسبت بھی حرمت تنقیص کے لئے کافی ہے، جیسے کسی کے استعمالی کپڑے میں عیب نکالنا۔

فی إحياء العلوم بیان معنی الغيبة: وأما فی ثوبہ فکقولک أنه واسع الکم طویل الذیل وسخ الثیاب (۲)۔

اور اگر وہ تصویر کسی مشہور کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، اور تصویر تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے، اجنبیہ کے تو کپڑے کو بھی بد نفسی سے دیکھنا حرام ہے۔

فی رد المحتار، باب الحظر والإباحة: مفاده أن روية الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعة ولو کثیفا لا تری البشرة منه (۳)۔ وفيه فی بحث النظر إلى الأجنبية من المرأة أو الماء بخلاف النظر؛ لأنه إنما منع منه خشية الفتنة والشهوة، وذلك موجود هنا (۴)۔

← أبوبکر: أسکت، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أهان سلطان الله في الأرض أهانه الله. (ترمذي شريف، أبواب الفتن، باب ما جاء في الخلفاء، النسخة الهندية ۲/ ۴۶، دار السلام رقم: ۲۲۲۴)

(۱) جلالین شریف، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۸۶، مکتبہ رشیدیہ دہلی ص: ۶۷۔

(۲) إحياء العلوم، ربع المهملات، کتاب آفات اللسان، بیان معنی الغيبة و حدودها، دار المعرفة بیروت ۳/ ۱۴۴۔

(۳) شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۲۶، کراچی ۶/ ۳۶۶۔

(۴) شامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل باب الاستبراء وغیرہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۳۴، کراچی ۶/ ۳۷۲۔

وفیه فی احکام ستر العورة: أن النظر إلى ملاءة الأجنبية بشهوة حرام (۱)۔
 بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خواتین مسلمات کی تصاویر کی طرف بد نفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا
 جاوے؛ کیونکہ بد نفسی سے نظر کرنا شریعت میں ایک گونہ بدکاری ہے، بص الحدیث (۲)۔ اور ایسی
 بدکاری کہ مرد غیر مسلم ہو اور عورت مسلم؛ بلکہ ایسے موقع پر نکاح بھی اس درجہ امر شدید ہے کہ اس کے
 احکام علماء مجتہدین کے لئے محل بحث ہو گئے ہیں، اور جس کو مسلمان کے مرتد بنانے کی اور اسلام اور
 قرآن میں طعن کرنے کی اور حربوں سے سازش کرنے کی برابر قرار دیا گیا ہے، نمونہ کے طور پر اس
 کے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے:

في الدر المختار، فصل الجزية: قلت: ومذهب الشافعية ما في المنهاج وشرحه
 لابن حجر: ولو زنى بمسلمة أو أصابها بنكاح أو دل أهل الحرب على عورة
 المسلمين أو فتن مسلما عن دينه أو طعن في الإسلام أو القرآن الخ (۳)۔

(۱) شامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۸۱، کراچی ۱/ ۴۰۸۔
 (۲) عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله كتب على ابن آدم حظه
 من الزنا أدرك ذلك لا محالة، فزنا العين: النظر، وزنا اللسان: النطق، والنفس تمنى
 وتشتهي والفرج يصدق ذلك أو يكذبه. (مسلم شریف، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم
 حظه من الزنا وغيره، النسخة الهندية ۲/ ۳۳۶، بیت الأفكار رقم: ۲۶۵۷)
 أبوداؤد شریف، کتاب النکاح، باب ما يؤمر به من غض البصر، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۲،
 دار السلام رقم: ۲۱۵۲۔

(۳) لم أظفر بهذه العبارة في الدر المختار، ولكن وجدت مثلها في الموسوعة
 الفقهية الكويتية وهي كما تلي: وقال الشافعية: ولو زنى ذمي بمسلمة أو أصابها بنكاح أو
 دل أهل الحرب على عورة المسلمين أو فتن مسلما عن دينه أو طعن في الإسلام أو القرآن،
 أو ذكر الرسول صلى الله عليه وسلم بسوء، فالأصح أنه إن شرط انتقاض العهد بها انتقض
 وإلا فلا ينتقض لمخالفته الشرط في الأول دون الثاني، وقال الحنابلة في الرواية المشهورة
 وهو وجه عن الشافعية: إن فعلوا ما ذكر أو شيئاً منه نقض العهد مطلقاً ولو لم يشترط عليهم؛
 لأن ذلك هو مقتضى العقد. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۷/ ۱۳۸)

اور ان سب سے بڑھ کر شاعت میں وہ صورت ہے جس میں مقتدایانِ دین کی اہانت ہو کہ درحقیقت وہ اہانتِ اسلام کی ہے، جس کا تحمل کسی طرح طبعاً اور شرعاً ممکن نہیں۔

في جمع الفوائد عن الكبير عن أبي أمامة رفعه ثلاثة لا يستخف بهم إلا منافق ذو الشبهة في الإسلام وذو العلم، وإمام مقسط (۱)۔ وفيه عن الترمذي عن عبد الله ابن مغفل مرفوعاً: الله الله في أصحابي من آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه (۲)۔

اور جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم ہو گئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے گو وہ قدرت حکومت سے استعانت ہی کے طور پر ہو، ان کے انسداد میں کوشش کریں، اور تماشا دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عقابِ خداوندی میں گرفتار ہوں۔

روی أبو داود مرفوعاً: ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي، ثم يقدر أن لا يغيروا ثم لا يغيروا إلا يوشك أن يعمهم الله بعقاب. (مشكوة) (۳)۔
اور جب ساکتین کے لئے یہ وعید ہے تو ترغیب دینے والے کس درجہ کے مستحق ہوں گے؟

(۱) المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۸/ ۲۰۲، رقم: ۷۸۱۹۔

(۲) عن عبد الله بن المغفل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله يوشك أن يأخذه. (ترمذي شريف، كتاب المناقب، باب فيمن سب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۵، دار السلام رقم: ۳۸۶۲)

(۳) أبو داود شريف، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، النسخة الهندية ۲/ ۵۹۶، دار السلام رقم: ۴۳۳۸۔

ترمذي شريف، أبواب الفتن، باب ما جاء في نزول العذاب إذا لم يغير المنكر، النسخة الهندية ۲/ ۳۹، دار السلام رقم: ۲۱۶۸۔

مشكوة شريف، كتاب الآداب والسلام، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني، مكتبته أشرفيه ديوبند ۲/ ۴۳۷۔

روى أبوداؤد عن النبي ﷺ قال: إذا عملت الخطيئة في الأرض كان من شهدها فكرها، وقال مرة أنكرها كان كمن غاب عنها، ومن غاب عنها فريضها كان كمن شهدها (أى باشرها وشارك أهلها). (۱)۔

۱۸ شعبان ۱۳۵۰ھ (النور ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ص ۵)

غیر مسلم قوموں سے ماخوذ مختلف کھیلوں کا حکم

سوال (۲۶۳۱): قدیم ۲/۲۶۱ - آج کل ہندوستان میں جو کھیل رائج ہیں، مثلاً ہاکی، فٹ بال، کرکٹ وغیرہ بخیال و ورزش اُن کا کھیلنا درست ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا جواب مفصل اور مدلل جلد از جلد روانہ فرمایا جاوے گا، تاکہ بہت سے مسلمان ہدایت حاصل کر سکیں، اور شکوک رفع ہو جاویں۔

الجواب: اگر اسی درجہ کی قوت و منفعت کی ورزش دوسرے طرق غیر ماخوذ من الکفار سے بھی حاصل ہو سکتی ہو، تب تو طرق مذکورہ فی السؤال بوجہ تشبہ کے قابل ترک ہیں۔ کما نہی رسول اللہ ﷺ بعضهم عن الرمي بالقوس الفارسي (۲)۔ اور اگر دوسرے طرق اس درجہ کے نہ ہوں تو کچھ حرج نہیں، بشرط یہ کہ فساق سے اختلاط نہ ہو (۳)۔

(۱) أبوداؤد شریف، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، النسخة الهندية ۵۹۷/۲، دارالسلام رقم: ۴۳۴۵۔

(۲) عن علي رضي الله عنه قال: كانت بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم قوس عربية فرأى رجلاً بيده قوس فارسية، فقال: ما هذه ألقها وعليكم بهذه وأشباهها، ورماح القنا، فإنهما يزيد الله لكم بهما في الدين، ويمكن لكم في البلاد. (ابن ماجه شريف، أبواب الجهاد، باب السلاح، النسخة الهندية ص: ۲۰۲، دارالسلام رقم: ۲۸۱۰)

(۳) فالضابط في هذا الباب - عند مشايخنا الحنفية - المستفاد من أصولهم وأقوالهم أن الله المجرد الذي لا طائل تحته: وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش لا المعاد حرام أو مكروه تحرهما، وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة - كما في الردشير - كان حراماً أو مكروهاً تحرهما، وألغيت تلك المصلحية والغرض لمعارضتها ←

كما أجازوا استعمال البندق من غير نكير (١) - وقد روي النبي صلى الله عليه وسلم في المنام يقول في البندق نعم السلاح.

١٥/ رجب ١٣٢٢هـ (حوادث خامسة ص ٣٩)

← للمنهي المأثور حكما بأن ضرره أعظم من نفعه وهذا أيضا متفق عليه بين الأئمة غير أنه لم يثبت النهي عند بعضهم فجوزه ورخص فيه وثبت عند غيره فحرّمه وكرهه..... وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع وفيه فائدة ومصلحية للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده وعن الصلوات والمساجد التحق ذلك بالمنهي عنه لاشتراك العلة فكان حراما أو مكروها. والثاني: ما ليس كذلك فهو أيضا إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب فهو مكروه، وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة ونية استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه، هذه خلاصة ما توصل إليه والذي الشيخ محمد شفيع في أحكام القرآن ٣/ ١٩٣ تا ٢٠١. وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها، ما لم تشتمل على معصية أخرى ما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. والله أعلم (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم الألعاب في الشريعة، مكتبه أشرفيه ديوبند ٤/ ٤٣٥-٤٣٦)

(١) أقول: قدمنا عن القهستاني جواز اللعب بالصولجان وهو الكرة للفروسية..... وأما المسابقة بالبقر والسفن والسباحة فظاهر كلامهم الجواز، ورمي البندق والحجر كالرمي بالسهم. (في الجواز). (شامي، كتاب الحظر الإباحة، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ٩/ ٥٧٩، كراچی ٦/ ٤٠٤)

شبير احمد قاسمي عفا الله عنه



۱۸/باب: حقوق حیوانات و متعلقات آں

قمار کے لئے جانور یا نالنا

سوال (۲۶۳۲): قدیم ۴/۲۶۲ - ما تو لکم رحمکم اللہ اس بارے میں کہ اگر کوئی دھنص مرغ کی یا بکرے کی لڑائی کرادیں اور پھر جب اُن میں سے کسی ایک نے بازی جیت لی اور بازی میں جیتے ہوئے مرغ کو یا بکرے کو دوسرے کسی کے ہاتھ بیچ دے تو اب اس دوسرے کے ہاتھ میں سے کسی کو اس کا خریدنا جائز ہے یا ناجائز؟ فرض کرو کہ اس نے اس بکرے کو قصاب کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اب اس قصاب کے پاس سے گوشت اس کا خرید کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔ فقط

الجواب: بازی بدنام قمار ہے اور جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے۔ نہ اُس کا ذبح کرنا جائز، نہ اس کا گوشت بیچنا جائز، نہ خریدنا جائز۔ قال اللہ تعالیٰ: وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط (۱)۔ شاہ عبدالقادر صاحب مفسر دہلوی رحمہ اللہ ترجمہ میں فرماتے ہیں: ”اور یہ کہ بانٹا کروپانسہ ڈال کر اور بانٹا کرنا پانسوں سے یہ کافروں کا ایک جوتا تھا کہ شرط بد کر ایک جانور دس شخص نے خریدا اور ذبح کیا، اور دس پانسے تھے، کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ، کوئی خالی، پھر بانٹنے لگے، تو ہر ایک کے نام پر جو پانسہ آیا ہے وہی حصہ اس کو ملا یا خالی نکل گیا“۔ شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔ موضح القرآن (۲) ۱۲۔ وھکذا فی بعض التفسیر (۳)۔ واللہ اعلم۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۳۵)

(۱) سورة المائدة، رقم الآية: ۳۔

(۲) موضح القرآن، سورة المائدة، آیت: ۳، ۳/۲۔

(۳) النوع الثالث: هو قدامح الميسر وهي عشرة: سبعة منها فيها حظوظ، وثلاثة أغفال، وكانوا يضربون بها مقامرة لهوا ولعبا، وكان عقلاؤهم يقصدون بها إطعام المساكين، والمعدم في زمن الشتاء، وكلب البرد، وتعذر التحرف، وقال مجاهد: الأزلام هي كعاب فارس والروم التي يتقامرون بها، وقال سفيان وو كيع: هي الشطرنج، فالاستقسام بهذا كله هو طلب القسم والنصيب كما بينا وهو من أكل المال بالباطل وهو حرام. (أحكام

القرآن للقرطبي، سورة المائدة، آیت: ۳، دار الكتب العلمية بيروت ۶/ ۴۰)

جانور کی پیشاب گاہ میں ہاتھ ڈال کر دودھ دہنا

سوال (۲۶۳۳): قدیم ۲/۲۶۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس بھینس کا بچہ مرجاتا ہے اس کو گدی گھڑتے ہیں، یعنی اگلے پاؤں باندھ کر فرج میں مع اس کی دُم کے ہاتھ ڈالتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہیں بعدہ ہاتھ کو پاک کر کے دودھ نکالتے ہیں، اس طریقہ سے جو دودھ حاصل کرتے ہیں اُس دودھ کا پینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ کوئی وجہ دودھ کی حرمت کی نہیں؛ اس لئے دودھ پینا حلال و جائز (۱) ہے (*)۔ واللہ اعلم (امداد، ج ۲، ص ۱۴۱)

(*) اور فعل بھی جائز ہے جیسا کہ خضی کرنا بعلیہ منافع للناس جائز ہے، وہ علت یہاں بھی موجود ہے۔ ہکذا قال استاذنا العلامة مدظلہ ۱۲۔

(۱) اشار حاشیہ میں اس فعل کو مطلقاً خضی پر قیاس کر کے جائز کہا ہے، ہم کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا گندہ عمل ہے، اس میں کراہت بھی نہ ہو، البتہ حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ کی تحریر میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں، صرف دودھ کی حلت کی صراحت کر دی ہے اور دودھ تو بہر حال حلال ہے، چنانچہ آج کل کے زمانہ میں اکثر انجکشن لگا کر دودھ نکالتے ہیں۔

واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة، قال الله تعالى: (هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً. البقرة: ۲۹) وقال تعالى: (كلوا مما في الأرض حلالاً طيباً. البقرة: ۱۶۸) وإنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروى فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة. (مجمع الأنهر، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۴۴)

وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال. (شامی، کتاب الأشربة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۳۸، کراچی ۶/ ۴۵۶)

أما الألبان فلبن المأكول حلال. (خانية على هامش الهندية، كتاب الأشربة، قبيل فصل في حد الشرب، قدیم زکریا دیوبند ۳/ ۲۳۱، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۱۵۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جانور کو خسی کرنا

سوال (۲۶۳۴): قدیم ۴/۲۶۰ - خسی بنانا بکروں کا جائز ہے یا ناجائز؟ بر تقدیرنا جائز ہونے کے قریبانی کیونکر جائز ہے؟

الجواب: في الدر المختار، أول فصل البيع من كتاب الكراهية: وجاز خصاء البهائم (۱)۔ روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ خسی بنانا بکروں کا جائز ہے۔ واللہ اعلم

۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۵۷)

کھٹل کو مارنے کے لئے چار پائی میں گرم پانی ڈالنا

سوال (۲۶۳۵): قدیم ۴/۲۶۳ - چار پائی میں کھٹل دفع ہونے کو اگر چار پائی میں گرم پانی ڈالیں تو کیسا ہے؟

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۵۷/۹، کراچی ۶/۳۸۸۔

ویجوز إخصاء البهائم منفعة للناس؛ لأن لحم النخسي أطيب. (مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل في المتفرقات، دارالکتب العلمیة بیروت ۴/۲۲۴)

ولا بأس بإخصاء البهائم؛ لأن فيه منفعة البهيمة والناس. (هدایة، کتاب الکراهیة، فصل في البيع، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ۴/۴۷۴)

قال رحمه الله (وخصي البهائم) یعنی يجوز؛ لأن عليه الصلاة والسلام ضحى بكبشين أملحين موقوءين، والموقوء: هو النخسي؛ ولأن لحمه يطيب به ويترك النكاح فكان حسنا. (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/۳۷۴، کوئٹہ ۸/۲۰۴)

تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۶۸، إمدادیہ ملتان ۶/۳۱۔

قرر الحنفية أنه لا بأس بخصاء البهائم؛ لأن فيه منفعة للبهيمة والناس. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۹/۱۲۲)

الجواب: في ردالمحتار كيفية القتال من كتاب الجهاد تحت قول الدرالمختار:

و حرقهم مانصه لكن جواز التحريق والتغريق مقيد كما في شرح السير بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فان تمكنوا بدونها، فلا يجوز (۱)۔
اس سے معلوم ہوا کہ کھٹملوں کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا اُن پر درست ہے، ورنہ ممنوع ہے (۲)۔ ۱۲/ رجب ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۶۲)

(۱) شامی، کتاب الجہاد، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباء، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۲۱۰، کراچی ۴/ ۱۲۹۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعث فقال: إن وجدتم فلانا وفلانا فأحرقوهما بالنار، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين أردنا الخروج إني أمرتكم أن تحرقوا فلانا وفلانا، وإن النار لا يعذب بها إلا الله، فإن وجدتموهما فاقتلوهما. (بخاري شريف، كتاب الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، النسخة الهندية ۱/ ۴۲۳، رقم: ۲۹۲۳، ف: ۳۰۱۶)

ترمذي شريف، كتاب السير، باب ماجاء في النهي عن قتل النساء والصبيان، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۶، دارالسلام رقم: ۱۵۷۱۔

عن عبدالرحمن بن عبدالله عن أبيه قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فانطلق لحاجته فرأينا حمرة معها فرخان فأخذنا فرخيها فجاءت الحمرة فجعلت تفرش فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من فجع هذه بولدها ردوا ولدها إليها ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال من حرق هذه، قلنا: نحن، قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار. (أبوداؤد شريف، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، النسخة الهندية ۲/ ۳۶۳، دارالسلام رقم: ۲۶۷۵)

إحراق القمل والعقرب بالنار مكروه. (هندية، الكراهية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات، وقتل الحيوانات، وما لا يسع من ذلك، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۶۱، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۷)

وقتل القملة يجوز على كل حال، وفي فتاوى أهل سمرقند: إحراق القمل والعقرب بالنار مكروه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون الخ، مكتبه زكريا

زندہ کیڑوں کو آگ میں جلانا یا کسی جانور کو کھلانا

سوال (۲۶۳۶): قدیم ۲/۲۶۳ - (۱) برائے آختہ کردن اسپ کرم زندہ رادر آتش دو دکانیدہ ازدودو بوائے سوختگی آں کرم اسپ آختہ می شود یا کرم زندہ رامی خوراند کہ اسپ شود شترارت تگند یا برائے لحاظ دوائے کرم زندہ را برائے اسپ یا دیگر جانور می خوراند، دریں فعل حکم شریعت چیست، ایں ہمہ صورتہا دریں بلاد رائج است؟

الجواب: (۲) عن عبد الله بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

← قتل القملة لا يكره، وإحراقها وإحراق العقرب بالنار يكره. (بزازية على هامش

الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن في القتل، قديم زكريا ۶/ ۴۷۰، جديد زكريا ۳/ ۲۱۰)

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: گھوڑے کو خسی کرنے کے لئے زندہ کیڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اس کیڑے کے جلنے کی بو اور دھوئیں سے گھوڑا خسی ہو جاتا ہے، یا زندہ کیڑا ہی کھلا دیتے ہیں، تاکہ گھوڑا شترارت نہ کرے یا بطور علاج زندہ کیڑا گھوڑے یا دیگر جانوروں کو کھلا دیتے ہیں، اس فعل سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ یہ تمام صورتیں اس علاقہ میں رائج ہیں۔

(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کے ذریعہ تکلیف اور عذاب دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے (رواہ البخاری) اور حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ سے مروی ہے وہ ایک لمبی حدیث میں اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبداللہ نے کہا کہ چیونٹیوں کی ایک بستی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی جس کو ہم نے جلادیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس بستی کو کس نے جلایا ہے؟ تو ہم نے جواب دیا کہ ہم نے جلایا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی کو آگ کے ذریعہ تکلیف پہنچائے۔ (رواہ ابو داؤد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زندہ کیڑے کو آگ میں جلانا حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ذی روح شی کو تختہ مشق نہ بناؤ۔ (رواہ مسلم) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہی حرمت کو بتلانے کے لئے ہے۔ ←

 إن النار لا يعذب بها إلا الله. رواه البخاري (۱)۔ وعن عبد الرحمن بن عبد الله عن أبيه
 في حديث طويل قال: ورأى رسول الله ﷺ قرية نمل قد حرقناها، قال: من حرق
 هذه؟ فقلنا: نحن، قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار. رواه أبو داود (۲)۔
 ومشكوة، باب قتل أهل الردة والسعاة بالفساد (۳)۔

ازیں حدیث مستفاد شد کہ کرم زندہ را در آتش دود کردن حرام است۔

وعن ابن عباس: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تتخذوا شيئاً فيه الروح

← اور مختار کی کتاب الاشربة میں احکام الخمر کے تحت لکھا ہے کہ شراب سے انتفاع حرام ہے، اگرچہ وہ
 نفع جانور کو شراب بلانے کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور شامی میں ہے کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اگر جانور کو شراب
 کے پاس ہانک کر لے گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر شراب اٹھا کر جانور کے پاس لایا تو مکروہ ہے۔
 ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ کیڑا جانور کو کھلانا اس طرح سے کہ کیڑے کو جانور کے سامنے لایا
 جائے جائز نہیں؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے بھی کیڑے کو بلا ضرورت مشقت پہنچانا لازم آتا ہے۔
 اس لئے کہ جانور کو ہانک کر شراب کے پاس لے جانا ممکن ہے، جیسا کہ شکار کے مسئلہ میں ہے اور اس میں
 جس میں نفع اٹھانے کی ضرورت درپیش ہو، پس یہ روح کو تختہ مشق بنانے کے مشابہ ہو گیا؛ اس لئے کہ جانور اب
 اپنی حفاظت نہیں کر سکتا، نیز اس میں جانور کے پاس حرام چیز لے کر جانا لازم آتا ہے۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعث
 فقال: إن وجدتم فلانا وفلانا فأحرقوهما بالنار، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين
 أردنا الخروج إني أمرتكم أن تحرقوا فلانا وفلانا، وإن النار لا يعذب بها إلا الله، فإن
 وجدتموهما فاقتلوهما. (بخاري شريف، كتاب الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله،
 النسخة الهندية ۱/ ۴۲۳، رقم: ۲۹۲۳، ف: ۳۰۱۶)

(۲) أبو داود شريف، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، النسخة الهندية

۲/ ۳۶۳، دار السلام رقم: ۲۶۷۵۔

(۳) مشكوة شريف، كتاب القصاص، باب قتل أهل الرد والسعاة بالفساد، مكتبه أشرفيه

دیوبند ۲/ ۳۰۷۔

غرضاً۔ رواہ مسلم، مشکوٰۃ، باب الصيد والذبائح (۱)۔ قال النووي: هذا النهي للتحريم (۲)۔ وفي الدر المختار، أحكام الخمر من كتاب الأشربة: وحرم الانتفاع بها ولو لسقي دواب. وفي رد المحتار: قوله: ولسقي الدواب قال بعض المشائخ: لو قاد الدابة إلى الخمر لأبأس به، ولو نقل إلى الدابة يكره. اه (۳)۔

ازیں روایات معلوم می شود کہ کرم زندہ جانور خورائیدن بایں طور کہ کرم را پیش جانور برده شود جائز نیست کہ ہم دریں تعذیب اوست بلا ضرورت۔

لأنه يمكن قود الدابة إليها كما في الاصطیاد والذي فيه ضرورة الانتفاع فشا به اتخاذ الروح غرضاً؛ لأنها لا تقدر أن تحوز نفسها. وهم نقل شيء محرم است بسوء دابة فقط (تمتہ اولی ص ۳۱۳)

موزی گتے کو ہلاک کرنا اور اس کے ضمان کا حکم

سوال (۲۶۳۷): قدیم ۲/۲۶۴ - ہمارے محلّہ میں ایک شخص کا عتّا ہے، اس کے سبب سے سخت تکلیف ہے، برتن وغیرہ خراب کر جاتا ہے اور رات کے وقت بھی ہر کسی کو دق کرتا ہے، تو اس کو کچلہ دے کر مار ڈالنا جائز ہے؟ مالک گتے کا کچھ بندوبست نہیں کرتا؟

الجواب: اس کا ہلاک کرنا تو جائز معلوم ہوتا ہے (۴)۔

(۱) مسلم شریف، کتاب الصيد والذبائح، وما يؤكل من الحيوان، باب النهي عن صبر البهائم، النسخة الهندية ۲/۱۵۳، بيت الأفكار رقم: ۱۹۵۷۔

مشکوٰۃ شریف، کتاب الصيد والذبائح، الفصل الأول، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/۳۵۷۔

(۲) شرح النووي علی المسلم، النسخة الهندية ۲/۱۵۳۔

(۳) الدر المختار مع الشامی، کتاب الأشربة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۲۸، کراچی ۶/۴۴۹۔

(۴) ولو كان لرجل كلب عقور يعض كل من يمر عليه فلاهل القرية أن يقتلوه. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون: فيما يسع من جراحات بني آدمی والحيوانات، وقتل الحيوانات، قدیم زکریا ۵/۳۶۰، جدید زکریا دیوبند ۵/۴۱۶) ←

مگر اس کے دام مالک کو دینا ہوں گے، خواہ کسی بہانہ سے (۱)۔ ۲۴۔ ۲۵ رمضان ۱۳۳۳ھ (تتمہ خامسہ ص ۷۸)

دوا کی ضرورت سے حیوانات کو قتل کرنے کا حکم

سوال (۲۶۳۸): قدیم ۲/۲۶۴ - طلاء کے نسخہ میں جو کچھ وے و پکھوے و بیر بہوئی وغیرہ مار کر ڈالی جاتی ہیں، مرض کے لئے ان چیزوں کی جان کھونا جائز ہے یا نہیں؟ یا کوئی شخص اپنی بکری (یعنی فروخت) کے لئے طلاء تیار کرے اور ان چیزوں کو ڈالے تو ان کا مارنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ شرع میں یہ ضرورتیں معتبر ہیں؛ اس لئے جائز ہوگا (۲)۔

← وفي فتاوى أهل سمرقند: رجل له كلب عقور في قرية كل من يمر عليه عقره فلاهل القرية أن يقتلوه هذا الكلب دفعا لضرره. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون الخ، المجلس العلمي ۸/ ۹۴، رقم: ۹۶۷۰)

ولو كان لرجل كلب عقور يؤذي من مر به، فلاهل البلد أن يقتلوه. (تبیین الحقائق، كتاب السديات، قبيل باب جناية المملوك والجناية عليه، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۱۸، إمداديه ملتان ۶/ ۱۵۳)

وفي العيون: قرية فيها كلاب كثيرة ولأهل القرية فيها ضرر، يؤمر أرباب الكلاب بقتل الكلاب دفعا للضرر عنهم، فإن أبوا رفعوا الأمر إلى الإمام. وفي الخانية: إلى القاضي حتى يأمرهم بذلك. (الفتاوى التاتارخانية، الكراهية، الفصل الثالث والعشرون الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۲۲۳، رقم: ۲۸۵۸۱)

(۱) یہاں مسئلہ شمن کلب کی حلت و حرمت کا نہیں؛ بلکہ ثبوت ملکیت کا ہے کہ جب کتا مالک کا مملوک اور مال ہے تو اس کو ہلاک کرنے کی صورت میں مالک اس کی قیمت کا مستحق ہے، اس کے لئے شمن کا حلال ہونا یا حرام ہونا ایک الگ حکم ہے۔

اتفق الفقهاء على أنه إذا أُلِف شخص مال غيره بغير حق فعليه ضمانه، والمتلف إن كان من المثلّيات يضمن بمثله، وإن كان من القيميات يضمن قيمته. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/ ۱۱۴)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات: أي أن الأشياء الممنوعة تعامل كالأشياء المباحة وقت الضرورة. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/ ۲۶، رقم المادة: ۲۹) ←

ہاں تکلیف زائد از ضرورت دے کر مارنا جائز نہیں (۱)۔

۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۷۹)

جانوروں کا کانچی ہاؤس میں داخل کرنا

سوال (۲۶۳۹): قدیم ۲/۲۶۴ - نیلام کانچی ہاؤس سے کوئی جانور خریدنا اور اس کی قربانی کرنا، اور جانوروں کا کانچی ہاؤس بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: وإن غلبوا (أى أهل الحرب) على أموالنا وأحرزوها بدارهم ملكوها (۲)۔ اور عملہ کانچی ہاؤس نائب ہیں مستولین کے، پس استیلاء تملک سے وہ جانور ملک

← الضرورات تبیح المحظورات. (قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۸۹)

الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قدیم ص: ۱۴۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۲۵۱۔

(۱) عن شداد بن أوس قال: ثنتان حفظتهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته فليرح ذبيحته. (مسلم شریف، کتاب الصيد والذبائح، وما يؤكل من الحيوان، النسخة الهندية ۲/ ۱۵۲، بیت الأفكار رقم: ۱۹۵۵)

ترمذی شریف، أبواب الديات، باب ما جاء في النهي عن المثلة، النسخة الهندية ۱/ ۲۶۰، دار السلام رقم: ۱۴۰۹۔

وكل طريق أدى الحيوان إلى تعذيب أكثر من اللازم لإزهاق روحه فهو داخل في النهي ومأمور بالاجتناب عنه. (تكملة فتح الملهم، کتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۳/ ۵۴۰)

كره كل تعذيب بلا فائدة. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الذبائح، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۲۹۶، کراچی ۴۲۷/ ۶)

وكل ذلك مكروه؛ لأن في جميع ذلك وفي قطع الرأس زيادة تعذيب الحيوان فلا فائدة. (تبيين الحقائق، کتاب الذبائح، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۴۶۰، إمدادیہ ملتان ۵/ ۲۹۲)

(۲) الدر المختار مع الشامی، کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۲۶۷، کراچی ۴/ ۱۶۰۔ ←

سرکار کی ہو جائے گی؛ لہذا بیچ کے وقت اس کو خریدنا جائز ہے، اور جب یہ بیچ صحیح سے ملک میں داخل ہو گیا تو قربانی بھی اس کی درست ہے (۱)۔ البتہ عرفاً بدنامی کا موجب ہے؛ اس لئے بلا ضرورت بدنام بالخصوص مقتدا کے لئے زیلا نہیں (۲)۔ اور کاجی ہاؤس میں جانور کو داخل کرنا، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی جانور کھیت میں خود گھس گیا ہے، اس جانور کا داخل کرنا تو بالکل جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں مالک پر ضمان نہیں، تو اس سے کچھ لینا یا لینے میں اعانت کرنا ظلم ہے، اور اگر کسی نے قصداً جانور کو کھیت وغیرہ میں داخل کر دیا ہے، اس پر بقدر اتلاف ضمان ہے، اس مقدار تک کاجی ہاؤس میں یا ویسے ہی اس سے وصول کیا ہے تو جائز ہے، اور اس سے زائد بطور جرمانہ کے ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ تعزیر بالمال ہے اور حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے۔

← وإذا غلبوا على أموالنا - العياذ بالله - وأحرونها بدارهم ملكوها. (النهر الفائق، كتاب الجهاد، باب استيلاء الكفار، مكتبة زكريا ديوبند ۳ / ۲۲۴)

وإذا غلبوا على أموالنا وأحرونها بدارهم ملكوها. (هداية، كتاب السير، باب استيلاء الكفار، مكتبة أشرفیہ دیوبند ۲ / ۵۸۱)

(۱) المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي شريف، مكتبة رشيدية دہلی ۱ / ۷)

کل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱ / ۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲)

(۲) فإن كان ممن يقتدى به فلم يقدر على منعهم خرج ولم يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين، وفتح باب المعصية على المسلمين. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قيل فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۸ / ۳۴۶، كوثه ۸ / ۱۸۸)

فإن كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شين الدين. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، مكتبة زكريا ديوبند ۹ / ۵۰۱، کراچی ۶ / ۳۴۸)

التحرز عن مواضع التهمة واجب، قال صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم، وقال علي رضي الله عنه: إياك وما يقع عند الناس إنكاره، وفي رواية: ما يسبق إلى القلوب إنكاره، وإن كان عندك اعتذاره فليس كل سامع نكرا يطبق أن يوسع عذرا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم، دار الكتب العلمية بيروت ۳ / ۵۸)

کما صرحوا في الدر المختار آخر باب جنایة البهيمه: أدخل غنماً أو ثوراً أو فرساً أو حماراً في زرع أو كرم إن سائقا ضمن ما أتلف وإلا لا، وقيل: يضمن، وقال الشامي مرجحاً للقول الثاني أقول: ويظهر ارجحية هذا القول لموافقته لما مر أول الباب من أنه يضمن ما أحدثته الدابة مطلقاً إذا أدخلها في ملك غيره بلا إذنه لتعديده، وأما إذا لم يدخلها ففي الهداية: ولو أرسل بهيمة فافسدت زرعاً على فورها ضمن المرسل، وإن مالت يميناً أو شمالاً، وله طريق آخر لا يضمن لما مر (۱)۔

۵/ محرم ۱۳۲۳ھ (حوادث ۱، ۲، ۷)

موذی جانوروں کو مجبوری کے وقت آگ میں جلانا

سوال (۲۶۴۰): قدیم ۲/ ۲۶۵۔ جنگل کا ایک جانور بنام سیہ ہے وہ کھیت کو نقصان بہت پہنچاتی ہے، اور ان کی تدبیر سوائے زمین کو آگ دینے کے ورنہ ہو سکتی، تو ان کو آگ دے کر مار دیا جاوے یا نہیں؟

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الدیات، قبیل باب جنایة المملوك، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۲۸۵، کراچی ۶/ ۶۱۲۔

ولو أرسل بهيمة فأفسدت زرعاً على فوره، أي فور الإرسال، والمراد بفور الإرسال أن لا يميل يميناً أو شمالاً ضمن المرسل، وإن مالت يميناً أو شمالاً وله طريق آخر لا يضمن لما مر. وفي الفتاوى الصغرى: أرسل حماره فدخل زرع إنسان فأفسده ساقه إلى الزرع ضمن، وإن لم يسقها بأن لم يكن خلفها فإن لم تنعطف الدابة يميناً ولا شمالاً وذهب إلى الوجه الذي أرسله صاحبه، فأصاب الزرع ضمن أيضاً، وإن انعطفت يميناً وشمالاً فأصاب الزرع إن كان له طريق آخر لم يضمن، وإلا يضمن في ديار شيخ الإسلام رحمه الله تعالى. (البنية، كتاب الدیات، باب جنایة البهيمه و الجنایة علیها، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۳/ ۲۶۸)

التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام، ثم نسخ، والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحدود، باب التعزير، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/ ۱۰۶، کراچی ۴/ ۶۱)

وفي شرح الآثار: التعزير بأخذ المال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ. (النهر الفائق، الحدود، فصل في التعزير، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۱۶۵)

البحر الرائق، کتاب الحدود، باب التعزير، مکتبہ زکریا دیوبند ۵/ ۶۸، کوئٹہ ۵/ ۴۱۔

الجواب: اگر وہ کسی اور طریق سے دفع نہ ہو تو پھر مجبوری کو آگ دینا جائز ہے (۱)۔ اور اگر کسی اور طریق سے ہلاک ہو جاوے یا وہاں سے اور جگہ دفع ہو جاوے تب جلانا جائز نہیں (۲)۔

۱۰/ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ (تمہ البعص ۲۱)

(۱) لکن جواز التحريق والتغريق مقيد كما في شرح السير بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز. (شامي، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندبا، مكتبة زكريا ديوبند ۶/ ۲۱۰، كراچی ۴/ ۱۲۹)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعث فقال: إن وجدتم فلانا وفلانا فأحرقوهما بالنار، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين أردنا الخروج إني أمرتكم أن تحرقوا فلانا وفلانا، وإن النار لا يعذب بها إلا الله، فإن وجدتموهما فاقتلوهما. (بخاري شريف، كتاب الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، النسخة الهندية ۱/ ۴۲۳، رقم: ۲۹۲۳، ف: ۳۰۱۶)

ترمذی شریف، کتاب السیر، باب ماجاء فی النهی عن قتل النساء والصبيان، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۶، دار السلام رقم: ۱۵۷۱۔

عن عبدالرحمن بن عبدالله عن أبيه قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فانطلق لحاجته فرأينا حمرة معها فرخان فأخذنا فرخيها فجاءت الحمرة فجعلت تفرش فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من فجع هذه بولدها ردوا ولدها إليها ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال من حرق هذه، قلنا: نحن، قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار. (أبو داود شريف، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، النسخة الهندية ۲/ ۳۶۳، دار السلام رقم: ۲۶۷۵)

إحراق القمل والعقرب بالنار مكروه. (هندية، الكراهية الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات، وقتل الحيوانات، وما لا يسع من ذلك، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۶۱، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۱۷)

قتل القملة لا يكره، وإحراقها وإحراق العقرب بالنار يكره. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن في القتل، قديم زكريا ۶/ ۴۷۰، جديد زكريا ۳/ ۲۱۰)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون الخ، مكتبة زكريا ديوبند

۱۹/ باب: تشبہ بالكفار

میز و گرسی پر کھانا کھانے کا حکم

سوال (۲۶۴۱): قدیم ۲/ ۲۶۵ - گرسی میز پر کھانا کھانا اور گرسی میز پر دفتر کا انگریزی کام کرنا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسا ہے؟ جواب سے مشکور فرمائیں۔

الجواب: میز گرسی پر کھانا کھانا تشبہ کے سبب ممنوع ہے (۱)۔ اور اس میں کوئی مجبوری بھی نہیں کہ عذر ہو سکے بخلاف دفتر کے کام کرنے کے کہ گوہ قانون حکمی کے سبب ضروری ہو مگر قانون عملی کے سبب اس میں مجبوری ہے؛ لہذا اس میں معذوری ہوگی (۲)۔ اور اسی سبب سے ایک کو دوسرے پر قیاس نہ کریں گے۔

۸/ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲ / ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفاسق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۸ / ۲۵۵)

(من شبه بقوم) قال المناوي والعلقمي: أي تزييا في ظاهره بزيهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم، وبعض أفعالهم انتهى. وقال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفاسق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أي في الإثم والخير الخ. (عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۱ / ۵۱) شرح الطيبي، اللباس، الفصل الثاني، کراچی ۸ / ۲۱۹، تحت رقم الحديث: ۴۳۴۷، مكتبه زکریا دیوبند ۸ / ۲۳۲۔

(۲) الضرورات تبيح المحظورات: أي أن الأشياء الممنوعة تعامل كالأشياء المباحة وقت الضرورة. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱ / ۲۶، رقم المادة: ۲۹) ←

لہنگا پہننے کا حکم

سوال (۲۶۴۲): قدیم ۴/۲۶۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان

عورتوں کو لہنگا پہننا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیں۔

الجواب: فلما روى عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: رأى رسول الله ﷺ علي

ثوبين معصفرين، فقال: إن هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها. رواه مسلم (۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے معصفر سے ممانعت کی علت یہ ارشاد فرمائی کہ یہ لباس کفار میں سے

ہے، اُن کے ساتھ تشبیہ جائز نہیں، پس لہنگا بھی مخصوص لباس زنانہ ہونو کا ہے اس لئے بُرا ہے (۲)۔

۲۱ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۰۳ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۲۶)

← قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ص: ۸۹۔

الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، قدیم ص: ۱۴۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۲۵۱۔

(۱) مسلم شریف، کتاب اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر،

النسخة الهندية ۲/ ۱۹۳، بیت الأفكار رقم: ۲۰۷۷۔

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه

بقوم فهو منهم. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹،

دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو

بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتيح، كتاب

اللباس، الفصل الثاني، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۵)

قوله: (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار، وإذا كان الشعار أظهر في

التشبيه ذكره في هذا الباب. (شرح الطيبي، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/

۲۳۲، کراچی ۸/ ۲۱۹، تحت رقم الحديث: ۴۳۴۷)

عون المعبود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۱/ ۵۱

بذل المحمود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، مکتبہ يحيوي سہارنپور قدیم ۵/ ۴۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ہندوؤں کی طرح چوٹی رکھنا

سوال (۲۶۴۳): قدیم ۴/۲۶۶ - چوٹی رکھنا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے۔ بیوا تو جروا

الجواب: فلما روى عن الحجاج بن حسان قال: دخلنا على أنس بن مالك فحدثني أختي المغيرة قالت: وأنت يومئذ غلام ولك قرنان أو قصتان فمسح رأسك وبرك عليك، وقال: احلقوا هذين أو قصوهما، فإن هذا زى اليهود. رواه أبو داؤد (۱)۔
وہ زئی یہود تھا اور یزئی ہنود ہے، اور خصوصاً اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جائے تو شرک ہے۔ واللہ اعلم
۲۱ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۰۳ھ (امداد ج ۲ ص ۱۲۶)

(۱) أبوداؤد شریف، کتاب الترحل، باب ماجاء في الرخصة، النسخة الهندية ۲/ ۵۷۷، دارالسلام رقم: ۴۱۹۷۔

عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع، قال: قلت لنافع: ما القزع؟ قال: يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۳، بيت الأفكار رقم: ۲۱۲۰)
عن نافع مولى عبيد الله أنه سمع ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن القزع، قال عبيد الله: فأشار لنا عبيد الله قال: إذا حلق الصبي وترك هاهنا وهاهنا، فأشار لنا عبيد الله إلى ناصيته وجانبي رأسه، قيل لعبيد الله: فالجارية والغلام؟ قال: لا أدري، هكذا قال: الصبي، قال عبيد الله: وعادته، فقال: أما القصة والقفا للغلام فلا بأس بهما، ولكن القزع أن يترك بناصيته شعر وليس في رأسه غيره، وكذلك شق رأسه هذا وهذا. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب القزع، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۷، رقم: ۵۶۸۷، ف: ۵۹۲۰)

نسائي شريف، كتاب الزينة من السنن، الرخصة في حلق الرأس، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۴، دارالسلام رقم: ۵۰۵۱۔

ابن ماجه شريف، كتاب اللباس، باب النهي عن القزع، النسخة الهندية ص: ۲۵۹، دارالسلام رقم: ۳۶۳۸۔

مدارس اسلامیہ میں اتوار کے دن چھٹی کرنے کا حکم

سوال (۲۶۴۴): قدیم ۲۶۶/۴ - ہمارے یہاں سب مدارس میں جمعہ کو تعطیل ہوتی ہے، اتوار کو تعطیل کرنا روا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: نہیں بسبب تنبیہ و تعظیم یوم نصاریٰ کے (۱)۔

۹ شعبان ۱۳۳۱ھ (حوادث ص ۱۱۲)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه وعن ربعي بن حراش عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أضل الله عن الجمعة من كان قبلنا فكان لليهود يوم السبت، وكان للنصاريا يوم الأحد، فجاء الله بنا فهدانا الله ليوم الجمعة، فجعل الجمعة والسبت والأحد وكذلك هم تبع لنا يوم القيامة، نحن الآخرون من أهل الدنيا والأولون يوم القيامة المقضي لهم قبل الخلائق، وفي رواية: واصل المقضي بينهم. (مسلم شريف، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۲، بيت الأفكار رقم: ۸۵۶)

بخاري شريف، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۰، رقم: ۸۶۶، ف: ۸۷۶۔

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبته إمداديه ملتان ۸/ ۲۵۵)

قوله: (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار، وإذا كان الشعار أظهر في التشبيه ذكره في هذا الباب. (شرح الطيبي، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبته زكريا ديوبند ۸/ ۲۳۲، کراچی ۸/ ۲۱۹، تحت رقم الحديث: ۴۳۴۷)

عون المعبود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، مكتبته أشرفیہ دیوبند ۱۱/ ۵۱۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سائیکل پر سواری کرنے کا حکم

سوال (۲۶۴۵): قدیم ۴/۲۶۶- سائیکل گاڑی پر سوار ہونا کیسا ہے؟ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تھا، تو انہوں نے جائز فرمایا۔ اب مجھ کو مناسب غیر مناسب ہونے کا خیال ہے؛ البتہ اس سواری میں دو باتیں ہیں ایک عمدہ اور ایک بُری، عمدہ یہ کہ راستہ جلد ختم ہو جاتا ہے، بُرائی یہ کہ اس پر سوار ہونے سے وہ انکساری نہیں ہوتی جو پیادہ چلنے میں پائی جاتی ہے؟

الجواب : اس سواری میں گونا گواہر آتشہ کا بھی شبہ ہو سکتا ہے، مگر عند التامل اس کا عام ہو جانا اس شبہ کا مزیل ہے۔ اب صرف یہ عارض اس میں محتمل رہا کہ اس سے عُجب پیدا ہوتا ہے، سو اس کا مقتضایہ ہے کہ جس کو عُجب نہیں اس کے لئے کچھ ہرج نہیں؛ البتہ بعض مباحتات صلحاء و ثقافت کے مناسب حال نہیں ہوتے، سو بحالت موجودہ یہ سواری ایسی معلوم ہوتی ہے؛ لہذا تحرز اولیٰ ہے، جب کہ صرف مصلحت کا درجہ ہو ضرورت کا نہ ہو، اور اگر ضرورت ہو کہ مسافت زیادہ ہے اور وقت کم یا دوسری سواری میں صرف زیادہ ہوگا تو اس صورت میں خلاف اولیٰ بھی نہیں (۱)۔ ۴ صفر ۱۳۳۵ھ (حوادث خامسہ ص ۲)

فٹ بال میچ کھیلنے کا حکم

سوال (۲۶۴۶): قدیم ۴/۲۶۷- اس زمانہ کے انگریزی خواں لوگ جو پاؤں سے گیند مارتے ہیں، جس کو انگریزی میں فٹ بول کہا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہ؟

(۱) آج کل کے زمانہ میں سائیکل کی سواری غریب لوگوں کی سواری ہے، جیسے خیر القرون میں گدھے کی سواری تھی؛ اس لئے اس زمانہ میں اس میں کوئی قباحت یا خلاف اولیٰ کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرات صحابہ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں گدھے نچر پر سوار ہو کر تشریف لے گئے ہیں۔ صحیح بخاری میں صاف روایت ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن عروة عن أسامة بن زيد رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ركب على حمار على إكاف عليه قطيفة وأرأف أسامة وراءه ۵. (بخاري شريف، كتاب الجهاد والسير،

باب الردف على الحمار، النسخة الهندية ۱/ ۴۱۹، رقم: ۲۸۹۵، ف: ۲۹۸۷)

شہیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في المشكوة: ص ۳۳۸: عن عليّ قال: كانت بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم قوس عربية فرأى رجلا بيده قوس فارسية، فقال: ما هذه ألقها وعلّكم بهذه وأشباهها. (الحديث) رواه ابن ماجه (۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طرق ورزش میں بھی تشبیہ باہل باطل ممنوع ہے، جب کہ دوسرے طرق ورزش کے اس محذور سے خالی پائے جاویں، اور یہاں دوسرے طرق نافعہ بھی موجود ہیں؛ لہذا یہ عمل ممنوع ہوگا (۲)۔

(۱) ابن ماجه شريف، كتاب الجهاد، باب السلاح، النسخة الهندية ص: ۲۰۲، دار السلام رقم: ۲۸۱۰۔

مشكوة شريف، كتاب الجهاد، باب أعداد آلة الجهاد، الفصل الثالث، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۳۳۸۔

(۲) کھیل کود اور لہو لعب سے متعلق مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم نے ”تکملہ فتح الملہم“ میں کافی مفصل اور مفید بحث کی ہے، جو ذیل میں فائدہ کی غرض سے نقل کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

فالسابط في هذا الباب - عند مشايخنا الحنفية - المستفاد من أصولهم وأقوالهم أن اللهو المجرّد الذي لا طائل تحته: وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش ولا المعاد حرام أو مكروه تحريماً، وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة - كما في النردشير - كان حراماً أو مكروهاً تحريماً، وألغيت تلك المصلحة والغرض لمعارضتها للنهي المأثور حكماً بأن ضرره أعظم من نفعه، وهذا أيضاً متفق عليه بين الأئمة غير أنه لم يثبت النهي عند بعضهم فجوزوه ورخص فيه وثبت عند غيره فحرمه وكرهه..... وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع وفيه فائدة ومصلحة للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده وعن الصلوات والمساجد التحق ذلك بالمنهي عنه لاشتراك العلة فكان حراماً أو مكروهاً. والثاني: ما ليس كذلك فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب فهو مكروه، وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه، هذه خلاصة ما توصل إليه والذي الشيخ محمد شفيع في أحكام القرآن ۳/ ۹۳ تا ۲۰۱. وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بهارياضة الأبدان ←

اور اس میں غالباً جوابل و عادت اور دین سے آزاد لوگوں سے جو اختلاط ہوتا ہے وہ خود بھی مستقلاً وجہ منع کی ہے (۱)۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ (حوادث خامسہ ص ۸)

کفار کے رسم و رواج میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں

سوال (۲۶۴۷): قدیم ۲۶۷/۴ - نمبر ۱۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ قصبہ لونواڑہ میں ہنود بکثرت رہتے ہیں، یہ لوگ بماء ساون آٹھ روز تہوار مناتے ہیں، اس تہوار کو اپنی اصطلاح میں پچون کہتے ہیں، ان دنوں میں آٹھ روزے بھی اپنے مذہب کے موافق رکھتے ہیں، اور جاندار شے کو مارنا اور تکلیف دینا بہت بُرا سمجھتے ہیں، چنانچہ مسلمان تیلیوں کو اسی بناء پر گھانی چلانے سے روکتے ہیں؛ اس لئے کہ تلوں میں کچھ کیڑے جو ہوتے ہیں وہ بھی پل جاتے ہیں، اُن آٹھ روز مسلمانوں کو گھانی چلانے کے عوض میں روپیہ بھی دینا چاہتے ہیں، پس مسلمان تیلیوں کو اُن آٹھ روز گھانی نہ چلانا اور اُن سے روپیہ لے کر اس امر میں ان کا اتباع کرنا کیسا ہے؟

← أو الأذهان جائزة في نفسها، ما لم تشتمل على معصية أخرى ما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودينه. والله أعلم (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالتردشير، حكم الألعاب في الشريعة، مكتبة أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۳۵-۴۳۶)

(۱) عن أبي سعيد أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تصاحب إلا مؤمناً، ولا يأكل طعامك إلا تقي. (ترمذي شريف، أبواب الزهد، باب ما جاء في صحبة المؤمن، النسخة الهندية ۲/ ۶۵، دار السلام رقم: ۲۳۹۵)

اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز التودد للفاسق لأجل فسقه ولا الجلوس معه وهو يمارس شيئاً من المعاصي إيناساً ومجاراة له؛ لقوله تعالى: (ولا تكونوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار) ولقول النبي صلى الله عليه وسلم: لا تصاحب إلا مؤمناً ولا يأكل طعامك إلا تقي. وقوله: الرجل على دين خليله فلينظر أحدكم من يخال كما أنه ورد النهي عن مخاطبة الفاسق والمبتدع ونحوهما بسيد ونحوه من الألقاب التي تدل على تعظيمه؛ لأن في ذلك تعظيم من أهانه الله تعالى الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۲/ ۱۴۵)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نمبر ﴿۲﴾: جو مسلمان کہ ہنود کے تہوار میں اُن کی موافقت کرے اور اس کو منائے اس کے لئے کیا وعید ہے؟
 نمبر ﴿۳﴾: کسی قصبہ کا رئیس مسلمانوں کو کہے کہ تم ہنود کے تہوار میں ان کی اتباع کرو، ورنہ تم کو سخت اذیت پہنچاؤں گا، پس مسلمانوں کو اس امر میں رئیس کا اتباع درست ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب و تو جروا فی
 یوم الحساب .

الجواب : چونکہ بنی اس درخواست کا ہنود کے مذہب کا احترام اور رعایت ہے، مسلمانوں کو اس کا قبول کرنا یا اعانت و تائید کرنا حرام قریب بہ کفر ہے (۱)۔ اور جو شخص اس کے خلاف پر قادر ہو اس کو ایسے امر میں اتباع کرنا حرام اور قرب بہ کفر ہے (۲)۔ ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۵ھ (تمہ خامسہ ص ۶)

(۱) الإعطاء باسم النيروز والمهرجان لا يجوز أي الهدايا باسم هذين اليومين حرام، وإن قصد تعظيمه كما يعظمه المشركون يكفر. (مجموعة الفتاوى على هاشم خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴ / ۳۴۰)

الخروج إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم كفر، وأكثر ما يفعل ذلك من كان أسلم منهم فيخرج في ذلك اليوم ويوافق معهم فيصير بذلك كافراً ولا يشعر به، اجتمع المجوس يوم النيروز، فقام مسلم: (خوب سیرت نہاوند) يكفر. (بازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، النوع السادس في التشبيه، قديم زكريا ديوبند ۶ / ۳۳۳، جديد زكريا ديوبند ۳ / ۱۸۶)

وفي الفتاوى الصغرى: ومن اشترى يوم النيروز شيئاً ولم يكن يشتريه قبل ذلك أراد به تعظيم النيروز كفر، أي لأنه عظم عيد الكفرة حكى عن أبي حفص الكبير البخاري لو أن رجلاً عبد الله خمسين عاماً ثم جاء يوم النيروز فأهدى إلى بعض المشركين يريد تعظيم ذلك اليوم فقد كفر بالله العظيم وحبط عمله خمسين عاماً، ومن خرج إلى السدة أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر؛ لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه، وعلى قياس مسألة السدة إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم يوجب الكفر. (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكنياً، مكتبه أشرفيه ديوبند ص: ۲۲۹-۲۳۰)

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية، فإن أمر بمعصية فلا سمع عليه ولا طاعة. (ترمذي شريف، أبواب الجهاد، باب ما جاء في لا طاعة لمخلوق في معصية

لندن وغیرہ میں کفار کے لباس کا حکم

سوال (۲۶۲۸): قدیم ۴/۲۶۸ - اس ملک میں اُن لوگوں کا لباس اور وضع اختیار کرنا کس قسم کا گناہ ہے، اگر آدمی شوق سے نہیں بلکہ اس ضرورت سے اُن کا ظاہری لباس اور وضع اختیار کرے کہ عوام کی نظر میں ایک انوکھا اور بُرا نہ معلوم ہو، اور لوگوں کو اس کی طرف انگشت نمائی نہ ہو اور شہر کے بچے اس پر ہنسے نہیں، تو کیا اس سے اس گناہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے، کس حد تک اجازت ہے؟

الجواب: میں اس باب میں یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے، جیسے ہندوستان میں وہاں اس کا پہننا من تشبہ بقوم میں داخل ہوتا ہے (۱) اور جہاں ملکی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں وہاں پہننا کچھ حرج نہیں۔ اب اس معیار پر آپ وہاں کی حالت خود ملاحظہ فرمائیں۔ (تمتہ خامسہ ص ۴۲۱)

← بخاری شریف، کتاب أخبار الآحاد، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷۷-۱۰۷۸، رقم: ۶۹۶۷، ف: ۷۲۵۷۔

مسلم شریف، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية، النسخة الهندية ۲/ ۱۲۵، بیت الأفكار رقم: ۱۸۴۰۔

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإنثم والخير. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۸/ ۲۵۵)

قوله: (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار، وإذا كان الشعار أظهر في التشبيه ذكره في هذا الباب. (شرح الطيبي، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۲۳۲، کراچی ۸/ ۲۱۹، تحت رقم الحديث: ۴۳۴۷)

عون المعبود، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۱/ ۵۱۔



۲۰/ باب: معاملات المسلمین بأهل الكتاب والمشرکین

کافر کے حقوق کیسے ادا کئے جائیں

سوال (۲۶۴۹): قدیم ۲۶۸/۴ - کافر کے حقوق کیسے ادا کئے جائیں، مالی نہیں بلکہ غیبت وغیرہ ہو؟

الجواب: اگر وہ مل جاوے تو معاف کرا لئے جاویں، ورنہ اُس کے لئے دعائے ہدایت (۱)۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

(۱) مستفاد: لا بد من الاستحلال إن قدر عليه فإن كان غائبا أو ميتا فينبغي أن يكثر له الاستغفار والدعاء، ويكثر من الحسنات، فإن قلت: فالتحليل هل يجب؟ فأقول: لا لأنه تبرع والتبرع فضل وليس بواجب، ولكنه مستحسن، وسبيل المتعذر أن يبالغ في الثناء والتودد إليه ويلازم ذلك حتى يطيب قلبه، فإن لم يطب قلبه كان اعتذاره وتودده حسنة محسوبة له يقابل بها سيئة الغيبة في القيامة. (إحياء العلوم، كتاب آفات اللسان، الآفة الخامسة عشر: بيان كفارة الغيبة، مطبوعه مصر ۳/ ۱۳۳)

قالت عائشة رضي الله عنها: لامرأة قالت لأخرى إنها طويلة الذيل: قد اغتبتها فاستحليها، فإن لا بد من الاستحلال إن قدر عليه، فإن كان غائبا أو ميتا، فينبغي أن يكثر الاستغفار والدعاء ويكثر من الحسنات. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۱/ ۳۳۸)

مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، قبیل باب الوعد، مکتبہ امدادیہ ۹/ ۱۶۷-۱۶۸۔

والمراد أن يبين له ذلك ويعتذر إليه ليمسح عنه بأن يبالغ في الثناء عليه والتودد إليه، ويلازم ذلك حتى يطيب قلبه، وإن لم يطب قلبه كان اعتذاره وتودده حسنة يقابل بها سيئة الغيبة في الآخرة قال الإمام الغزالي وغيره، وقال أيضا: فإن غاب أو مات فقد فات أمره ولا يدرك إلا بكثرة الحسنات لتؤخذ عوضا في القيامة. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۸۸، کراچی ۶/ ۴۱۱)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کفار کے میلوں میں بغرض تجارت جانا

سوال (۲۶۵۰): قدیم ۲/۲۶۰ - ایک شخص رائے دیتے ہیں کہ دربار انگریزی کی نمائش میں جو بمہ جنوری آئندہ دہلی میں ہونے والا ہے، کوئی دکان مراد آبادی برتنوں کی یا اور کسی مال کی کھولی جائے، یا دربار کے کسی کام کا ٹھیکہ لیا جائے، احقر نے جواب میں کہا کہ دربار کے کام کا ٹھیکہ اعانت مجمع کفار ہے، اور نمائش بھی ایسی ہی ہے، اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ دربار کا ٹھیکہ اعانت ہے، نمائش ایسی نہیں؛ کیونکہ نمائش بعد ختم دربار ہوگی، اس سے غرض دربار کی آرائش نہیں ہے؛ بلکہ ملک کی صنعت و حرفت کی جانچ منظور ہے، جس طرح دیگر اوقات میں مختلف مقامات میں نمائشیں ہوا کرتی ہیں، اس میں حضور کا کیا ارشاد ہے؟ اگر شرکت ایسے مجموعوں کی ناجائز ہے تو اپنے دواخانہ کے اشتہارات تقسیم کرانا درست ہیں یا نہیں؟

الجواب: کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہیں ہے؛ بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جائے، ایسے مجمع کی شرکت و اعانت سب حرام ہے (۱)۔ اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے مجمع مسئول عنہ کہ محض تزیید سرور و استحکام حکومت کے لئے ہوگا۔ میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہیں، ہاں اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہو کہ عوام الناس میری سند پکڑ کر دوسرے ناجائز مجامع کو اس پر قیاس کر کے بداحتیاطی

(۱) من کثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله. (کنز

العمال، کتاب الصحة، مؤسسة الرسالة بیروت ۹/۲۲، رقم الحدیث: ۲۴۷۳۵)

نصب الراية، کتاب الجنایات، الحدیث التاسع، دار نشر الکتب الإسلامية پاکستان

۳۴۶/۴

قال الله تعالى: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [سورة

المائدة، رقم الآية: ۲]

يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات، وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، آيت: ۲، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۴۵۳)

کرنے لگیں گے، وہاں اس عارض کی وجہ سے سد الذرائع خاص ایسے شخص کو پہنچنا واجب ہوگا (۱)۔ اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال میں جائز ہے، اس کو نکثیر سواد سے کچھ مس نہیں۔ واللہ اعلم (امداد، ج ۲، ص ۱۴۹)

ہندوؤں کے میلوں میں بغرض تجارت جانا

سوال (۲۶۵۱): قدیم ۲۶۹/۴ - میلہ ہائے ہندوؤں میں مثل میلہ ہردوار یا گنگا واسطے تجارت

کے جانا جائز ہے یا نہ؟ اور جانے والا مرتکب کبیرہ کا ہوتا ہے یا نہ؟

الجواب: اگر کوئی چیز سوائے اس میلہ کے کہیں نہ بکتی ہو، اس کی خرید و فروخت کے واسطے جانا بضرورت جائز ہے (۲)۔ اور بلا ضرورت جانا بہتر نہیں، کہ ایسے مجموعوں میں شان مغضوبیت کی ہوتی ہے، ان میں شریک ہونا غضب الہی کا حصہ لینا ہے، اگرچہ اُس مجمع والوں کے برابر گناہ نہ ہو مگر خالی نہ رہے گا۔

لا یتنہی الناس عن غزو هذا البيت حتى يغزو جيش حتى إذا كانوا بالبيداء أو ببيداء من الأرض خسف بأولهم وآخرهم، ولم ينج أوسطهم، قلت: يا رسول الله! فمن

(۱) فإن كان ممن يقتدى به فلم يقدر على منعهم خرج ولم يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين، وفتح باب المعصية على المسلمين. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، مكتبة زكريا دیوبند ۸/ ۳۴۶، کوئٹہ ۸/ ۱۸۸)

فإن كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شين الدين. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، مكتبة زكريا دیوبند ۹/ ۵۰۱، کراچی ۶/ ۳۴۸)

التحرز عن مواضع التهمة واجب، قال صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقف مواقف التهم، وقال علي رضي الله عنه: إياك وما يقع عند الناس إنكاره، وفي رواية: ما يسبق إلى القلوب إنكاره، وإن كان عندك اعتذاره فليس كل سامع نكرا يطبق أن يوسع عذرا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۵۸)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات: أي أن الأشياء الممنوعة تعامل كالأشياء المباحة وقت الضرورة. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد دیوبند ۱/ ۲۹، رقم المادة: ۲۱)

الضرورات تبيح المحظورات. (قواعد الفقه، مكتبة أشرفیہ دیوبند ص: ۸۹)

کمرہ منهم؟ قال: بيعتهم الله على ما في أنفسهم. ترمذي، جلد ۲ ص ۲۲ (۱)۔
توجب باوجود کراہت کے عذاب میں شریک ہو گئے تو جو خوشی سے جائیں وہ کیونکر بچیں گے (۲)۔ واللہ اعلم
۳۰ محرم ۱۴۳۰ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۲۲)

کفار کے مندروں میں جانا

سوال (۲۶۵۲): قدیم ۲/۲۶۹ - میلہ پرستش گاہ ہنودان میں مسلمان کا جانا اور خصوصاً عالم و واعظ کا جانا بطریق سیر کے اور اس کو جائز سمجھنا اور استناد آیت: قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ہے؟

الجواب: میلہ پرستش گاہ ہنود میں عموماً مسلمانوں کا جانا اور خصوصاً علماء کا جانا اور یہ بھی نہیں کہ کوئی

(۱) ترمذی شریف، کتاب الفتن، باب ماجاء في الخسف، النسخة الهندية ۲/ ۴۲، دار السلام رقم: ۲۱۸۴۔

عن عبد الله بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها قالت: عبث رسول الله صلى الله عليه وسلم في منامه، فقلنا يا رسول الله! صنعت شيئاً في منامك لم تكن تفعله فقال: العجب إن ناساً من أمتي يؤمنون بالبيت برجل من قريش قد لجأ بالبيت حتى إذا كانوا بالبيداء خسف بهم، فقلنا: يا رسول الله! إن الطريق قد يجمع الناس، قال: نعم، فيهم المستبصر، والمجبور وابن السبيل يهلكون مهلكاً واحداً ويصدرون مصادر شتى بيعتهم الله على نياتهم. (مسلم شريف، كتاب الفتن وأشرط الساعة، باب الخسف بالحيش الذي يؤم البيت، النسخة الهندية ۲/ ۳۸۸، بيت الأفكار رقم: ۲۸۸۴)

ابن ماجه شريف، كتاب الفتن، باب جيش البيداء، النسخة الهندية ص: ۲۹۵، دار السلام رقم: ۴۰۶۴۔

(۲) من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله. (کنز العمال، کتاب الصحبة، مؤسسة الرسالة بيروت ۹/ ۲۲، رقم الحديث: ۲۴۷۳۵)
نصب الراية، کتاب الجنایات، الحديث التاسع، دار نشر الكتب الإسلامية پاکستان
شہیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۳۴۶/۴۔

ضرورت شدیدہ دنیاوی ہی ہو محض سیر و تماشے کے لئے سخت ممنوع و قبیح ہے (۱)۔ اور اگر آیت: فسیروا فی الأرض (۲) کے یہی معنی ہیں جو مستند صاحب نے فرمائے ہیں تو چاہئے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء (۳) سے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”نکاح کرو ان عورتوں سے کہ تم کو خوش آئیں، ماں بہن اگر خوش معلوم ہوں ان سے بھی نکاح درست ہو جائے؛ کیونکہ ”مَا طَاب“ عام ہے، اگر اس کے قائل ہیں تو مبارک اور اگر یہ کہیں کہ ماں بہن کی حرمت دوسری آیت سے ثابت ہے: حرمت علیکم امہتکم و بنتکم و اخواتکم الخ (۴)۔ تو ہماری طرف سے بھی اپنے استناد کا ایسا ہی جواب سمجھ لیں کہ ممانعت ایسی جگہ جانے سے دوسری آیت سے ثابت ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (۵)۔ یعنی بعد نصیحت کے قوم ظالمین کے پاس مت بیٹھ یعنی کفار سے اختلاط مت کر۔

(۱) من کثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله. (کنز العمال، کتاب الصحبة، مؤسسة الرسالة بیروت ۹/ ۲۲، رقم الحدیث: ۲۴۷۳۵)
نصب الرایة، کتاب الجنایات، الحدیث التاسع، دار نشر الکتب الإسلامیة پاکستان ۳۴۶/۴

فإن كان ممن يقتدی به فلم یقدر علی منعهم خرج ولم یقعد؛ لأن فی ذلک شین الدین، وفتح باب المعصیة علی المسلمین. (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/ ۳۴۶، کوئٹہ ۸/ ۱۸۸)
فإن كان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد؛ لأن فیہ شین الدین. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۰۱، کراچی ۶/ ۳۴۸)

التحرز عن مواضع التهمة واجب، قال صلی اللہ علیہ وسلم: من كان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یقفنّ مواقف التهم، وقال علی رضی اللہ عنہ: إیاک وما یقع عند الناس إنکارہ، وفي رواية: ما یسبق إلى القلوب إنکارہ، وإن كان عندک اعتذارہ فلیس کل سامع نکرا یتطیق أن یوسعه عذراً. (المبسوط للسرخسی، کتاب الصوم، دار الکتب العلمیة بیروت ۳/ ۵۸)

(۲) سورة الأنعام، رقم الآیة: ۱۱۔

(۳) سورة النساء، رقم الآیة: ۳۔

(۴) سورة النساء، رقم الآیة: ۲۳۔

(۵) سورة الأنعام، رقم الآیة: ۶۸۔

فی الحدیث: من کثر سواد قوم فهو منهم (۱)۔

اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قرب قیامت میں ایک لشکر کعبہ معظمہ پر چڑھنے کے ارادہ سے چلے گا، جب قریب پہنچیں گے سب زمین میں دھنس جائیں گے، ازواج مطہرات میں سے ایک بی بی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تو بازاری دوکاندار لوگ بھی ہوں گے، کہ ارادہ لڑنے کا نہ رکھتے ہوں گے، اُن کا کیا تصور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آتا ہے، اس وقت دھنس جائیں گے، پھر قیامت کے روز اپنی اپنی نیت کے موافق محشور ہوں گے۔ اتنی (۲)۔ پس جب یہ لوگ باوجود یہ کہ ضرورت تجارت کے بسبب اُن کے ساتھ شامل ہوں گے عذاب الہی سے نہ بچیں گے، تو جس کو یہ بھی ضرورت نہ ہو وہ کیونکر اس غضب و عتاب سے جو جمع کفار میں من اللہ نازل ہوا کرتا ہے محفوظ رہے گا۔ اَللّٰهُمَّ قَنَا فِتْنَةً لَا تَصِيْنُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَخَاصِصَةً۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ (امداد ج ۲، ص ۱۲۵)

(۱) کنز العمال، کتاب الصحبة، مؤسسة الرسالة بیروت ۲۲/ ۹، رقم الحدیث: ۲۴۷۳۵۔

الحدیث التاسع: قال عليه الصلاة والسلام: من کثر سواد قوم فهو منهم. رواه أبو يعلى الموصلي في مسنده. (نصب الراية، کتاب الجنایات، دار نشر الكتب الإسلامية پاکستان ۴/ ۳۴۶)

(۲) عن مسلم بن صفوان عن صفية قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينتهي الناس عن غزو هذا البيت حتى يغزو جيش حتى إذا كانوا بالبيداء أو ببداء من الأرض خسف بأولهم وآخرهم، ولم ينج أو سطهم، قلت: يا رسول الله! فمن كره منهم؟ قال: يبعثهم الله على ما في أنفسهم. (ترمذي شريف، أبواب الفتن، باب ماجاء في الخسف، النسخة الهندية ۲/ ۴۲، دار السلام رقم: ۲۱۸۴)

مسلم شريف، کتاب الفتن، وأشرط الساعة، باب الخسف بالجيش الذي يؤم البيت، النسخة الهندية ۲/ ۳۸۸، بيت الأفكار رقم: ۲۸۸۴۔

ابن ماجه شريف، کتاب الفتن، باب جيش البيداء، النسخة الهندية ص: ۲۹۵، دار السلام رقم: ۴۰۶۴۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

چھوت چھات کرنے والے ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا حمیت کے خلاف ہے

سوال (۲۶۵۳): قدیم ۲/۲۷۰ - ہندو کے گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں، چونکہ مسلمان کو کُتے سے بُرا سمجھتے ہیں؟

الجواب: گناہ تو نہیں (۱) مگر بے غیرتی ہے۔ ۹/ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمہ رابعہ ص ۶۴)

کافر پڑوسی کی دعوت جائز ہے

سوال (۲۶۵۴): قدیم ۲/۲۷۰ - ایک مشرک جا رہا اپنے گھر پر بلا کر دعوت کرنا چاہتا ہے، ایسی رعایت حق جواریں داخل کر سکتے ہیں۔ لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين۔ الآية (۲)۔ وعید میں تو نہ داخل ہوگی؟ جناب نے اپنی تفسیر میں ایسی مدارات کو صرف تین

(۱) عن أبي وائل وإبراهيم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس من جنبهم وخبزهم فأكلوا ولم يسألوا عن شيء من ذلك. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب السير، ما قالوا: في طعام المجوس وفواكههم، مؤسسة علوم القرآن ۱۷/ ۴۱۶، رقم: ۳۳۳۴۴)

ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام، قال عليه الصلاة والسلام: سنوا بالمجوس سنة أهل الكتاب غير ناكحي نساءهم، ولا آكلي ذبائهم. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: في أهل الذمة، المجلس العلمي ۸/ ۹۶، رقم: ۹۶۰۳)

الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۶۶، رقم: ۲۸۳۷۳

ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة الخ. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر: في أهل الذمة، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۴۷، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۰۱)

خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، الفصل الثالث: فيما يتعلق بالمعاصي، مكتبه أشرفیہ دیوبند ۴/ ۳۴۶۔

(۲) سورة آل عمران، رقم الآية: ۲۸۔

وجہوں سے جائز ٹھہرایا ہے: ﴿۱﴾ توقع ہدایات کے لئے۔ ﴿۲﴾ دفع ضرر کے لئے۔ ﴿۳﴾ اکرام ضیف کیلئے (۱) مگر نہ اکرام میزبان کے لئے۔ اور صورت مسئلہ میں تینوں صورتیں نہیں۔

الجواب: اکرام جس طرح ضیف کا موربہ ہے اسی طرح جار کا بھی (۲) تو یہ اس میں باشرکاء علت داخل ہو سکتا ہے۔ (تمہ ثانیہ ص ۶)

کفار و مشرکین کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم

سوال (۲۶۵۵): قدیم ۲/۲۷۱ - کسی عیسائی کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ایک پیالہ اور ایک ہی رکابی میں کھایا جائے تو ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟ کیا ساتھ کھانے سے لازمی طور پر اتحاد ہوتا ہے، تو کیا ان لوگوں سے اتحاد کرنا منع ہے؟

الجواب: کفار سے بے ضرورت اختلاط و ارتباط ممنوع ہے (۳)۔

(۱) بیان القرآن، سورۃ آل عمران، آیت: ۲۸، مکتبہ تاج پبلشرز دہلی ۱۰/۲۔

(۲) عن أبي شريح العدوي قال: سمعت أذناي وأبصرت عيناي حين تكلم النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه جائزته، قال وما جائزته يا رسول الله قال: يوم وليلة والضيافة ثلاثة أيام، فما كان وراء ذلك فهو صدقة عليه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت. (بخاري شريف، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، النسخة الهندية ۲/۸۸۹-۸۹۰، رقم: ۵۷۸۵، ف: ۶۰۱۹)

مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت إلا عن الخير، النسخة الهندية ۱/ بيت الأفكار رقم: ۴۷۔

موطأ إمام مالك، باب الطعام والشراب، جامع ماجاء في الطعام والشراب، النسخة الهندية ص: ۳۷۱۔

(۳) قال الله تعالى: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً. [سورة آل عمران، رقم الآية: ۲۸]

قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ. [سورة النساء، رقم الآية: ۱۴۴] ←

اور کھانا کھانا اختلاط و ارتباط بے ضرورت ہے (۱)۔ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ

← قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمُ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ. [سورة الممتحنة، رقم الآية: ۱]

قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ. [سورة المائدة، رقم الآية: ۵۱]

(۱) لہذا بلا ضرورت ان کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے؛ البتہ اگر کسی مجبوری سے کہیں اتفاقاً ان کے ساتھ ایک دو دفعہ کھانے کی نوبت آجائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ولم يذكر محمد في الكتاب الأكل مع المجوس ومع غيره من أهل الشرك أنه هل يحرم أم لا؟ حكى عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب أنه إن ابتلى به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به، فأما الدوام عليه فيكره؛ لأننا نهينا عن مخالطتهم وموالاتهم وتكثير سوادهم، وذلك لا يتحقق في الأكل مرة أو مرتين، إنما يتحقق بالدوام عليه. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم، المجلس العلمي ۸/ ۶۹، رقم: ۹۶۰۳)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر: في أهل الذمة الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸/ ۱۶۶، رقم: ۲۸۳۷۳۔

ولم يذكر محمد الأكل مع المجوس ومع غيره من أهل الشرك أنه هل يحل أم لا؟ وحكى عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب: أنه إن ابتلى به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به، فأما الدوام عليه فيكره، كذا في المحيط. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر الخ، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۴۷، جديد زكريا ديوبند ۵/ ۴۰۱)

خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث: فيما يتعلق بالمعاصي، مكتبه أشرفیہ دیوبند ۴/ ۳۴۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۲۱/ باب: احکامِ سلام و تعظیم اکابر

آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا

سوال (۲۶۵۶): قدیم ۲/ ۲۷۱ - بادشاہ، حاکم، پیر، استاد، امیر المؤمنین، امیر الکافرین آقا، علماء، صلحاء، حجاج، حفاظ، سادات، جب کہ وہ کسی مسلمان کے پاس آئیں تو اُن کی تعظیم کھڑے ہو کر کی جائے یا بیٹھے بیٹھے؟ اور خود بدولت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم سے کیوں باز رکھا، اور حضورؐ نے استادہ ہو کر کسی شخص کی تکریم خود بھی فرمائی ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب وسنت وبہ تصریح جواز و ناجواز و اباحت و کراہت بیان فرمائیے۔ بینواتو جروا۔

الجواب: الحدیث الأول: عن أبي سعيد الخدري في حديث مجيء سعد بن معاذ فلما دنا من المسجد، قال رسول الله ﷺ للانصار: قوموا إلى سيدكم. متفق عليه كذا في المشكوة (۱)۔ قال في المرقاة: قيل: أي لتعظيمه، ويستدل به على عدم كراهته، فيكون الأمر للإباحة أو لبيان الجواز، وقيل: معناه قوموا لإعانتته في النزول إلى أن قال: وما ذكر في قيامه ﷺ لعكرمة بن أبي جهل عند قدميه عليه، فالوجه فيه أن يحمل على الترخيص حيث يقتضيه الحال، وقد كان عكرمة من رؤساء قريش وعدي كان سيد بني طيء، فرأى تاليتهما بذلك على الإسلام أو عرف من جانبهما تطلعا إليه على حسب ما يقتضيه حب الرياسة. اه مختصرا (۲)۔

- (۱) مشکوة شریف، کتاب الآداب، باب القيام، الفصل الأول، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۴۰۲۔
بخاری شریف، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب ومخرجه إلى بني قريظة، النسخة الهندية ۲/ ۵۹۱، رقم: ۳۹۷۴، ف: ۴۱۲۱۔
مسلم شریف، کتاب الجہاد والسير، باب جواز قتال من نقض العهد الخ، النسخة الهندية ۲/ ۹۵، بیت الأفكار رقم: ۱۷۶۸۔
(۲) مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب القيام، الفصل الأول، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۹/ ۸۳۔

الحديث الثاني: عن عائشة قالت: إذا دخلت عليه فاطمة قام إليها، وكان إذا دخل صلوات الله عليه عليها قامت إليه. رواه أبو داود (۱)۔

الرّواية الأولى في الدرالمختار: يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام ولو للقاري بين يدي العالم في رد المحتار قال ابن حبان: أقول: وفي عصرنا ينبغي أن يستحب ذلك أي القيام لما يورث تركه من الحقد والبغضاء والعداوة لا سيما إذا كان في مكان اعتيد فيه القيام وما ورد من التواعد عليه في حق من يحب القيام بين يديه كما يفعل الترك والأعاجم اهـ. قلت: يؤيده ما في العناية وغيرها عن الشيخ الحكيم أبي القاسم كان إذا دخل عليه غني يقوم له ويعظمه، ولا يقوم للفقراء، وطلبة العلم فقيل له في ذلك فقال الغني: يتوقع مني التعظيم فلو تركته لتضرر والفقراء والطلبة إنما يطمعون في جواب السلام والكلام معهم في العلم (۲)۔

الرّواية الثانية: في الدرالمختار: ولو سلم على الذمي تبجيلاً يكفر، وفي رد المحتار قال في المنع قيد به؛ لأنه لو لم يكن كذلك بل كان لغرض من الأغراض الصحيحة فلا بأس به ولا كفر. اهـ (۳)۔

ان احاديث اور ان کی شرح اور ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے:
امراؤں: یہ کہ قیام کی چند قسمیں ہیں: ایک محبت کا، وہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس سے محبت کرنا جائز ہے، چنانچہ حدیث ثانی میں اس کا ذکر ہے۔ دوسری قسم قیام تعظیمی ہے، اس میں اگر تعظیم دل سے ہے،

(۱) أبوداؤد شریف، کتاب الأدب، باب ماجاء في القيام، النسخة الهندية ۲/ ۷۰۸، دارالسلام رقم: ۵۲۱۷۔

ترمذي شریف، أبواب المناقب، باب ماجاء في فضل فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۶، دارالسلام رقم: ۳۸۷۲۔

(۲) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل في البيع، مکتبه زکریا دیوبند ۹/ ۵۵۱-۵۵۲، کراچی ۶/ ۳۸۴۔

(۳) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مکتبه زکریا دیوبند ۹/ ۵۹۱-۵۹۲، کراچی ۶/ ۴۱۳۔

تو وہ شخص اس تعظیم کے قابل ہونا چاہئے، ورنہ اگر تعظیم کے قابل نہیں مثلاً کافر ہے تو اس قسم کی اجازت نہیں، چنانچہ روایت ثانیہ اس پر دال ہے۔ اور اگر تعظیم صرف ظاہر میں ہے اور کسی مصلحت سے ہے مثلاً یہ خیال ہے کہ اگر تعظیم نہ کریں گے تو یہ شخص دشمن ہو جائے گا، یا یہ کہ خود اس کی دل شکنی ہوگی، یا اس شخص کے ہدایت پر آنے کی امید ہے، یا یہ شخص اس کا محکوم و نوکر ہے، یا ایسی ہی کوئی مصلحت ہے تو جائز ہے، چنانچہ حدیث اول کی شرح اور روایت اولیٰ اس پر شاہد ہے، اور اگر نہ وہ قابل تعظیم ہے نہ کوئی مصلحت و ضرورت ہے تو ممنوع ہے (۱)۔

(۱) إن قيام المرء بين يدي الرئيس الفاضل والإمام العادل والمتعلم للعالم مستحب، وإنما يكره لمن كان بغير هذه الصفات ثم نقل عن أبي الوليد بن رشد أن القيام يقع على أربعة أوجه: الأول: محذور، وهو أن يقع لمن يريد أن يقام إليه تكبرا وتعظما على القائمين إليه. والثاني: مكروه، وهو أن يقع لمن لا يتكبر ولا يتعظم على القائمين، ولكن يخشى أن يدخل نفسه بسبب ذلك ما يحذر ولما فيه من التشبه بالجبابرة. والثالث: جائز وهو أن يقع على سبيل البر والإكرام لمن لا يريد ذلك ويؤ من معه التشبه بالجبابرة. والرابع: مندوب وهو أن يقوم لمن قدم من سفر فرحا بقدمه ليسلم عليه أو إلى من تجددت له نعمة فيهنئه بحصولها أو مصيبة فيعزيه بسببها وقال البيهقي: القيام على وجه البر والإكرام جائز كقيام الأنصار لسعد وطلحة لكعب، ولا ينبغي لمن يقام له أن يعتقد استحقاقه لذلك حتى إن ترك القيام له حنق عليه أو عاتبه أو شكاه. (فتح الباري، كتاب الاستئذان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم "قوموا إلى سيدكم" مكتبة أشرفيه ديوبند ۱۱ / ۶۰-۶۱، دار الريان للتراث ۱۱ / ۵۳-۵۴)

قوله صلى الله عليه وسلم: (قوموا إلى سيدكم أو خيركم) فيه إكرام أهل الفضل وتلقيهم بالقيام لهم إذا أقبلوا هكذا احتج به جماهير العلماء لاستحباب القيام، قال القاضي: وليس هذا من القيام المنهي عنه، وإنما ذلك فيمن يقومون عليه وهو جالس ويمثلون قياما طول جلوسه، قلت: القيام للقادم من أهل الفضل مستحب وقد جاء فيه أحاديث ولم يصح في النهي عنه شيء صريح. (شرح النووي على المسلم، كتاب الجهاد والسير، النسخة الهندية ۲ / ۹۵)

امردوم: یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ بن ابوجہل کے لئے جو قریش کے رئیس تھے اور عدی بن حاتم کے لئے جو کہ بنی طے کے رئیس تھے بمصلحت اُن کی تالیف قلب کے کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آثار سے ان کو اس کا متوقع پایا قیام فرمایا ہے، چنانچہ وہ دونوں صاحب مشرف باسلام بھی ہوئے۔

امر سوم: یہ کہ ممانعت جو احادیث میں آئی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ ایک شخص بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہیں، اعام میں یہی عادت ہے، یہ ممنوع اور حرام ہے (۱)۔

اس تفصیل کے بعد استثناء کے سب اجزاء کا جواب واضح ہو گیا، صرف ایک جز باقی رہا، وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کیوں نہیں پسند فرمایا؟ اس کی وجہ توضیح اور سادگی اور بے تکلفی تھی، چنانچہ مرقاۃ میں مصرح ہے (۲)۔ واللہ اعلم ۱۸/ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۹۰)

(۱) عن أبي أمية رضي الله عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متوكئا على عصا فقمنا إليه فقال لا تقوموا كما تقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضا. (أبوداؤد شريف، كتاب الأدب، باب في قيام الرجل للرجل، النسخة الهندية ۲/ ۷۱۰، دار السلام رقم: ۵۲۳۰)

وجملة القول في هذه المسألة أن القيام على أقسام: الأول: أن يكون السيد جالسا ويتمثل له الحضورون قياما طوال مجلسه وهو ممنوع بنص الحديث؛ لأنه دأب الأعاجم المتكبرين، ولا خلاف في عدم جوازه الخ. (تكملة فتح الملهم، كتاب الجهاد والسير، باب جواز قتال من نقض العهد الخ، مكتبة أشرفيه ديوبند ۳/ ۱۲۶)

وليس هذا من القيام المنهي عنه، وإنما ذلك فيمن يقومون عليه وهو جالس ويتمثلون قياما طول جلوسه. (شرح النووي على المسلم ۲/ ۹۵)

(۲) (لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك) أي لقيامهم تواضعا لربه ومخالفة لعادة المتكبرين والمتجبرين بل اختار الثبات على عادة العرب في ترك التكلف في قيامهم وجلوسهم وأكلهم وشربهم ولبسهم ومشيمهم وسائر أفعالهم وأخلاقهم، ولذا روى أنا وأتقياء أمتي براء من التكلف الخ. (مرقاۃ المفاتيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۹/ ۸۴)

قیام تعظیمی کی تحقیق

سوال (۲۶۵۷): قدیم ۲/۳۷۷ - میں یہ امر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہاء نے جو قیام کے لئے قیام اکرام کو جائز یا مستحب فرمایا ہے تو اس پر کیا دلیل بیان کی ہے، مشکوٰۃ شریف میں باب القیام اور پھر اس کی شرح مشکوٰۃ سے اس مسئلہ میں جواز کی کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔ امام نوویؒ نے تو استحباب قیام پر قوموا الی سیدکم سے استدلال فرمایا ہے، مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اُسے معقول دلائل سے رد بھی کر دیا ہے۔ اور اگر یہی دلیل ہمارے فقہاء نے بھی بیان کی ہے تو پھر یہ تبرک محض ہی ہے، جن عبادات کو حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کے لئے مخصوص فرمایا ہے وہ کسی اور کے لئے کیونکر درست ہو سکتی ہیں۔ قوموا اللہ قانتین۔ جیسا کہ سجدہ و رکوع جزو نماز ہونے کی وجہ سے کسی اور کے لئے حرام ہے، ایسا ہی قیام میں ہونا چاہئے، چنانچہ جھک کر سلام کرنے کو بھی جہاں تک میرا خیال ہے تشبہ بالرکوع کی وجہ سے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ مجھے اس امر کی تحقیق کی ضرورت مسئلہ قیام میلادِ مروجہ کے لئے ہے، میں اب تک شرح صدر کے ساتھ قیام اکرام کو دلائل مذکورہ کی بناء پر درست نہیں سمجھتا؟

۴ دسمبر ۱۹۳۰ء

الجواب : اس وقت میرے سامنے نہ کتابیں ہیں، نہ فرصت ہے، جو ذہن میں ہے اس کی بناء پر جواب لکھتا ہوں، قیام للقدام کے جواز پر استدلال اس حدیث: قوموا الی سیدکم (۱) پر موقوف نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا بھی

(۱) عن أبي سعيد الخدري يقول: نزل أهل قريظة على حكم سعد بن معاذ، فأرسل النبي صلى الله عليه وسلم إلى سعد فأتي على حمار فلما دنا من المسجد قال للأَنْصار: قوموا إلى سیدکم أو خیرکم، فقال: هؤلاء نزلوا على حکمک فقال: تقتل مقاتلتهم، وتسبي ذراریهم، قال: قضیت بحکم اللہ، وربما قال: بحکم الملک. (بخاری شریف، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب ومخرجه إلى بني قريظة، النسخة الهندية ۲/ ۵۹۱، رقم: ۳۹۷۴، ف: ۴۱۲۱)

مسلم شریف، کتاب الجہاد والسير، باب جواز قتال من نقض العهد، النسخة الهندية ۲/ ۹۵، بیت الأفكار رقم: ۱۷۶۸۔

استدلال کے لئے کافی ہے (۱)۔ اگر کہا جائے کہ وہ قیام للمحبت تھا، تو جواب یہ ہے کہ محبت اور اکرام میں کوئی وجہ فرق کی نہیں، محبت جیسے امر مباح ہے اسی طرح اکرام بھی، چنانچہ إذا جاء کریم قوم فاکرموه (۲)۔ میں اکرام کی اباحت ہے۔ فلیکرم الضیف (۳)۔ اکرام کی اباحت بلکہ تاکید ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام للامرمباح جائز ہے، خود ملا علی قاریؒ نے حدیث من سره أن يتمثل له الرجال پر قیام للخدمت کے جواز کی تصریح کی ہے (۴)۔ اور اگر کہا جاوے کہ خدمت موقوف ہے قیام پر، تو جواب یہ ہے کہ بعض اقوام میں اکرام عرفاً موقوف ہے قیام پر۔

(۱) عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها قالت: ما رأيت أحدا كان أشبه سمتا وهديا ودلا، وقال الحسن حديثا وكلاما ولم يذكر الحسن السميت والهدي والدل برسول الله صلى الله عليه وسلم من فاطمة كرم الله وجهها كانت إذا دخلت عليه قام إليها فأخذ بيدها وقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان إذا دخل عليها قامت إليه فأخذت بيده فقبلته وأجلسته في مجلسها. (أبو داود شريف، كتاب الأدب، باب ماجاء في القيام، النسخة الهندية ۲/ ۷۰۸، دار السلام رقم: ۵۲۱۷)

ترمذی شریف، أبواب المناقب، باب ماجاء في فضل فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۶، دار السلام رقم: ۳۸۷۲۔

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه. (ابن ماجه شريف، أبواب الأدب، باب إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه، النسخة الهندية ص: ۲۶۳، دار السلام رقم: ۳۷۱۲)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت. (بخاري شريف، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، النسخة الهندية ۲/ ۹۰۶، رقم: ۵۸۹۷، ف: ۶۱۳۵)

مسلم شريف، كتاب الإيمان باب الحث على إكرام الجار والضيف الخ، النسخة الهندية ۱/ ۵۰، بيت الأفكار رقم: ۴۷۔

(۴) وأما إذا لم يطلب ذلك وقاموا من تلقاء أنفسهم طلبا للثواب أو لإرادة التواضع فلا بأس به، وقد روي البيهقي في شعب الإيمان عن الخطابي في معنى الحديث ←

اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ قوموا اِلٰی سید کم سے بھی اگر استدلال کیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے کیا ہی ہے (۱)۔ رہا علی قاری کا شبہ ایسے شبہات تو تمام استدلالات میں ہو سکتے ہیں، چنانچہ مسائل اختلافیہ کے دلائل میں معلوم ہے کہ اصل مدار استدلال کا مستدل کا ذوق ہے۔ دوسرے کا ذوق اس پر جرت نہیں۔ اور اگر قوموا اللہ قانتین اس قیام کو بھی شامل ہے تو خود صاحب مرقاة نے عکرمہ اور عدی کے لئے حضورؐ کے قیام کا مکمل تالیف علی الاسلام یا اقتضاء حال لُحْب الریاست کو قرار دیا ہے (۲)۔ کیا اس استثناء کی کوئی دلیل ہے؟ اور اگر تو اعداء مدعی دلیل استثناء ہیں تو یہاں بھی جواز محبت یا اکرام

← هو أن يأمرهم بذلك ويلزمه إياهم على مذهب الكبر والفخر قال: وفي حديث سعد دلالة على أن قيام السمرء بين يدي الرئيس الفاضل الوالي العادل، وقيام المتعلم للمعلم مستحب غير مكروه، وقال البيهقي هذا القيام يكون على وجه البر والإكرام كما كان في قيام الأنصار لسعد وقيام طلحة للكعب بن مالك. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، مكتبته إمداديه ملتان ۸۵ / ۹)

(۱) وقال البيهقي: القيام على وجه البر والإكرام جائز، كقيام الأنصار لسعد وطلحة للكعب. (فتح الباري، كتاب الاستعذان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "قوموا إلى سیدکم"، مكتبته أشرفيه دیوبند ۶۱ / ۱۱، دارالریان للتراث ۵۴ / ۱۱)

قوله صلى الله عليه وسلم: (قوموا إلى سیدکم أو خيرکم) فيه إكرام أهل الفضل وتلقيهم بالقيام لهم إذا أقبلوا هكذا احتج به جماهير العلماء. (شرح النووي على المسلم، كتاب الجهاد والسير، النسخة الهندية ۹۵ / ۲)

(۲) وأما ما ذكر في قيام النبي صلى الله عليه وسلم لعكرمة ابن أبي جهل عند قدومه عليه، وما روي عن عدي بن حاتم ما دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا قام إلي أو تحرك، فإن ذلك مما لا يصح الاحتجاج به لضعفه والمشهور عن عدي إلا وسع لي، ولو ثبت فالوجه فيه أن يحمل على الترخيص حيث يقتضيه الحال وقد كان عكرمة من رؤساء قريش وعدي كان سيد بني طي فرائ تآليفهما بذلك على الإسلام أو عرف من جانبهما تطلعا إليه على حسب ما يقتضيه حب الرياسة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الأول، مكتبته إمداديه ملتان ۸۳ / ۹)

دلیل استثناء ہیں۔ رہا رکوع وسجدہ کا تحیہ کے لئے بھی حرام ہونا یہ نص کے سبب سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: ایںحنی بعضنا لبعض آپ نے فرمایا: لا (۱)۔ اور آپ سے خود آپ کو سجدہ کرنے کے لئے پوچھا، آپ نے منع فرمایا (۲)۔ دوسرے رکوع وسجدہ اور کسی غرض کیلئے مباح نہیں کیا گیا، بخلاف قیام کے کہ خدمت یا تالیف علی الاسلام خود باقرار علی قاری مباح ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجدہ میں معنی عبادت کے زیادہ ہیں، اس کے ساتھ تشبہ بھی ناجائز ہوا، بخلاف قیام کے کہ وہ اغراض مباح کے لئے مباح ہو گیا، جیسا بہت سے واقعات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاثی علی الركب ہونا وارد ہے (۳) حالانکہ یہ تشہد کی صورت ہے؛ البتہ اگر اس میں بھی نہیں ہوتی تو تعارض میسج و محرم میں محرم کو

(۱) أن أنس بن مالک قال: قال رجل يا رسول الله! الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحنني له؟ قال: لا، قال: أفيلتزمه ويقبله قال: لا، قال: أفياخذ يده ويصافحه؟ قال: نعم. (ترمذي شريف، أبواب الاستئذان والآداب، باب ماجاء في المصافحة، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۲، دارالسلام رقم: ۲۷۲۸)

ابن ماجه شريف، أبواب الأدب، باب المصافحة، النسخة الهندية ص: ۲۶۳، دارالسلام رقم: ۳۷۰۲۔

(۲) عن قيس بن سعد قال: أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فقلت: رسول الله صلى الله عليه وسلم أحق أن يسجد له، قال: فأتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: إني أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فأنت يا رسول الله! أحق أن يسجد لك؟ قال: أرايت لو مررت بقبري أكنت تسجد له، قال: قلت: لا، قال: فلا تفعلوا لو كنت أمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت النساء أن يسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهم عليهن من الحقوق. (أبوداؤد شريف، كتاب النكاح، باب في حق الزوج على المرأة، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۱، دارالسلام رقم: ۲۱۴۰)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لما نزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم (لما في السموات وما في الأرض وإن تبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه يحاسبكم به الله فيغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء والله على كل شيء قدير) فاشتد ذلك على صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جثوا على الركب فقالوا: يا رسول الله! كلفنا من الأعمال ما نطيق الصلاة والصيام والجهاد والصدقة، وقد أنزل عليك هذه الآية، ولا نطيقها. الحديث. (مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۴۱۲، رقم: ۹۳۳۳)

ترجیح ہوتی، سو نہی ہے نہیں۔ قوموا للہ قانتین (عابدین) میں اس کا منہی عنہ نہ ہونا تو معلوم ہو چکا۔ رہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لئے ناپسند فرمانا یہ کراہت طبعی ہے نہ کہ کراہت شرعی (۱) جیسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے چلنا پسند نہ فرماتے تھے، حالانکہ اس کو کسی نے منہی عنہ نہیں کہا (۲)۔ اسی طرح لاتقوموا کما تقوم الأعاجم یعظم بعضهم بعضاً (۳) میں وہ قیام مراد ہے جو معظم تو بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہیں، چنانچہ عجم کی یہ عادت تاریخ سے معلوم ہے (۴)۔

(۱) عن أنس قال: لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: وكانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ماجاء في كراهية قيام الرجل للرجل، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۴، دار السلام رقم: ۲۷۵۴)

(لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك) أي لقيامهم تواضعا لربه ومخالفة لعادة المتكبرين والمتجبرين بل اختار الثبات على عادة العرب في ترك التكلف في قيامهم وجلسهم وأكلهم وشربهم ولبسهم ومشيمهم وسائر أفعالهم وأخلاقهم، ولذا روى أنا وأتقياء أمتي براء من التكلف الخ. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، مكتبه إمداديه ملتان ۹/ ۸۴)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه قال: مارئي رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل متكئا قط ولا يبطأ عقبه رجلا.

وعن أبي أمامة قال: مر النبي في يوم شديد الحر نحو بقيع الغرقد، وكان الناس يمشون خلفه، فلما سمع صوت النعال وقر ذلك في نفسه فجلس حتى قدمهم أمامه لئلا يقع في نفسه شيء من الكبر. (ابن ماجه شريف، المقدمة، من كره أن يوطأ عقبه، النسخة الهندية ص: ۲۲، دار السلام رقم: ۲۴۴-۲۴۵)

(۳) عن أبي أمامة رضى الله عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متوكئا على عصا فقمنا إليه فقال لاتقوموا كما تقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضا. (أبوداؤد شريف، كتاب الأدب، باب فى قيام الرجل للرجل، النسخة الهندية ۲/ ۷۱۰، دار السلام رقم: ۵۲۳۰)

(۴) وليس هذا من القيام المنهى عنه، وإنما ذلك فيمن يقومون عليه وهو جالس ويتمثلون قياما طول جلوسه. (شرح النووي على المسلم، النسخة الهندية ۲/ ۹۵) ←

چنانچہ دوسری حدیث مذکورہ بالا میں يتمثل له الرجال (۱) اس کا قرینہ ہے۔ رہا اہل مولد کا استدلال دلائل جواز قیام للمقام سے محض لچر ہے؛ اس لئے کہ وہاں قدم کہاں ہے صرف ذکر قدم ہے۔ فاین هذا من ذاک بلکہ جس قدم کا ذکر ہے اس قدم کے وقت قیام کہیں منقول یا متعارف بھی نہیں، چنانچہ سلاطین کے گھر بچے پیدا ہوتے ہیں، حاضرین نے کبھی قیام نہیں کیا۔ پس یہ فرق جواب کے لئے کافی ہے قیام للمقام کی نفی کی ضرورت نہیں۔ اور سوچ کر دیکھا جائے کہ اگر بطور اعجاز کے کہیں خود حضور تشریف لے آویں، اور رویت اور یقین دونوں حاصل ہو جاویں کیا علی قاری ومن تبعہ کھڑے نہ ہو جاویں۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ ص ۹)

بزرگوں کے القاب میں قبلہ کعبہ لکھنا

سوال (۲۶۵۸): قدیم ۴/۴ - بہشتی زیور میں القاب بزرگاں میں قبلہ کعبہ لکھا گیا اور تذکرۃ الرشید میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ بدلیل قولہ علیہ السلام: لا تطرونی۔ الحدیث (۲)۔ اس کی تاویل کیا ہے؟

الجواب: بلا تاویل، مکروہ تحریمی ہے (۳)۔ اور بتاویل معنی مجازی کے جائز ہے گو خلاف اولیٰ ہے۔

۸/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تمتہ اولیٰ ص ۱۳۲)

← تکملہ فتح الملہم، کتاب الجہاد والسیر، باب جواز قتال من نقض العهد الخ، مکتبہ

اشرفیہ دیوبند ۱۲۶/۳

(۱) عن أبي مجلز قال: خرج معاوية فقام عبدالله بن الزبير وابن صفوان حين رآوه فقال: اجلسا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سره أن يتمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۴، دار السلام رقم: ۲۷۵۵)

(۲) فتاویٰ رشیدیہ، جدید زکریا دیوبند ص: ۵۵۲، رقم المسألة: ۱۰۲۰۔

(۳) عن ابن عباس رضي الله عنه سمع عمر رضي الله عنه يقول على المنبر: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده فقولوا عبدا لله ورسوله. (بخاري شريف، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله: "واذكروني الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها"، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۰، رقم: ۳۳۲۹، ف: ۳۴۴۵) ←

آداب والقباب کے سلسلہ میں فتاویٰ رشیدیہ اور بہشتی زیور کی عبارت میں تعارض کا جواب

سوال (۲۶۵۹): قدیم ۲/۵۷۲ - آنجناب کی کتاب بہشتی زیور حصہ اول صفحہ ۲۱ (۱) میں خطوط کے القاب کا مضمون اس طرح واقع ہوا ہے، بڑوں کے القاب اور آداب، والد کے نام، جناب والد صاحب قبلہ و کعبہ فرزندان مخدوم و مطاع کترینان الی آخرہ، ایضاً جناب والد صاحب قبلہ کونین و کعبہ دارین الی آخرہ، ایضاً قبلہ و کعبہ فرزندان الی آخرہ۔ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۷۹ (۲) میں یوں تحریر فرماتے ہیں: استفتاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں تفصیل مع حوالہ کتب ارقام فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

سوال اول: قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین و کعبہ کونین یا قبلہ دینی کعبہ نبوی یا قبلہ آمال و حاجات یا قبلہ مرادات یا قبلہ صوری و کعبہ معنوی یا دیگر مثل ان الفاظ کے القاب و آداب میں والد یا عمومی کو یا اخوی کو یا اور کسی کو تحریر کرنے جائز ہیں یا نہیں؟ حرام ہے یا غیر حرام، مکروہ ہے تو تحریری یا تنزیہی، مع عبارت دلائل تفصیلی ارقام فرمائیں؟

← مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۴/رقم: ۱۶۴۔

عن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تطروني كما تطري النصارى عيسى بن مريم ولكن قولوا: عبدالله ورسوله. (سنن الدارمي، كتاب الرقاق، باب في قول النبي الله صلى الله عليه لا تطروني، دارالمغني الرياض ۳/۱۸۳۲، رقم: ۲۸۲۶)

يجب أن لا يصل مدحه صلى الله إلى حد الإطراء المنهي عنه لقوله صلى الله عليه وسلم: لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده فقولوا: عبدالله ورسوله، قال القرطبي في معناه: لا تصفوني بما ليس في من الصفات، تلمسون بذلك مدحي، كما وصفت النصارى عيسى بما لم يكن فيه، فنسبوه إلى أنه ابن الله فكفروا بذلك وضلوا، وهذا يقتضي أن من رفع أمراً فوق حده وتجاوز مقداره بما ليس فيه فمعتد آثم؛ لأن ذلك لو جاز في أحد لكان أولى الخلق بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۲۷۶)

(۱) بہشتی زیور آخری، حصہ اول، بڑوں کے القاب و آداب، ص: ۷۱۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ جدید مکتبہ زکریا دیوبند ۲: ۵۵۳، رقم المسئلہ: ۱۰۲۰۔

الجواب: ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں۔ لقولہ علیہ السلام: لا تطرونی۔ الحدیث (۱) جب زیادہ حدشانِ نبوی سے کلمات آپؐ کے واسطے ممنوع ہوں تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں؟ فقط واللہ اعلم

لہذا رفعِ اشتباہ کی بناء پر عرض ہے کہ ظاہر اہر دو عبارت میں متخالف وتضاد جو معلوم ہوتا ہے، اُس کے رفع کی کیا توجیہ ہے؟

الجواب: اگر مجاز کا ارادہ کیا جاوے تو متخالف نہیں ہے؛ لیکن ظاہری متخالف جس شخص کے خیال میں ہو اس کو اس حالت میں فتاویٰ رشیدیہ پر عمل احوط ہے (۲)۔ ۸ شعبان ۱۳۳۵ھ

سلام کا جواب سنا نا ضروری ہے محض آہستہ کہنا کافی نہیں

سوال (۲۶۶۰): قدیم ۲/۵۷۷ - سلام کا جواب اگر آہستہ دیا کہ مُسَلِّم نے نہ سنا تو جواب ادا ہوگا، یا اسماع بھی ضروری ہے، بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب نہایت

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول على المنبر: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم، إنما أنا عبده فقولوا: عبدالله ورسوله. (بخاري شريف، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله: واذكر في الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها،" النسخة الهندية ۱ / ۴۹۰، رقم: ۳۳۲۹، ف: ۳۴۴۵)

سنن الدارمي، كتاب الرقاق، باب في قول النبي الله صلى الله عليه وسلم لا تطروني، دارالمغني الرياض ۳ / ۱۸۳۲، رقم: ۲۸۲۶ -

(۲) يجب أن لا يصل مدحه صلى الله إلى حد الإطراء المنهي عنه لقوله صلى الله عليه وسلم: لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده فقولوا: عبدالله ورسوله، قال القرطبي في معناه: لا تصفوني بما ليس في الصفات، تلتمسون بذلك مدحي، كما وصفت النصارى عيسى بما لم يكن فيه، فنسبوه إلى أنه ابن الله فكفروا بذلك وضلوا، وهذا يقتضي أن من رفع أمرا فوق حده وتجاوز مقداره بما ليس فيه فمعتد آثم؛ لأن ذلك لو جاز في أحد لكان أولى الخلق بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶ / ۲۷۶)

آہستہ سے دیا، کہ بوجہ عدم سماع تکرار سلام کی نوبت آئی، آخر حضور واپس ہوئے تھے، گو علت یہاں استماع کلام و تحصیل برکت ہے، مگر بظاہر شبہ جواز کا معلوم ہوتا ہے؟

الجواب: اعلام ضروری ہے، اگر قریب ہو تو اسماع سے اور اگر بعید یا آصم ہو تو اشارہ سے مع تلفظ بلسان کے (۱)۔ اور صحابی کا یہ فعل عارض سے تھا۔ فلا یقاس علیہ غیرہ۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمہ البصر ۱۹)

الفاظ سلام کی تحقیق

سوال (۲۶۶۱): قدیم ۶/۲۷ - (۲) زید و عمرو باہم نزاع می کنند کہ سلام علیک بلفظ گفتن فقط مسنون است یا لفظ دیگر ہم از مشتق باشند متین ال گفتن، پس زیدی گوید کہ ورائے ایں لفظ کہ جناب

(۱) و شرط فی الرد وجواب العطاس إسماعه فلو أصم يريه تحريك شفثيه. (درمختار) وفي الشامية: قال في شرعة الإسلام: واعلم أنهم قالوا: إن السلام سنة واستماعه مستحب وجوابه أي رده فرض كفاية، وإسماع رده واجب بحيث لو لم يسمعه لا يسقط هذا الفرض عن السامع حتى قيل لو كان المسلم أصم يجب على الراد أن يحرك شفثيه ويريه بحيث لو لم يكن أصم لسمعه. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۵۹۳، کراچی ۶/۴۱۳-۴۱۴)

رد السلام واجب في الجملة عند الفقهاء، قال ابن عابدين: قال في شرعة الإسلام اعلم أنهم قالوا: إن السلام سنة وإسماعه مستحب، وجوابه أي رده فرض كفاية، وإسماع رده واجب بحيث لو لم يسمعه لا يسقط حق الفرض عن السامع حتى قيل: لو كان المسلم أصم يجب على الراد أن يحرك شفثيه ويريه بحيث لو لم يكن أصم لسمعه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۲/۱۷۸)

ولا بد في الابتداء والرد من رفع الصوت بقدر ما يحصل به السماع بالفعل، ولو في ثقل السمع واستظهر أنه لا بد من سماع جميع الصيغة ابتداء وردًا. (روح المعاني، سورة النساء، آيت: ۸۶، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۴۷)

(۲) خلاصہ ترجمہ سوال: زید و عمرو کے درمیان باہم اختلاف ہو گیا کہ صرف لفظ ”سلام علیک“ کہنا ہی سنت ہے یا سلام سے مشتق دیگر الفاظ کہے جاسکتے ہیں؟ تو زید کہتا ہے کہ شارع علیہ السلام ←

شارع علیہ السلام براں نص فرمودہ یعنی السلام علیکم دیگر منہی عنہ و بدعت ست، عمر و خلاش میگوید کہ مشتقات ایں لفظ ہم داخل سلام است و متیو انم گفت تسلیم و تسلیمات و نیز ضرورت نیست کہ السلام علیکم بمعنی لفظ لا بجز و کلامہ درست نباشد بلکہ داخل ہمیں سنت آنچه وضعیان و شریفان میگویند مثلاً سلام میاں سلام صاحب و غیرہ؛ البتہ و رائے ایں دیگر الفاظ سلام کہ در عرف میرزایان عجم متداول و مقرر گشتہ، مثل آداب عرض و کورنش و مجرا و غیرہ بدعت است امانہ بدعت مذمومہ و مستفحہ کہ گویندہ اش مسی و بزہ کار باشد بلکہ از قبیل مباحات و اگر چہ بندگی گفتن ہم کہ بنا بر عموم و مفهوم خویش کہ در کلام عرب عبد بمعنی مولا و مملوک ہم آمدہ مضائقہ ندارد لیکن بنظر مشترک بودن ایں لفظ بہ عبدیت معبود حقیقی و بتا در اذان عوام و قصور افہام شان بریں معنی سزاوار نیست کہ کس باین چنین کلمہ سلام گوید۔ المختصر دریں قوم کلام یک از زید و عمر و صادق است آیا وضع و شریف را لفظ سلام علیکم فقط بخاطرب خود باید گفت یا دیگر ہم از الفاظ مذکورہ متیو ال گفت۔ یینوا بالکتاب توجروا عند الملک الوهاب۔ فقط

← نے جس لفظ کو صراحتہ بیان کیا ہے یعنی ”السلام علیکم“ اس کے علاوہ دیگر الفاظ کو سلام کے طور پر استعمال کرنا ناجائز اور بدعت ہے، عمر و کا عمل اس کے خلاف ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس لفظ کے مشتقات بھی مسنون سلام میں داخل ہیں اور میں تسلیم و تسلیمات کے الفاظ کہہ سکتا ہوں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ”السلام علیکم“ کے تمام الفاظ بولے جائیں اور اس کے کسی ایک جزو کے بولنے پر سلام درست نہ ہو؛ بلکہ اس سنت کے تحت وہ الفاظ بھی داخل ہیں جو رذیل اور شریف حضرات کہتے ہیں، جیسے سلام میاں، سلام صاحب و غیرہ؛ البتہ ان کے علاوہ سلام کے دیگر الفاظ جو عجم کے سادات اور امیرزادوں کے عرف میں مشہور و معروف ہو چکے ہیں جیسے آداب عرض، کورنش اور مجرا و غیرہ یہ سب بدعت ہیں؛ لیکن ایسی فتیح اور مذموم بدعت نہیں جس کا کہنے والا گناہ گار اور خطا کار ہو جائے؛ بلکہ یہ مباحات کے قبیل سے ہے اور چونکہ کلام عرب میں لفظ عبد آقا اور غلام دونوں معنی میں مستعمل ہے تو اس لفظ کے مفہوم میں عموم کی بنا پر سلام کی جگہ بندگی کہنے میں بھی اگر چہ حرج نہیں؛ لیکن اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ یہ لفظ معبود حقیقی یعنی اللہ کی بندگی کو بھی شامل ہے اور عوام کی ناقص فہم اور ذہن والا اسی معنی کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس لئے مناسب نہیں کہ آدمی اس طرح کے کلمات کے ذریعہ سلام کرے، خلاصہ سوال یہ کہ زید و عمر و میں سے سچا کون ہے؟ کیا رذیل اور شریف سب کے لئے اپنے مخاطب کو صرف السلام علیکم کہنا چاہئے؟ یا الفاظ مذکورہ میں سے دیگر الفاظ بھی کہے جاسکتے ہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: (۱) تحقیق دریں باب آنست کہ رسول اللہ ﷺ امر فرمودہ کہ وقت لقاء مسلم سلام باید کرد۔

(۱) خلاصہ ترجمہ جواب: اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ مسلمان سے ملاقات کرتے وقت سلام کرنا چاہئے۔ عن أبي هرويرة. الحدیث باوجودیکہ یہ حدیث سلام کے سنت ہونے کا فائدہ نہیں دیتی مگر اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ما مور بہ یعنی سلام کے عام ہونے میں کوئی کلام نہیں؛ لہذا بلاشبہ اس کی مخالفت بدعت کہلائے گی، رہی یہ بات کہ کوئی بدعت ہوگی تو غور و فکر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدعت قبیحہ مذمومہ ہوگی؛ اس لئے کہ یہ چیز سنت کے مزاحم ہے اور اس طرح کی بدعت بدعت سیئہ ہوتی ہے۔ احیاء العلوم میں ہے: إنما المحذور الخ کہ ممنوع صرف وہی بدعت ہے جو ما مور بہ سنت کے مزاحم ہو، میں کہتا ہوں کہ حدیث مذکور کی بنا پر ملاقات کے وقت سلام کا ما مور بہ ہونا ثابت ہو چکا ہے، پس جب ملاقات کے وقت سلام نہیں کہے گا؛ بلکہ کوئی دوسرا لفظ کہے گا تو سنت چھوٹ جائے گی اور ایک دوسری چیز موثر بنے گی اور یہی مزاحمت ہے، جیسا کہ یہ بات بالکل واضح ہے۔ اب تک کی تقریر اصول و کلیہ پر نظر رکھتے ہوئے تھی، اب اگر ہم جزئیات پر غور کریں تو بھی اس بات کی تائید ہو جائے گی، ہلال بن یسار سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: کنا مع سالم بن عبید اللہ الحدیث، رواہ الترمذی و ابوداؤد۔ یہ حدیث صراحتہً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آداب شرعیہ کو چھوڑ کر ان کی جگہ دوسرے الفاظ استعمال کرنا ایک امر منکر اور ناپسندیدہ شے ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس طرح سالم نے ایسا کلمہ کہا جو مخاطب کے غصہ کا باعث بن گیا خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس لفظ کو سنت کے خلاف قرار دیں اور کس لفظ کو سنت کے مشابہ کہیں؟ تو اس سلسلہ میں بظاہر یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑی سی زیادتی یا کمی یا تقدیم و تاخیر بھی ہو جائے تب بھی خلاف سنت ہو جائے گا، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال: أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تھوڑی سی تبدیلی جائز ہوگی، جیسا کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا: ”قالوا سلاما“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”سلام علیکم بما صبرتم“ اور یہ بھی ممکن ہے کہ علیک السلام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نکیر اس وجہ سے ہو کہ یہ مردوں کا سلام ہے۔ غایت مافی الباب۔ لفظ ”سلام میاں“ تسلیم و تسلیمات وغیرہ کہنے کی شاید گنجائش ہے۔ رہے ”آداب، کورنش“ جیسے الفاظ تو ان کے بدعت شنیعہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ یہ بات گذر چکی اور لفظ بندگی کہنا تو سب سے زیادہ فتنج ہے، بعض معتمد حضرات سے سننے میں آیا ہے کہ کچھ ظالم بادشاہوں نے سلام کے بجائے یہ طے کر دیا تھا کہ دربار میں حاضر ہونے والا شخص تخت کے سامنے سر کر کر بندگی کہے گا، جس کا منشا و مقصد بلاشبہ شدید ترین جہالت ہے؛ لہذا مذکورہ دلائل اور اپنی معبودیت کا وہم ہونے کے علاوہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے ساتھ مشابہت بھی اس کے ناجائز قرار دئے جانے کی مضبوط اور قوی وجہ ہے۔ عن عمران بن حصین ←

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا لقي أحدكم أخاه فليسلم عليه الخ. رواه أبو داود (۱)۔

وہر چند ایں کلام مفید سنیت نیست لیکن در مامور بہ بالمعنی الاعم بولش کلامی نیست پس بلاریب مخالفت آں نمودن بدعت خواهد شد باقی ماند کلام اندرین کہ کلام بدعت خواهد شد بنظر غائر چنان می نماید کہ بدعت مذمومہ مستقبحہ باشد چرا کہ مزاحم و مراغم سنت است و ایں چنین بدعت سیئہ می باشد۔

في الإحياء: إنما المحذور ارتكاب بدعة تراغم سنة مأمور بها الخ (۲)۔ أقول: ثبت كون السلام مأمورا به بالحديث المذكور وقت اللقاء، فإذا لم يسلم وقت اللقاء بل أتى بلفظ آخر صارت السنة متروكا وغيرها مؤثرا، وهي المراغمة كما لا يخفى. ایں تقریر مبنی بر اصول کلیہ بود و اگر فروع و جزئیات تفتیش کنیم ہم مویدش برمی آید۔

عن هلال بن يساف قال: كنا مع سالم بن عبيد فعطس رجل من القوم، فقال: السلام عليكم فقال سالم: عليك وعلى أمك، فكأن الرجل وجد في نفسه، فقال: أما إني لم أقل إلا ما قال النبي صلى الله عليه وسلم عطس رجل عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال: السلام عليكم فقال النبي صلى الله عليه وسلم: عليك وعلى أمك إذا

← الحديث. اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اکثر لوگوں کے ذہنوں میں شریف اور گھٹیا لوگوں کے سلام میں فرق کرنے کا سودمایا ہوا ہے، جس کا باعث تکبر ہے جو کہ نفس انسانی کی سب سے خراب خصلت ہے، اگر فرق کرنا ضروری ہے ہی تو دنیوی معاملات اور دنیوی رسوم و رواج میں فرق کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن سلام تو ایک دینی امر ہے اس میں تفریق کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ میں حقیر اور ادنیٰ لوگوں سے کہوں کہ ظہر کی تین ہی رکعت پڑھو، تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان فرق پیدا ہو جائے اور اس کے بطلان کو تو آپ بھی سمجھ سکتے ہیں اور اگر دل گوارانہ کرے تو صرف لفظ سلام اور لفظ تسلیم کہہ لیا کریں، مگر دوسرے الفاظ کو ترک کرنا ضروری ہوگا اور جتنا ہم نے بیان کیا ہے یہ انشاء اللہ طالب انصاف کے لئے کافی و شافی ہے۔ واللہ اعلم فقط۔

(۱) أبو داود شریف، کتاب الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل، ثم يلقاه أيسلم عليه، النسخة الهندية ۲/ ۷۰۷، دار السلام رقم: ۵۲۰۰۔

(۲) إحياء العلوم، کتاب آداب السماء والوجد، قبیل کتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، دار المعرفة بیروت ۲/ ۳۰۵۔

عطس أحدكم فليقل الحمد لله رب العلمين، وليقل له من يرد عليه: يرحمك الله، وليقل: يغفر الله لنا ولكم. رواه الترمذي و أبو داؤد (۱)۔

اس حدیث دلالت صریحہ دارد بر این کہ آداب شرعیہ را ترک نمودہ دیگر الفاظ را بجا نش استعمال نمودن امر منکر است تا آن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہم چنین سالم کلمہ گفتہ کہ موجب غیظ مخاطب گردید فافہم اکنون باید دید کہ کدام لفظ را مخالف سنت گوئیم و کدام را مماثل قرار دہم پس ظاہر بر آن حکم میکند کہ اگر اندک زیادہ یا نقصان یا تقدیم یا تاخیر ہم را بد مخالف سنت باشد۔

یؤیدہ ماروی عن جابر قال: أتيت رسول الله ﷺ فقلت عليك السلام يا رسول الله! قال: لا تقل عليك السلام فإن عليك السلام تحية الموتى. رواه الترمذي (۲)۔ أفاد الحديث أمرين: أحدهما: أن تقديم المؤخر وبالعكس مخالف للسنة، والثاني: أن ما خالفها هذه المخالفة منهي عنها حيث قال: لا تقل.

اما تو اس گفت کہ تغیرے لیسر جائز باشد کما ورد علیہ قولہ تعالیٰ: قالوا سلاما (۳)۔ وقولہ تعالیٰ: سلام علیکم بما صبرتم. الآية (۴)۔ ويحتمل کرا نکار بر علیک السلام بسبب تحیة موتی بودنش باشد پس غایت مافی الباب لفظ سلام میاں وغیر آن از تسلیم و تسلیمات شاید گنجایش دارد اما آداب و کونش وغیرہ در بدعت مذموم بودنش اشتباہ نیست کما مر و لفظ بندگی افتح جمیع است

(۱) ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ماجاء كيف يشمت العاطس، النسخة الهندية ۲ / ۱۰۳، دار السلام رقم: ۲۷۴۰۔

أبو داؤد شريف، كتاب الأدب، باب ماجاء في تشميت العاطس، النسخة الهندية ۲ / ۶۸۶، دار السلام رقم: ۵۰۳۱۔

(۲) ترمذي شريف، كتاب الاستئذان والآداب، باب ماجاء في كراهية أن يقول عليكم السلام مبتدءا، النسخة الهندية ۲ / ۱۰۱، دار السلام رقم: ۲۷۲۱۔

أبو داؤد شريف، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقول عليك السلام، النسخة الهندية ۲ / ۷۰۷، دار السلام رقم: ۵۲۰۹۔

(۳) سورة الفرقان، رقم الآية: ۶۳۔

(۴) سورة الرعد، رقم الآية: ۲۴۔

از بعض ثقافت شنیدہ شد کہ بعض سلاطین جبارہ بجائے تحیۃ مقررہ نمودہ بود کہ زائر پیش پایہ تخت سر نہادہ لفظ بندگی گوید منشاء آں بلا ریب جاہلیت قبیحہ است پس علاوہ دلائل مذکورہ وایہام معنی عبودیت خود تشبہ باہل جاہلیت وجہ وجیہ است بر منع آں۔

عن عمران بن حصین قال: كنا نقول في الجاهلية: أنعم الله بك عينا وأنعم صباحا فلما كان الإسلام نهينا عن ذلك. رواه أبو داؤد (۱)۔

وآنکہ در سر اکثر بجناہ سودائے فرق در سلام و ضعیان و شریفان پختہ منشاء اش کبر است کہ ارذل خصال دل است اگر فرق ضروری ست در رسوم و معاملات دنیا مضائقہ ندارد و سلام از امور دین است در ان فکر فرق کردن چنان است کہ وضعیان را گویم کہ ظہر سہ رکعت گذارید کہ در میان ما و شما فرق بدست آید و ہو کماتری و اگر دل گوارانہ نماید بلفظ سلام و تسلیم نمایند و دیگر الفاظ واجب التکرار است و فیما ذکرنا کفایۃ لطالب الإنصاف إنشاء الله تعالى. والله اعلم فقط (امداد، ج ۲، ص ۱۸۶)

کن کن مواقع میں سلام کرنا مکروہ ہے؟

سوال (۲۶۶۲): قدیم ۲/۸۷۲ - کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب مسجد میں آئے تو باواز بلند السلام علیکم کہے۔ اور جب مسجد سے جانے لگے تو اس وقت بھی باواز بلند السلام علیکم کہے خواہ مسجد میں کوئی ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی ہو اور نماز میں مشغول ہو یا بعض لوگ نماز میں مشغول ہوں اور بعض خالی بیٹھے ہوں یا سب کے سب نماز یا اور کسی وظیفہ میں مشغول ہوں ہر صورت کا جواب ارشاد ہو؟

الجواب: محض غلط ہے؛ بلکہ ایسی حالت میں کہ لوگ اپنی نماز و وظائف میں مشغول ہوں سلام کرنا مکروہ ہے۔ فی الدر المختار :

- | | | | |
|---|---------------------------------|---|--------------------------|
| ☆ | ومن بعدما أبدى يسنّ ويشرع | ☆ | سلامک مکروہ علی من ستمتع |
| ☆ | خطيب ومن يصغى اليهم ويسمع | ☆ | مصل وتال ذاكرو محدث |
| ☆ | ومن بحثوا في الفقه دعهم لينفعوا | ☆ | مكرر فقه جالس لقضائه |

(۱) أبوداؤد شریف، کتاب الأدب، باب فی الرجل یقول: أنعم الله بك عينا، النسخة

مؤذن أيضاً أو مقيم مدرّس ☆ كذا الأجنبية الفتيات أمنع (۱)
واللہ اعلم ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ..... (امداد، ج ۲، ص ۱۸۹)

متکبر کو سلام نہ کرنا

سوال (۲۶۶۳): قدیم ۲/۸۷۲ - زید ایک فقیر صورت آدمی ہے، جس مجمع میں جاتا ہے خواہ وہ مجمع مسجد میں ہو یا خارج مسجد، سلام میں کبھی تقدیم نہیں کرتا، جب لوگ اس کو سلام کرتے ہیں تو ہاتھ یا زبان یا دونوں سے سلام کا جواب دیتا ہے، جب کبھی اتفاق سے کوئی ایسا ہی وجیہ شخص مثلاً عالم یا درویش وغیرہ ملتا ہے تو سلام میں تقدیم کرتا ہے، ورنہ نہیں، ظاہر حال بھی کہتا ہے کہ یہ شخص اپنی فقری اور عبادت کے سبب لوگوں کے سلام کا منتظر رہتا ہے، آیا ایسے کو سلام کرنا یا سلام میں تقدیم کرنا شرعاً ممنوع تو نہیں، امام عزائی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ متکبرین کا سلام یہی ہے کہ اُن کو سلام نہ کرو، امام صاحب موصوف کے اس قول پر عمل کرنا خلاف سنت تو نہ ہوگا؛ کیونکہ ہر اجنبی و غیر اجنبی مسلمانوں کو سلام کرنا اور سلام میں تقدیم کرنا، احادیث سے مسنون معلوم ہوتا ہے؟

(۱) الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکرہ فیہا، مطلب:
المواضع التي یکرہ فیہا السلام، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۳۷۳-۳۷۴، کراچی ۱/ ۶۱۶۔

سلامک مکروہ علی من تسمع ☆ ومن بعدما أبدی یسنّ ویشرع
مصل وتال ذا کرو محدث ☆ خطیب ومن یصغی إلیهم ویسمع
مکرر فقہ جالس لقضائہ ☆ ومن بحثوا فی العلم دعهم لینفعوا
مؤذن أيضاً أو مقيم مدرّس ☆ کذا الأجنبية الفتيات أمنع
ولعب شطرنج وشبه بخلقهم ☆ ومن هو مع أهل له یتمتع
ودع کافراً یضاً ومکشوف عورة ☆ ومن هو فی حال التغوط أشنع
ودع آکلاً إلا إذا کنت جائعاً ☆ وتعلم منه أنه لیس یمنع

النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکرہ فیہا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۷۱۔

بذل المجهود، الطهارة، باب فی الرجل یرد السلام وهو یبول، مکتبہ یحوی سہارنپور

الجواب: تکبیر حرام ہے (۱)۔ اور مرتکب اس کا بالخصوص، اس پر جو مصر ہو فاسق ہے (۲) اور فاسق کو ابتداءً سلام نہ کرنا جائز ہے؛ بلکہ اولیٰ۔

في الدر المختار، في شرح البخاري للعيني في حديث: أي الإسلام خير؟ قال تطعم الطعام وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف - إلى قوله - وكذا يخص منه الفاسق بدليل آخر (۳)۔

جب معلوم ہوا کہ حدیث عام مخصوص البعض ہے تو امام صاحب کے قول پر عمل کرنا خلاف سنت نہ ہوگا۔ (امداد، ج ۲، ص ۱۸۹)

(۱) وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا. كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا. [سورة الإسراء، رقم الآية: ۳۷-۳۸]
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ. [سورة لقمان، رقم الآية: ۱۸]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عز وجل: الكبرياء ردائي، والعظمة إزاري، فمن نازعني واحدا منهما قذفته في النار. (أبو داود شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في الكبر، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دار السلام رقم: ۴۰۹۰)

عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر، ولا يدخل النار من كان في قلبه مثقال حبة من إيمان. (ترمذي شريف، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الكبر، النسخة الهندية ۲/ ۲۰، دار السلام رقم: ۱۹۹۸)
(۲) قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني، وآكل الربوا ونحوه. (شامي، كتاب الصلاة، باب

الإمامة، مكتبته زكريا ديوبند ۲/ ۲۹۸، کراچی ۱/ ۵۶۰)

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبته زكريا ديوبند ۹/ ۵۹۱، کراچی ۶/ ۴۱۲۔

اختلف في السلام على الفاسق في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام، كذا في التمر تاشي. (هندية، كتاب الكراهية، الباب السابع: في السلام، قديم زكريا ديوبند ۵/ ۳۲۶، جديد زكريا

ديوبند ۵/ ۳۷۷) ←

استنجاء کے وقت سلام

سوال (۲۶۶۴): قدیم ۴/۲۷۹ - استبراء کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہئے یا نہیں؟ حدیث شریف میں تو اذا بیول کا لفظ آیا ہے، پھر لوگ استنجاء کرتے وقت سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے، آیا یہ اُن کی غلط فہمی ہے یا کچھ اصل بھی ہے، علاوہ بریں حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حائضہ بھی سلام کرتیں اور سلام کا جواب دیتی تھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقاطر مانع تحیت نہیں؟

الجواب: في الدر المختار أول باب مفسدات الصلوة: سلامک مکروہ علی من استسمع - إلى قوله - فهذا ختام والزيادة تنفع (۱)۔

ان آیات میں مواضع کراہت سلام کو شمار کیا ہے، مگر اس میں یہ حالت معدود نہیں، اور تامل سے اور بھی کوئی دلیل منع کی نہیں معلوم ہوتی، پس ظاہر یہ بلا سند محض رسم پڑ گئی ہے (۲)۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۷/۱۷ یقعدہ ۳۲۳ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۹۰)

← ذکر ابن عابدین أن السلام على الفاسق المجاهر بفسقه مكروه، وإلا فلا.
(الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۵/۱۶۷)

أما الحكم الأول فأشار إلى الخلاف فيه وقد ذهب الجمهور إلى أنه لا يسلم على الفاسق ولا المبتدع. (فتح الباري، كتاب الاستئذان، باب من لم يسلم على من اقترف ذنباً، ومن لم يرد سلامه حتى تتبين توبته، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۱/۴۸، دار الريان للتراث ۱۱/۴۳، تحت رقم الحديث: ۶۲۵۵)

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع التي یکرہ فیہا السلام، مكتبه زکریا دیوبند ۲/۳۷۳ تا ۳۷۵، کراچی ۱/۶۱۶-۶۱۷
(۲) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ کا جواب ڈھیلے سے استنجاء کے وقت پر محمول ہے؛ کیوں کہ ڈھیلے سے استنجاء کے وقت کشف عورت لازم نہیں، مگر پانی سے استنجاء کے وقت جیسا کہ آج کل اکثر یہی رواج ہے کہ لوگ استنجاء خانہ اور بیت الخلاء میں پانی کے ذریعہ استنجاء کرتے ہیں، سلام اور جواب سلام اسی طرح مکروہ ہے، جس طرح بول و براز کے وقت سلام اور جواب سلام مکروہ ہے؛ اس لئے کہ پانی سے استنجاء کے وقت کشف عورت لازم ہے، برخلاف ڈھیلے سے استنجاء کے وقت کہ اس کے لئے کشف عورت لازم نہیں اور کشف عورت کی حالت میں سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ ←

کسی کے پیر کو ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملنا

سوال (۲۶۶۵): قدیم ۲/۹۷ - پیر میں ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چہرے پر ملنا صاحب پیر حالت قیام یا قعود میں ہوویں یا لیٹے ہوویں سنت یا مستحب یا مباح یا بدعت ہے؟

← عن مهاجر بن قنفذ أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ، ثم اعتذر إليه فقال: إني كرهت أن أذكر الله تعالى ذكره إلا على طهر أو قال على طهارة. (أبو داود شريف، كتاب الطهارة، باب في الرجل يرد السلام وهو يبول، النسخة الهندية ۱/ ۴، دار السلام رقم: ۱۷)

بخاري شريف، كتاب التيمم، باب التيمم في الحظر إذا لم يجد الماء، النسخة الهندية ۱/ ۴۸، رقم: ۳۳۵، ف: ۳۳۷۔

- | | | | |
|---|---|---|--|
| ☆ | وَمِنْ بَعْدَمَا أَبْدَى يَسْنَّ وَيُشْرَع | ☆ | سَلَامُكَ مَكْرُوهٌ عَلَى مَنْ تَسْمَعُ |
| ☆ | خَطِيبٌ وَمَنْ يَصْغِي إِلَيْهِمْ وَيَسْمَعُ | ☆ | مُصَلٍّ وَتَالِذَا كَرُو مَحْدَثٌ |
| ☆ | وَمَنْ بَحْثُوا فِي الْعِلْمِ دَعَهُمْ لِيَنْفَعُوا | ☆ | مَكْرَرٌ فَقَدْ جَالَسَ لِقَضَائِهِ |
| ☆ | كَذَا الْأَجْنِبِيَّاتِ الْفَتِيَّاتِ أَمْنَعُ | ☆ | مَوْذُنٌ أَيْضاً أَوْ مَقِيمٌ مَدْرَسُ |
| ☆ | وَمَنْ هُوَ مَعَ أَهْلِ لَهْ يَتَمَتَّعُ | ☆ | وَلَعَابُ شَطْرَنْجٍ وَشَبْهٌ بِخَلْقِهِمْ |
| ☆ | وَمَنْ هُوَ فِي حَالِ التَّغَوُّطِ أَشْنَعُ | ☆ | وَدَعُ كَافِرًا أَيْضاً وَمَكْشُوفُ عَوْرَةٍ |
| ☆ | وَتَعْلَمُ مِنْهُ أَنَّهُ لَيْسَ يَمْنَعُ | ☆ | وَدَعُ آكِلًا إِلَّا إِذَا كُنْتَ جَائِعًا |

النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۲۷۱۔

وأما السلام على من يستنجي من البول بالحجر أو المدر قائماً أو قاعداً كما تعرف اليوم في بلادنا فلم يثبت فيه من القدماء شيء، وكان الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي يقول: برود السلام عند ذلك، وكان الشيخ محمد مظهر النانوتوي يقول: بترك الرد. (معارف السنن، الطهارة، باب في كراهية رد السلام غير متوضئ، مكتبة أشرفيه ديوبند ۱/ ۳۱۷)

وفي الخانية: ويكره أن يسلم على من هو في الخلاء ولا يرد عليه السلام، وكذا الآكل والقاري والمشتغل بالعلم، وكذا في الحمام إن كان مكشوف العورة. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبة زكريا ديوبند ۸/ ۳۸۰، كوئنه ۸/ ۲۰۷) ←

الجواب: در مختار میں یہ جزئیہ ہے: و کذا ما یفعله الجہال من تقبیل ید نفسه إذا لقی غیرہ فهو مکروه فلا رخصۃ فیہ اہ۔ قبیل فصل فی البیع کتاب الحظر والإباحۃ۔ پس اگرچہ پر ملنا مثل تقبیل کے ہو تب تو اس روایت سے مسئلہ کا جواب ظاہر ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ فی رد المحتار: أي تحریماً، ویدل علیہ قولہ بعد فلا رخصۃ فیہ (۱)۔

اور اگر اس کے مثل نہیں ہے تو یہ روایت اس سے ساکت ہے، دوسری روایت نظر سے نہیں گذری، اور ظاہراً قواعد سے تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اگر مسموح متبرک متقی ہو اور مباح متبع سنت صحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز (۲)۔ واللہ اعلم ۲۶ شوال ۱۳۲۷ھ (تمتہ اولی ص ۱۴۳)

← بزازیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، نوع فی السلام، قدیم زکریا ۵۵/۶، جدید زکریا دیوبند ۳۰۰/۳۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحۃ، قبیل فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۵۰/۹، کراچی ۶/۳۸۳۔

(۲) مستفاد: أما الکلام فی تقبیل الید فإن قدم ید نفسه لغيره فهو مکروه؛ لأن ذلک من فعل الفساق، وإن قبل ید غیرہ إن قبل ید عالم أو سلطان عادل لعلمہ وعدلہ لا بأس بہ، ہکذا ذکر فی فتاویٰ اہل سمرقند، وقد صح أن عبد اللہ بن عباسؓ أخذ برکاب زید بن ثابت فقال زید: مہلایا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فقال عبد اللہ: ہکذا کنا نصنع بعلماءنا من اکابر أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما استوی زید بن ثابت علی بغلته، فقال لابن عباس: نالونی یدک فناولہ فقبل زید یدہ، وقال: ہکذا نصنع بأہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فہذا یدل علی أنہ لا بأس بتقبیل ید غیرہ لعلمہ أو شرفہ، وقد حکي عن سفیان أنہ سمی تقبیل ید العالم والسلطان العادل سنۃ، فقال لہ عبد اللہ بن المبارک: ومن یحسن هذا غیرک، وإن قبل ید غیر العالم وغیر السلطان العادل أراد بہ تعظیم المسلم وإکرامہ فلا بأس بہ، وإن أراد بہ عبادۃ لہ أو یسأل منہ شیئاً من غرض الدنیا فهو مکروه۔ (المحیط البرہانی، الکراہیۃ، الفصل الثلاثون فی ملاقات المملوک، المجلس العلمي ۸/۱۱۸، رقم: ۹۷۲۴-۹۷۲۵)

الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب الکراہیۃ، الفصل الثلاثون، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۸/۲۵۵، رقم: ۲۸۶۹۸-۲۸۶۹۹۔ ←

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا

سوال (۲۶۶۶): قدیم ۴/۲۸۰ - (۱) برآ کل بوقت اکل سلام کردن چه حکم دارد؟
الجواب: (۲) علت کراہت سلام برآ کل عجز اواز جواب نوشتہ اند (۳) و نزد من علت دیگر احتمال

← رخص الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي وبعض المتأخرين تقبيل يد العالم أو المتورع على سبيل التبرك، وقيل أبو بكر بين عيني النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما قبض، وقال سفيان الثوري: تقبيل يد العالم أو يد السلطان العادل سنة فقام عبد الله بن المبارك فقبل رأسه، وما يفعله الجاهل من تقبيل يد نفسه إذا لقي الغير فهو مكروه فلا رخصة فيه. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، قيل فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۵۶، إمداديه ملتان ۶/ ۲۵)

ہندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب الثامن والعشرون في ملاقات الملوك والتواضع لهم، قدیم زکریا ۵/ ۳۶۹، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۴۲۵-۴۲۶۔

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: کھانے کے وقت کھانے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

(۲) خلاصہ ترجمہ جواب: فقہاء کرام نے کھانے والے کو سلام کرنے کے مکروہ ہونے کی

علت اس کا جواب دینے سے عاجز ہونا لکھا ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی دوسری علت اس کے تشویش میں مبتلا ہونے یا لقمہ کے حلق میں اٹک جانے کا احتمال ہے، پس جس جگہ یہ دونوں علتیں نہ ہوں وہاں کراہت بھی نہ ہوگی، اور یہ علت میں قواعد سے سمجھا ہوں، اس کی کوئی نقل صریح میرے پاس نہیں ہے۔

(۳) یکرہ السلام علی العاجز عن الجواب حقيقة كالمشغول بالأكل أو الاستفراغ

أو شرعا كالمشغول بالصلاة وقراءة القرآن ولو سلم لا يستحق الجواب. (شامي، كتاب

الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۳۷۵، کراچی ۱/ ۶۱۷)

وفي الخانية: ويكره أن يسلم على من هو في الخلاء ولا يرد عليه السلام، وكذا

الآكل والقاري والمشتغل بالعلم، وكذا في الحمام إن كان مكشوف العورة. (البحر الرائق،

كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۳۸۰، کوئٹہ ۸/ ۲۰۷)

بزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية، نوع في السلام، قدیم زکریا ۶/ ۵۵، جدید

زکریا دیوبند ۳/ ۲۰۰۔

تثلیث یا اختصاص بہ لقمہ ہم است، پس ہر کجا ہر دو علت مرتفع باشد کراہت ہم نباشد و ایں علت از قواعد فہمید
ان نقل یادند ارم (۱)۔ ۳/ محرم ۱۳۳۲ھ (تمتہ ثانیہ ص ۱۰۷)

بدعتی کی تعظیم جائز نہیں

سوال (۲۶۶۷): قدیم ۲/ ۲۸۰۔ جو لوگ عرس وغیرہ بدعتوں میں شریک ہوتے ہیں اُن کی جو لوگ تعظیم و تکریم کرتے ہیں وہ اس حدیث: من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی ہدم الإسلام۔ او کما قال (۲) کے مصداق ہیں یا نہیں؟
الجواب: اگر یہ تعظیم و تکریم کسی دینی مصلحت یا دنیوی ضرورت سے نہ ہو تو بیشک اس میں داخل ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تمتہ خامسہ ص ۸۲)

روضہ مطہرہ وغیرہ کو بوسہ دینا

سوال (۲۶۶۸): قدیم ۲/ ۲۸۰۔ (۳) بر تصویر روضہ منورہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و نقشہ مدینہ منورہ زاد ہا اللہ شرفاً و نقشہ مکہ مکرمہ کہ درد لائل الخیرات واقع است بوسہ دادن و چشم مالیدن از روئے شرع جائز است یا نہ؟

(۱) الحکم یدور مع العلة وجوداً و عدماً۔ (شامی کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/ ۱۱۷، کراچی ۳/ ۳۹۔
الحکم یدور مع العلة لا مع الحکم۔ (النہر الفائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۱/ ۲۳۲)
القاعدة المقررة أن الحکم یدور مع العلة وجوداً و عدماً۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۹/ ۳۸۶۔

(۲) عن إبراهيم بن ميسرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وقر صاحب بدع فقد أعان على هدم الإسلام۔ (شعب الإيمان للبيهقي، فصل في مجانبة الفسقة والمبتدعة، دار الكتب العلمية بيروت ۷/ ۶۱، رقم: ۹۴۶۴)

(۳) خلاصہ ترجمہ سوال: دلائل الخیرات نامی کتاب میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی تصویر ہے اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کا نقشہ ہے، ان کو بوسہ دینا اور ان پر آنکھیں ملنا شرعاً جائز نہیں یا نہیں؟

الجواب : (۱) بوسہ دادن و چشم مالیدن بریں نقشہا ثابت نیست و اگر از غایت شوق سرزد ملامت و عتاب ہم بر جان باشد۔ کتبہ: احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: اشرف علی عفی عنہ۔

۲/ محرم ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۲، ص ۱۴۰)

رسول اللہ ﷺ کی مدح نظم و نثر میں

سوال (۲۶۶۹): قدیم ۲/ ۲۸۰- آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی مدح بطریق مشروع کہنا کیسا ہے؟ عام اس سے کہ نظم ہو یا نثر، دو ایک حدیثیں اس کے متعلق عنایت ہوں۔ من أنشد فينا بيتا فله الجنة. اس فقرہ کو لوگ حدیث کہتے ہیں، کیا کسی حدیث کی کتاب میں یہ حدیث یا ہم معنی اس حدیث کی آپ کی نظر پڑی ہے؟ دوسرے یہ کہ قصیدہ بانٹ سعاد فقلبي اليوم مبتول. آنحضرت ﷺ کی شان میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے پڑھا، تو آنحضرت ﷺ نے سبحان هذه الأمة فرمایا اور ردائے مبارک عنایت فرمائی، اس کی سند صحیح کس کتاب میں ہے؟

الجواب : ﴿۱﴾ جائز ہے نظماً و نثراً ہر طرح سے، بشرطیکہ حدود شرعیہ سے متجاوز نہ ہو، جیسا عام شعراء مبتلا ہیں۔ مشکوٰۃ میں بخاری سے حدیث روایت کی ہے:

عن عائشةؓ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان منبراً في المسجد يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أو ينافح ويقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يؤيد حسان بروح القدس ما نافح أو فاحر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (۲)۔

(۱) خلاصہ ترجمہ جواب : ان نقشوں کو بوسہ دینا اور ان پر آنکھ ملنا شرعاً ثابت نہیں۔ اور اگر غایت شوق کی بنا پر کسی سے فعل سرزد ہو جائے تو اس فعل پر اس کو ملامت کرنا بھی درست نہیں ہوگا۔

(۲) مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب البیان و الشعر، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۴۱۰۔
ترمذی شریف، أبواب الأدب، باب ماجاء في إنشاد الشعر، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۱،
دار السلام رقم: ۲۸۴۶۔

أبو داؤد شریف، کتاب الأدب، باب ماجاء في الشعر، النسخة الهندية ۲/ ۶۸۴، دار السلام

وَأَمَّا الْإِطْلَاقُ نَظْمًا وَنَثْرًا فَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذَكَرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الشَّعْرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هُوَ كَلَامٌ فَحْسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ. رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ كَذَا فِي الْمَشْكُوتَةِ (۱)۔ اور من انشد الخ میری نظر سے کہیں نہیں گذرا۔

﴿۲﴾ یہ قصیدہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے، کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ہے، دیکھا تو ہے مگر یاد نہیں کہ کس کتاب میں دیکھا ہے، اور کتابیں پاس نہیں جو دیکھوں۔ اور حبان فرمانا یہ کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۹/رمضان ۱۳۲۳ھ (امداد، ج ۳، ص ۱۴۵)

سجدہ تعظیمی کی تحقیق

سوال (۲۶۷۰): قدیم ۲/۲۸۱ - سوال میں شبہ کیا گیا تھا کہ شرايع من قبلنا میں اس کا وقوع بلا نکیر نصوص قطعیہ میں منقول ہے، پس ہماری شریعت میں بھی جائز ہوگا، اور نسخ اس کا قطعی ہونا چاہئے اور وہ مفقود ہے؟

← عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ: يَسْتَشْهَدُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! نَشَدْتُكَ بِاللَّهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا حَسَانَ أَجَبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلِلَّهِمُ أَيَّدَهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: نَعَمْ. (بخاري شريف، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، النسخة الهندية ۲/ ۹۰۹، رقم: ۵۹۱۳، ف: ۶۱۵۲)

(۱) مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۴۱۰-۴۱۱۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الشعر بمنزلة الكلام حسنه كحسن الكلام، وقبيحه كقبيح الكلام. (سنن الدارقطني، كتاب الوكالة، خبر الواحد يوجب العمل، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۹۰، رقم: ۴۲۶۳)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حسن الشعر كحسن الكلام، وقبيح الشعر كقبيح الكلام. (سنن الدارقطني، كتاب الوكالة، خبر الواحد يوجب العمل، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۹۰، رقم: ۴۲۶۴)

المعجم الأوسط للطبراني، دارالكتب العلمية بيروت ۵/ ۳۸۶، رقم: ۷۶۹۶۔

الجواب : جواب یہ دیا گیا کہ اس کی حرمت پر اجماع ہے (۱) اور اجماع گونا گونا گونا نہیں مگر علامت ہے وجود نسخ کی، گونا گونا معلوم نہ ہوا ہے اور یہ جواب علی سبیل التزلزل ہے، ورنہ اگر نخبہ کی تحقیق پر نظر کی جاوے تو حدیث نہی عن السجدة التحیة (۲) کو متواتر کہہ سکتے ہیں گو تو اتر معنوی ہو۔

(۱) كما أجمعوا على أن السجود لغير صنم ونحوه كأحد الجبابرة أو الملوک أو أي مخلوق آخر هو من المحرمات وکبيرة من کبائر الذنوب، فإن أراد الساجد بسجوده عبادة ذلك المخلوق کفر وخرج عن الملة بإجماع العلماء وإن لم يرد بها عبادة فقد اختلف الفقهاء، فقال بعض الحنفية: یکفر مطلقا سواء كانت له إرادة أو لم تكن له إرادة، وقال آخرون منهم: إذا أراد بها التحية لم یکفر بها وإن لم تكن إرادة کفر عند أكثر أهل العلم. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲ / ۲۱۱)

قال الإمام أبو منصور: إذا قبل أحد بين يدي أحد الأرض أو أنحنى له أو طأطأ رأسه لا یکفر؛ لأنه يريد تعظيمه لا عبادته، وقال غيره من مشايخنا رحمهم الله تعالى: إذا سجد واحد لهؤلاء الجبابرة فهو کبيرة من الکبائر، وهل یکفر؟ قال: بعضهم یکفر مطلقا، وقال أكثرهم: هذا على وجوه، إن أراد به العبادة یکفر، وإن أراد به التحية لم یکفر ويحرم عليه ذلك، وإن لم تكن له إرادة کفر عند أكثر أهل العلم. (هندية، کتاب السير، الباب التاسع: في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الکفر أنواع، قديم زکريا ديوبند ۲ / ۲۸۱، جديد زکريا ۲ / ۲۹۲)

ومن سجد للسلطان بنية العبادة أو لم يحضرها فقد کفر، وفي الخلاصة: ومن سجد لهم إن أراد به التعظيم أي کتعظيم الله سبحانه کفر، وإن أراد به التحية اختار بعض العلماء أنه لا کفر، أقول: وهذا هو الأظهر، وفي الظهيرية قال بعضهم یکفر مطلقا. (شرح الفقه الأكبر، مکتبه اشرفيه ديوبند ص: ۲۳۸)

والسجدة حرام لغيره سبحانه وتعالى. (شرح الفقه الأكبر، مکتبه اشرفيه ديوبند ص: ۲۳۰)

(۲) عن قيس بن سعد قال: أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فقلت: رسول الله صلى الله عليه وسلم أحق أن يسجد له، قال: فأتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: إني أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فأنت يا رسول الله! أحق أن يسجد لك؟ قال: لو مررت بقبري أكنت تسجد له، قال: قلت: لا، قال: فلا تفعلوا ←

وہو ہذہ إذا اجتمعت (أي الكتب) على إخراج حديث وتعددت طرقه تعدداً تحيل العادة تواطؤهم على الكذب إلى آخر الشروط أفاد العلم اليقيني لصحة نسبته إلى قائله، ومثل ذلك في الكتب المشهورة كثير (۱)۔

اور حدیث نبیؐ سجدہ تہیہ کی سند میں جمع الجوامع للسیوطی میں حسب ذیل مذکور ہیں:

رواہ أبو داؤد، والطبرانی، والحاکم، والبیہقی عن قیس بن سعد، والترمذی عن أبی ہریرہؓ، والدارمی، والحاکم عن بريدة، وأحمد عن معاذ، والطبرانی عن سراقۃ بن مالک، وصہیب وعقبۃ ابن مالک، وغیلان بن مسلم ورواہ ابن أبی شیبۃ عن عائشۃ والبیہقی أيضاً عن أبی ہریرۃ (۲) اور ممکن ہے کہ اہل اجماع کے نزدیک یہ حدیث لفظاً بھی متواتر ہو۔

۲۵/ محرم ۱۳۵۰ھ (النور، شعبان ۱۳۵۰ھ ص ۶)

بادشاہ کو ”محی الملتہ والدین“ جیسے القاب سے ملقب کرنے کا حکم

سوال (۲۶۷۱): قدیم ۲/۲۸۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک مسلمان والی ملک جس کی خصوصیات یہ ہیں کہ شراب پیتا ہے اور پی کر عالم بد مستی میں اپنے اعیان اور مصاحبین کی ہتک کرتا ہے، چار سے زائد بیبیاں کر کے علی الاعلان شریعت اسلامیہ کی مخالفت کرتا ہے، اُس کی مملکت میں شراب و زنا کے متعلق احکام شرعیہ جاری نہیں ہیں نہ عدالتہائے دیوانی و فوجداری میں مطابق شرع شریف تصفیہ ہوتا ہے اور نہ ان عدالتوں کے حاکم دیندار متقی اور علوم دینیہ سے واقف معین کئے جاتے ہیں، سوائے اس امر کے کہ زمانہ حال کی روش کے مطابق بعض مسلمانوں کی انجمنوں اور مدرسوں وغیرہ کو معقول مالی امداد اس والی ملک نے دی ہے اور کوئی فعل اس کا ایسا نہیں جو دین اسلام کی حقیقی خدمت کہی جاسکے، مگر ایک جماعت مسلمانوں کی جو کچھ ذاتی اغراض رکھتی ہے یا بعض قومی انجمنوں کے لئے مزید مالی امداد کی

← لو كنت آمراً أحداً أن يسجد لأحد لأمرت النساء أن يسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهن عليهن من الحقوق. (أبو داؤد شریف، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأة،

النسخة الهندية ۱/ ۲۹۱، دار السلام رقم: ۲۱۴۰)

(۱) نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر، مطبوعة الصباح دمشق ص: ۴۶۔

(۲) لم أظفر بهذا الكتاب.

فکر میں ہے اس والی ملک کو جس کے اوصاف مذکور ہو چکے محی الملة والدین یا ناصر الملة والدین کا خطاب مسلمانان ہندوستان کی طرف سے دینا چاہتی ہے، کیا اس جماعت کا یہ فعل قابل تحسین ہے اور لائق تائید بھی، اگر نہیں تو کیا اس کی مخالفت و مزاحمت مسلمانوں پر یا اس میں سے بعض خاص لوگوں پر فرض ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: في الدر المختار: ويكره تحريماً وصفه بما ليس فيه (۱)۔ اس سے حکم واقعہ کا معلوم ہو گیا، یہ تو خطاب دینے والوں کے متعلق تحقیق ہے باقی اگر کوئی خطاب دے تو اس کی مزاحمت و مخالفت سے بہتر یہ ہے کہ تاویل کر کے ساکت رہے کہ خود اہل اسلام میں فتنہ و تشویش نہ ہو (۲)۔ اور تاویل ظاہر ہے، آخر ملت و دین کے کسی شعبہ کا تو احیاء و نصرت واقع ہی ہے۔

۳۰ شعبان ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب، قال الله تعالى: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، مكتبه زكريا ديوبند ۲۲/۳، کراچی ۱۴۹/۲۔
ویدعو للإمام بالصلاح والنصرة وإن كان فاسقاً، ويكره تحريماً وصفه بما ليس فيه من الصفات كالصالح والعدل كما يحرم أن يوصف بما لا يجوز وصف العباد به مثل شاهنشاه الأعظم، ومالك رقاب الناس؛ لأن الأول من صفات الله فلا يجوز وصف العباد به، والثاني: كذب. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۶/ ۲۲۷)

وجاز الدعاء للسلطان بالعدل والإحسان وكره تحريماً وصفه بما ليس فيه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، دار الكتاب ديوبند ص: ۵۱۶)

(۲) والفتنة أشد من القتل. [سورة البقرة، رقم الآية: ۱۹۱]

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



۲۲/ باب: مسائل متعلقہ طاعون و وباء

طاعون سے بھاگنے کی ممانعت

سوال (۲۶۷۲): قدیم ۲/۲۸۲ - حدیث الطاعون کے جملہ فلا تخرجوا فرارا منہا کی مثال مثلاً آیت ولا تمش فی الارض مراحاً کی ہے تو جیسے مطلق مشی منع نہیں، ویسے حدیث سے مطلق خروج منع نہیں بخلاف دخول کے کہ ظاہر حدیث میں مطلقاً منع ہے، اور ظاہر ہے کہ فرار سے مراد ترک مکان ہے۔ اب رہا یہ کہ نہی فرار اگر مطلق غیر مخصوص وغیرہ معلل ہے، تو بغیر مجبوری مثلاً بدبو ناقابل برداشت غیر قابل دفع وغیرہ بقصد تبدیل آب و ہوا ایک کوٹھری سے دوسری کوٹھری میں یا ایک مکان سے دوسرے مکان میں کیا اندرون کیا بیرون شہر کیا دوسرے شہر میں جائز نہ ہونا چاہئے، تاکہ تفویض و تسلیم کے خلاف نہ ہو، مگر یہ کہا جائے کہ باعانت روایت ثانیہ ارض سے مراد بلد ہے، اور فناء بلد حکم میں بلد کے ہے، تو فناء بلد تک فرار جائز ہوگا، اور اگر نہی فرار بلد کی مخصوص ہے یعنی معتقدین تعدیہ کے لئے ہے، جیسا کہ درمختار کا مفہوم ہے، تو اول تخصیص کی دلیل کیا ہے، دوسرے شرط فناء بلد کی معتقدین عدم تعدیہ کے لئے نہیں ہوگی، یہ لوگ نہی میں داخل نہیں تو شرط کیسی؟ اور اگر حضرت عمرؓ کے قول کی وجہ سے معلل بعلت تضرع مرضی کہہ کے مشروط کہی جائے، تو اول تو انہوں نے نو وارد لشکریان کے بارے میں حکم صادر فرمایا تھا، دوسرے یہ کہ اگر قبل طاعون عسکر کا قیام مقام اردن میں کافی طریق سے ثابت ہو جاوے تو بھی اردن و جابیہ ملک شام کے دو شہر ہیں؛ لہذا قبیلہ قبیلہ بلد و بانی سے دوسرے بلد میں فرار کریں، یا چند اشخاص قریب کے موضع میں فرار کریں، اور بوقت ضرورت شریک اہل مصائب ہوا کریں، یا ایسے لڑکے دوسرے موضع میں بھیج دیئے جائیں جو شریک نہیں ہوا کرتے، تو جائز ہونا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ فلا تخرجوا فرارا منہ مذہب قوی میں مخصوص ہے یا غیر مخصوص، معلل ہے یا غیر معلل، اگر مخصوص ہے تو دلیل کیا ہے، اور مخصوص ہونے کی حالت میں کسی کو دوسرے شہر میں فرار جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نو وارد کے بارے میں ہے یا مقیم کے اور اگر مقیم کے بارے میں ثابت ہو تو بصورت عدم خلل پذیر ہونے علت کے مثلاً صورۃ ثلاثہ مذکورہ میں معتقد تعدیہ یا غیر متعدیہ فرار دوسرے شہر میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز ہے تو حضرت عمرؓ نے دوسرے شہر میں جانے کا حکم کیوں فرمایا؟

الجواب: میرے نزدیک محقق یہ ہے کہ نہی عن الفرار معتقد تعدیہ اور غیر تعدیہ کو تو عام ہے لا طلاق الأحادیث (۱)۔ لیکن مقیمین کے ساتھ خاص ہے۔ يدل عليه قوله عليه السلام: فيمكث في بلد. رواه البخاري (۲)۔

اور احکام میں وطن اصلی اور وطن اقامت یکساں ہے، حضرت عمرؓ کے فعل پر بھی شبہ نہ رہا (۳) البتہ بعض

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه يعني الطاعون. (أبو داود شريف، كتاب الجنائز، باب الخروج من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۴۴۲، دار السلام رقم: ۳۱۰۳)

ترمذي شريف، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الفرار من الطاعون، النسخة الهندية ۲۰۴/ ۱، دار السلام رقم: ۱۰۶۵۔

مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۱۸۰، رقم: ۱۵۵۴۔

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۲) حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ذیل

میں مکمل نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیے: ←

محققین نے اس کو معلل کہا ہے، تصدیق حقوق جیران کے ساتھ، اور اس سے صغائر کے نقل کا جواز لازم نہیں آتا؛ کیونکہ مجملہ حقوق جر قلوب بھی ہے۔ اور نقل صغار میں بھی کسر قلوب یقینی ہے (۱) تقریر سوال کا جو حاصل میں نے سمجھا ہے اس کے لئے یہ جواب انشاء اللہ کافی ہے۔ اور اگر کوئی جزورہ گیا ہو تو مکرر پوچھ لیا جاوے۔

۱۸ شعبان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۲۱۲)

← عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه خرج إلى الشام حتى إذا كان بسرغ لقيه أمراء الأجناد أبو عبيدة بن الجراح وأصحابه، فأخبروه أن الوباء قد وقع بأرض الشام، قال ابن عباس: فقال عمر: ادع لي المهاجرين الأولين فدعاهم فاستشارهم وأخبرهم أن الوباء قد وقع بالشام، فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لأمر ولا نرى أن ترجع عنه، وقال بعضهم: معك بقية الناس وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نرى أن تقدمهم على هذا الوباء، فقال: ارتفعوا عني ثم قال: ادع لي الأنصار فدعوتهم فاستشارهم فسلخوا سبيل المهاجرين واختلفوا كماختلفهم فقال: ارتفعوا عني، ثم قال: ادع لي من كان هاهنا من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح، فدعوتهم فلم يختلف منهم عليه رجلاً، فقالوا: نرى أن ترجع بالناس ولا تقدمهم على هذا الوباء فنأدى عمر رضي الله عنه في الناس: إني مصبح على ظهر فأصبحوا عليه، قال أبو عبيدة بن الجراح: أفراراً من قدر الله؟ فقال عمر: لو غيرك قالها يا أبا عبيدة! نعم نفر من قدر الله إلى قدر الله أ رأيت لو كان لك إبل فهبطت وأديا له عدوتان إحداهما خصبة والأخرى جدبة أليس إن رعيت الخصبة رعيتها بقدر الله، وإن رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله، قال: فجاء عبد الرحمن بن عوف، وكان متغيباً في بعض حاجته، فقال: إن عندي في هذا علماً سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه، قال: فحمد الله عمر، ثم انصرف. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب ما ذكر في الطاعون، النسخة الهندية ۲/ ۸۵۳، رقم: ۵۵۰۵، ف: ۵۷۲۹)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/

۲۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۹۔

(۱) وقد ذكر العلماء في النهي عن الخروج حكماً، منها أن الطاعون في الغالب يكون عاماً في البلد الذي يقع به، فإذا وقع فالظاهر مداخلة سببه لمن بها فلا يفيد الفرار ←

حدیث ”فلا تخرجوا فرارا منه“ پر چند شبہات کا جواب

سوال بر جواب بالا (۲۶۷۳): قدیم ۴/۲۸۳ - فقرہ حدیث فلا تخرجوا فرارا

منہ سے شہر سے باہر کرنے کی ممانعت ہے؛ لہذا شہر کی حد میں فرار جائز ہو گا۔

﴿۱﴾ لیکن قریب کے دوسرے موضع میں یا دوسرے شہر میں کسی حالت میں فرار جائز ہے یا نہیں؟

﴿۲﴾ اور اگر معلل ہونے کی حالت میں بھی جائز نہیں ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر اردن سے شہر

جابیہ جانے کا حکم کیوں فرمایا تھا؟

﴿۳﴾ اور قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مخاطبین نے شہر اردن کو قبل طاعون زدہ ہونے کے وطن اقامت

بنایا تھا، یا بعد طاعون ہونے کے؟ اگر بعد شروع طاعون کے کیا تو اس قول سے معللیت حدیث پر استدلال

صحیح ہے یا نہیں؟

﴿۴﴾ اور اس قدر اضافہ کرتا ہوں کہ فقرہ حدیث: فلا تدخلوا فیہ مطلق ہے تو مطلقاً۔

﴿۵﴾ دخول منع ہے یا جائز ہے؟

← لأن المفسدة إذا تعينت حتى لا يقع الإنفكاك عنها كان الفرار عبثا فلا يليق بالعاقل، ومنها أن الناس لو تواردوا على الخروج لصار من عجز عنه بالمرض المذكور أو بغيره ضائع المصلحة لفقد من يتعهد حيا وميتا، وأيضا لو شرع الخروج فخرج الأقوياء لكان في ذلك كسر قلوب الضعفاء، وقد قالوا: إن حكمة الوعيد في الفرار من الزحف لما فيه من كسر قلب من لم يفروا إدخال الرعب عليه بخذلانه. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما ذكر في الطاعون، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۰/۲۳۲، دار الريان للتراث ۱۰/۲۰۰)

قوله: (وإذا وقع الطاعون ببلد وأنتم منه فلا تخرجوا منه، وإذا وقع ببلد ولستم فيه فلا تدخلوا إليه) حكمة الأول أن أهل البلد لو مكثوا من ذلك لذهبوا وتركوا المرضى فيضيعون. والثاني: أن من قدم ربما أصابه فيسند ذلك إلى قدمه فيزل قدمه، ومحل الأمرين حيث لا ضرورة إلى الخروج أو الدخول وإلا فلا إثم كما هو الظاهر. (مراجعة المفاتيح، كتاب الإيمان، قبيل باب في الوسوسة، مكتبه إمداديه ملتان ۱/۱۳۲-۱۳۳)

﴿۶﴾ اور ہے تو کسی مجبوری کی وجہ سے یا بغیر مجبوری بھی مثلاً دوسرے موضع سے طاعونی موضع میں جا کر مریض کو دیکھنا یا جمعہ پڑھنا یا تکفین یا عبادت کرنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿۷﴾ اور اگر جائز ہے تو نہ کرنے والا ملام و گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب عن السؤال على أصل الجواب: ﴿۱﴾ جائز نہ ہوگا لوجود الفراق (۱)۔

﴿۲﴾ کیونکہ نبی خاص ہے مقیمین کے ساتھ کماذکر فی الجواب السابق (۲)۔

﴿۳﴾ محمول اس پر ہوگا کہ وطن اقامت نہ بنایا تھا جیسا کہ لشکر مغازہ میں رہتا ہے۔

﴿۴﴾ یہ جز و سوال کا سمجھ میں نہیں آیا، بوجہ اجمال عبارت کے پھر یہ مبنی ہے وطن اقامت بنانے پر اور وہ خود ثابت نہیں (الجواب عن الاضافه)

﴿۵﴾ مطلقاً منع نہیں۔ لأن الضرورة مستثناة بإطلاق الدلائل.

﴿۶﴾ حاجت کے وقت جائز ہے، گو وہ درجہ مجبوری تک نہ پہنچی ہو (۳)۔

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النصر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

(۲) عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۳) حکمة الأول أن أهل البلد لو مكنوا من ذلك لذهبوا وتركوا المرضى فيضيعون. والثاني: أن من قدم ربما أصابه فيسند ذلك إلى قدومه فيزل قدمه، ومحل ←

﴿۷﴾ جائز ہے خواہ دوسرے دلائل سے واجب ہو یا نہ ہو، اگر واجب بھی ہوگا تو ترک پر ملامت ہوگی۔
والا فلا۔ فقط۔ ۳ / رمضان ۱۴۳۲ھ (تمتہ اولیٰ ص ۳۱۵)

حفظ ماتقدم کے لئے دفع طاعون کی دوا کرنا

سوال (۲۶۷۷): قدیم ۲۸۴/۲ - قبل ابتلائے مرض بطور حفظ ماتقدم تدبیر تداوی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تداوی بالمباح قبل سے بھی جائز ہے (۱) ۱۲ / صفر ۱۴۳۳ھ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۶)

← الأمرین حیث لا ضرورة إلى الخروج أو الدخول وإلا فلا إثم كما هو الظاهر. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، قبیل باب فی الوسوسة، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱ / ۱۳۲ - ۱۳۳)
واتفق العلماء على جواز الخروج بشغل وغرض غير الفرار ودليله صريح الأحاديث. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸ / ۲۳۲)

وفي هذه الأحاديث منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فراراً من ذلك، أما الخروج لعارض فلا بأس به. (شرح النووي على المسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲ / ۲۲۸)

(۱) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداووا ولا تداءوا بحرام. (أبو داود شريف، کتاب الطب، باب فی الأدوية المكروهة، النسخة الهندية ۲ / ۵۴۱، دار السلام رقم: ۳۸۷۴)

عن أسامة بن شريك قال: قالت الأعراب يا رسول الله! ألا نتداوى؟ قال: نعم يا عباد الله! تداووا فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء أو قال دواء إلا داء واحدا قالوا يا رسول الله وما هو؟ قال: الهرم. (ترمذي شريف، أبواب الطب، باب ماجاء في الدواء والحث عليه، النسخة الهندية ۲ / ۲۴، دار السلام رقم: ۲۰۳۸)

الاشتغال بالتداوي لا بأس به إذا اعتقد أن الشافي هو الله تعالى، وأنه جعل الدواء سبباً، أما إذا اعتقد أن الشافي هو الدواء فلا. (هندية، کتاب الكراهية، الباب الثامن عشر: في التداوي والمعالجات، قديم زكريا ۵ / ۳۵۴، جديد زكريا ديوبند ۵ / ۴۰۹) ←

ٹیکہ طاعون کی تحقیق

سوال (۲۶۷۵): قدیم ۴/۲۸ - باصول ڈاکٹری طاعونی ٹیکہ اندازی جس کا عرق بقول بعض موش و خر موش متاثرہ طاعون کا عصارہ کیمیائی ہے، اور بقول بعض لحم خنزیر کا عصارہ بھی اس میں مزوج ہونا بیان کیا جاتا ہے، باقی حال اجزائے نجسہ میتہ کا بذریعہ ٹیکہ جسم و خون میں بخلاف ارشاد لا شفاء فی الحرام دائرہ سائر کرنا درست ہو سکتا ہے یا کیا؟

الجواب: تیقن شفاء میں بعض متاخرین نے تدائی بالحرّام کی رخصت دی ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱)۔

۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ (تمہ اولیٰ ص ۲۱۶ و حوادث اول و ثانی ص ۵۰)

← وفي الأحاديث الصحيحة الأمر بالتداوي وأنه لا ينافي التوكل كما لا ينافية دفع داء الجوع والعطش، والحر والبرد بأضدادها بل لا تتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب التي نصبها الله مقتضيات لمسيباتها قدرا وشرعا. (زاد المعاد، في هدي خير العباد، فصل الطب النبوي، فصل لكل داء دواء، مؤسسه الرسالة بيروت ۱۴ / ۱۴)

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر: في التداوي والمعالجات، المجلس العلمي ۸ / ۸۱، رقم: ۹۶۳۴ -

(۱) اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي، وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الطهارة، قبيل فصل في البئر، مطلب: في التداوي بالمحرم، مكتبه زكريا ديوبند ۱ / ۳۶۵-۳۶۶، كراچی ۱ / ۲۱۰)

الاستشفاء بالمحرم إنما لا تجوز إذا لم يعلم فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء، وليس له دواء آخر غيره يجوز الاستشفاء به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر: في التداوي والمعالجات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸ / ۲۰۰، رقم: ۲۸۵۰۴)

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية، الفصل التاسع عشر الخ، المجلس العلمي ۸ / ۸۲، رقم: ۹۶۳۸ - ←

ایام طاعون میں ایک گھر سے دوسرے گھر میں یا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں چلے جانے کا جواز

سوال (۲۶۷۶): قدیم ۲/۲۸۴ - دوسرے طاعونی مقام سے تخیلہ و نقل مکان جو طبعاً ضروری خیال کیا گیا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: انتقال بلد درست نہیں، ایک ہی بلد میں محلہ یا دار کا نقل درست ہے (۱)۔

۱۲ صفر ۱۳۳۳ھ (تمہ اولیٰ ص ۲۱۶)

طاعون سے بھاگنے کی ممانعت منصوص ہے قیاس کی ضرورت نہیں

سوال (۲۶۷۷): قدیم ۲/۲۸۵ - ایک فریق مسلمان کا طاعون سے فرار کو شل فرار عن الزحف خیال کرتا ہے جس کی تائید آیت قرآنی (قل لن یفعلکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذاً لا تمتعون الا قليلاً) (۲) سے ہوتی ہے، دوسرا فریق فرمان نبوی (فر من المجذوم کما تفر من الأسد) کے احتجاج پر خلاف ارشاد سراپا ارشاد (لا طیرة ولا عدوی) مرض طاعون کے تعدیہ و سرایت کا قائل ہو کر فرار کو قرار پر اقدم سمجھتا ہے، ان دونوں میں کون صواب پر ہے؟

← يجوز للعلیل شرب الدم والبول وأكل المیتة للتداوي إذا أخبره طیب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه (هندیة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر: فی التداوي والمعالجات، قدیم زکریا دیوبند ۵/۳۵۵، جدید زکریا دیوبند ۵/۴۱۰)

شرط الحنفیة لجواز التداوي بالنجس والمحرم أن یعلم أن فيه شفاء ولا یجد دواء غیره، قالوا: وما قیل إن الاستشفاء بالحرام حرام غیر مجری علی إطلاقه، وإن الاستشفاء بالحرام إنما یجوز إذا لم یعلم أن فيه شفاء أما إذا علم ولس له دواء غیره فیجوز. (الموسوعة الفقهیة الكويتیة ۱۱/۱۱۹)

(۱) عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابراً محتسباً يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۲) سورة الأحزاب، رقم الآية: ۱۶۔

الجواب: نہی عن الفرار من الطاعون منصوص ہے (۱)۔ اور اجازت اس کی فرار من المجذوم (۲) پر متقیس ہے، اور نص مقدم ہے قیاس پر؛ لہذا قول نبی صواب ہے۔

۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۶)

طاعون عمواس میں حضرت عمرؓ کے حکم نقل از بلدہ سے فرار پر استدلال درست نہیں

سوال (۲۶۷۸): قدیم ۲/۲۸۵ - تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ مرض قرون سابقہ بلکہ زمانہ صحابہؓ میں بھی ہوا کیا ہے، آیا یہ روایت صحت کو پہنچی ہے کہ خلیفہ دوم جناب عمرؓ نے اس لشکر اسلام کو جو

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه يعني الطاعون. (أبو داود شريف، كتاب الجنائز، باب الخروج من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۴۴۲، دار السلام رقم: ۳۱۰۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

ترمذي شريف، أبواب الجنائز، باب ماجاء في كراهية الفرار من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۴، دار السلام رقم: ۱۰۶۵۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب الجذام، النسخة الهندية ۲/ ۸۵۰، رقم: ۵۴۸۸، ف: ۵۷۰۷)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بامارت حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح معرکہ شام میں گیا تھا بمقام عمواس یہ مرض طاعون شائع ہونے کی اطلاع ہونے پر تحلیل و تبدیل مقام کافرمان صادر فرمایا تھا؟

الجواب : منقول تو ہے (۱) اور وجہ صحت کی تحقیق نہیں؛ لیکن اگر مان بھی لیا جاوے تب بھی فرار کے جواز کی دلیل نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ علت نہی کی ضیاع حقوق مرضی و موتی ہے (۲) اور وہ بانقال بعض میں ہے اور یہاں نقل کل کی ہوئی؛ لہذا اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ ۱۲/ صفر ۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۲۱)

(۱) عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه خرج إلى الشام حتى إذا كان بسرغ لقيه أمراء الأجناد أبو عبيدة بن الجراح وأصحابه، فأخبروه أن الوباء قد وقع بأرض الشام، قال ابن عباس: فقال عمر: ادع لي المهاجرين الأولين فدعاهم فاستشارهم وأخبرهم أن الوباء قد وقع بالشام، فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لأمر ولا نرى أن ترجع عنه، وقال بعضهم: معك بقية الناس وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نرى أن تقدمهم على هذا الوباء، فقال: ارتفعوا عني ثم قال: ادع لي الأنصار فدعوتهم فاستشارهم فسلخوا سبيل المهاجرين واختلفوا كما اختلفاهم فقال: ارتفعوا عني، ثم قال: ادع لي من كان هاهنا من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح، فدعوتهم فلم يختلف منهم عليه رجلان، فقالوا: نرى أن ترجع بالناس ولا تقدمهم على هذا الوباء، فنادى عمر رضي الله عنه في الناس: إني مصبح على ظهر فأصبحوا عليه، قال أبو عبيدة بن الجراح: أفرارا من قدر الله؟ فقال عمر: لو غيرك قالها يا أبا عبيدة! نعم نفر من قدر الله إلى قدر الله أرايت لو كان لك إبل فهبطت واديا له عدوتان إحداهما خصبة والأخرى جدبة ألبس إن رعيت الخصبة رعيتها بقدر الله، وإن رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله، قال: فجاء عبد الرحمن بن عوف، وكان متغيبا في بعض حاجته، فقال: إن عندي في هذا علما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال: فحمد الله عمر، ثم انصرف. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب ما ذكر في الطاعون، النسخة الهندية ۲/ ۸۵۳، رقم: ۵۵۰۵، ف: ۵۷۲۹)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/

۲۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۹۔

(۲) وقد ذكر العلماء في النهي عن الخروج حكما، منها أن الطاعون في الغالب ←

فرار عن الطاعون کو سبب نجات سمجھنے والا کافر نہیں ہے ہاں سخت فاسق ہے

سوال (۲۶۷۹): قدیم ۴/۲۸۵ - اگر طاعونی مقام سے کوئی شخص فرار کرے، اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر بھاگ جاؤں گا تو ضرور بچ جاؤں گا، اور اگر نہ بھاگوں گا تو ضرور مر جاؤں گا، تو ایسے شخص کی طرف کفر کی نسبت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: نہیں، مگر گنہگار سخت ہے (۱)۔ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۷)

← یكون عاما في البلد الذي يقع به، فإذا وقع فالظاهر مداخلة سببه لمن بها فلا يفيد الفرار لأن المفسدة إذا تعينت حتى لا يقع الانفكاك عنها كان الفرار عبثا فلا يليق بالعاقل، ومنها أن الناس لو تواردوا على الخروج لصار من عجز عنه بالمرض المذكور أو غيره ضائع المصلحة لفقد من يتعهده حيا وميتا، وأيضا لو شرع الخروج فخرج الأقوياء لكان في ذلك كسر قلوب الضعفاء، وقد قالوا: إن حكمة الوعيد في الفرار من الزحف لما فيه من كسر قلب من لم يفر وإدخال الرعب عليه بخذلانه. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۰/۲۳۲، دار الريان للتراث ۱۰/۲۰۰)

قوله: (وإذا وقع الطاعون ببلد وأنتم فيه فلا تخرجوا منه، وإذا وقع ببلد ولستم فيه فلا تدخلوا إليه) حكمة الأول أن أهل البلد لو مكثوا من ذلك لذهبوا وتركوا المرضى فيضيعون. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، قبيل باب في الوسوسة، مكتبه إمداديه ملتان ۱/۱۳۲-۱۳۳) الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۳۳۲ -

(۱) عن معاذة بنت عبد الله قالت: دخلت على عائشة رضي الله عنها فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تفني أمتي إلا بالطعن والطاعون، قلت: يا رسول الله! هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة البعير والمقيم بها كالشهيدي والفار منها كالفار من الزحف. (مسند أحمد بن حنبل ۶/۱۴۵، رقم: ۲۵۶۳۱)

عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الطاعون: الفار منه كالفار يوم الزحف، ومن صبر فيه كان له أجر شهيد. (مسند أحمد بن حنبل ۳/

بلا عقیدہ مذکورہ بالا بھانگنا بھی گناہ کبیرہ ہے

سوال (۲۶۸۰): قدیم ۲۸۵/۴ - اگر کوئی شخص طاعونی مقام سے بغیر عقیدہ مذکورہ بالا محض بخوف طاعون بلا لحاظ کسی دوسری ضرورت و عوارض کے بھاگ جائے تو وہ مرتکب کبیرہ کا ہے یا نہیں؟ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ”اشعة اللمعات“ میں حدیث الفار من الطاعون کالفار من الزحف کی شرح میں جو فرمایا ہے کہ (ازیں حدیث معلوم می شود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است) چنانکہ فرار از زحف، و اگر اعتقاد کند کہ اگر نہ گریز دالبتہ می میرد، و اگر بگریز دلسلامت می ماند آں خود کفر است (۱) تو یہ حکم صحیح اور قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

← وإذا خرج من بلدة بها الطاعون، فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس بأن يخرج ويدخل وإن كان عنده أنه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لاعتقاده، وعليه حمل النهي في الحديث الشريف. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الخنثی، قبیل کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۴۸۸، کراچی ۶/ ۷۵۷) قوله: (كالفار من الزحف) شبه به في ارتكاب الكبيرة. (شرح الطيبي، الجنائز، قبیل باب تمني الموت وذكره، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۳۳۶)

منهم من قال: النهي فيه للتنزيه فيكره ولا يحرم وخالفهم جماعة فقالوا: يحرم الخروج منها لظاهر النهي الثابت في الأحاديث الماضية، وهذا هو الراجح عند الشافعية وغيرهم، ويؤيده ثبوت الوعيد على ذلك، فأخرج أحمد وابن خزيمة من حديث عائشة مرفوعاً في أثناء حديث بسند حسن ”قلت: يا رسول الله! فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة الإبل، المقيم فيها كالشهيد، والفار منها كالفار من الزحف“ وله شاهد من حديث جابر رفعه ”الفار من الطاعون كالفار من الزحف والصابر فيها كالصابر في الزحف“، أخرجه أحمد أيضاً وابن خزيمة، وسنده صالح للمتابعات. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ۱۰/ ۲۳۱، دارالريان للتراث ۱۰/ ۱۹۸)

مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، قبیل باب تمني الموت وذكره، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۳/ ۳۸۲ -

(۱) أشعة اللمعات شرح المشكوة، کتاب الجنائز، قبیل باب تمني الموت وذكره، مکتبہ

نوریہ رضویہ پاکستان ۱/ ۶۵۳ -

الجواب : یہ مرتکب کبیرہ کا ہے (۱)۔ اور شیخ کا حکم کبیرہ کا بلاتا ویل صحیح ہے اور کفر کا حکم اس تاویل سے صحیح ہے کہ جب وہ خدا تعالیٰ کو اس کے خلاف پر قادر نہ سمجھے جیسا کہ اہل سائنس کا اصل مذہب ہے۔
(تتمہ اولیٰ ص ۲۱۷)

(۱) عن معاذة بنت عبد الله قالت: دخلت على عائشة رضي الله عنها فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تفني أمتي إلا بالطعن والطاعون، قلت: يا رسول الله! هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة البعير والمقيم بها كالشهيـد والفار منها كالفار من الزحف. (مسند أحمد بن حنبل ۶ / ۱۴۵، رقم: ۲۵۶۳۱)
عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الطاعون: الفار منه كالفار يوم الزحف، ومن صبر فيه كان له أجر شهيد. (مسند أحمد بن حنبل ۳ / ۳۵۲، رقم: ۱۴۸۵۳)

قوله: (كالفار من الزحف) شبه به في ارتكاب الكبيرة. (شرح الطيبي، الجنائز، قبيل باب تمنى الموت وذكره، مكتبة زكريا ديوبند ۳ / ۳۳۶)
قيل: شبه به في إبطال أجر الشهادة لا في أنه كبيرة، وقال الطيبي: شبه به في ارتكاب الكبيرة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، قبيل باب تمنى الموت وذكره، مكتبة إمداديه ملتان ۳ / ۳۸۲)

منهم من قال: النهي فيه للتنزيه فيكره ولا يحرم وخالفهم جماعة فقالوا: يحرم الخروج منها لظاهر النهي الثابت في الأحاديث الماضية، وهذا هو الراجح عند الشافعية وغيرهم، ويؤيده ثبوت الوعيد على ذلك، فأخرج أحمد وابن خزيمة من حديث عائشة مرفوعاً في أثناء حديث بسند حسن "قلت: يا رسول الله! فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة الإبل، المقيم فيها كالشهيد، والفار منها كالفار من الزحف" وله شاهد من حديث جابر رُفِعَ "الفار من الطاعون كالفار من الزحف والصابر فيها كالصابر في الزحف"، أخرجه أحمد أيضاً وابن خزيمة، وسنده صالح للمتابعات. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، مكتبة أشرفيه ديوبند ۱۰ / ۲۳۱، دار الريان للتراث ۱۰ / ۱۹۸)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بغرض تبدیل آب و ہوا بھی فرار جائز نہیں

سوال (۲۶۸۱): قدیم ۴/۲۸۶- اگر کوئی شخص کسی مقام سے بوقت شدت طاعون کسی دوسرے شہر میں چلا جائے اور ظاہر کرے کہ میں بغرض تبدیل آب و ہوا گیا تھا، اور اس قسم کا نقل مکان جائز ہے تو ایسا شخص فرار من الطاعون کا مصداق ہے یا نہیں؟ اور اگر اس طرح نقل مکان جائز ہے تو فرار من الطاعون کی کوئی صورت ہوگی؟ اور حدیث الفسار من الطاعون كالفسار من الزحف و نیز دیگر احادیث مشعر بر حرمت فرار کس پر محمول ہوں گی۔ بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔

الجواب: جب علت ذہاب کی طاعون ہے تو یہ بھی فرار ہے (۱)۔

۲۲ رجب ۱۳۳۰ھ (تمتہ اولیٰ ص ۲۱۷)

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه يعني الطاعون. (أبو داود شريف، كتاب الجنائز، باب الخروج من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۴۴۲، دار السلام رقم: ۳۱۰۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

ترمذي شريف، أبواب الجنائز، باب ماجاء في كراهية الفرار من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۴، دار السلام رقم: ۱۰۶۵۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مقام طاعون میں داخل ہونے سے متعلق اشکال کا جواب

سوال (۲۶۸۲): قدیم ۴/۲۸۶ - اس احقر سے ایک طبیب ماہر فن نے سوال کیا کہ جب حدیثوں سے عدوی یعنی تعدیہ مرض کی نفی ثابت ہوتی ہے، تو پھر مقام طاعون میں جانے کی ممانعت کی کیا وجہ ہے، البتہ اگر عدوی ثابت مانا جاوے تو وجہ اس نفی کی ظاہر ہے کہ مرض سے بچانے کے لئے ہے۔ انتہی بخلاصہ؟

احقر نے اس کے جواب میں ایک تقریر عرض کی تھی، چونکہ مجمع حاضرین کو جن میں اکثر اہل علم تھے اس سے شفا ہوئی؛ اس لئے اس کا ضبط اور اشاعت کرنا مستحسن معلوم ہوا۔ وہو ہذہ:

قلبت: اس کی تحقیق موقوف ہے اس پر کہ عدوی کے متعلق تحقیق کی جاوے کہ اس کی اصل ہے یا نہیں؟ سو اس باب میں دو قسم کی حدیثیں ہیں۔ اول وہ جن سے ظاہر عدوی کی نفی ہوتی ہے، جیسے حدیث لا عدوی (۱)۔ اور دوسری وہ جن سے اس کے وجود کا شبہ پڑتا ہے، جیسے حدیث فر من المجذوم کما تفر من الأسد (۲)۔ یعنی جذامی سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے، اور بھی حدیثیں اس مضمون کی آئی ہیں، چونکہ ظاہراً اس میں صورت تعارض کی معلوم ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا عدوى، ولا طيرة ولا هامة، ولا صفر. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب لا هامة ولا صفر، النسخة الهندية ۸۵۷/۲، رقم: ۵۵۳۳، ف: ۵۷۵۷)

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة ولا غول. (مسلم شريف، كتاب السلام، باب لا عدوى ولا طيرة ولا هامة، النسخة الهندية ۲/۲۳۰، بيت الأفكار رقم: ۲۲۲۲)

ترمذي شريف، أبواب السير، باب ماجاء في الطيرة، النسخة الهندية ۱/۲۹۰، دار السلام رقم: ۱۶۱۵۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم کما تفر من الأسد. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب الجذام، النسخة الهندية ۲/۸۵۰، رقم: ۵۴۸۸، ف: ۵۷۰۷)

ارشادوں میں بوجہ آپ کے صادق و مصدوق ہونے کے حقیقتاً تعارض ہو نہیں سکتا۔ لٰن المتعارضین يستلزم صدق أحدهما كذب الآخر والكذب ينا في النبوة۔ اس لئے ان حدیثوں میں جمع کرنا ضرور ہوا، پس جمع کے باب میں علماء نے دو مختلف مسلک اختیار کئے، بعض نے لاعدوی کو اپنے ظاہر پر رکھ کر فرمن المجذوم وغیرہ میں تاویل کی، اور بعض نے فرمن المجذوم کو ظاہر پر رکھ کر لاعدوی کو ظاہر سے منصرف کیا، چنانچہ اہل مسلک اول نے یہ کہا کہ عدوی مطلقاً وراًساً منفی ہے، اس کا کسی درجہ میں بھی وجود نہیں، اور جذامی سے بچنے کا جو امر فرمایا ہے، نہ کہ احتمال عدوی سے بلکہ سدّ ذرائع کے طور پر اعتقاد عدوی سے حفاظت کرنے کے لئے، یعنی اگر جذامی سے اختلاط کیا، اور اتفاق سے ابتداء اس کو بھی مستقل سبب سے جذام ہو گیا، تو اس شخص کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید جذام کا تعدیہ ہوا ہے، اور اس میں فساد اعتقاد ہے، پس اس سے دور ہی رہنا چاہئے، تاکہ کسی حال میں تعدیہ کا احتمال پیدا نہ ہو۔

اور اہل مسلک ثانی نے یہ کہا کہ عدوی کی نفی سے مطلقاً نفی کرنا مقصود نہیں؛ کیونکہ اس کا مشاہدہ ہے، گو اس مشاہدہ کا اہل مسلک اول یہ جواب دے سکتے ہیں کہ مشاہدہ اگر ہے تو صرف اس قدر ہے کہ ایک مریض کے اختلاط کے بعد دوسرا شخص مریض ہو گیا، مگر اس تسبب اول کا ثانی کے لئے اور ترتب ثانی کا اول پر، یہ کیسے ثابت ہوا، اقتران فی الوجود دلیل تاثر نہیں ہو سکتی، مگر اہل مسلک ثانی نے اس کو خلاف ظاہر سمجھ کر یہ کہا کہ مطلق عدوی کی نفی اس سے مقصود نہیں؛ بلکہ اس عدوی کی نفی مقصود ہے جس کے قائل اہل جاہلیت تھے اور جس کے معتقدین سائنس اب بھی قائل ہیں، یعنی بعض امراض میں خاصیت طبعی لازمی ہے، کہ ضرور متعدی ہوتے ہیں، تخلف کبھی ہوتا ہی نہیں، سو اس کی نفی فرمائی گئی ہے، اور یہ معنی جس طرح نص سے منفی ہیں، اسی طرح مشاہدہ سے بھی منفی ہیں، چنانچہ مثلاً کسی مقام پر طاعون ہی پھیلتا ہے، بعد ارتقاع کے جب دیکھا جاتا ہے تو اموات کی تعداد محفوظین کی تعداد سے بہت کم ہوتی ہے، اگر عدوی ضروری ہوتا تو اس کا عکس ہوتا؛ بلکہ کوئی بچتا ہی نہیں، غرض تعدیہ کے طبعی و لازمی ہونے کی نفی فرمائی گئی ہے۔ اور اگر مثل دوسرے اسباب مختملہ کے اس کو بھی مفضی فی الجملہ و موثر فی وقت دون وقت مان لیا جاوے، جیسے محققین اطباء جس جگہ انفعال و خواص قوی طبعیہ و اعضاء کے یا اغزیہ و ادویہ کے بیان کرتے ہیں، وہاں باذن خالقہا کی قید بھی لگا دیتے ہیں۔ اس طرح سے عدوی کے قائل ہونے میں کچھ حرج نہیں۔ اور فرار من المجذوم کی علت اسی درجہ

کے احتمال عدوی کو قرار دیا ہے (۱)۔ اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سائل کے جواب میں (جس نے ایک اونٹ کے خاشقی ہونے کے بعد دوسرے اونٹوں کے خاشقی ہو جانے کا، اشکال پیش

(۱) وفي طريق الجمع مسالك أخرى: أحدها: نفي العدوي جملة وحمل الأمر بالفرار من المجذوم على رعاية خاطر المجذوم؛ لأنه إذا رأى الصحيح البدن السليم من الآفة تعظم مصيبته وتزداد حسرته. وثانيها: حمل الخطاب النفي والإثبات على حالتين مختلفتين، فحيث جاء لا عدوى كان المخاطب بذلك من قوى يقينه وصح توكله بحيث يستطيع أن يدفع عن نفسه اعتقاد العدوى كما يستطيع أن يدفع التطير الذي يقع في نفس كل أحد لكن القوى اليقين لا يتأثر، وهذا مثل ما تدفع قوة الطبعية العلة فتبطلها وحيث جاء ”فر من المجذوم“ كان المخاطب بذلك من ضعف يقينه ولم يتمكن تمام التوكل فلا يكون له قوة على دفع اعتقاد العدوى، فأريد بذلك سد باب اعتقاد العدوى عنه بأن لا يياشر ما يكون سببا لإثباتها ثالث المسالك: قال قاضي أبو بكر الباقلاني: إثبات العدوى في الجذام ونحوه مخصوص من عموم نفي العدوى، قال: فيكون معنى قوله: ”لا عدوى“ أي إلا من الجذام والبرص والجرب مثلاً، قال: فكأنه قال لا يعدي شيء شيئاً إلا ما تقدم تبييني له أن فيه العدوى، وقد حكى ذلك ابن بطال. رابعها: أن الأمر بالفرار من المجذوم ليس من باب العدوى في شيء بل هو لأمر طبعي وهو انتقال الداء من جسد لجسد بواسطة الملامسة والمخالطة، وشم الرائحة، ولذلك يقع في كثير من الأمراض في العادة انتقال الداء من المريض إلى الصحيح بكثرة المخالطة، وهذه طريقة ابن قتيبة فقال: المجذوم تشتد رائحته حتى يسقم من أطال مجالسته ومحادثته ومضاجعته، وكذا يقع كثيراً بالمرأة من الرجل وعكسه، وينزع الولد إليه، ولهذا يأمر الأطباء بترك مخالطة المجذوم لا على طريق العدوى بل على سبيل التأثير بالرائحة؛ لأنها تسقم من واطب اشتماها المسلك الخامس: أن المراد بنفي العدوى أن شيئاً لا يعدي بطبعه نفياً لما كانت الجاهلية تعتقده أن الأمراض تعدي بطبعها من غير إضافة إلى الله، فأبطل النبي صلى الله عليه وسلم اعتقادهم ذلك، وأكل مع المجذوم ليبين لهم أن الله هو الذي يمرض ويشفي، ونهاهم عن الدنو منه ليبين لهم أن هذا من الأسباب التي أجرى الله العادة بأنها تفضي إلى مسبباتها ففي نهيه إثبات الأسباب، وفي فعله إشارة إلى أنها لا تستقل بل هو الله الذي إن شاء سلبها قواها فلا تؤثر ←

کیا تھا) یہ فرمانا کہ فمن اعدی الاول (۱)۔ یعنی پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگا دی تھی، اس مسلک کے مزاحم نہیں؛ کیونکہ ممکن ہے کہ مقصود اسی تعدیہ کی نفی ہو، جس کا قائل وہ سائل تھا، غرض عدوی کے باب میں یہ تحقیق ہے جس پر جواب مقصود و موقوف ہے۔

اب اس کے بعد جواب اصل سوال کا معلوم ہو جاوے گا، یعنی نہی عن الدخول فی مکان الطاعون کی علت ان دونوں مسلکوں پر جدا جدا ہوگی، پس اہل مسلک اول جو کہ عدوی کو رؤساً و اساساً منفی کہتے ہیں، یہ کہیں گے کہ یہ نہی بوجہ احتمال عدوی کے نہیں؛ بلکہ اس لئے ہے کہ شاید مقام طاعون میں جانے سے کسی مستقل سبب سے اس کو بھی طاعون ہو جاوے، اور اس کو یا دوسروں کو یہ وسوسہ ہو کہ دوسروں کا طاعون اس کو لگ گیا، اور خواہ مخواہ اعتقاد خراب ہو؛ اس لئے خود جانے ہی سے جس میں احتمال تھا، فساد اعتقاد کا منع فرمادیا، اور اہل مسلک ثانی جو کہ مرتبہ سبب غیر لازم التاثر میں عدوی کو ثابت مانتے ہیں یہ کہیں گے کہ اسی واسطے جانے سے منع فرمادیا کہ شاید وہاں کے طاعون کا اس میں بھی اثر ہو جاوے، گو دوسرا بھی احتمال ہے کہ

← شیئا، وإن شاء أبقاها فأثرت المسلك السادس: العمل بنفي العدوى ورأساً، وحمل الأمر بالمجانبة على حسم المادة وسد الذريعة لئلا يحدث للمخالط شيء من ذلك فيظن أنه بسبب المخالطة فيثبت العدوى التي نفاها الشارع وإلى هذا القول ذهب أبو عبيدة وتبعه جماعة، فقال أبو عبيد: ليس في قوله: "لا يورد ممرض على مصح" إثبات العدوى بل لأن الصحاح لو مرضت بتقدير الله تعالى ربما وقع في نفس صاحبها أن ذلك من العدوى، فيفتتن ويتشكك في ذلك، فأمر باجتنابه الخ. (فتح الباري، كتاب الطب، باب الجذام، مكتبته أشرفيه ديوبند ۱۰/ ۱۹۷-۱۹۸، دارالريان للتراث ۱۰/ ۱۶۹-۱۷۰)

الكوكب الدرّي، أبواب الجنائز، البحث في العدوى، المكتبة الحيوية سهارنپور ۱/ ۳۱۱-۳۱۰۔

تكملة فتح الملهم، الطب، باب لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر الخ، مسألة تعدية الأمراض، مكتبته أشرفيه ديوبند ۴/ ۳۷۰-۳۷۱۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى ولا صفر ولا هامة، فقال أعرابي: يا رسول الله فما بال الإبل تكون في الرمل كأنها الظباء فيخالطها البعير الأجرب فيجربها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فمن أعدى الأول. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب لا هامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۵۹، رقم: ۵۵۴۵، ف: ۵۷۷۰)

یہ اثر نہ ہو، غرض بلا ضرورت خطرہ ہلاکت میں کیوں پڑے گو وہ یقینی نہ ہو، مگر ہلاکت کے اسباب مثل تناول سم وغیرہ کا ارتکاب بھی تو قصداً بلا ضرورت نقلاً و عقلاً ممنوع ہے (۱) گو اس سے کبھی بچ بھی جاتا ہے؛ البتہ جس کی مضرت اس سے بھی کم محتمل ہو جیسے معمولی بد پر ہیزی وہ داخل نہیں نہ ہوگی۔ اور اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ جب عدوی اسباب مشکوکہ میں سے ہے تو نہی عن الدخول تو موجب ہو گیا، لیکن نہی عن الخروج کیوں ہے، چاہئے کہ خروج جائز ہو؛ کیونکہ خطرہ محتمل الضرر میں واقع ہونے کے بعد اس سے خارج ہو جانا عقلاً اور بدلائل نصوص نقلاً بھی جائز؛ بلکہ اولیٰ ہے، جیسے مرض کہ اسباب مشکوکہ موت سے ہے، اور تدوی سے غرض خروج عن المرض ہوتا ہے، اور اجماعاً جائز ہے (۲)۔ اسی طرح یہاں بھی خروج جائز ہونا چاہئے تھا، تو جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ بیشک اس کا مقتضایٰ نفسہ تو یہی تھا، جیسا صاحب شبہ نے کہا ہے؛ لیکن عقل اور نقل نے ایک دوسرا قاعدہ بھی مقرر و مسلم رکھا ہے کہ جہاں ایک شخص کے ضرر مشکوک سے بچنے میں دوسرے شخص کا جس کا اس کے ذمہ حق اعانت ہو یقینی ضرر لازم آوے وہاں اس کو ضرر مشکوک سے بچنے کی اجازت نہیں، مثلاً کسی گھر میں آگ لگ گئی اگر پڑوسی نہیں بجھاتے ہیں تو درجہ شک میں احتمال ہے کہ شاید اس آگ

(۱) لا خلاف بین الفقهاء فی حرمة تناول ما يقتل من السم بلا حاجة إليه لقوله تعالى: (ولا تعلقوا بأيديكم إلى التهلكة) وقال عز من قائل: (ولا تقتلوا أنفسكم). (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۵ / ۲۵۵)

(۲) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداوا ولا تداءوا بحرام. (أبو داود شريف، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة، النسخة الهندية ۲ / ۵۴۱، دار السلام رقم: ۳۸۷۴)

عن أسامة بن شريك قال: قالت الأعراب يا رسول الله! ألا نتداوى؟ قال: نعم يا عباد الله! تداءوا فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء أو قال دواء إلا داء واحدا قالوا يا رسول الله وما هو؟ قال: الهرم. (ترمذي شريف، أبواب الطب، باب ماجاء في الدواء والحث عليه، النسخة الهندية ۲ / ۲۴، دار السلام رقم: ۲۰۳۸)

الاشتغال بالتداوي لا بأس به إذا اعتقد أن الشافي هو الله تعالى، وأنه جعل الدواء سبباً، أما إذا اعتقد أن الشافي هو الدواء فلا. (ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر: فی التداوی والمعالجات، قدیم زکریا ۵ / ۳۵۴، جدید زکریا دیوبند ۵ / ۴۰۹)

کا صدمہ اُن بچانے والوں کو بھی پہنچے، مگر شک ہی شک ہے، ممکن ہے کہ کچھ صدمہ نہ پہنچے، تو کیا ان پڑوسیوں کو یہ اجازت ہوگی کہ کھڑے دیکھا کریں، اور بچانے کی کوشش نہ کریں، غرض قاعدہ سابقہ کہ خطرہ مشکوکہ سے خارج ہونا جائز ہے، مقید ہوا اس قید کے ساتھ کہ جب اس خروج میں دوسرے کا ضرر یقینی نہ ہو، اور طاعون سے فرار کرنے میں دوسرے لوگ جو باقی رہ جاتے ہیں اُن کا کسرِ قلب اور زیادہ توحش و ضیاع ہے جو کہ مضاربِ یقینیہ ہیں؛ اس لئے اثقل المضرّتين کے دفع کے لئے أخف المضرّتين کو گوارا کیا جاوے گا اور خروج کو ناجائز کہا جاوے گا (۱) اور یہ حکم کچھ خروج ہی کے ساتھ خاص نہیں، اگر کسی طور معلوم ہو جاوے کہ مقام طاعون میں میرے نہ جانے سے کسی کا یقینی ضرر ہے، وہاں بھی اس کے ضرر یقینی کے دفع کے واسطے اس کے ضرر مشکوک پر جو کہ دخول میں تھا نظر نہ کی جاوے گی، مثلاً مقام طاعون میں کوئی عورت بیوہ ہوگئی، اور اس جگہ سب اس کے مخالف ہیں اور بضرورت عدت و نیز اس لئے کہ اموال و متعہ کا نقل وہاں سے اس کو متعذر ہے، وہاں اس کا قیام ضروری ہے۔ اور دوسرے شہر میں اس عورت کا کوئی محرم

(۲) وقد ذكر العلماء في النهي عن الخروج حكما، منها أن الطاعون في الغالب يكون عاما في البلد الذي يقع به، فإذا وقع فالظاهر مداخله سببه لمن بها فلا يفيد الفرار لأن المفسدة إذا تعينت حتى لا يقع الانفكاك عنها كان الفرار عبثا فلا يليق بالعاقل، ومنها أن الناس لو تواردوا على الخروج لصار من عجز عنه بالمرض المذكور أو بغيره ضائع المصلحة لفقد من يتعهده حيا وميتا، وأيضا لو شرع الخروج فخرج الأقوياء لكان في ذلك كسر قلوب الضعفاء، وقد قالوا: إن حكمة الوعيد في الفرار من الزحف لما فيه من كسر قلب من لم يفر وإدخال الرعب عليه بخذلانه. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما ذكر في الطاعون، مكتبة أشرافه ديوبند ۱۰ / ۲۳۲، دارالريان للتراث ۱۰ / ۲۰۰)

قوله: (وإذا وقع الطاعون ببلد وأنتم فيه فلا تخرجوا منه، وإذا وقع ببلد ولستم فيه فلا تدخلوا إليه) حكمة الأول أن أهل البلد لو مكثوا من ذلك لذهبوا وتركوا المرضى فيضيعون. والثاني: أن من قدم ربما أصابه فيسند ذلك إلى قدمه فيزل قدمه، ومحل الأمرين حيث لا ضرورة إلى الخروج أو الدخول وإلا فلا إثم كما هو الظاهر. (مراجعة المفاتيح، كتاب الإيمان، قبيل باب في الوسوسة، مكتبة إمداديه ملتان ۱ / ۱۳۲-۱۳۳)

ہے کہ اس کے پاس رہنے سے وہ اس کی جان و مال و برو کی حفاظت کر سکتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے نہی عن الدخول نہ رہے گا۔ اور اس ضرورت سے اس کو اس جگہ جانے کی اجازت بلکہ بشرط عدم حرج تاکید ہوگی، اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ جیسے خروج میں دوسروں کا ضرر یقینی ہے اسی طرح عدم خروج میں اس کا ضرر یقینی ہے کہ ہلاک ہو جاوے گا تو دونوں ضرر برابر ہوئے اور حق نفس مقدم ہے حق غیر پر۔ سو اس شبہ کی گنجائش اس لئے نہیں کہ گفتگو اس تقدیر پر ہو رہی ہے کہ عدوی یقینی نہیں جو اوپر سمع و مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے، پس دونوں مسکلوں میں سے کسی مسلک کے جواب پر کوئی غبار نہیں رہا۔

رہی یہ بات کہ ان دونوں مسکلوں میں ارجح کون مسلک ہے، سو اس میں اپنے مذاق و اجتہاد کے موافق ہر شخص کو اختیار ہے جس مسلک کا چاہے قائل ہو اختلاف اُمتی رحمة ایسے ہی امور میں وارد ہے تو جس طرح احکام فرعیہ کا اختلاف رحمت ہے، اسی طرح حکم متفق علیہ کے دلائل و علل کا اختلاف بھی رحمت ہے (۱) جس کو جو مسلک اقرب معلوم ہو اس کو اختیار کر سکتا ہے، اور ہر مسلک میں ایک خاص حکمت ہے، چنانچہ جن پر تفویض کا غلبہ ہے اُن کے مناسب مسلکِ اوّل ہے اور جن پر اسباب کا غلبہ ہے ان کے مناسب مسلکِ ثانی ہے، یا غلو فی التفویض کا علاج مسلکِ ثانی ہے اور غلو فی الاسباب کا علاج مسلکِ اوّل ہے، یہ تو ذوق و حکمت کے اعتبار سے ہے۔ باقی اقرب إلى التحقيق مجھ کو مسلکِ ثانی معلوم ہوتا ہے۔

ولکل وجهة هو موليها. واللّٰهُ اَعْلَمُ بالصواب، وعندہ أم الكتاب، وإلیہ يرجع الحقائق فی کل باب. ۲۵ محرم ۱۳۲۹ھ (تمتہ اولی ص ۲۱۷)

(۱) المشهور أن اختلاف مجتہدي الأمة في الفروع رحمة لها وسعة، والذين صرحوا بذلك احتجوا بما رواه ابن عباس مرفوعاً مہما أوتیم من کتاب اللہ فالعمل بہ لا عذر لأحد فی ترکہ، فإن لم یکن فی کتاب اللہ فسنة منی ماضیة، فإن لم تکن سنة منی فما قال أصحابی: إن أصحابی بمنزلة النجوم فی السماء، فأیما أخذتم بہ اهتدیتم، واختلاف أصحابی لکم رحمة، وفي الحديث أيضاً، وجعل اختلاف أمتی رحمة، وکان فیمن کان قبلنا عذاباً. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲ / ۲۹۵)

طاعون کی تمنا اور اس کے علاج کا حکم

سوال (۲۶۸۳): قدیم ۲/۲۹۰ - اگر یہ تمنا ہو کہ جب موت آئے تو مرض طاعون سے آئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر طاعون ہو جائے تو علاج کرے یا نہیں؟

الجواب: بعض بزرگوں سے ایسی دُعا منقول ہے اور ایسے ہی بزرگوں سے تدبیر کی ممانعت بھی منقول ہے، مگر محققین کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ اس کی دُعا نہ کرے؛ البتہ شہادت کی دُعا کی اجازت ہے (۱) پھر وہ خواہ طاعون سے ہو یا اور کسی طریق سے، اور طاعون ہونے پر دُعا و دوا سب جائز ہے (۲) جیسے قتل فی سبیل اللہ کہ اسباب شہادت سے ہے اور باوجود اس کے اس سے بچنے کی تدبیر اور اس کے اسباب کا دفع جائز ہے۔ فکذا ہذا۔ ۲۲/رب جب ۱۳۲۶ھ (تترہ خامسہ ص ۵۷۸)

(۱) عن عمر رضي الله عنه قال: اللهم ارزقني شهادة في سبيلك، واجعل موتي في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم. (بخاري شريف، كتاب فضائل المدينة، باب كراهية النبي صلى الله عليه وسلم أن تعرى المدينة، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۳، رقم: ۱۸۵۱، ف: ۱۸۹۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والذي نفسي بيده لولا أن رجلا يكرهون أن يتخلفوا بعدي ولا أجدا ما أحملهم ما تخلفت، لوددت أنني أقتل في سبيل الله ثم أحياء، ثم أقتل، ثم أحياء، ثم أقتل، ثم أحياء، ثم أقتل. (بخاري شريف، كتاب التمني، باب ما جاء في التمني ومن تمنى الشهادة، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷۳، رقم: ۶۹۳۶، ف: ۷۲۲۶)

(۲) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداووا ولا تداووا بحرام. (أبو داود شريف، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة، النسخة الهندية ۲/ ۵۴۱، دار السلام رقم: ۳۸۷۴۰)

ترمذي شريف، أبواب الطب، باب ما جاء في الدواء والحث عليه، النسخة الهندية ۲/ ۲۴، دار السلام رقم: ۲۰۳۸۔

مسائل متعلقہ طاعون

سوال (۲۶۸۴): قدیم ۲/۲۹۰ - رسالہ مرسلہ خدمت الماعون میں صفحہ ۳ سے صفحہ ۴ کے شروع تک جو فتویٰ مندرج ہے جس کی شرح رسالہ مرسلہ خدمت اعاضۃ الناس میں صفحہ ۴ سے صفحہ ۸ تک اور صفحہ ۲۸ سے ۳۲ تک بیان کی گئی ہے۔ آیا اس زمانہ حیلہ جوئی میں زید کو اس قسم کا فتویٰ لکھنا صحیح ہے یا نہ؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: میں نے دونوں رسالے مع اُن کے لواحق کے سرسری نظر سے دیکھے مَویدات زائدہ سے قطع نظر کر کے اصل مقصود میں نزاع لفظی معلوم ہوتا ہے اور اختلاف یا شرط سے تناقض حقیقی نہیں، چنانچہ اعاذہ کے صفحہ ۳۵ میں مصرح ہے: ”اگر کوئی اس نیت سے بھاگے کہ طاعونی مقام میں ٹھہرنے اور طاعون میں مبتلا ہونے سے کہیں یہ اعتقاد پیدا نہ ہو جائے کہ طاعون کے مقام میں رہنا طاعون ہونے کا سبب ہوا ہے تو ایسے بھاگنے کی ممانعت حدیث سے ہرگز مفہوم نہیں ہوتی اھ۔“

اور صفحہ ۷ میں ہے: ”اگر طاعون سے بچنے کی نیت ہو تو ممنوع اھ“ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس فرار کا منشاء یہ غرض اور اعتقاد ہو کہ خروج موجب نجات ہوگا۔ صاحب اعاذہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے اور مانعین اسی کو منع کر رہے ہیں، اور جس خروج کا منشاء یہ غرض اور اعتقاد نہ ہو صاحب اعاذہ اس کو جائز بتلا رہے ہیں اور مانعین بھی اس کو منع نہیں کرتے، پس جائز اور چیز ہوئی اور منہی عنہ دوسری چیز۔ پس نفس مسئلہ میں اختلاف نہ رہا، اور اسی تفصیل کی تائید عبارت در مختار واقعہ آخری مسائل شتی سے ہوتی ہے (۱)۔

اب صرف محل نزاع یہ رہ گیا کہ آیا فارین کی غرض فاسد ہے یا صحیح ہے، سو یہ کوئی مسئلہ شرعیہ نہیں ہے جس میں اس قدر کلام کیا جاوے محض ایک واقعہ جزئیہ ہے جس کی تحقیق تجربہ و مشاہدہ و تتبع احوال ناس سے باسانی کر کے نزاع مرتفع ہو سکتا ہے، سو جہاں تک استقراء صحیح سے کام لیا گیا یہی ثابت ہوا کہ اکثر میں جہل

(۱) وإذا خرج من بلدة بها الطاعون، فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس بأن يخرج ويدخل وإن كان عنده أنه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لاعتقاده، وعليه حمل النهي في الحديث الشريف. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الخنثی، قبیل کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۴۸۸، کراچی ۶/ ۷۵۷)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ومعصیت کے غلبہ سے اور بعض میں الحاد و دہریت کے اثر سے فساد غرض متیقن ہے۔ إلا نادراً والنادر
کالمعدوم بل عسی أن یکون فی زماننا إلا المفهوم۔ لهذا بمقتضاء انتظام احکام منع عام ہے جو
مانعین کا حاصل کلام و شخص مرام ہے۔ واللہ اعلم ۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال (۲۶۸۵): قدیم ۲/۲۹۱ - ایک مقام میں طاعون واقع ہوا اور چوہے کثرت سے
مکانوں میں مرنے لگے اور کچھ لوگ بستی کے محض بغرض تبدیل آب و ہوا مکان چھوڑ کر محلہ کے بالکل
متصل چند ہنگہ کے فاصلہ پر میدان صاف و پُر فضا میں اقامت پذیر ہو گئے۔ آیا خروج بایں نیت جائز
ہوگا یا نہیں؟

الجواب: چونکہ فناء آبادی حکم میں آبادی کے ہے؛ لہذا مجموعہ کو مکان واحد کہا جائے گا؛ اس لئے صورت
مسئلہ میں میدان میں رہنا جائز ہے۔

والدلیل علیہ ما أرى نظري أن بعض الأحاديث ذكر فيه لفظ أرض كما رواه
مسلم. وفي بعضها بلد كما حكاہ النووي (۱)۔ ولما كان الحديث يفسر بعضه بعضاً
علم أن المراد بالأرض هي البلدة، ويؤيده ما في الدر المختار: إذا خرج من بلدة (۲)

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا
سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا
سمعتهم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه، قال أبو
النضر: لا يخرجكم إلا فراراً منه. (مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة
ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸)

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله
رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكنه في بلده صابراً محتسباً يعلم أنه لا
يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب
حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۲) وإذا خرج من بلدة بها الطاعون، فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس
بأن يخرج ويدخل وإن كان عنده أنه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك ←

حيث قيد الحكم بالبلدة ولما ثبت كون متعلق الحكم هي البلدة، وهي بجميع أجزائها محل واحد كما اعتبر في أحكام الجمعة والعيد (۱) لم يكن الخروج إلى الفناء خروجاً من البلدة، فتفكر نعم نقل في بعض الرسائل عن الفتاوى الكبرى لابن حجر المكي أن المراد بالأرض محل الإقامة وقع به الطاعون، سواء كان بلدًا أم قرية أم محلة أم غيرها لا جميع الإقليم الخ (۲)۔ لکنہ من العلماء الشافعية فلا يكون قوله حجة علينا لأننا لم نلتزم اتباعه. والله أعلم

۲۰ رزی الحج ۱۳۲۱ھ

شبہ متعلق جواب مندرجہ بالا

طاغونی مقام سے فناء بلد میں خروج کے جواز کی دلیل حضرت نے جو لکھی ہے مطالعہ کی؛ لیکن تھوڑی تشریح کے لئے اور مکلف خدمت ہوں:

← فلا یدخل ولا یخرج صیانة لا اعتقاده، وعليه حمل النهي في الحديث الشريف. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الخنثی، قبیل کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۴۸۸، کراچی ۶/۷۵۷)

(۱) ویشرط لصحتها سبعة أشياء: الأول: المصرو أو فناءه وهو ما حوله اتصل به أولاً كما حرره ابن الكمال وغيره لأجل مصالحه كدفن الموتى ورکض الخيل الخ. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/۵ تا ۷، کراچی ۲/۱۳۷-۱۳۸)

لا تصح الجمعة إلا بستة شروط: المصرو أو فناءه الخ. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب الجمعة، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۲۴۴)

تجب صلاتهما - العیدین - فی الأصح علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة، فإنها سنة بعدها. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب العیدین، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/۴۵، کراچی ۲/۱۶۶)

تجب صلاة العید وشرائطها كشرائط الجمعة وجوبا وأداء سوى الخطبة. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب صلاة العیدین، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۲۵۴)

(۲) لم أظفر بهذه العبارة.

(۱) عبارت در مختار کے جواب میں جو مرقوم ہے بہت تھوڑی ہے، یعنی اس قدر اِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَلَدَةِ الْخ سے معلوم نہیں یہ کہاں کی عبارت ہے، میں نے اپنی منظونہ مقامات میں تلاش کیا نہ ملی، تاکہ مجھے معلوم ہو جاتا کہ یہ عبارت خروج من البلد الطاعون ہی کی بابت ہے۔

(۲) یہ کہ اصل محاورات عرب میں تو بلد قطعة من الأرض عامرة كانت أو غامرة کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: سقناه إلى بلد ميت (۱)۔ قال الشاعر:

وبلدة ليس بها أنيس ☆ إلا اليعافير وإلا العيس

اس لئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ کلام نبوی میں محض قدیم استعمال کے بموجب ارادہ معنی بہتر ہوگا۔

فلا ضرورة إذا في إدخال الفناء الغير المعمور في حكم العمران.

(۳) تیسرے یہ کہ فناء کی بابت خروج للسفر و قصر صلوة کی بحث میں شامی میں ہے:

أما الفناء: وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب، ودفن الموتى، وإلقاء التراب، فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته، وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا كما يأتى بخلاف الجمعة فتصح إقامتها في الفناء ولو منفصلا بمزارع؛ لأن الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر (۲)۔

پس خروج از بلد للسفر اور جمعہ کے لئے فناء کے اعتبار میں فرق ہوا، اس مسئلہ مسئول عنہا میں کیا معتبر ہوگا، ارض متصل ہے یا منفصل بمزارع بھی داخل ہے۔ وعلیٰ کل حال کیف تقدیر الفناء وتحدیدہ۔ ونیز اس میں ہے: بخلاف البساتین ولو متصلة بالبناء؛ لأنها ليست من البلدة (۳)۔ فما حالها في هذه المسئلة؟

جواب سوال اول: در مختار میں کتاب الفرائض سے چند سطر پہلے یہ عبارت ہے (۴)۔

(۱) سورة الفاطر، رقم الآية: ۹۔

(۲) شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۵۹۹-۶۰۰،

کراچی ۲/ ۱۲۱۔

(۳) شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۵۹۹،

کراچی ۲/ ۱۲۱۔

(۴) وإذا خرج من بلدة بها الطاعون، فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى ←

جواب سوال دوم: اگر بلکہ میں تعیم لے لی جاوے تب بھی مضر نہیں؛ کیونکہ اس تقدیر پر بھی ہر ہر جزو ارض پر تو اطلاق نہ کیا جاوے گا تا کہ بیوت و محلات کو شمول ثابت ہو بلکہ ایک قطعہ محدودہ کے ساتھ خاص ہوگا، چنانچہ قاموس میں قطعہ کے بعد مستحیۃ کی قید مصرح ہے (۱) اور تعین حدود کا مبنی عرف پر ہے سوطا ہر ہے کہ عرفاً معنی خاص کے اعتبار سے حقیقۃً مجموعہ اجزاء معمورہ پر اور حکماً اجزاء تابعہ غیر معمورہ پر بھی اور معنی عام کے اعتبار سے حقیقۃً و لغۃً اجزاء معمورہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، پس خروج عن العمارات کا خروج عن البلد ہونا پھر بھی ثابت نہ ہوگا، اور فناء غیر معمور تقدیر اوّل پر حکماً اور تقدیر ثانی پر لغۃً بلد میں داخل ہوگا، سو بتقدیر ثانی تعیم کسی قدر مدعا میں مقید ہوگئی۔

جواب سوال سوم: فناء کو حکم جمع متصل و منفصل دونوں کے لئے عام اور وسیع ماننے کی اور سفر میں وسیع نہ ماننے کی جو علت بیان کی ہے: لأن الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر (۲) خود بتلار ہی ہے کہ خروج متکلم فیہ کو حکم جمعہ میں کہنا چاہئے؛ کیونکہ سکنتی بھی مثل جمعہ کے یقیناً مصالح سے ہے پس اندر اور باہر کا سکنتی یکساں ہوا اور ارض متصل و منفصل بمزارع سب اس میں داخل ہو گئے اور عبارت بخلاف البساتین الخ سے بساتین کا فناء بلد سے خارج کرنا مقصود نہیں؛ بلکہ ابیہ بلد سے خارج کرنا مقصود ہے، چنانچہ سابق و سیاق سے یہ امر صاف ظاہر ہے، اس سے سابق یہ عبارت ہے:

وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع مواضع الإقامة كبرض المصر وهو محول المدينة من بيوت ومساكن، فإنه في حكم المصر، وكذا القرى المتصلة بالبرض في الصحيح بخلاف البساتين الخ (۳)۔

← فلا بأس بأن يخرج ويدخل وإن كان عنده أنه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لا اعتقاده، وعليه حمل النهي في الحديث الشريف. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الخنثی، قبیل كتاب الفرائض، مكتبه زكريا دیوبند ۱۰/ ۴۸۸، کراچی ۶/ ۷۵۷)

(۱) القاموس المحيط، دار الحديث القاهرة، ص: ۱۵۴۔

(۲) شلمی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مكتبه زكريا دیوبند ۲/ ۶۰۰، کراچی ۲/ ۱۲۱۔

(۳) شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مكتبه زكريا دیوبند ۲/ ۵۰۰، کراچی

اور اس کے بعد یہ عبارت ہے: وَأَمَّا الْفَنَاءُ الْخ. پس معلوم ہوا کہ أَمَّا الْفَنَاءُ سے پہلے غیر فناء کا ذکر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ قصر سفر میں تو عمارات و لواحقہا معتبر ہیں، پس بساتین چونکہ سکئے اور اس کے مرافق کے لئے موضوع نہیں؛ لہذا البنیہ سے خارج ہیں، اور جمعہ میں فناء معتبر ہے اور اس میں زیادہ عموم و وسعت ہے جیسا خود سوال میں مصرح ہے، پس بساتین کا قصر میں خارج عن البلد ہونا مستلزم نہیں کہ جمعہ و مایماثلہا کا لخروج المتکلم فیہ میں بھی خارج ہو اور لفظ بلدہ کے محلات و منازل کو عام ہونے اور بساتین اور مزارع و نحوہا کے داخل بلد ہونے کے لئے اتنا امر کافی ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں کسی کی ملاقات کے لئے یا بساتین و مزارع کے لئے جو کہ ضرورت شدید نہ ہونے کی وجہ سے مجوز خروج عن محل الطاعون نہیں ہو سکتا جانا بالاتفاق جائز سمجھا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ خروج عن البلد الی بلد آخر نہیں ہے۔ فتاویٰ والصف واللہ علم ۱۱ صفر ۱۳۲۲ھ

فرار عن الطاعون کا حکم

سوال (۲۶۸۶): قدیم ۲/۲۹۳ - طاعون شہر میں داخل ہونے کے بعد یہاں سے کچھ لوگوں نے بستی چھوڑ دی ان میں سے بعض دوسری بستیوں میں چلے گئے اور بعض بستی کے نزدیک ہی چھپڑوں میں قصبہ میں جا گزیں ہیں، فریق ثانی بھی مرضی کی عیادت اور نماز جنازہ و تکفین کی محنت وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے، جی میں آئی تو شہر سے باہر مدفن میں آکر مٹی دے دی، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے گنگوہ سے اور تھانہ بھون سے فتویٰ منگایا ہے، تبدیل آب و ہوا کے لئے بستی سے زمانہ طاعون میں نکلنا درست ہے، ایک شخص نے الہ آباد سے شاید حضور کے پاس یہیں کے لئے اپنے عزیزوں کے اشارہ سے استفتاء کیا، اور بستی کے باہر قریب میدان میں جانے کی اجازت کا سوال تھا، کہتے ہیں کہ جواز کا فتویٰ مولانا نے دیا ہے بہر کیف طالب علم کے استفتاء کا خیال حضور کو ہو یا نہ ہو ان دونوں فریقوں کا جو حال حکم شرعی سے ہو اور جیسا کچھ پہلے بھی لکھا گیا تحریر فرمائیے؛ کیونکہ ہمارے یہاں کے علماء کل اس جواز کے مخالف مجھ سے کم مایہ شخص کی فہم میں بھی ہر دو فریق گناہ گار معلوم ہوتے ہیں اور سخت مجرم، اہل محلہ کو مبتلائے متعدد اموات ہوتے اور ایک روز میں پانچ پانچ سات سات مردوں کی تجہیز و تکفین کی محنت شاقہ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں اور شرکت نہیں کرتے، نماز جنازہ و پوچھ گناہ باوجود سماعت اذان محلہ میں پڑھنے نہیں آتے، تبدیل آب و ہوا کا بہانہ کرتے ہیں اور طاعونی مریضوں کے پاس اور طاعونی مکان بلکہ اپنی بستی میں جانے سے نہایت ڈرتے ہیں، کیا یہ عدوی و فرار من الطاعون میں داخل نہیں؟

الجواب: چونکہ جواب تابع سوال ہوتا ہے اور اُس سوال میں اُن مفاسد سے تعرض نہ تھا جو اس سوال میں مذکور ہیں؛ لہذا جواب اُس کا جواز سے دیا گیا، چنانچہ نقل جواب یہ ہے؛ لیکن جب اس کے ساتھ یہ مفاسد بھی ہیں جو اس سوال میں مذکور ہیں جس میں عقیدہ کا فساد اور فرائض اور واجبات و سنن ہدیٰ کا ترک لازم آتا ہے، اس عارض کی وجہ سے یہ خروج جائز نہ ہوگا (۱)۔ واللہ اعلم ۱۸/۴/۱۳۲۲ھ

(۱) وإذا خرج من بلدة بها الطاعون، فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس بأن يخرج ويدخل وإن كان عنده أنه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لاعتقاده، وعليه حمل النهي في الحديث الشريف. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الخنثى، قبيل كتاب الفرائض، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/ ۴۸۸، کراچی ۶/ ۷۵۷) كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰) نیز صورت مسئلہ فی السؤال میں ضیاع حقوق جیران اور ضیاع حقوق مرضی و موتی بھی ہے، جو مستقل وجہ ہے نہی کی؛ لہذا یہ خروج جائز نہ ہوگا۔

(۲) وقد ذكر العلماء في النهي عن الخروج حكما، منها أن الطاعون في الغالب يكون عاما في البلد الذي يقع به، فإذا وقع فالظاهر مداخلة سببه لمن بها فلا يفيد الفرار لأن المفسدة إذا تعينت حتى لا يقع الانفكاك عنها كان الفرار عبثا فلا يليق بالعاقل، ومنها أن الناس لو تواردوا على الخروج لصار من عجز عنه بالمرض المذكور أو غيره ضائع المصلحة لفقد من يتعهده حيا وميتا، وأيضا لو شرع الخروج فخرج الأقوياء لكان في ذلك كسر قلوب الضعفاء، وقد قالوا: إن حكمة الوعيد في الفرار من الزحف لما فيه من كسر قلب من لم يفر وإدخال الرعب عليه بخذلانه. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۰/ ۲۳۲، دار الريان للتراث ۱۰/ ۲۰۰)

قولہ: (وإذا وقع الطاعون ببلد وأنتم فيه فلا تخرجوا منه، وإذا وقع ببلد ولستم فيه فلا تدخلوا إليه) حکمتہ الأول أن أهل البلد لو مكثوا من ذلك لذهبوا وتركوا المرضى فيضيعون. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، قبیل باب فی الوسوسة، مكتبه إمدادیہ ملتان ۱/ ۱۳۲-۱۳۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

فرار عن الطاعون سے متعلق چند سوالات

سوال (۲۶۸۷): قدیم ۴/۲۹۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) طاعون سے بھاگنا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ بیماری لگ جانے کے اندیشہ سے ہو یا موت کے خوف سے۔ اور بھاگنا ایک بستی سے دوسری بستی میں ہو یا بستی سے باغوں کی جانب ہو۔

(۲) اگر سارا مکان چوہوں کے مرنے کے سبب سڑ جاوے اور اس میں سکونت دشوار ہو تو نقل مکان جائز ہے یا نہیں؟ ایک مکان سے دوسرے مکان میں ہو یا مکان سے باغوں کی جانب ہو یا بستی سے دوسری بستی کی جانب ہو۔

(۳) اگر ساری بستی کے لوگ بھاگ گئے ہوں اور بستی کے خالی ہو جانے کے سبب وحشت ہو خواہ چوروں کے خوف سے یا محض تنہائی کے سبب تو نقل مکان بموضع مذکورہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر بستی کے خالی ہو جانے کے سبب حوائج ضروریہ نہ پورے ہوتے ہوں اور تکلیف ہونے لگے تو اس حالت میں دوسری بستی میں یا جہاں حوائج پورے ہوتے ہوں چلا جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) مرض طاعون سے یا موت سے کسی کو اگر وحشت ہو تو اُس کے لئے تبدیل مکان بموضع مذکورہ جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر بستی بالکل خالی نہ ہو اور حوائج ضروریہ برابر پورے ہوتے ہوں اور کوئی تکلیف پیش نہ آتی ہو تو اس وقت بستی کا چھوڑنا کیسا ہے؟

(۷) اگر کسی کے بستی کے چھوڑنے سے ضرر متعدی ہو اور عوامِ سندِ جواز پکڑیں تو اس کے لئے فرار جائز ہے یا نہیں؟

(۸) اگر بعض مکان سڑ گیا ہو اور بعض نہ سڑا ہو اور اس وجہ سے سکونت دشوار نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

(۹) اگر مکان بالکل سڑ گیا ہو اور اس وجہ سے مکان میں سکونت دشوار ہو تو تبدیل مکان صرف بستی ہی کے اندر کسی مکان میں کر سکتا ہے یا بستی کے باہر باغوں میں یا کسی دوسری بستی میں جاسکتا ہے؟

(۱۰) قصہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ سے جوازِ مفرورین پر استدلال کرتے ہیں جو بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے، چنانچہ الفاروقؓ میں مولوی شبلی لکھتے ہیں: ”مصر اور عراق میں سخت وبا پھیلی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اڈل جب خبر پہنچی تو اس کی تدبیر اور انتظام کے لئے خود روانہ ہوئے سرخ پر پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ سے جو ان کے استقبال کو آئے تھے معلوم ہوا کہ بیماری کی شدت بڑھتی جاتی ہے، مہاجرین اولین اور انصار کو بلایا اور رائے طلب کی مختلف لوگوں نے مختلف رائے دیں؛ لیکن مہاجرین فتح نے یک زبان ہو کر کہا کہ

آپ کا ٹھہرنا یہاں مناسب نہیں، حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ پکار دیں کہ کل کوچ ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ چونکہ تقدیر کے مسئلہ پر نہایت سختی کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے، ان کو نہایت غصہ آیا اور طیش میں آ کر کہا: افرار من قدر اللہ؟ حضرت عمرؓ نے اُن کی سخت کلامی کو گوارا کر لیا اور کہا: نعم افر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ۔ غرض مدینہ چلے آئے۔ یہ مضمون الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳ میں مذکور ہے۔ (افر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ) کا صحیح مطلب کیا ہے؟ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۲ میں ہے: ”معاذ کے مرنے کے ساتھ انہوں نے یعنی عمرو بن العاصؓ نے عام مجمع میں خطبہ پڑھا اور کہا کہ وبا جب شروع ہوتی ہے تو آگ کی طرح پھیل جاتی ہے؛ اس لئے تمام فوج کو یہاں سے اُٹھ کر پہاڑوں پر جا رہنا چاہئے۔“ اگرچہ اُن کی رائے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو معاذؓ کے ہم خیال تھے ناپسند آئی، یہاں تک کہ ایک بزرگ نے علانیہ کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے، تاہم عمروؓ نے اپنی رائے پر عمل کیا، فوج اُن کے حکم کے مطابق ادھر ادھر پہاڑوں پر پھیل گئی اور وبا کا خطرہ جاتا رہا۔

(۱۱) بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبلؓ کی احادیث سے استدلال عدم جواز پر مطلقاً کرتے ہیں خواہ ایک بستی سے دوسری بستی میں ہو یا بستی سے باغوں کی جانب ہو، بخاری کی حدیث یہ ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها (۱)۔

اور مسند مطبوعہ مصر جلد نمبر ۵، صفحہ ۲۰۱ میں طاعون کے متعلق جو حدیث ہے اس کا اخیر لکڑا یہ ہے:

فإذا وقع بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض فلا تخرجوا فراراً منه (۲)۔

اور نیز اسی مسند میں ہے: الفار من الطاعون كالفار من الزحف (۳)۔

(۱۲) فرار من الطاعون اگر گناہ ہے تو کبائر میں سے ہے یا صغائر میں سے اور فرار کو جائز سمجھے اور جواز کا حکم کرے وہ کیسا ہے؟

(۱) بخاری شریف، کتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱ / ۴۹۴، رقم:

۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳۔

(۲) مسند أحمد بن حنبل ۵ / ۲۰۱، رقم: ۲۲۰۹۴۔

(۳) مسند أحمد بن حنبل ۵ / ۱۴۵، رقم: ۲۵۶۳۱ / ۳، رقم: ۱۴۸۳۵۔

(۱۳) اگر بھاگنے کو سبب حفاظت از موت سمجھا جاوے تو کیسا ہے؟

(۱۴) جس مقام پر طاعون ہو وہاں جانا منع ہے یا نہیں؟ اگر ممنوع ہے تو مطلقاً ممنوع ہے یا ضرورت کے وقت اجازت ہے؟

(۱۵) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون مسلمانوں کے لئے رحمت ہے اور شہادت ہے مسند مذکور میں حضرت ابو مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت: فالطاعون شهادة لأمتي ورحمة لهم (۱) مروی ہے، پس اس سے تعوذ اور دعا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: طاعون سے بھاگنا جائز نہیں۔ لقوله عليه السلام: وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرار منه. متفق عليه كذا في المشكوة (۲)۔ اور اطلاق حدیث ہر فرار کو شامل ہے جو طاعون سے خواہ بخوف موت ہو خواہ بخوف بیماری لگ جانے کے البتہ یہ امر کہ یہ حکم خود اس بستی کے میدان و باغ وغیرہ کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ تصریحاً کتب مذہب میں نہیں گزرا؛ لیکن ظاہر یہ خروج منہی عنہ میں داخل نہیں؛ کیونکہ فناء مصر احکام شرعیہ میں حکم مصر میں قرار دیا گیا ہے۔

(۱) مسند أحمد بن حنبل ۵ / ۸۱، رقم: ۲۱۰۴۸۔

(۲) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱ / ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲ /

۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه يعني الطاعون. (أبو داود شريف، كتاب الجنائز، باب الخروج من

الطاعون، النسخة الهندية ۱ / ۴۴۲، دار السلام رقم: ۳۱۰۳) ←

كما في الجمعة والعيدین (١)۔ ويؤيده ما وقع في الحديث من قوله عليه السلام: فيمكث في بلده الحديث. رواه البخاري كذا في المشكوة (٢)۔ حيث علق الحكم بالبلد وبالخروج إلى الفناء لم ينتف مكثه في البلد، وأما ما وقع من لفظ الأرض

← ترمذي شريف، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الفرار من الطاعون، النسخة الهندية ١/ ٢٠٤، دارالسلام رقم: ١٠٦٥۔

مشكوة شريف، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، قبيل الفصل الثاني، مكتبه أشرفيه ديوبند ١/ ١٣٥۔

(١) ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الأول: المصّر أو فناءه وهو ما حوله اتصل به أولاً كما حرره ابن الكمال وغيره لأجل مصلحه كدفن الموتى ركض الخيل الخ. (الدرالمختار مع الشامى، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥ تا ٧، كراچى ٢/ ١٣٧-١٣٨)

لا تصح الجمعة إلا بستة شروط: المصّر أو فناءه الخ. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب الجمعة، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٤٤)

تجب صلاتهما -العيدین- في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة، فإنها سنة بعدها. (الدرالمختار مع الشامى، كتاب الصلاة، باب العيدین، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٥، كراچى ٢/ ١٦٦)

تجب صلاة العيد وشرائطها كشرائط الجمعة وجوبا وأداء سوى الخطبة. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب صلاة العيدین، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٥٤)

(٢) عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابراً محتسباً يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ١/ ٤٩٤، رقم: ٣٣٥٥، ف: ٣٤٧٤)

مشكوة شريف، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، قبيل الفصل الثاني، مكتبه أشرفيه ديوبند ١/ ١٣٥۔

يفسر بالبلدة، فإن الحديث يفسر بعضه بعضاً (١) - ويؤيده أيضاً ما روى عن أنس قال: قال رجل: إنا كنا في دار كثير فيها عددنا وكثير فيها أموالنا فتحولنا إلى دار أخرى قل فيها عددنا وأموالنا فقال ذروها ذميمة. رواه أبو داود، وكذا في المشكوة باب الفال (٢) - والحديث وإن حملوه على الفال والشوم لكنه يعارض بالأحاديث الأخرى والذي يميل إليه القلب أن تلك الدار للضييق أو لقربها من التبن ونحوه كانت فاسدة الهواء مورثة للأمراض، وبهذه الأمراض كثر الموت وبكثرة الموت وقلة عدد الكاسيين وكثرة الصرف إلى الأدوية والتدبير قل الأموال والتأيد مبني على هذا الوجه. والله أعلم. وإن قال قائل قد ورد الإذن في ما يلي ذلك الحديث في المشكوة بترك البلدة للوباء (٣) - يقال قد ضعف هذا الحديث، وأول في الشرح الفارسي للمشكوة فانظر فيه (٤) - والله أعلم بحقيقة الحال.

(١) الحديث يفسر بعضه بعضاً. (البنائية، كتاب الصلاة، باب في الإمامة، مكتبه أشرفيه

ديوبند ٢/ ٣٢٧)

فتح الباري، كتاب الأذان، باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة، وكان ابن عمر يدا بالعشاء، مكتبه أشرفيه ديوبند ٢/ ٢٠٣، تحت رقم الحديث: ٦٧١ -

(٢) أبوداؤد شريف، كتاب الطب، باب في الطيرة، النسخة الهندية ٢/ ٥٤٧، دارالسلام

رقم: ٣٩٢٤ -

مشكوة شريف، كتاب الطب، باب الفال والطيرة، الفصل الثاني، مكتبه أشرفيه ديوبند ٢/ ٣٩٢ -

(٣) عن فروة بن مسيك قال: قلت يا رسول الله! أرض عندنا يقال لها أرض أبين

هي أرض ريفنا وميرتنا، وإنها وبنة أو قال: وباؤها شديد، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: دعها عنك، فإن من القرف التلف. (أبوداؤد شريف، كتاب الطب، باب في الطيرة، النسخة الهندية ٢/ ٥٤٧، دارالسلام رقم: ٣٩٢٣)

مشكوة شريف، كتاب الطب، باب الفال والطيرة، الفصل الثاني، مكتبه أشرفيه ديوبند ٢/ ٣٩٢ -

(٤) أشعة اللمعات شرح المشكوة، الطب، باب الفال والطيرة، الفصل الثاني، مكتبه

رضويه نوريه باكستان ٣/ ٦٢٥-٦٢٦ -

(۲) جو خروج کسی عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الطاعون نہیں ہے، اگر وہ عارض قوی و معتبر ہے تو خروج جائز ہے۔

یدل علیہ ما فی الدر المختار قبیل کتاب الفرائض : وإذا خرج من بلدة بها الطاعون فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس بأن يخرج ويدخل الخ (۱)۔
اب یہ امر باقی رہا کہ کون عارض قوی ہے کون نہیں، پس چوہوں کا سڑ جانا اس طور پر کہ سکونت دُشوار ہو جائے عارض قوی معلوم ہوتا ہے اور دوسری بستی اور اس بستی کے اجزاء کا حکم اُوپر لکھا گیا۔
(۳) صرف وحشت یا خوف قلیل عارض قوی نہیں اور خوف شدید عارض قوی ہے۔

یؤیدہ ما فی قاضیخان: المعتدة إذا كانت في منزل ليس معها أحد، وهي لا تخاف من اللصوص، ولا من الجيران، ولكنها تفزع من أمر البيت إن لم يكن الخوف شديدا ليس لها أن تنتقل من ذلك الموضع؛ لأن قلیل الخوف يكون بمنزلة الوحشة، وإن كان الخوف شديدا كان لها أن تنتقل؛ لأنها لو لم تنتقل يخاف عليها من ذهاب العقل ونحوه. (ص ۲۷۲) (۲)۔

(۴) یہ عارض قوی معلوم ہوتا ہے۔

(۵) وحشت کا غیر معتبر ہونا جواب سوال سوم میں مذکور ہو چکا ہے۔

(۶) یہاں عارض قوی نہیں ہے۔

(۷) مباحات موہمہ لضرر العوام سے بچنے کا وجوب اُس وقت ہے جب کہ کوئی ضرورت شرعی یا طبعی معتبر اس مقتدا کو لاحق نہ ہو ورنہ دوسرے کے عدم تضرر کے واسطے اس کا تضرر گوارا نہ ہوگا۔ و ہذا ظاہر جدا۔
(۸) یہاں عارض قوی نہیں ہے۔

(۹) عارض قوی ہے اور دوسری بستی کے جمیع اجزاء میں فرق جواب سوال اوّل میں بیان ہو چکا ہے۔

(۱) الدر المختار مع الشامی، کتاب الخنثی، قبیل کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۴۸۸، کراچی ۶/ ۷۵۷۔

(۲) خانۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فیما یحرم علی المعتدة، قدیم زکریا دیوبند ۱/ ۵۵۴، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۳۵۰-۳۵۱۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصہ سے کچھ استدلال نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ خروج عن محل الطاعون نہیں ہوا؛ بلکہ عدم الدخول فی محل الطاعون ہوا (۱) جس کے جواز بلکہ وجوب میں بھی کلام ہے، چنانچہ حدیث شیخین میں ہے:

(۱) حضرت والا تھانویؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه خرج إلى الشام حتى إذا كان بسرغ لقيه أمراء الأجناد أبو عبيدة بن الجراح وأصحابه، فأخبروه أن الوباء قد وقع بأرض الشام، قال ابن عباس: فقال عمر: ادع لي المهاجرين الأولين فدعاهم فاستشارهم وأخبرهم أن الوباء قد وقع بالشام، فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لأمر ولا نرى أن ترجع عنه، وقال بعضهم: معك بقية الناس وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نرى أن تقدمهم على هذا الوباء، فقال: ارتفعوا عني ثم قال: ادع لي الأنصار فدعوتهم فاستشارهم فسلوكوا سبيل المهاجرين واختلفوا كماختلفهم فقال: ارتفعوا عني، ثم قال: ادع لي من كان هاهنا من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح، فدعوتهم فلم يختلف منهم عليه رجلان، فقالوا: نرى أن ترجع بالناس ولا تقدمهم على هذا الوباء فنأدى عمر رضي الله عنه في الناس: إني مصبح على ظهر فأصبحوا عليه، قال أبو عبيدة بن الجراح: أفرارا من قدر الله؟ فقال عمر: لو غيرك قالها يا أبا عبيدة! نعم نفر من قدر الله إلى قدر الله أرايت لو كان لك إبل فهبطت واديا له عدوتان إحداهما خصبة والأخرى جذبة أليس إن رعيت الخصبة رعيتها بقدر الله، وإن رعيت الجذبة رعيتها بقدر الله، قال: فجاء عبد الرحمن بن عوف، وكان متغيبا في بعض حاجته، فقال: إن عندي في هذا علما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال: فحمد الله عمر، ثم انصرف. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، النسخة الهندية ۲/ ۸۵۳، رقم: ۵۵۰۵، ف: ۵۷۲۹)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها۔ النسخة الهندية ۲/

فإذا سمعتم بأرض فلا تقدموا عليه كذا في المشكوة (۱)۔ ومعنى الفرار إلى القضاء إنا لم نعتمد في ذهابنا هذا على سبب غير قدر الله تعالى بل نتوكل على الله تعالى، ونمثل في الذهاب لأمره فليس هذا من الفرار من القضاء في شيء۔

البتہ حضرت عمرؓ بن العاص کی اس مسئلہ میں یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ نبی عن الفرار من الطاعون معلل ہے علت فساد اعتقاد کے ساتھ کہ خروج کو طبعاً مؤثر فی النجات سمجھے جیسا اہل سائنس کا خیال ہے، اور جو صرف اسباب عادیہ میں سمجھے اُس کے لئے جائز ہے (۲) سواؤل تو یہ اُن کا اجتہاد ہے جو دوسرے مجتہد پر جو کہ ظاہر حدیث مرفوع سے تمسک کرتا ہو حجت نہیں، دوسرے اب اکثر فارین میں بوجہ اختلاط معتقدین سائنس کے فساد اعتقاد یقینی ہے، پس اس میں کسی کے نزدیک بھی گنجائش نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں مخالفت ہے شریعت کی جو نافی ہے تاثر طبعی لازم کی۔

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شریف، کتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بیت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

مشکوة شریف، کتاب الجنائز، باب عيادة المريض، قبیل الفصل الثانی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱/ ۱۳۵۔

(۲) وعن أبي موسى الأشعري ومسروق والأسود بن هلال أنهم فروا من الطاعون، وقال عمرو بن العاص: فروا عن هذا الرجز في الشعاب والأودية، فقال معاذ: بل هو شهادة ورحمة، ويتأولون هولاء النهي على أنه لم ينه عن الدخول عليه والخروج منه مخافة أن يصيبه غير المقدر لكن مخافة الفتنة على الناس لئلا يظنون أن هلاك القادم إنما حصل بقدمه وسلامة الفار، إنما كانت بفراره قالوا: وهو من نحو النهي عن الطيرة والقرب من المجذوم. (شرح النووي على هامش المسلم، كتاب الصلاة، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸)

(۱۱) ان کے معافی کی تحقیق جواب سوالِ اوّل میں گزر چکی ہے۔

(۱۲) شیخ عبدالحق محدّثؒ نے شرح مشکوٰۃ فارسی میں تحت حدیث الفار من الطاعون کالفار من الزحف کے لکھا ہے: ”ازیں حدیث معلوم می شود کہ گر یختن از طاعون گناہ کبیرہ است چنانکہ فرار از زحف اہ“ (۱)۔ اور جائز سمجھنے والا اگر احادیث کو رد کرتا ہے کفر ہے اور اگر خلاف قواعد شرعیہ تاویل کرتا ہے مبتدع ہے، اور اگر باوجود رعایت قواعد کے کسی شبہ سے غلطی کرتا ہے۔ امید ہے کہ معذور ہے۔

(۱۳) شیخ عبدالحقؒ نے تو عبارت مذکورہ کے بعد اس اعتقاد کو کفر لکھا ہے؛ لیکن تفصیل حق معلوم ہوتی ہے کہ اگر مؤثر حقیقی سمجھے تو کفر ہے اور جو سبب عادی سمجھے تو بوجہ ورود نہی کے معصیت ہے۔

(۱۴) اوپر جواب سوال دوم میں گزر چکا ہے کہ ضرورت و عارض قوی سے خروج اور اسی طرح دخول جائز ہے۔

(۱۵) باجودیہ کہ مطلق امراض و بلیات کا موجب رحمت ہونا احادیث میں آیا ہے پھر بھی اُن کے لئے دعا و تعوذ قولاً و فعلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ بحیثیت مصیبت فی الحال ہونے کے دعا و دعا کی اجازت ہے۔ اور بحیثیت رحمت فی المآل ہونے کے صبر و رضا و تسلیم کا امر ہے۔ فلا منافیۃ اور جس نے منع کیا ہے اُس کی غلطی ہے۔ واللہ اعلم ۲۹ محرم ۱۳۲۲ھ

فرار عن الطاعون کی ممانعت سے متعلق احادیث پر ہونے والے چند شبہات کا ازالہ

سوال (۲۶۸۸): قدیم ۲۹۸/۴ - مرض طاعون سے جو تقریباً نو سال سے بلاد ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے فرار کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف عظیم واقع ہے، بعض جواز و بعض عدم جواز فرار کے قائل ہیں، مدعیان جواز فرار میں چند دلائل پیش کرتے ہیں اوّل یہ کہ جب طاعون عموماً واقع ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا جو امیر لشکر دمشق تھے جہاں کہ طاعون کا زور تھا؛ لیکن جب وہ نہ آئے تو آپ نے ان کو لکھ بھیجا کہ اس مقام کو چھوڑ کر جابیہ نامی مقام پر جو بلند ہے چلے جاؤ چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عمرو بن العاصؓ نے امیر المؤمنین کے اس حکم کی تعمیل کی۔ ہکذا فی روضۃ الأحباب۔ پس در صورت عدم جواز فرار ان حضرات کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہئے کہ اُن کا یہ فعل صواب پر ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ لوگ وقت نمود طاعون موضع طاعون کے مضافات

(۱) أشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، الجنائز، قبیل باب تمنی الموت و ذکرہ، مکتبہ رضویہ

وباغات و صحرا میں نکل کر مقیم ہوتے ہیں اور وہ فناء شہر ہے تو گویا من وجہ شہر ہے، پس جو حدیث کہ حرمت فرار میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کا آخری جملہ یہ ہے: ولا تخرجوا منها فراراً (۱)۔ یعنی موضع طاعون سے نہ بھاگو) کے یہ فعل مخالف نہیں ہے؛ کیونکہ ارض موضع طاعون و مقام قیام فارین واحد ہے، پس اس موضع سے فرار نہ ہوا، اور نیز اس وقت علل ممانعت فرار میں سے صرف ایک وجہ یعنی عدم صبر و استقامت موجود ہے۔ وإلا سب مفقود جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رجز من السماء کی تفسیر میں فتح العزیز میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حرمت فرار بوجہ اس کے ہے کہ در صورت فرار علاج و تدابیر دُشوار ہے اور اصحاء کے فرار پر مرضاء کے مزید تکلیف کا گمان ہے، پس یہ صعوبتیں فی زماننا دُور ہیں کیونکہ بانگوں اور صحرا میں علاج بھی ممکن ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے اور ان کی دل شکنی کا پورا لحاظ کیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس گھر میں آگ لگی ہو یا کوئی دیوار کر رہی ہو وہاں ٹھہرنا خلاف عقل ہے بلکہ ولا تعلقوا بأیدکم إلى التهلكة (۲) کے نہی کو امر کے ساتھ ادا کرنا ہے پس در صورت عدم جواز فرار دلائل مسطورہ بالا کا کیا جواب ہے؟ عقلاً و نقلاً عدم جواز ثابت کرنا چاہئے؟

سوال دوم: در صورت عدم جواز فرار جو لوگ فرار کو جائز قرار دیتے ہیں اور فرار کرتے ہیں عند الشرح کیسے ہیں؟

سوال سوم: جابہ دمشق کا کوئی محلہ ہے یا دوسرا مقام، اگر محلہ ہے تو کیا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں فرار کرنا جائز ہے اور در صورت دوسرا مقام ہونے کے تو فرار کا پورا ثبوت ہے اس کا کیا جواب ہے، مدعیان عدم جواز فرار اپنے دعویٰ پر ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جو اس کی ممانعت میں صحاح میں پائی جاتی ہیں، جیسے الفار من الطاعون کالفار من الزحف (۳) وغیرہ، بہر حال جواز و عدم جواز عند الشرح جو کچھ ثابت ہو بالتفصیل والدلیل عقلاً و نقلاً بیان کرنا چاہئے۔ بینوا تو جروا۔

(۱) عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه يعني الطاعون. (أبو داود شريف، كتاب الجنائز، باب الخروج من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۴۴۲، دار السلام رقم: ۳۱۰۳)

(۲) سورة البقرة، رقم الآية: ۱۹۵۔

(۳) عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ←

الجواب: احادیث صحیحہ میں تنصیصاً فرار عن الطاعون کی ممانعت آئی ہے (۱) اور شبہات جو اس پر کئے گئے ہیں ان کا یہ جواب ہے:

(۱) قاعدہ کلیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر کسی اُمتی کے قول و فعل کے معارض ہو تو آپ کے ارشاد کو ترجیح ہوگی اور اُمتی کے قول و فعل میں اگر وہ مقبولین سے ہوتا وکیل کی جاوے گی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اگر معارض مان لیا جاوے تو حدیث مرفوعہ صحیح پر مقدم نہیں ہو سکتا، دو وجہ سے اولاً سند اس کی صحاح کے برابر نہیں دوسرے شارع غیر شارع برابر نہیں، پس لا بد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل میں کوئی تاویل ضروری ہوگی، مثلاً اسی لشکر کو دوسری جگہ بھیجنے کی ضرورت ہوگی اور یہ مسلم ہے کہ مقام طاعون سے اور کسی ضروری کام کے لئے سفر کرنا جائز ہے (۲) یا اگر علّت یہ قرار دی جاوے کہ اصحاء

← فی الطاعون: الفار منه كالغار يوم الزحف، ومن صبر فيه كان له اجر شهيد. (مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۳۵۲، رقم: ۱۴۸۵۳)

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فراراً منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸

أبو داود شريف، كتاب الجنائز، باب الخروج من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۴۴۲، دار السلام رقم: ۳۱۰۳

ترمذي شريف، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الفرار من الطاعون، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۴، دار السلام رقم: ۱۰۶۵

(۲) ومحل الأمرين حيث لا ضرورة إلى الخروج أو الدخول وإلا فلا إثم كما هو الظاهر. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، قبيل باب في الوسوسة، مكتبته إمداديه ملتان

کے چلے جانے سے مرضی کی خرابی ہے تو اس صورت میں سارا لشکر کا لشکر سفر کرے تو یہ علت نہ پائی جاوے گی؛ اس لئے اجازت دیدی ہوگی، چنانچہ بعض محققین قائل ہیں کہ اگر کسی بستی کے کل آدمی دوسری جگہ چلے جاویں تو کچھ حرج نہیں یا ان کے نزدیک یہ بھی معلل ہوگی علت احتمال فساد اعتقاد فارسیں کے ساتھ اور یہ علت مفقود تھی اس لئے اجازت دیدی (۱) بہر حال یہ امر ان کا اجتہاد ہی سمجھا جاوے گا جو دوسرے پر حجت نہیں اور در صورت حجت اس زمانہ کے طبائع کو مفید بھی نہیں؛ کیونکہ اب خاص طاعون کی وجہ سے بھاگتے ہیں اور ساری بستی کے لوگ کہیں نہیں جاتے، اور فساد اعتقاد بھی اگر کسی خاص میں نہ ہو تب بھی اُس

← واتفقوا علی جواز الخروج بشغل وغرض غیر الفرار و دلیلہ صریح الأحادیث .

(شرح النووي علی هامش المسلم، النسخة الهندية ۲ / ۲۲۹)

واتفق العلماء علی جواز الخروج بشغل وغرض غیر الفرار و دلیلہ صریح

الأحادیث . (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸ / ۳۳۲)

(۱) قوله: (فلا تخرجوا منها) لئلا يتخرج الناس الذين أنتم واردون عليهم بظن منهم

أنكم أتيتهم من مكان مرض فلستم خالين منه، ولئلا يتفرد المرضى الذين مرضوا ههنا فيتوحشوا إذ ليس يبقى لهم من يخدمهم ويقوم بأمرهم أو لأن في الفرار منه إيهام الفرار من المقدر مع أن المقدور واقع لا محالة، فلا ينبغي أن يكل في أموره وما ينوبه من الأمراض والعلل إلا إلى الله سبحانه. (الكوكب الدرّي، الجنائز، باب ما جاء في كراهية الفرار من الطاعون، المكتبة اليعقوبية سهارنپور ۱ / ۳۲۲-۳۲۳)

وإذا خرج من بلدة بها الطاعون، فإن علم أن كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس بأن يخرج ويدخل وإن كان عنده أنه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لا اعتقاده، وعليه حمل النهي في الحديث الشريف. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الخنثى، قبيل كتاب الفرائض، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰ / ۴۸۸، کراچی ۶ / ۷۵۷)

في الدر المختار في مسائل الشتي، قبيل الفرائض: الخروج عن البلدة المطعونة جائز، ولكن الحديث ينهى والنهي محمول على موضع فساد الاعتقاد، وزعم العدوى وغرض الحديث الرضا بما قضى الله تعالى، ويجوز الخروج والدخول لحوائج أخرى. (العرف الشدي علی هامش الترمذي، النسخة الهندية ۱ / ۲۰۲)

کافعل موجب فساد اعتقاد عامی کا ہے؛ اس لئے اس کے لئے بھی منہی عنہ للغير (۱) ہے۔ یہ سب جب ہے جب کہ تعارض ظاہری مان لیا جاوے، اگر تعارض نہ ہو تو ان تکلفات کی حاجت نہیں چنانچہ قاموس میں جابیہ کو دمشق کا قریہ لکھا ہے اور دمشق کا بلد عظیم ہونا مشہور ہے اور بلد عظیم کا فناء بعض جگہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ گرد و نواح کے قریٰ تک ہوتا ہے، چنانچہ کانپور کے فوجی لوگ موضع جاجمؤ تک جو کہ مستقل آبادی اور کانپور سے کئی میل کے فاصلہ پر واقع ہے اکثر اوقات نشانہ دمشق وغیرہ کرنے کے واسطے جاتے ہیں، پس جابیہ اگر فناء دمشق میں داخل کر لیا جائے تو کیا بعید ہے۔

(۲) فناء شہر میں جانا جائز ہے جیسا نمبر میں بیان ہوا، اور یہ جو لکھا ہے کہ اس وقت علل فرار میں سے ایک ہی علت ممانعت کی ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جاوے تب تو جواز کا احتمال ہی نہیں پھر جواز میں سعی کرنا فضول ہے؛ کیونکہ ممانعت کے لئے ایک ہی علت کافی ہے جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔

(۳) یہ قیاس مع الفارق ہے گرتی ہوئی دیوار یا لگتی ہوئی آگ میں عادی ہلاک ہونا متیقن ہے اور یہاں متیقن نہیں، پس ایک کا قیاس دوسرے پر صحیح نہیں، ورنہ قتال کفار تہلکہ میں داخل ہو کر ممنوع ہوگا، اور طاعون کو زحف کے ساتھ تشبیہ خود حدیث میں وارد ہے (۲) اور من و خزائن بھی آیا ہے (۳)۔

(۱) کل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰)

(۲) عن معاذة بنت عبد الله قالت: دخلت على عائشة رضي الله عنها فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تفتني أمتي إلا بالطعن والطاعون، قلت: يا رسول الله! هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: غدة كغدة البعير والمقيم بها كالشهيدي والغار منها كالغار من الزحف. (مسند أحمد بن حنبل ۶/ ۱۴۵، رقم: ۲۵۶۳۱)

عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الطاعون: الغار منه كالغار يوم الزحف، ومن صبر فيه كان له أجر شهيد. (مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۳۵۲، رقم: ۱۴۸۵۳)

(۳) عن أبي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فناء أمتي بالطعن والطاعون، فقيل: يا رسول الله! هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: وخز أعدائكم من الجن، وفي كل شهداء. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۳۹۵، رقم: ۱۹۷۵۷)

جواب سوال دوم: ناجائز کو جائز قرار دینا ظاہر ہے کہ فساد اعتقاد ہے اور اس کا فعلاً اختیار کرنا فسادِ عمل ہے۔

جواب سوال سوم: جواب سوال 1 میں گذر چکا۔ واللہ اعلم ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

ایضاً

سوال: (۲۶۸۹): قدیم ۴/۳۰۱ - طاعون سے بھاگنے کی نسبت ہمارے علمائے کرام نے فرماتے

ہیں کہ طاعون سے فرار خواہ اندیشہ موت سے ہو یا اندیشہ مرض سے، طاعون سے بھاگنے والا لشکرِ اسلام سے بھاگنے والا ہے، طاعون سے بھاگنا خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے، اگر بھاگنے کو کوئی شخص گناہ نہ سمجھے، اُس کے ایمان میں خرابی ہوگی، اور اگر یہ اعتقاد کرے کہ بھاگے گا تو نہ مریگا ورنہ مر جائے گا، تو کافر ہوگا۔ اس بارے میں چند شکوک مندرجہ ذیل ہیں، ان کا جواب مرحمت فرمائیے؟

(۱) جب کہ یہ مسلم ہے کہ علاج کرنا مسنون ہے اور ہر شخص استعلاج کا مجاز ہے اور ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ فنِ طب دو مقصودوں پر مبنی ہے، ایک حفظِ صحت دوسرے استردادِ صحت پس جب کہ علاج مسنون اور عام ٹھہرا تو کیا سبب ہے کہ تدابیرِ حفظِ صحت جو شامل تدبیرِ مکان اور تصفیہ آب و ہوا اور نقلِ شہر وغیرہ کو ہیں گناہ کبیرہ یا کفر متصور ہوں۔

(۲) جو اختلاجِ قلب میں جو کہ سوء مزاجِ حار سے ہو مریض کا شہرِ بارد میں جانا، مستسقی کو حجاز جانا، صاحبِ امراضِ بارہ کو ملکِ حار میں اور بالعکس جانا اب تک گناہ کبیرہ اور کفر کیوں نہ تجویز کیا گیا۔

(۳) اگر کہیں جنگ معمولی تیر و تفنگ ہو اور بخوفِ جان کوئی شخص وہاں نہ جائے یا وہاں سے علیحدہ ہو جاوے یا سٹکھیا بخوفِ مرنے کے نہ کھائے یا سٹکھیا کھانا مہلک اور نہ کھانا باعثِ امن تصور کرے تو اب تک ایسا شخص کافر کیوں نہ قرار پایا اور طاعون سے مہلک مرض سے یہ خیال کیوں کفر ہوا۔

(۴) اس حدیث شریف کا یعنی جہاں وبا ہو نہ جاؤ اور جہاں ہو وہاں سے نہ بھاگو، اگر یہ مطلب تصور کیا جائے یعنی جہاں وبا ہو جا کر مبتلا ہو گے؛ لہذا نہ جاؤ اور وبا سے بھاگ کر دوسرے شہر کو تھلکہ میں نہ ڈالو بلکہ اپنی ہی آبادی کے کنارے ویرانی میں رہو تو کیا عیب ہے گو بابا باعتبارِ شرع شریف کے کوئی مرض متعدی یعنی ایک مریض دوسرے تندرست کو بیمار کرے نہیں؛ بلکہ آلودگی اجزائے سمیہ دوسرے مقام کی اچھی ہوا کو اپنی صفتِ ذمیمہ سے موصوف کرے گی، اس کے ماننے میں کیا قباحت ہے۔

(۵) درحالیکہ طاعون واسہال و درزہ و پانی میں ڈوب کر مرنا دیوار یا مکان میں دب کر اور مسلول ہو کر مرنا، جل مرنا، یہ سب شہادتیں ہیں، پس تخصیصِ طاعون کی کیا ہے، گرتے ہوئے مکان ٹوٹی ہوئی کشتی میں بھی

رہنا چاہئے۔ مضراتِ ریہ بشوق شہادت استعمال فرمانا چاہئے دیگر شہادتیں نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔

(۶) یہ حدیث شریف کہ طاعون سے مرنا شہادت ہے اس کا یہ نتیجہ نکالنا کہ طاعون سے بھاگنا شہادت اور لشکرِ اسلام سے بھاگنا ہے کیا ضرور ہے بلکہ اکثر کفار کا یہ قول بالعموم سنا گیا ہے کہ وبا آسیب و بلا ہے اور اس کا مُردہ بھی اسی گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور مغفور نہیں ہوتا ہمارے حضرت ﷺ اپنی اُمت کے واسطے اس خیال کی نفی فرماتے ہیں اور ماجور فرماتے ہیں نہ یہ کہ حصول طاعون کی ترغیب فرماتے ہیں۔

(۷) درحالیکہ طبیبِ حاذق حرام دوا کو یہ سمجھ کر کہ بجز اس دوا کے کوئی مفید اور مزیل مرض نہیں کھانا تجویز کرے تو شریعتِ اجازت دیتی ہے، پس تمام حذاق بھاگنے کو مفید بتلاتے ہیں تو یہ امر کفر و گناہ کبیرہ کیوں قرار پائے حالانکہ حرام چیز کھانا اور بھاگنا اس میں تفاوت ہر شخص جانتا ہے۔

(۸) ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ میری اُمت کے لوگ طاعون میں مریں، یہ حدیث شریف پوری پوری نقل فرمائی جاوے۔

(۹) در صورتیکہ طاعون سے بھاگنا منع ہے تو اُس آبادی کی ویرانی کی اجازت کیوں دی جاتی ہے، جب بھاگنا منع ہے تو پچاس قدم اور پچاس کوس سب برابر ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟

(۱۰) در صورتیکہ ٹیکہ جو بغرض حفظ شہادت طاعون کے مفید سمجھا گیا ہے مشروع فرمایا گیا، بھاگنا کیوں گناہ کبیرہ و کفر قرار دیا گیا حالانکہ غرض متحد ہے، چونکہ خلائق کی جانوں سے متعلق ہے؛ لہذا امید ہے کہ کریمانہ توجہ خاص مبذول فرمائی جاوے، گو قیمتی وقت صرف ہو؟

الجواب: (۱) نفسِ معالجہ کی اجازت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر علاج جائز ہو اور کسی خاص علاج کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق علاج کی ممانعت ہو، پس جس طرح شراب و دیگر اشیاءِ محرمہ تجربہ سے بعض امراض کا علاج ثابت ہوئی ہیں اور پھر بھی ناجائز ہیں، اسی طرح اگر فرار باوجود علاج ہونے کے ناجائز ہو تو کیا استبعاد ہے۔

(۲) چونکہ ان امراض میں نقل کی ممانعت نہیں آئی اور طاعون میں ممانعت آئی ہے؛ اس لئے دونوں میں جوازِ ناجواز کا تفاوت ہو گیا۔ اور اگر یہ شبہ صاحبِ شرع پر ہے تو اُس کا جواب اس وقت ضروری ہے جب سائل غیر مسلم ہو۔ جواب مذکور اس بنا پر دیا گیا ہے کہ شبہ علماء پر ہے تو اس بنا پر جواب کافی ہے۔

(۳) اگر ان تذاہیر کو مؤثر حقیقی سمجھے جس سے تکلف محال ہے جیسے دہریوں کا مذہب ہے تو یہ اعتقاد ہی کفر ہے، اور فرار من الطاعون کو موجبِ سلامت سمجھنا بھی کفر اسی وقت ہے، جب کہ اس کو مؤثر حقیقی سمجھے اور اگر

اسباب عادیہ سے سمجھے تو نہ یہاں کفر ہے نہ وہاں کفر ہے؛ البتہ طاعون میں ممانعت شرعی کی وجہ سے یہ فرار گناہ ہوگا (۱) اور دوسری تدابیر بوجہ ماذون فیہ ہونے کے جائز ہوں گی۔

(۴) اگر صرف یہ حدیث ہوتی تو فی نفسہ اس کی گنجائش تھی گو بوجہ اس کے کہ سلف کے خلاف خلف کا اجتہاد جائز نہیں یہ معنی مقبول نہ ہوتے؛ لیکن صحیح مسلم میں یہ لفظ ہیں: عن أسامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن هذا الطاعون رجز سلط على من كان قبلكم أو على بني إسرائيل، فإذا كان بأرض فلا تخرجوا منها فرارا منه. الخ (۲)۔

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الطاعون: الفار منه كالفار يوم الزحف، ومن صبر فيه كان له أجر شهيد. (مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۳۵۲، رقم: ۱۴۸۵۳)

منهم من قال: النهي فيه للتنزيه فيكره ولا يحرم وخالفهم جماعة فقالوا: يحرم الخروج منها لظاهر النهي الثابت في الأحاديث الماضية، وهذا هو الراجح عند الشافعية وغيرهم. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، مكتبه أشرفيه ديوبند ۱۰/ ۲۳۱، دارالريان للتراث ۱۰/ ۱۹۸)

قوله: (كالفار من الزحف) شبه به في ارتكاب الكبيرة. (شرح الطيبي، الجنائز، قيل باب تمني الموت وذكره، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۳۶)

(۲) مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

اس حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے معلوم ہو گیا کہ علت نہیں کی فرار من الطاعون کا قصد ہے، سو اگر دوسری بستی کے کنارہ پر کوئی شخص جاٹھڑے تب بھی فرار من الطاعون تو صادق آگیا، اب وہ علت نہیں چل سکتی جو سوال میں لکھی ہے کہ دوسرے شہر کو تھلکہ میں نہ ڈالو۔

(۵) اول تو اس شبہ میں قیاس مع الفارق سے کام لیا گیا ہے؛ کیونکہ مقیس تو طاعون حادث کی جو مہلک ظنی ہے ایک تدبیر خالص نہ کرنا ہے، اور امور مقیس علیہا میں سے بعض میں آفات حادثہ مہلکہ بالیقین کی تدبیر نہ کرنا ہے جیسے دار منہدم یا سفینہ منکسرہ میں رہنا اور بعض میں خود آفات کا احداث ہے جیسے مضرات ریہ کا قصد استعمال کرنا البتہ اس دوسری قسم کے مقیس علیہ کے مشابہ وہ صورت ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص اشیاء و اسباب موثرہ طاعون کا قصد استعمال کرے تو غایت مافی الباب جب اضرار یقینی ہوگا، اس کی اجازت نہ دی جاوے گی (۱) دوسرے طاعون میں فرار سے نہیں آئی ہے اور مکان منہدم وغیرہ میں قرار سے نہیں ہے، پس دونوں جگہ مٹھی عنہ کو منع کریں گے۔

(۶) اس سے کس نے نتیجہ نکالا ہے اس مضمون کی تو صریح حدیث وارد ہے: فی المشکوۃ قیل باب تمنی الموت: عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: الفار من الطاعون كالفار من الزحف، والصابر فيه له أجر شهيد. رواه احمد (۲)۔ آگے جو لکھا ہے وہی ہے اس حدیث کے معلوم نہ ہونے پر؛ اس لئے قابل التفات نہیں۔

(۷) اول تو اسی میں کلام ہے کہ شریعت نے ادویہ محرمہ کی اجازت دی ہے۔ حدیث میں تو صاف نہیں آئی ہے (۳) آگے امام ابوحنیفہ کا مذہب منع ہی کا ہے، صرف بعد کے بعض علماء نے اجازت دیدی ہے تو

(۱) وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. (سورة البقرة، رقم الآية: ۱۹۵)

(۲) مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۳۵۲، رقم: ۱۴۸۵۳۔

مشکوۃ شریف، کتاب الجنائز، قیل باب تمنی الموت و ذکرہ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱/ ۱۳۹۔

(۳) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله

أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداووا ولا تداووا بحرام. (أبو داود شریف، کتاب

الطب، باب فی الأدوية المكروهة، النسخة الهندية ۲/ ۵۴۱، دار السلام رقم: ۳۸۷۴)

وقال الزهري لا يحل شرب بول الناس لشدة تنزل؛ لأنه رجس قال الله تعالى: (وأحل

لكم الطيبات) وقال ابن مسعود في السكر إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم.

(بخاري شریف، کتاب الأشربة، باب شراب الحلواء والعسل، النسخة الهندية ۲/ ۸۴۰)

اس کو شریعت کی اجازت کہنا خود واجب التسلیم نہیں (۱)۔ دوسرے اگر ان علماء کے قول کو جُت شرعیہ سمجھا جاوے تو فقہاء نے رسم المفتی و تفصیل طبقات فقہاء میں یہ بات طے کر دی ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگوں کو اجتہاد کی اجازت نہیں تو ان کے استنباط پر اپنے استنباط کو قیاس کرنا غلط ہوگا (۲)۔

(۸) یہ حدیث میری نظر سے نہیں گذری۔

(۹) بعض علماء کے نزدیک تو یہ بھی منع ہے، اُن پر تو شبہ ہی نہیں، بعض نے البتہ اجازت دی ہے، اُن کی دلیل جو اب تک مجھ کو معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ فناء مصر حکم مصر میں ہے بدلیل احکام جمعہ وغیرہا (۳)

(۱) اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي، وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الطهارة، قبيل فصل في البئر، مطلب: في التداوي بالمحرم، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۳۶۶-۳۶۵، کراچی ۱/ ۲۱۰)

(۲) وقد ذكروا أن المجتهد المطلق قد فقد، وأما المقيد فعلى سبع مراتب مشهورة، وأما نحن يعني أهل الطبقة السابعة فعلينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو أفتوا في حياتهم، أي كما تتبعهم لو كانوا أحياء أفتونا بذلك، فإنه لا يسعنا مخالفتهم. (الدرالمختار مع الشامی، المقدمة، مكتبة زكريا ديوبند ۱/ ۱۷۹ تا ۱۸۱، کراچی ۱/ ۷۷)

منحة الخالق على البحار الرائق، كتاب القضاء، فصل في التقليد، مكتبة زكريا ديوبند ۶/ ۴۵۳، کوئٹہ ۶/ ۲۶۹۔

(۳) ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الأول: المصّر أو فناءه وهو ما حوله اتصل به أولاً كما حرره ابن الكمال وغيره لأجل مصالحه كدفن الموتى ورخص الخيل الخ. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۵ تا ۷، کراچی ۲/ ۱۳۷-۱۳۸)

لا تصح الجمعة إلا بستة شروط: المصّر أو فناءه الخ. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب الجمعة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۲۴۴)

تجب صلاتهما - العيدين - في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة، فإنها سنة بعدها. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الصلاة، باب

العيدين، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۴۵، کراچی ۲/ ۱۶۶) ←

اور مضر تجميع اجزاء شے واحد ہے تو اس بناء پر تبدل مکان ہی نہیں ہوا؛ لہذا یہ فرار نہیں ہے، اس سے زیادہ کوئی تصریح میں نے نہیں دیکھی۔

(۱۰) اگر ایک مرض کے دو علاج ہوں ایک ماذون فیہ دوسرا منہی عنہ تو اس میں کیا محال ہے، اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر ایک ماذون فیہ ہو تو دوسرا بھی ماذون فیہ ہو، اور اگر ایک منہی عنہ ہو تو دوسرا بھی منہی عنہ ہو، مثال اس کی جواب سوال اوّل میں گذر چکی، آخر میں اس قدر التماس ہے کہ مسائل شرعیہ دریافت کرنے میں معاندانہ عنوان سے احتراز واجب ہے، ان سوالات میں ان کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

ایضاً

سوال (۲۶۹۰): قدیم ۳۰۴/۲ - اردو کے رسالہ میں چند احادیث منقول دیکھیں ان کی اسانید اور متون کے متعلق جو شبہات واقع ہوئے تسکین قلب کے لئے ان کا دریافت کرنا بہتر معلوم ہوا۔
اوّل حدیث: یہ ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابو بردہ بن قیس سے جو کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بھائی ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یا اللہ! میری اُمت کا خاتمہ اپنے راستہ میں طعن و طاعون سے فرما“ (۱)۔

دوسری حدیث: یہ ہے جو کہ منتخب کنز العمال میں ہے: ”حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طاعون ہم لوگوں کے لئے رحمت اور تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے، اور موت صلحاء کی ہے جو تم سے پیشتر گزرے ہیں۔ اور یہ شہادت ہے (۲)۔

← ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب صلاة العيدين، دار الكتب العلمية

بيروت ۱/ ۲۵۴۔

(۱) عن أبي بردة بن قيس أخي أبي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللهم اجعل فناء أمتي قتلا في سبيلك بالطعن والطاعون. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۲۳۸، رقم: ۱۸۲۴۸)

(۲) إن الطاعون رحمة ربكم ودعوة نبيكم وموت الصالحين قبلكم وهو شهادة الشيرازي في الألقاب عن معاذ“. (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الطاء، كتاب الطب والرقى والطاعون من قسم الأقوال، قبيل كتاب الطب من قسم الأفعال، مؤسسة الرسالة بيروت ۱۰/ ۷۹، رقم الحديث: ۲۸۴۴۲)

تیسری حدیث: یہ ہے اُسی مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وبائے طاعون عذاب ہے کہ ہلاک کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے اگلی امتوں کو اور تحقیق موجود ہے یہ زمین میں کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہو جاتا ہے کبھی، پس جب کبھی یہ کسی مقام پر نازل ہو تو مت نکلو وہاں سے اور جب سنو کہ یہ کسی مقام پر ہے تو وہاں مت جاؤ (۱)۔

چوتھی حدیث: یہ ہے، بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی کیفیت پوچھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا تھا، اور اب جل جلالہ نے مؤمنین کے لئے اس کو رحمت بنایا ہے جو بندہ اس میں مبتلا ہو صبر کرے اور ثابت قدم رہے اپنی جگہ پر یعنی بھاگے نہیں اور یقین رکھتا ہو اس بات کا کہ نہیں پہونچے گا، اس کو کچھ مگر جو کہ اللہ تعالیٰ نے نکھ دیا ہے اس کے لئے تو ملتا ہے اُس کو ثواب شہیدوں کا (۲)۔

پانچویں حدیث: یہ ہے اُسی مسند میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا خاتمہ طعن اور طاعون میں ہوگا، عرض کیا گیا کہ طعن تو معلوم ہے مگر طاعون نہیں معلوم کہ کیا شے ہے؟ فرمایا کہ جنوں میں سے جو تمہارے دشمن ہیں اور تم سے عداوت رکھتے ہیں اُن کا نیزہ ہے، اور طعن و طاعون دونوں میں شہادت ملتی ہے (۳)۔

(۱) عن عامر بن سعد قال: جاء رجل يسئل سعدا عن الطاعون، فقال أسامة بن زيد: أنا أحدثك عنه، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن هذا عذاب أو كذا أرسله الله على ناس قبلكم أو طائفة من بني إسرائيل فهو يجيء أحيانا ويذهب أحيانا، فإذا وقع بأرض فلا تدخلو عليه، وإذا وقع بأرض فلا تخرجوا فرارا منه. (مسند أحمد بن حنبل ۵/ ۲۰۱، رقم: ۲۲۰۹۴)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكنه في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۳) عن أبي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فناء أمتي بالطعن ←

احادیث بالا کے متعلق سوالات

(۱) یہ احادیث باعتبار اسانید صحیح ہیں یا نہیں؟

(۲) پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے طاعون کی دعا کی ہے۔ آپ رحمۃ اللعالمین اور مؤمنین پر رؤف و رحیم تھے، چند خاص کفار کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر کے لئے بھی بددعا نہیں کی؛ بلکہ دعائے رحمت ہی کی، پھر آپ خود اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرتے تھے اور امت کو بھی دعائے طلب عافیت دنیا و آخرت تعلیم فرمایا کرتے تھے جیسا کہ صحاح کی بعض روایتوں میں عافیت طلب کرنے کی دعائیں موجود ہیں (۱)۔ اور آپ کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی بادِ شہد دیکھتے تو چہرہ متغیر ہو جاتا (۲) اس حالت پر آپ طاعون کی بددعا کیوں فرماتے۔

← والطاعون، فقيل: يا رسول الله! هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: وخز أعدائكم

من الجن، وفي كل شهداء. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۳۹۵، رقم: ۱۹۷۵۷)

(۱) عن العباس بن المطلب قال: قلت: يا رسول الله! علمني شيئاً أسأله الله عز وجل قال: سل الله العافية، فمكثت أياماً، ثم جئت فقلت: يا رسول الله! علمني شيئاً أسأله الله؟ فقال لي: يا عباس يا عم رسول الله صلى الله عليه وسلم! سل الله العافية في الدنيا والآخرة. (ترمذي شريف، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۱، دار السلام رقم: ۳۵۱۴-۳۵۱۵)

بخاري شريف، كتاب التمني، باب كراهية تمنى لقاء العدو، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷۴، رقم: ۶۹۴۷، ف: ۷۲۳۷۔

(۲) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا عصفت الريح قال: اللهم إني أسئلك خیرها وخیر ما فیها، وخیر ما أرسلت به، وأعوذ بك من شرها وشر ما فیها وشر ما أرسلت به، قالت: وإذا تخيلت السماء تغير لونه وخرج ودخل وأقبل وأدبر، فإذا مطرت سري عنه فعرفت ذلك في وجهه، قالت عائشة: فسألته، فقال: لعله يا عائشة كما قال قوم عاد (فلما رأوه عارضا مستقبل أو ديتهم قالوا هذا عارض ممطرنا). (مسلم شريف، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۴، بيت الأفكار رقم: ۸۹۹)

(۳) دوسری حدیث میں جو یہ ہے کہ موت صلحاء کی ہے کہ تم سے پیشتر گزرے ہیں، یہ الفاظ تیسری حدیث کے ان الفاظ کے خلاف ہیں کہ وبائے طاعون عذاب ہے کہ ہلاک کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے اگلی امتوں کو۔ زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و زمانہ صحابہؓ سے پہلے کونسے صحابہ گزرے ہیں جن کی موت طاعون سے ہوئی ہے؛ البتہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بعض ظالم و فاسق بنی اسرائیل کی موت طاعون سے ہوئی ہے، وہ ان کے فسق کے سبب سے ہوئی ہے، نہ اُن کی صلاحیت کی وجہ سے، جیسا کہ اَنْزَلْنٰا عَلٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (۱) کی تفسیر میں لکھا ہے۔

(۴) میرا عقیدہ یہ ہے کہ طاعون کو جو بعض احادیث میں رحمت کہا گیا وہ باعتبار اجراء خروی کے لکھا گیا ہے نہ باعتبار صورت دنیوی کے، اگر وہ باعتبار صورت دنیوی رحمت ہوتا تو پھر ان الفاظ کے کچھ معنی نہ ہوتے جو چوتھی حدیث میں مذکور ہے کہ جو بندہ اس میں مبتلا ہو صبر کرے؛ کیونکہ رحمت پر صبر نہیں کیا جاتا بلکہ مصیبت پر صبر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ طاعون میں نقل مکان کی اجازت ہے، رحمت کو چھوڑ کر نقل مکان کرنا عاقل کا کام نہ تھا، جاہل کا کام تھا؛ پھر ممانعت ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ، رحمت میں جانے کی ممانعت خلاف عقل و نقل ہے، غرض جس وجہ سے دیکھا جاتا ہے طاعون صورت دنیوی کے اعتبار سے رحمت نہیں بلکہ اجراء خروی کے لحاظ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا، میرا یہ عقیدہ خلاف سنت تو نہیں ہے۔

(۵) تیسری حدیث کے ان الفاظ سے ’اور تحقیق موجود ہے یہ زمین میں کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہو جاتا ہے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ طاعون زمین سے آتا ہے، مگر اسی حدیث کے ان الفاظ سے ’اور جب کبھی کسی مقام پر یہ نازل ہو‘ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین سے نہیں؛ بلکہ زمین پر نازل ہوتا ہے، اور قرآن مجید کے الفاظ اَنْزَلْنٰا اور رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ سے تو بہت صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے نہیں آتا؛ بلکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے، زمین میں موجود ہونے اور آسمان سے نازل ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۶) کتب طب میں طاعون کی جو حقیقت و ماہیت لکھی ہے وہ اور ہی کچھ ہے اور یہاں پانچویں حدیث سے اور ہی کچھ ثابت ہوتا ہے، حدیث کے سامنے قول اطباء مردود ہے، مگر یہ معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے طاعون کو جنوں کا نیزہ کہا گیا ہے اور نیزہ مارنے کا سبب دشمنی و عداوت کو بتایا گیا ہے تو

جنوں کو تو دشمنی وعداوت ہمیشہ ہی سے تھی اور انسان پر نیزہ مارنے کی قدرت بھی ان کو ہر وقت حاصل ہے؛ کیونکہ وہ انسان کو دیکھتے ہیں اور انسان ان کو اور ان کے نیزہ کو نہیں دیکھتا، پھر خاص خاص وقتوں میں اور خاص خاص مقاموں میں طاعون کے ظاہر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے، کہیں نہ کہیں بلکہ سب کہیں ہر وقت طاعون موجود رہنا چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ہے بصورت مرض طاعون بہ سبب فسق و فجور نازل کیا جاتا ہے اور وہ عام ہو جاتا ہے تو مومنین اور اہل تقویٰ کو بھی لے لیتا ہے، تا کہ ان کے مراتب آخرت میں اور عالی کئے جاویں۔ جنوں کی دشمنی اور عداوت اور نیزہ مارنے کا حال صحیح حدیث سے معلوم ہو جاوے تو اسی بات کا یقین اور عقیدہ رکھنا ضروری ہے خواہ وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اتنا لکھنے کے بعد رسالہ علاج القحط کی بہت سی عبارتیں اس رسالہ کی عبارتوں کے خلاف معلوم ہوئیں۔ دو باتوں کو بطور نمونہ عرض کرتا ہوں:

(۱) اس رسالہ کی پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کے لئے آپ نے دعا کی اور علاج القحط سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے آپ نے پناہ مانگی جیسا علاج القحط کی اس عبارت سے واضح ہے ”ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ دس آدمی مہاجرین میں سے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے جن میں سے ایک میں تھا، آپؐ نے فرمایا کہ اے مہاجرین پانچ باتیں ہیں اور میں تمہارے لئے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں نہ پڑو۔ نہیں ظاہر ہوئیں بے حیائی کی باتیں کسی قوم میں حتیٰ کہ کھلم کھلا کرنے لگیں مگر مبتلا ہوئے طاعون میں اور ایسی بیماریوں میں کہ جو ان کے باپ دادوں میں کبھی نہ ہوئی ہوں گی“ (۱)۔ علاج القحط صفحہ ۶۵ و ۶۷۔

(۱) عن عبد اللہ بن عمر قال: أقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا معشر المهاجرين! خمس إذا ابتليتم بهن، وأعوذ بالله أن تدركوهن لم تظهر الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين مضوا، ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان عليهم، ولم يمنعوا زكاة أموالهم إلا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم يمطروا ولم ينقصوا عهد الله وعهد رسوله إلا سلب الله عليهم عدوا من غيرهم فأخذوا بعض ما في أيديهم، وما لم تحكم أئمتهم بكتاب الله ويتخيروا مما أنزل الله إلا جعل الله بأسهم بينهم. (ابن ماجہ شریف، أبواب الفتن، باب العقوبات، النخسة الهندية ص: ۲۹۰، دار السلام رقم: ۴۰۱۹)

(۲) اس رسالہ کی چوتھی حدیث میں یہ لفظ ہیں: ”یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا تھا“۔ اور چوتھی حدیث کے علاوہ ایک جگہ یہ لفظ ہیں: ”اور امتوں کے لئے یہ طاعون عذاب تھا اور اس امت کے لئے رحمت و شہادت ہے“۔ تھا کہ لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ میں جو چار طرف طاعون پھیل رہا ہے وہ عذاب نہیں۔۔۔۔۔ علاج القحط کی یہ عبارت ہے۔ ”وہ فرماتی ہیں (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی نسبت سوال کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عذاب ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے بھیجتا ہے“ ہے کہ لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ میں جو طاعون پھیل رہا ہے وہی عذاب ہے۔ رہا اس کا مومنین کے لئے رحمت ہونا تو وہ باعتبار اجرا خروى پہلے زمانہ میں بھی تھا اور اب بھی ہے، دونوں میں فرق کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟

الجواب: ﴿۱﴾ اول مسند اور کنز العمال یا اُس کے منتخب میرے پاس نہیں؛ اس لئے ان احادیث کی صحت کی تحقیق نہیں کر سکتا، علے تقدیر الثبوت جواب شہادت کے لکھوں گا؛ البتہ بخاری کی جو حدیث اس میں موجود ہے وہ صحیح ہے۔

﴿۲﴾ ایک شے میں مختلف اعتبارات اور حیثیات ہوتی ہیں، اگر رحمت ہونے کی حیثیت دُعا ہو تو کیا حرج ہے اور اس حیثیت سے عافیت کے بھی منافی نہیں جیسے حدیثوں میں تمنائے شہادت بھی ہے اور سوال عافیت بھی (۱)۔ اور بادتند پر قیاس مع الفارق ہے؛ کیونکہ اس کا رحمت ہونا کہیں وارد نہیں۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والذي نفسي بيده لو لا أن رجلا يكرهون أن يتخلفوا بعدي ولا أجد ما أحملهم ما تخلفت، لوددت أن أقتل في سبيل الله، ثم أحياء، ثم أقتل، ثم أحياء، ثم أقتل، ثم أحياء، ثم أقتل. (بخاري شريف، كتاب التمني باب ما جاء في تمني ومن تمني الشهادة، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷۳، رقم: ۶۹۳۶، ف: ۷۲۲۶)

مسلم شريف، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، النسخة الهندية ۲/ ۱۳۳، بيت الأفكار رقم: ۱۸۷۶۔

عن سالم أبي النضر مولى عمر بن عبد الله وكان كاتباً له، قال: كتب إليه عبد الله بن أبي أوفى فقرأته فإذا فيه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تتمنوا لقاء العدو واسلوا الله العافية. (بخاري شريف، كتاب التمني، باب كراهية تمني لقاء العدو، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷۴، رقم: ۶۹۴۷، ف: ۷۲۳۷) ←

﴿۳﴾ اگر سابقین میں سے اشرار کے لئے عذاب اور ابرار کے لئے رحمت کہا جاوے تو دونوں حدیثوں میں تعارض نہ ہوگا اور صلحاء امم سابقہ میں بھی بہت گزرے ہیں گو ان میں سے اہل طاعون کا قصہ ہم کو بالنعین معلوم نہ ہو۔

﴿۴﴾ ٹھیک عقیدہ ہے لیکن تعبیر کے لئے یہ عنوان زیادہ واضح ہے کہ رحمت اور مصیبت دونوں دنیا ہی میں ہیں لیکن رحمت باعتبار اثر یعنی استحقاق اجر کے ہے اور مصیبت باعتبار صورت ظاہری کے۔

﴿۵﴾ اگر دونوں طرح ہوتا ہے یا اسباب سماویہ و اسباب ارضیہ دونوں کو کچھ کچھ دخل ہو تو کیا بعید ہے؟

﴿۶﴾ اگر دونوں طرح ہوتا ہو یا مجموعہ کو دخل ہو، اطباء نے ظاہری اسباب کو بیان کر دیا ہے اور شارع علیہ السلام نے باطنی سبب کو یا ان اسباب میں خود ایک دوسرے کے لئے سبب ہو، سبب احتمالات ممکن اور دفع تعارض کے لئے کافی ہیں، مثلاً کسی کو مٹھائی کھانے سے صفر کا ہیجان ہوا اور اس سے بخار ہو گیا تو دونوں کو بخار کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے، یا جیسے حکماء حال نے آثار طاعون کا سبب کیڑوں کو بتلایا ہے، اور قدما نے مادہ کو، اور دونوں میں کچھ تدافع نہیں۔ اور جنوں کی دشمنی پر جو شبہ کیا ہے، اس کا یہ مقدمہ کہ ہر وقت نیزہ مارنے کی قدرت حاصل ہے مسلم نہیں، ممکن ہے کہ حفاظت خداوندی مانع دوام قدرت ہو اور گاہ بہ گاہ ابتلا کے واسطے حفاظت اٹھالی جاتی ہو اور اس کے لئے فسق و فجور کا سبب ہونا اس کے منافی نہیں، ممکن ہے کہ سزا کا یہی طریقہ ہو۔

اب شبہات متعلقہ علاج القحط کا جواب سنئے

(۱) جب معصیت کی سزا میں عقوبت ہے اس ترتب کے مرتبہ میں پناہ مانگے جو درحقیقت معصیت سے پناہ مانگنا ہے اور بلا ترتب علی المعصیت رحمت ہے اس درجہ میں دُعا مانگے، پس کچھ تعارض نہیں، کیونکہ لوگوں کے حالات معصیت و طاعت میں خود مختلف ہیں پس ایک جگہ عقوبت ہے دوسری جگہ رحمت۔

(۲) جس حدیث کے ترجمہ میں لفظ ہے واقع ہے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بایں لفظ ہے انہ عذاب یبعثہ اللہ الخ (۱)۔ اگر اشرار کے لئے پہلے بھی عذاب ہو اور اب بھی تو تھا اور ہے دونوں

← مسلم شریف، کتاب الجہاد والسیر، باب کراہیۃ تمنی لقاء العدو والأمر بالصبر

عند اللقاء، النسخة الهندية ۲ / ۸۴، بیت الأفكار رقم: ۱۷۴۱۔

(۱) عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت ←

درست ہو گئے رہا یہ کہ پھر دونوں امتوں میں فرق نہ ہوا حالانکہ ظاہر اللفظ حدیث سے فرق مقصود معلوم ہوتا ہے سو وہ فرق یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء اس کی امم سابقہ سے بطور عذاب کے ہوئی چنانچہ صحیح مسلم میں مرفوعاً یہ حدیث ہے: ”الطاعون رجز أرسل علی بنی اسرائیل۔ الخ (۱)۔ اس لئے عذاب کی حیثیت کو بعض احادیث میں صرف ان کے ساتھ نسبت فرمانے میں خاص فرمادیا، باوجودیکہ دونوں امتیں رحمت و عذاب ہونے میں شریک ہیں کیونکہ ابتداء عرفاً محاورۃً اعظم اسباب تخصیص ذکر کی سے ہے یا یوں کہا جاوے کہ امم سابقہ میں حیثیت عذاب غالب تھی اور حیثیت رحمت مغلوب اور اس امت میں بالعکس ولأکثر حکم الكل۔ اس لئے وہاں عذاب کی اور یہاں رحمت کی تخصیص ذکر کی بعض احادیث میں کردی گئی اور بعض میں دوسری حیثیت کی بھی دونوں امتوں کے لئے تصریح کردی۔ واللہ اعلم۔

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

ایضاً

سوال (۲۶۹۱): قدیم ۳۰۹/۲ - زید کہتا ہے کہ جب طاعون میں چوہے وغیرہ سڑیں تو جس دالان یا کوٹھری میں سڑیں، اُسے چھوڑ دیں اور دوسرے دالان یا کوٹھری میں آ رہیں، اور جب اُس دالان اور کوٹھری میں بھی بو آنے لگے تو اس دوسری کوٹھری کو بھی چھوڑ دے اور صحن وغیرہ میں رہے غرض ہر پھر

← رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابراً محتسباً يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۹۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض، قبیل الفصل الثانی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱/ ۱۳۵۔

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجز أو عذاب أرسل على بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه. (مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸)

کے گھر ہی کے اندر رہے یا زیادہ سے زیادہ گھر کے دروازہ کمرہ وغیرہ میں رہے اُس محلہ کے یا دوسرے محلہ کے گھر میں اپنا گھر چھوڑ کے نہ جاوے ورنہ فرار میں داخل ہو جائے گا، اور اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ آخر گھر چھوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ موت سے بچنے کے لئے گھر چھوڑتا ہے تو جس کی موت نہیں آئی وہ مر نہیں سکتا چاہے گھر چھوڑے یا نہ چھوڑے، اور جان بچانے کے لئے گھر چھوڑنا بھی تو فرار ہے، اگر دفع و حشت کے لئے چھوڑتا ہے تو وحشت کیسی؟ کس چیز سے وحشت؟ موت سے تو وحشت ہو نہیں سکتی، جب موت سے پہلے کوئی مر نہیں سکتا، اور یہی عقیدہ ہے تو پھر وحشت کیوں؟ جو لوگ طاعون زدہ بستی کے باہر اسی بستی کے متعلق بانگوں یا کھیتوں میں یا عید گاہ یا اور کہیں جا بسے ہیں یا اسی بستی کے اندر ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں یا اسی بستی بلکہ اسی محلہ کے اندر ایک گھر سے دوسرے گھر میں جا بسے ہیں ان کو زید صف جہاد سے بھاگنے والوں کے برابر خیال کرتا ہے اور ارتکاب گناہ کبیرہ کا الزام لگاتا ہے اور مجمع عام میں ملامت کرتا ہے اور بڑے زور و شور سے بیان کرتا ہے کہ نہ بستی کے اندر بھاگنا درست ہے، نہ بستی کے متعلق بانگوں کھیتوں عید گاہوں یا اور کسی جگہ نہ بستی کے باہر، اور بستی کے خلاف دوسری بستی میں؛ کیونکہ طاعون سے بھاگنے کی حدیث شریف میں سخت ممانعت آئی ہے اور بستی اور غیر بستی کی قید حدیث میں نہیں، پس جس طرح دوسری بستی میں جان بچانے کے لئے بھاگ جانا درست نہیں اسی طرح بستی کے اندر اور بستی کے متعلقات میں بھی جائز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب طاعون نہ تھا تو کوئی بھی بھاگنا نہ تھا، سب اپنے اپنے گھروں میں تھے، جب طاعون آیا اور لوگ بھاگے تو ضرور طاعون سے بھاگے اور جان بچانے کے لئے بھاگے اور ضرور اس خیال سے بھاگے کہ اگر بستی میں رہیں گے تو مرجائیں گے، اور بھاگ جائیں گے تو بچ جائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ ہی کو مارنے جلانے والا سمجھتے تو اپنا اپنا گھر چھوڑ کے تکلیف کے ساتھ کبھی بستی کے باہر ہنا گوارا نہ کرتے، بھاگنے والوں کی ظاہری حالت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھاگنے کو زندگی میں داخل سمجھتے ہیں۔ جب لوگوں کی یہ حالت ہے تو بستی کے اندر اور بستی کے باہر اس کے متعلقات میں بھاگ کر جا کر رہنا کسی طرح جائز نہ ہوگا؛ بلکہ یہ فرار میں داخل ہوگا، پس جن لوگوں نے حدیث مطلق کو بستی کے اندر یا متعلقات کی قیدیں لگا کر مقید کیا ہے اور اس کو فلاں فلاں حالتوں پر محمول کیا ہے یہ سب غلط اور حدیث میں اصلاح دینا ہے جو کسی مسلمان کے نزدیک جائز نہیں ہو سکتا، جو لوگ یہ قید لگاتے ہیں کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے تو جانا درست ہے یا دفع و حشت یا علاج کرنے یا تجارت کرنے یا اور کسی ضرورت سے چلا جائے تو درست ہے، یہ سب قیدیں غلط اور من گڑھت ہیں، اگر اسی طرح ہر شخص کہنے لگے تو بھاگنا ہی درست ہو جائے گا اور ایک کے جانے اور

بھاگنے سے دوسرا بھی حیلہ نکال کر بھاگنا چاہے گا اور ضرر و نقصان متعدی ہوگا، پس کوئی صورت ایسی نہیں جس سے گناہ متعدی نہ ہوتا ہو یا کم از کم گناہ لازمی نہ لازم آتا ہو؛ اس لئے اس وقت بلکہ ہر زمانہ میں مطلقاً بستی سے نکلنے بلکہ گھر چھوڑنے ہی سے ممانعت کرنا ضروری ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا یہ اعتقاد و عمل جواد پر مذکور ہوا موافق شریعت کے ہے یا نہیں اور زید کو کیسا سمجھنا اور اس کی بات کو ماننا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: احکام شرعیہ بعض مغلل ہوتے ہیں اور اس علت کو مجتہدین اپنے ذوق اجتہادی سے سمجھ جاتے ہیں، اور یہ اجتہاد وہ رائے نہیں ہے جس کی مذمت وارد ہے؛ کیونکہ اجتہاد کا استعمال بلا تکلیف صحابہؓ سے قاطبہ ثابت ہے (۱) اور وہ علت کبھی مصرحاً منقول ہوتی ہے کبھی اشارۃً مفہوم ہوتی ہے، اس تمہید کے بعد جاننا چاہئے کہ راحت المحزون میں کنز العمال سے یہ روایت نقل کی ہے:

فكتب إليه (أبي عبيدة) عمر بن الأردن أرض وبيئة عمقة وأن الجابية أرض نزهة فاذهب بالمهاجرين إليها. ۱۵ (۲)۔

باوجودیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حدیث مرفوعہ نہی عن الفرار پر اطلاع تھی، اس سے مفہوم ہوا کہ علت

(۱) عن أناس من أهل حمص من أصحاب معاذ بن جبل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما أراد أن يبعث معاذاً إلى اليمن قال كيف تقضي إذا عرض لك قضاء، قال: أقضي بكتاب الله، قال: فإن لم تجد في كتاب الله، قال: فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فإن لم تجد في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا في كتاب الله، قال: أجتهد رأيي ولا آلو، فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم صدره وقال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله. (أبو داود شريف، كتاب الأقضية، باب اجتهد الرأي في القضاء، النسخة الهندية ۲/ ۵۰۵، دار السلام رقم: ۳۵۹۲)

ترمذی شریف، أبواب الأحكام، باب ماجاء في القاضي كيف يقضي؟ النسخة الهندية ۱/ ۲۴۷، دار السلام رقم: ۱۳۲۷۔

سنن الدارمی، المقدمة، باب الفتيا وما فيه من الشدة، دار المغني الرياض ۱/ ۲۶۷، رقم: ۱۷۰۔

(۲) كنز العمال، حرف الجيم، كتاب الجهاد من قسم الأفعال، الشهادة الحكيمة، مؤسسة الرسالة بيروت ۴/ ۵۹۹، رقم الحديث: ۱۱۷۴۹۔

نہی کی آپ نے مریضوں اور مصیبت زدوں کا ضائع ہو جانا سمجھا تھا، اسی بنا پر چونکہ سب کے منتقل ہونے میں ضیاع مذکور نہ تھا؛ اس لئے آپ نے اجازت دیدی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں اس لئے یہ علت معتبر ہوگی، چونکہ نقل عن المكان یا خروج إلى الفناء میں یہ علت نہیں ہے؛ اس لئے نہی نہ ہوگی۔ دوسرے حدیث میں بأرض اور بلدة الفاظ آئے ہیں (۱) اور حدیث ایک دوسرے کی مفسر ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ ارض سے مراد بلد ہی ہے اور فناء بلد احکام میں مثل بلد کے ہے، پس فرار في البلد کو فرار کہنا حدیث کے مقابلہ میں رائے لگانا ہے۔ اس تقریر سے سب شبہات کا جواب ہو گیا۔

۱۲ شعبان ۱۳۲۲ھ

ایضاً

سوال (۲۶۹۲): قدیم ۳۱۱/۴ - نقل مکان میں اگر نقل بلد کے ساتھ نہ ہو مجھ کو شبہ ہے کیونکہ حکم تو عام اور مطلق ہے جو مشتمل ہے تمام افراد خروج و دخول کو پس مخصوص کو نسا حکم ہے جو نقل مکان کے فرد کو خاص ہے اور جو علت نقل بلد میں متحقق ہے وہی نقل مکان میں، جواب ثانی مرحمت ہو؟

الجواب: في المشكوة عن البخاري عن عائشة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلد الخ (۲)۔ وفيها عن الشيخين عن

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: سألت ←

أسامة قال رسول الله ﷺ: إذ وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه (۱)۔ چونکہ طبعاً و عرفاً و شرعاً لازم ہے کہ ترغیب اُسی امر پر ہوتی ہے جس کے ترک پر ترہیب ہو۔ اور ترغیب میں مکث فی البلد کا عنوان ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسی ترک مکث فی البلد پر ترہیب ہوگی، پس یہ قرینہ ہے کہ ارض کی تفسیر بلد ہے و نیز احکام شرعیہ فقہیہ میں تمام بلد و مالحق بہ کو حکم موضع واحد میں ٹھہرایا ہے جیسے اقامت جمعہ میں فناء مصر حکم مصر میں ہے (۲) اس لئے تمام ممکنہ بلد واحد کو حکم مکان واحد میں کہا جاوے گا،

← رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون، فأخبرني أنه عذاب يبعثه الله على من يشاء، وأن الله جعله رحمة للمؤمنين، ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابراً محتسباً يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۵، ف: ۳۴۷۴)

(۱) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فراراً منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۴، رقم: ۳۳۵۴، ف: ۳۴۷۳)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۸، بيت الأفكار رقم: ۲۲۱۸۔

مشكوة شريف، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، قبيل الفصل الثاني، مكتبه اشرفيه ديوبند ۱/ ۱۳۵۔

(۲) ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الأول: المصروع فناءه وهو ما حوله اتصل به أولاً كما حرره ابن الكمال وغيره لأجل مصالحه كدفن الموتى وركض الخيل الخ. (الدرالمختار مع الشامسي، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۵ تا ۷، كراچی ۲/ ۱۳۷-۱۳۸)

لا تصح الجمعة إلا بستة شروط: المصروع فناءه الخ. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، الصلاة، باب الجمعة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۲۴۴)

یہ کلام تو متعلق نص کے ہے رہی علت سو وہ محققین کے نزدیک ضیاع حقوق مرضی و اموات ہے (۱) اور نقل مکان فی البلد الواحد میں یہ علت نہیں؛ لہذا معلول یعنی نبی بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

طاعون سے بھاگ کر طاعون ہی سے مرنے والا شہید شمار ہوگا؟

سوال (۲۶۹۳): قدیم ۳۱۲/۴ - مقام طاعون سے بخوف طاعون بھاگنا کیسا ہے جو مسلمان طاعون سے بھاگ کر دوسری جگہ چلے گئے اور پھر وہاں جا کر بھی طاعون سے نہ بچے اور اسی عارضہ میں مبتلا ہو کر مرے تو ان کا شمار شہیدوں میں ہو گا یا نہیں؟

الجواب: یہ بھاگنا حرام ہے (۲)۔ اور قاعدہ ہے کہ جو شخص معصیت کے سبب مرے وہ شہید نہیں ہوتا اور جو شخص معصیت میں کسی سبب شہادت سے مر جاوے وہ شہید ہے، اور گناہ کا وبال جُدا رہا، پس گو معصیت کی حالت میں مرا ہے مگر مرا ہے سبب شہادت سے اس لئے شہید ہوگا۔

(۱) وقد ذکر العلماء في النهي عن الخروج حكما، منها أن الطاعون في الغالب يكون عاما في البلد الذي يقع به، فإذا وقع فالظاهر مداخله سببه لمن بها فلا يفيد الفرار لأن المفسدة إذا تعينت - حتى لا يقع الانفكاك عنها - كان الفرار عبثا لا يليق بالعاقل، ومنها أن الناس لو تواردوا على الخروج لصار من عجز عنه - بالمرض المذكور أو بغيره - ضائع المصلحية لفقد من يتعهده حيا وميتا، وأيضا لو شرع الخروج فخرج الأقوياء لكان في ذلك كسر قلوب الضعفاء، وقد قالوا: إن حكمة الوعيد في الفرار من الزحف لما فيه من كسر قلب من لم يفروا وإدخال الرعب عليه بخذلانه. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما ذكر في الطاعون، مكتبة أشرفيه ديوبند ۱۰/ ۲۳۲، دار الريان للتراث ۱۰/ ۲۰۰)

قوله: (وإذا وقع الطاعون ببلد وأتم فيه فلا تخرجوا منه، وإذا وقع ببلد ولستم فيه فلا تدخلوا إليه) حكمة الأول أن أهل البلد لو مكثوا من ذلك لذهبوا وتركو المرضي فيضيعون. والثاني: أن من قدم ربما أصابه فيسند ذلك إلى قدمه فيزل قدمه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، قبيل باب في الوسوسة، مكتبة إمداديه ملتان ۱/ ۱۳۲)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۳۳۲ -

(۲) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد ماذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطاعون، فقال أسامة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، ←

في رد المحتار، قبيل باب الصلوة في الكعبة: من غرق في قطع الطريق فهو شهيد وعليه إثم معصيته، وكل من مات بسبب معصية فليس بشهيد، وإن مات في معصية بسبب من أسباب الشهادة فله أجر شهادته، وعليه إثم معصيته، وكذلك لو قاتل على فرس مغضوب أو كان قوم في معصية فوقع عليهم البيت فلهم الشهادة وعليهم إثم المعصية. اهـ (١) - فقط - ٢/ شعبان ١٣٢٢هـ

← فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه، قال أبو النضر: لا يخرجكم إلا فرارا منه. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، النسخة الهندية ١/ ٤٩٤، رقم: ٣٣٥٤، ف: ٣٤٧٣)

مسلم شريف، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، النسخة الهندية ٢/ ٢٢٨، بيت الأفكار رقم: ٢٢١٨ -

عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الطاعون: الفار منه كالفار يوم الزحف، ومن صبر فيه كان له أجر شهيد. (مسند أحمد بن حنبل ٣/ ٣٥٢، رقم: ١٤٨٥٣)

قوله: (كالفار من الزحف) شبه به في ارتكاب الكبيرة. (شرح الطيبي، الجنائز، قبيل باب تمنى الموت وذكره، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٣٣٦)

منهم من قال: النهي فيه للتنزيه فيكره ولا يحرم وخالفهم جماعة فقالوا: يحرم الخروج منها لظاهر النهي الثابت في الأحاديث الماضية، وهذا هو الراجح عند الشافعية وغيرهم. (فتح الباري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، مكتبه أشرفيه ديوبند ١٠/ ٢٣١، دار الريان للتراث ١٠/ ١٩٨)

(١) شامي، كتاب الصلاة، قبيل باب الصلاة في الكعبة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٦٦، كراچی ٢/ ٢٥٣ -

المعصية والشهادة: المعصية لا تمنع الاتصاف بالشهادة فيكون الميت شهيدا عاصيا؛ لأن الطاعة لا تلغى المعصية إلا في الصغائر، قال تعالى: (إن الحسنات يذهبن السيئات) أي إن الحسنات بامثال الأوامر خصوصا في العبادات التي أهمها الصلاة يذهبن السيئات، قال صلى الله عليه وسلم: واتبع السيئة الحسنة تمحها. قال بعض الفقهاء: ←

فناء شہر میں منتقل ہونے سے فرار عن الطاعون میں داخل نہ ہوگا

سوال (۲۶۹۴): قدیم ۳۱۲/۴ - بخوف طاعون مقام طاعون کی آبادی سے فرار کر کے اس کے مضافات میں یعنی آبادی سے کم و بیش ایک میل کے ایسے فاصلہ پر چلا جانا جو آبادی کی اکثر ضروریات کو پورا کرتا ہو، کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا، جس کی ممانعت و حرمت حدیث عبد الرحمنؓ سے جو بخاری کی جلد رابع باب مایذ کرنی الطاعون میں مروی ہے ثابت ہے اگر داخل فرار طاعون ہوگا تو کیونکر؟ جب کہ مسافر کو رباعی نماز میں موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے سے فوراً قصر واجب ہو جاتا ہے جیسا کتب فقہ سے ثابت ہے کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہے نہ کہ فناء عمارات پر؟

الجواب: فناء مصر حکم مصر میں ہے در باب مصالح بلد کے اور سکنتی مصالح بلد سے ہے مثل اقامت جمعہ کے اس لئے فناء شہر میں آکر رہنا مثل شہر میں رہنے کے ہے بخلاف سفر کے کہ وہ مصالح بلد میں سے نہیں؛ بلکہ مقابل ہے مصلحت بلد یعنی سکنتی کا۔ اس کے بارے میں فناء حکم بلد میں نہیں اور فناء ہی سے قصر شروع ہو جاتا ہے۔

في الشامية عن الشرنبلالي: بخلاف الجمعة فتصح إقامتها في الفناء ولو منفصلاً بمزارع؛ لأن الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر. ج ۱، ص ۸۱۸ (۱)۔ واللہ اعلم
۶ صفر ۱۳۲۵ھ

← من غرق في قطع الطريق فهو شهيد وعليه إثم معصيته، وكل من مات بسبب معصية فليس بشهيد، وإن مات في معصية بسبب من أسباب الشهادة فله أجر شهادته، وعليه إثم معصيته، ولو قاتل على فرس مغضوب أو كان قوم في معصية فوقع عليهم البيت، فلهم الشهادة وعليهم إثم المعصية، وهذا يعني أنه إذا مات في حالة من حالات الشهادة في أثناء معصية فهو شهيد عاص، وإذا مات بسبب المعصية فليس بشهيد، فالمرأة التي تموت بالولادة من الزنا الظاهر أنها شهيد، أما لو تسببت امرأة في إلقاء حملها فليس بشهيد للعصيان بالسبب، ومن ركب البحر لمعصية أو سافر آبقاً أو ناشزة فمات فليس بشهيد (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع: الشهادة في سبيل الله، شهداء غير المعركة، قبيل الباب الثالث: في الصيام والاعتكاف، مكتبة هدى انتر نیشنل ديوبند ۴۹۳/۲ - ۴۹۴)

(۱) شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مكتبة زكريا ديوبند ۶۰۰/۲، کراچی ۲/

دفع و باء کے واسطے اذان دینے کا حکم

سوال (۲۶۹۵): قدیم ۳۱۳/۲ - اذان دینا واسطے دفع و باء کے جائز ہے یا ناجائز؟ اور جو لوگ جواز استدلال میں حصن حصین إذا تغولت الغیلان نادوا بالأذان پیش کرتے ہیں یہ استدلال ان کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اور ایسے ہی یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ شیطان اذان سے اس قدر ڈر و رہاگ جاتا ہے جیسے روحا اور طاعون اثر شیطین سے ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: اس میں دو حدیثیں معروف ہیں: ایک حصن حصین کی مرفوع إذا تغولت الغیلان نادوا بالأذان (۱)۔ دوسری صحیح مسلم کی موقوف حضرت سہل سے:

قال: أرسلني أبي إلى بني حارثة قال: ومعني غلام لنا أو صاحب لنا فناداه مناد من حائط باسمه، قال: وأشرف الذي معي على الحائط فلم ير شيئاً - إلى قوله - إذا سمعت صوتاً فناد بالصلوة، فإني سمعت أبا هريرة يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: إن الشيطان إذا نودي بالصلوة ولي الشيطان وله حصاص (۲)۔

حصن حصین میں مسلم کا جو حوالہ دیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور دونوں حدیثیں مقید ہیں۔ إذا تغولت اور إذا سمعت صوتاً کے ساتھ اور تغول کے معنی حرز نشین میں نہایہ سے منقول ہیں يتغول تغولاً أي يتلون تلوناً۔ اور حاصل اس حدیث کا لکھا ہے:

«ولا يلحق فناء المصّر بالمصّر في حق السفر، ويحلّق الفناء بالمصّر لصحة صلاة الجمعة، والفرق أن الجمعة من مصالح المصّر، وفناء المصّر ملحق بالمصّر فيما هو من حوائج المصّر، وأداء الجمعة منها، وقصر الصلاة ليس من حوائج أهل المصّر فلا يلحق فناء المصّر بالمصّر في حق هذا الحكم، أي قصر الصلاة. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافرين، دار الكتاب ديوبند ص: ۴۲۳-۴۲۴)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تغولت لكم الغول فنادوا بالأذان، فإن الشيطان إذا سمع النداء أدبر وله حصاص. (المعجم الأوسط للطبراني، دار الكتب العلمية بيروت ۵ / ۳۰۹، رقم: ۷۴۳۶)

(۲) مسلم شریف، کتاب الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، النسخة الهندية ۱ / ۱۶۷، بيت الأفكار رقم: ۳۸۹۔

إذ رأى أشياء منكراً أو تخيلت له خيالات مستنكرة أو تلونت له أجسام مكروهة. اه (۱)۔

اور جو حکم مفید ہوتا ہے کسی قید کے ساتھ اس میں قائلین بمفہوم الخالف کے نزدیک تو عدم القید مفید ہوتی ہے عدم الحکم کو اور غیر قائلین بالمفہوم کے نزدیک گو عدم الحکم کو مفید نہ ہو مگر حکم کو بھی مفید نہیں؛ بلکہ عدم القید کی صورت میں حکم اپنے وجود میں محتاج دلیل مستقل کا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ طاعون میں دونوں قیدیں منتفی ہیں؛ کیونکہ اس میں نہ شیاطین کا تشکل اور تمثیل ہے اور نہ اُن کی آواز مسموع ہوتی ہے صرف کوئی اثر مبطن ہے جس کے بارہ میں یہ حدیث مرفوع آئی ہے۔

فما الطاعون قال رسول الله ﷺ: وخز أعداءكم من الجن أخرجهم أحمد عن أبي موسىٍ لحذا في بعض الرسائل عن فتح الباري للحافظ ابن حجر (۲)۔

پس جب اس میں قیدیں منتفی ہیں تو حدیثین مذکورین سے اس میں حکم اذان کا بھی ثابت نہ ہوگا، پس دوسری دلیل شرعی کی حاجت ہوگی، اور چونکہ بوجہ اشتمال اذان کے حسی علی الصلوة اور حسی علی الفلاح پر غیر صلوة کے لئے اذان کہنا حکم غیر قیاسی ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے صحیح نہیں (۳) اس لئے وہ دلیل شرعی کوئی نص ہونا چاہئے محض قیاس کافی نہیں اور طاعون میں کوئی نص موجود نہیں، اگر کہا جاوے کہ حدیث مسلم میں صحابی کا سماع صوت شیطان کے وقت حکم بالا اذان کو معلل کرنا علت تولى شیطان بالاذان کے ساتھ منتقصی ہے صحت تعدیہ اس حکم کو دوسرے محل پر بھی جہاں دفع شیطان کی حاجت ہو اور طاعون میں اس کی حاجت ہے، پس اُسی علت سے طاعون کو بھی سماع صوت پر قیاس کر لیا جاوے گا،

(۱) لم أظفر بهذا الكتاب.

(۲) عن أبي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فناء أمتي بالطعن والطاعون، فقيل: يا رسول الله! هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: وخز أعدائكم من الجن، وفي كل شهداء. (مسند أحمد بن حنبل ۴ / ۳۹۵، رقم: ۱۹۷۵۷)

(۳) لأن النص ورد بخلاف القياس فيقتصر على مورد. (هداية، كتاب البيوع، فصل فيما يكره، مكتبة أشرفيه دیوبند ۳ / ۶۷۔

البنایة، کتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، مكتبة أشرفيه دیوبند ۱ / ۲۹۴۔

جواب یہ ہے کہ اول تو بدلیل مذکور یعنی بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر غیر نماز کے لئے اذان کہنا حکم مخالف قیاس ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے جائز نہیں ہوتا؛ بلکہ مورد نص پر مقتصر رہا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ غیر صلوٰۃ کے جن مواقع پر اذان وارد ہوئی ہے اُن میں احادیث سے استدلال کیا گیا ہے، چنانچہ رد المحتار میں ایسے مواقع نقل کر کے کہا ہے:

لأن ماصح الخبر فيه بلا معارض فهو مذهب للمجتهد. اور آگے کہا ہے: ونقل الأحاديث الواردة في ذلك. اور یہی وجہ ہے کہ جس میں نص نہ تھی اس کو علماء نے رد کر دیا ہے۔ چنانچہ شامی نے موقع مذکور میں کہا ہے:

قيل؛ وعند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب (۱)۔

اور احادیث بالا میں ممکن ہے کہ صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالخصوص یہ حکم سنا ہو جیسا غیر مدرک بالرائے میں حدیث موقوف کو مرفوع حکمی کہا جاتا ہے، اور حدیث تولی کو ذکر کرنا تغلیل کے لئے نہ ہو بلکہ بیان حکمت منصوص کے لئے ہو، اور اگر اس سے غض بصر کر کے اس حکم کو قیاس ہی مان لیا جاوے تب بھی صحت قیاس کے لئے اول تو مجتہد ہونا قائل کا شرط ہے، اور طاعون میں اذان کہنا کسی مجتہد سے منقول نہیں، اور اب قیاس مفقود ہے، دوسرے قیاس کی صحت کے لئے اشتراک علت موثرہ کا درمیان مقیس اور مقیس علیہ کے شرط ہے اور یہاں علت موثرہ اگر محض الی دفع الشیطان ہو تو لازم آتا ہے کہ جتنے امور از قسم تصرفات خفیہ شیطانیہ ہیں سب کے لئے اذان مشروع ہو، مثلاً استحاضہ کی نسبت حدیث میں ہے (رکضة من رکضات الشیطان (۲)۔ تو اس کا علاج بھی اذان سے مشروع ہونا چاہئے ولا تأکل بہ۔ اس سے معلوم

(۱) شامی، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲/ ۵۰، کراچی ۱/ ۳۸۵۔

(۲) عن حمنة بنت جحش قالت: كنت أستحاض حيضة كثيرة شديدة، فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استفتيه وأخبره فوجدته في بيت أختي زينب بنت جحش فقلت يا رسول الله! إني امرأة أستحاض حيضة كثيرة شديدة فما ترى فيها قد منعني الصلاة والصوم؟ فقال: أنعت لك الكرسف، فإنه يذهب الدم، قالت هو أكثر من ذلك، قال: فاتخذِي ثوباً، فقالت: هو أكثر من ذلك إنما أئج ثجاً، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ←

ہوا کہ یہاں علت مؤثرہ میں کوئی اور وصف بھی معتبر ہے سو ممکن بلکہ غالب یہ ہے جیسا کہ اُن مواقع میں تامل کرنے سے جہاں اذان بہیمیت اذان صلوٰۃ وارد ہوئی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ وصف یہ ہو کہ وہ حادثہ دفعۃً پیش آجائے اور فی الفور ہی اس کے علاج کی احتیاج ہو، چنانچہ وہ مواقع یہ ہیں:

عند مزدحم الجیش، وعند الحریق، وعند تغول الغیلان، وخلف المسافر،
ولمن ضل الطريق في أرض قفر، كذا في رد المحتار.

ان سب مواقع میں وصف مذکور مشترک ہے، اور جو اذان بہیمیت اذان صلوٰۃ نہ ہو اس میں بحث نہیں۔

كالأذان في أذن المولود، والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه
من إنسان أو بهيمة كما في رد المحتار أيضاً (۱)۔

اور ظاہر ہے کہ طاعون میں یہ وصف نہ وقوعاً ہے، چنانچہ اس کا عروض و معالجد دونوں اس قدر متدرج اور متباعد ہیں کہ عین اُس کے دوران میں خود نماز کی متعدد اذانیں ہو جاتی ہیں جو دفع اثرِ جُنات کے لئے کافی ہے، خود اُس کے لئے مستقل اذان کی کچھ حاجت نہیں، اور یہی سرّ ہے وصف مذکور کے علت مؤثرہ ہونے میں؛ کیونکہ جو امر فوری نہ ہو اس کے لئے اذان صلوٰۃ کافی ہو سکتی تھی؛ البتہ جہاں کان میں اذان کہی جاوے، چونکہ اذان صلوٰۃ کان سے منہ قریب کر کے نہیں ہوتی؛ لہذا اُس میں یہ علت نہ ہوگی، اور نہ طاعون میں یہ وصف عملاً ہے؛ کیونکہ جب مریض کو عین عروض مرض کا وقت ہو اُس وقت کوئی بھی اذان نہیں کہتا؛ بلکہ شب و روز میں کیف ما اتفق یا کسی وقت کی تعیین کے ساتھ اذان کا معمول ہے خواہ عروض مرض اس کے قبل ہو یا بعد ہو سو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بلا وصف فوراً پانچ وقت کی اذان ہی کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اذان میں جو علاوہ خاصیت تولی شیطان کے اور خواص حدیثوں سے ثابت ہوئے ہیں مثل اجابت دُعا

← سَامِرُكَ بِأَمْرَيْنِ أَيُّهُمَا فَعَلْتَ أَجْزَىٰ عَنكَ مِنَ الْآخَرِ، فَإِنْ قَوَيْتَ عَلَيْهِمَا فَأَنْتَ أَعْلَمُ، قَالَ لَهَا: إِنَّمَا هَذِهِ رَكْعَةٌ مِنْ رَكْعَاتِ الشَّيْطَانِ، فَتَحِيْضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى، ثُمَّ اغْتَسِلِي الْحَدِيثَ. (أبو داؤد شريف، كتاب الطهارة، باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، النسخة الهندية ۱/ ۳۸، دار السلام رقم: ۲۸۷)

(۱) شامی، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۵۰، کراچی ۱/ ۳۸۵۔

عند اللہ اور شہادت اشیاء علی ایمان المؤمن (۱) اُن کی تحصیل کے لئے مستقل اذان کی کسی نے اجازت نہیں دی؛ کیونکہ اذان نماز کی اس کے لئے کافی ہے، ورنہ چاہئے کہ جب دُعا کرنا ہو پہلے اذان کہہ لینا جائز ہو، خواہ کوئی وقت ہو، یا اسی طرح جب اشیاء کو شاہد ایمان بنانا ہو، ولا قائل بہ، اور جانا چاہئے کہ جواب ثانی میں جو کہ علی سبیل التنزل ہے تبرعاً غرض بصر کر لیا گیا ہے تاکہ طاعون میں اذان کا ثبوت اس تقدیر پر بھی نہ ہو سکے، ورنہ نفس الامر میں یہ حکم غیر قیاسی ہے، پس اس قیاس سے زلزلہ وغیرہ کے وقت بھی اذان کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ تیسرے خود یہی امر معرض کلام میں ہے کہ آیا یہ طاعون مسبب و خزن جن سے ہے جیسا کہ اطلاق حدیث اس کا مرتجح ہے یا بعض طاعون اس کا مسبب ہے جیسا کہ مہملہ کا قوت جزئیہ میں ہونا اس کا صحیح ہے جب خود مٹی یعنی و خزن جن ہی مشکوک فیہ ہے تو مٹی یعنی اذان کا کیسے ثبوت ہو جاوے گا۔ چوتھے اس میں بہت سے مفاسد لازم آتے ہیں، مثلاً التباس مصلین بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے اور توحش ضعیف القلب لوگوں کا کہ وہ ان کے ذہن میں تخیل بجوم مرض کی تجدید کر دیتا ہے اور عوام الناس کا اذان کے بھروسے اصلاح اعمال واستغفار ودعاء الہی سے بے فکر ہو جانا اور اس کو احکام مقصودہ سے سمجھنے لگنا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت میں

(۱) عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يرد الدعاء بين الأذان والإقامة. (أبو داود شريف، الصلاة، باب الدعاء بين الأذان والإقامة، النسخة الهندية ۷۷/۱، دار السلام رقم: ۵۲۱)

ترمذی شریف، أبواب الأذان، باب ماجاء في أن الدعاء لا يرد بين الأذان والإقامة، النسخة الهندية ۵۱/۱، دار السلام رقم: ۲۱۲۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المؤمن يغفر له مدى صوته، ويشهد له كل رطب ويابس، وشاهد الصلاة يكتب له خمس وعشرون صلاة، ويكفر عنه ما بينهما. (أبو داود شريف، الصلاة، باب رفع الصوت بالأذان، النسخة الهندية ۷۶، دار السلام رقم: ۵۱۵)

عن عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي صعصعة عن أبيه، وكان أبوه في حجر أبي سعيد قال: قال لي أبو سعيد: إذا كنت في البوادي فارفع صوتك بالأذان، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يسمعه جن ولا إنس ولا شجر ولا حجر إلا شهد له. (ابن ماجه شريف، أبواب السنة، باب فضل الأذان وثواب المؤذنين، النسخة الهندية ص: ۵۳، دار السلام رقم: ۷۲۳)

تو جائز بھی ناجائز ہو جاتا ہے (۱) چنانچہ تغول وغیرہ کے مواقع میں جواز ان وارد ہے اس میں بھی عدم لزوم مفسدہ شرط، پس تقریر مذکور سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تغیل سے استدلال کرنا اس باب میں درست نہیں، اور یہ اذان محض إحداث فی الدین ہے اور یہی وجہ ہے کہ طاعون عمواس میں باوجود شدت احتیاج کے کسی صحابی سے منقول نہیں کہ طاعون کے لئے اذان کا حکم دیا ہو یا خود عمل کیا ہو، اور سوال ثانی میں حدیث کا مدلول تو ظاہر، اگر اس کے متعلق کوئی خاص امر پوچھنا ہو تو تصریح اور تعیین کرنا چاہئے، اور سوال ثالث میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اس کے تحقق کی صورت قریب الی الفہم یہ ہو سکتی ہے کہ وخر جن سے مادہ سمیہ کا حدوث ہو جاتا ہو جس سے ہیجان دم یا انصباب دم عارض ہوتا ہو خواہ ہمیشہ یا کبھی کبھی، جیسا کہ اوپر گذرا، باقی حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

دفع طاعون کے لئے دعا کا جواز

سوال (۲۶۹۶): قدیم ۳۱۶/۴ - مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ آیا مرض طاعون کے دفعیہ کے واسطے خاص طور پر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: جائز ہے (۲)۔

(۱) کل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۵۱۹، کراچی ۶/ ۳۶۰)
(۲) عن عبد الله بن عمر قال: أقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا معشر المهاجرين! خمس إذا ابتليتم بهن، وأعوذ بالله أن تدر كوهن لم تظهر الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين مضوا، ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان عليهم. الحديث. (ابن ماجه شريف، أبواب الفتن، باب العقوبات، النسخة الهندية ص: ۲۹۰، دار السلام رقم: ۴۰۱۹)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: اللهم حبب إلينا المدينة كما حبيت إلينا مكة أو أشد وانقل حماها إلى الجحفة، اللهم بارك لنا في مدنا وصاعنا. (بخاري شريف، كتاب الدعوات، باب الدعاء برفع الوباء، والوجع، النسخة الهندية ۲/ ۹۴۳، رقم: ۶۱۲۷، ف: ۶۳۷۲)

المستدرك على الصحيحين، كتاب الفتن والملاحم، مكتبة نزار مصطفى الباز ۸/



۷۳۹-۳۰۸۰، رقم: ۸۶۲۳۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ باب: مسائل متفرقہ

اُدھار سودا گراں بیچنا

سوال (۲۶۹۷): قدیم ۲/۳۱۷ - اکثر لوگ دوکان دار اُدھار سودا لینے والے کو گراں دیتے ہیں، مثلاً قیمت نقد دینے والے کو روپیہ کا ۲۰ سیر غلہ دیتے ہیں اور جو شخص ۶ ماہ میں قیمت دے گا اُس کو ۱۸ سیر دیتے ہیں۔ صفائی معاملات میں آپ نے اس کو جائز لکھ دیا ہے، مجھے کچھ شک نہیں رہا، مگر بعض علماء بوجہ اُدھار گراں فروخت کرنے کو خلاف مروّت بتلاتے ہیں، آپ کے نزدیک بھی خلاف مروّت ہے یا نہیں؟ آپ کے فرمانے سے میری تسکین ہو جاوے گی، از راہ عنایت جواب مرحمت فرمائیے، ایسا معاملہ کرنے میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟

الجواب: خلاف مروّت اُس وقت ہے جب زیادہ گراں فروخت کرے ورنہ خلاف مروّت کچھ بھی نہیں (۱)۔ ۲۸/ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم، وقد فسر بعض أهل العلم، قالوا: بيعتين في بيعة أن يقول: أبيعك هذا الثوب بنقد بعشرة بنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعين، فإذا فارقته على أحدهما فلا بأس إذا كانت العقدة على واحد منهما. (ترمذی شریف، کتاب البیوع، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۳۳)

وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا، أو قال: إلى شهر بكذا أو إلى شهرين بكذا فهو فاسد؛ لأنه لم يعاطه على ثمن معلوم ونهى النبي صلى الله عليه وسلم عن شرطين في بيع وهذا إذا افترقا على هذا، فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز؛ لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد. (المبسوط للسرخسي، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۳/ ۸) ألا يرى أنه يزداد في الثمن لأجل الأجل. (هداية، البیوع، باب المراجعة والتولية، مكتبه

وعدہ میں لفظ انشاء اللہ کہنے سے وعدہ باطل نہیں ہوتا

سوال (۲۶۹۸): قدیم ۴/۳۱ - وعدہ معلق بالمشیتہ میں طبع کو تسکین نہیں ہوئی درمختار باب الا تشاء کی روایت سے بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعلیق مطلق ہے، پس یوں خیال ہے کہ وقت وعدہ اگر ایفاء کا قصد پختہ ہوا اور پھر تبدیل مصلحت سے ایفاء نہ ہو تو گو تقویٰ کے خلاف ہو گا مگر بحیثیت فتویٰ خلف وعدہ نہیں، مثلاً کوئی شخص حلف کرے کہ وعدہ خلافی کبھی نہ کروں گا، اور وعدہ معلق بالمشیتہ میں حلف ہو تو حالف پر بندہ کے خیال میں کفارہ واجب نہ ہوگا، یہ دل ضرور مانے ہوئے ہے کہ انشاء اللہ کو حیلہ خلف وعدہ بنانا معصیت مستقلہ ہے، مگر جب وقت وعدہ عزم ایفاء ہوا اور بعد میں کسی خفیف مصلحت سے بھی ایفاء نہ ہو سکے تو خلف وعدہ جو حرام اور معصیت کبیرہ ہے تو وہ لازم نہ آوے گا۔ واللہ اعلم بالصواب؟

الجواب: في الدر المختار: ولو بالأمر والنهي كاعتقوا عبدي بعد موتي إنشاء الله لم يصح الاستثناء، وفي رد المحتار: والفرق أن الإيجاب يقع ندباً إلى قوله والأمر لا يقع لازماً الخ. وفي رد المحتار: إذا وصل المشية بالتلفظ بالنية لا تبطل؛ لأنها لطلب التوفيق. حموی ج ۳ ص ۱۰۹، ۱۱۰ (۱)۔

ان روایات سے ایک قاعدہ ثابت ہوا کہ جو چیز لازم نہ ہو یا جہاں انشاء اللہ طلب توفیق کے لئے ہو وہاں مطلق نہیں ہوتا، پس وعدہ نہ تو لازم ہے؛ کیونکہ لازم کے معنی یہ ہیں کہ بدون وقوع اس کے یا اُس کی موت کے دنیا میں اُس سے تخلص ممکن نہ ہو، اور وعدہ عذر تقویٰ سے ساقط ہو جاتا ہے، پس لازم نہ ہوا، اور نیز اس میں انشاء اللہ تعالیٰ محض طلب توفیق کے لئے ہوتا ہے، پس اس بناء پر وعدہ میں انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کا وہی اثر ہوگا جو بدون کہے ہوتا ہے۔ ۲۹/رمضان ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ ص ۲۰۴)

← من اشترى ثوبا بعشرة نسيئة وباعه بربح واحد حالا ولم يبين ذلك فعلم المشتري خيانتة يصير مخيراً إن شاء رده وإن شاء قبله؛ لأن للأجل شبهاً بالمبيع، ألا ترى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل والشبهة في هذا ملحقة في هذا ملحقة بالحقيقة. (مجمع الأنهر، البيوع، باب المراجعة والتولية، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۱۱۲)

(۱) الدر المختار مع الشامسي، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۷، کراچی ۳/ ۷۴۲۔

کفار کا نام لکھنا اگرچہ ان میں معبوداتِ باطلہ کی تعظیم ہو؛ بضرورت جائز ہے

سوال (۲۶۹۹): قدیم ۴/۳۱۸ - یہاں کے اکثر مسلمان مختلف اشیاء کے تاجر ہیں اور ان کی زیادہ تر خرید و فروخت ہندوؤں کے ہاتھ ہے کبھی معاملہ بیع تعاطی کے مثل کرتے ہیں اور بسا اوقات نسیئۃً بغیر سود؛ اس لئے ہندوؤں کا نام ہندی میں اپنی ہی میں یادداشت اور معاملہ فہمی کے لئے لکھا کرتے ہیں اور بدون ہندی میں لکھے مفر نہیں، اور بغیر اُس کے کام کا ہونا دشوار ہے؛ کیونکہ ہندی کا رواج ہے اور اکثر ہندوؤں کے نام ایسے ہوتے ہیں کہ جس کے شروع میں یا آخر میں اُن کے اصنام یا دیوتا اور ان کے بزرگوں کے نام جیسے مہادیو، رام، نرائن، پریشور، کچھن وغیرہ ہوتے ہیں، مسلمانوں کو اپنی ہی میں ان کا نام ہندی یا اردو میں خصوصاً اُس شخص کو کہ جو مسائل دینیہ سے کچھ واقف ہو لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ وجہ شبہ یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عتمہ کا نام عشاء رکھا، تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عشاء کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا (۱) لہذا خطرہ یہ گزرتا ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہو؟

الجواب: وہاں تو ضرورت نہیں عشاء بھی کہہ سکتے ہیں، اور یہاں ضرورت ہے؛ کیونکہ یہ اعلام ہیں اور کوئی طریقہ سہل امتیاز کا نہیں۔

وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أنا ابن عبد المطلب (۲)۔ ولا يجوز التسمية بعبد المطلب. ۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۲ھ (حوادث ۲۷ ص ۱۴۱)

(۱) عن سعید بن المسیب عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تغلبنكم الأعراب علم اسم صلاتكم، فإنما هي العشاء، وإنما يقولون العتمة لا اعتقاهم بالإبل. (ابن ماجه شريف، الصلاة، باب النهي أن يقال صلاة العتمة، النسخة الهندية ص: ۱، دار السلام رقم: ۷۰۵)

أبوداؤد شريف، كتاب الأدب، باب في صلاة العتمة، النسخة الهندية ۲/ ۶۸۱، دار السلام رقم: ۴۹۸۵۔

(۲) عن أبي إسحاق قيل للبراء، وأنا أسمع أو لیتيم مع النبي صلى الله عليه وسلم يوم حنين فقال أما النبي صلى الله عليه وسلم فلا كانوا رماة فقال: أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى: يوم حنين إذا أعجبتكم

كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا، النسخة الهندية ۲/ ۶۱۷، رقم: ۴۱۴۷، ف: ۴۳۱۶) ←

کتابۃ النساء کے ممنوع ہونے سے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال (۲۷۰۰): قدیم ۳۱۸/۲ - ایک امر مجھ کو آپ سے ضروری دریافت کرنا ہے بطور تحقیق، وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے رسالہ بہشتی زیور میں خط و کتابت لکھنے کی بابت رغبت دلائی ہے، حالانکہ حدیث وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تعلموا نساء کم سورة یوسف ولا الكتابة (۱) سے ممانعت معلوم ہوتی ہے؛ لہذا مہربانی فرما کر وہ حدیث جس سے آپ نے کتابت کی رغبت دلائی ہے، ضرور مرحمت فرمادیں تاکہ ہمارا خیال بھی کتابت کے جواز پر مستحکم ہو جاوے؟

الجواب: ابوداؤد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو کتابت سیکھنے کی اجازت مروی ہے (۲) لامحالہ تطبیق کے واسطے کہا جاوے گا کہ نبی بصورت خوف فتنہ ہے اور اذن بصورت امن خود حدیث نہیں میں اس کا قرینہ موجود ہے کہ اس میں سورۃ یوسف کی تعلیم سے بھی نہیں ہے، تو کیا علی الاطلاق عورتوں کے لئے اس سورۃ کے پڑھنے کا ناجائز ہونے کا حکم کیا جاسکتا ہے۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۲۴)

← الضرورات تبیح المحظورات، أي أن الأشياء الممنوعة تعامل كالأشياء المباحة وقت الضرورة. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/ ۳۹، رقم المادة: ۲۱)

الضرورات تبیح المحظورات. (قواعد الفقه، مكتبة أشرافية ديوبند ص: ۸۹)

(۱) المعجم الأوسط للطبراني، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۰۱، رقم: ۵۷۱۳۔

(۲) عن الشفاء بنت عبد الله قال دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا عند حفصة فقال لي: ألا تعلمين هذه رقعة النملة كما علمتها الكتابة. (أبو داؤد شريف، كتاب الطب، باب ماجاء في الرقي، النسخة الهندية ۲/ ۵۴۲، دار السلام رقم: ۳۸۸۷)

مسند أحمد بن حنبل، بيروت ۶/ ۳۷۲، رقم: ۲۷۶۳۵۔

وفيه دليل على جواز تعلم النساء الكتابة، وأما حديث "لا تعلموهن الكتابة" فمحمول على من يخشى في تعليمها الفساد. (بذل المجهود، كتاب الطب، باب ماجاء في

الرقي، مكتبة يحيوي سهارنپور ۵/ ۸)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تجمل اور بذات (سادگی) میں منافات نہیں

سوال (۱۰۷۲): قدیم ۴/۳۱۹ - (۱) وردان البذاذة من الإيمان (۲)۔ وأيضاً قال من لبس لبس شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة (۳)۔ وفي رواية الترمذي: إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده (۴)۔ فإن كانت في إراءة أثر النعمة شهرة فكيف التوفيق، وإن كان اللباس لباس شهرة، ولم يرد اللباس الشهرة بل إراءة أثر النعمة فقط فيجوز في حقه أم لا؟

الجواب: (۵) معنی قوله عليه السلام ثوب شهرة، أي الثوب لشهره فما لم

(۱) خلاصہ ترجمہ سوال: حدیث میں وارد ہوا کہ ”سادگی ایمان کا ایک حصہ ہے“ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”جس نے دنیا میں شہرت والا لباس پہننا قیامت کے دن اللہ اس کو ذلت والا لباس پہنائیں گے“ اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنے کو پسند فرماتے ہیں“ لیکن اگر نعمت کا اثر دکھلانے میں شہرت ملتی ہو تو دونوں حدیثوں میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟ اور اگر لباس تو شہرت والا ہے، مگر پہننے والے نے شہرت کا ارادہ نہیں کیا ہے؛ بلکہ محض نعمت کا اظہار مقصود ہے، تو یہ پہننا اس کے حق میں جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) عن عبد الله بن أبي أمامة الحارثي عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البذاذة من الإيمان، قال: البذاذة القشافة يعني التقشف. (ابن ماجه شريف، أبواب الزهد، باب من لا يؤبه له، النسخة الهندية ۳۰۳، دار السلام رقم: ۴۱۱۸)

(۳) عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لبس لبس شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة، ثم ألهب فيه ناراً. (ابن ماجه شريف، أبواب اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب، النسخة الهندية ص: ۲۵۷، دار السلام رقم: ۳۶۰۷)

(۴) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده. (ترمذي شريف، أبواب الأدب، باب ماجاء في إن الله تعالى يحب أن يرى أثر نعمته على عبده، النسخة الهندية ۲/۱۰۹، دار السلام رقم: ۲۸۱۹)

(۵) خلاصہ ترجمہ جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”ثوب شهرة“ کا ←

يقصد به الشهرة، لا يدخل في هذا الوعيد، والبذاذة مقابل للتكلف، والاهتمام لا التجميل المتوسط، فقد وردان الله يحب الجمال (۱)۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تمتہ ربیع ۱۹)

حدیث میں لفظ ”استكثروا من النعال“ کے معنی کی تحقیق

سوال (۲۷۰۲): قدیم ۳۱۹/۲ - جو کہ تعلیم الدین میں حضرت نے فرمایا ہے کہ جو تے بکثرت بنوائے جائیں، یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب : تعلیم الدین میں جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ استكثروا ہے (۲) اس کے معنی میں دو احتمال ہیں وہی جو میں سمجھا یعنی کئی کئی جوڑے رکھنا۔ دوسرے وہ جو اہل علم سمجھے ہیں یعنی اکثر اوقات جو تے

← مطلب یہ ہے کہ کپڑا شہرت کی غرض سے پہنا گیا ہو؛ لہذا جب کپڑا پہننے کا مقصد شہرت کا حصول نہ ہو تو وہ پہننا اس وعید کے تحت داخل نہ ہوگا، اور سادگی تکلف اور بلا ضرورت اہتمام کے مقابل میں ہے نہ کہ اعتدال کے ساتھ زینت اختیار کرنے کے؛ بلکہ حدیث میں تو آیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ زینت اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں“۔

(۱) عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر، قال رجل إن الرجل يحب أن يكون ثوبه حسنا ونعله حسنا، قال: إن الله جميل يحب الجمال الكبر بطر الحق وغمط الناس. (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيان، النسخة الهندية ۱ / ۶۵، بيت الأفكار رقم: ۹۱)

ترمذی شریف، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الكبر، النسخة الهندية ۲ / ۲۰، دار السلام رقم: ۱۹۹۹۔

(۲) عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول في غزوة غزوناها استكثروا من النعال، فإن الرجل لا يزال راكبا ما انتعل. (مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب استحباب لبس النعال وما في معناها، النسخة الهندية ۲ / ۱۹۷، بيت الأفكار رقم: ۲۰۹۶)

أبوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب في الانتعال، النسخة الهندية ۲ / ۵۷۰، دار السلام رقم: ۴۱۳۳۔

پہننا، اور ننگے پاؤں نہ پہنا اور ظاہراً یہ دوسرے معنی ہی زیادہ صحیح ہیں (۱)۔ (ترجیح المراجع، جلد ۵ ص ۱۰۹)

ایضاً

سوال (۲۷۰۳): قدیم ۳۱۹/۲ - کتاب تعلیم الدین باب پوشش وزینت میں ادب، جوئی کئی کئی جوڑی رکھو، یہ ادب ماخوذ ہے حدیث جابرؓ سے قال: سمعت النبی ﷺ فی غزوة غزاها یقول: استکثروا من النعال، فإن الرجل لا یزال راکباً ما انتعل. رواه مسلم (۲)۔

(۱) معناه أنه شبه بالراكب في خفة المشقة عليه، وقلة تعبهِ وسلامة رجله مما يعرض في الطريق من خشونة وشوك وأذى ونحو ذلك، وفيه استحباب الاستظهار في السفر بالنعال وغيرها مما يحتاج إليه المسافر واستحباب وصية الأمير أصحابه بذلك. (شرح النووي على المسلم، النسخة الهندية ۲ / ۱۹۷)

(فقال أكثرُوا النعال) أي من لبسها (فإن الرجل لا يزال راکباً ما انتعل) قال ابن رسلان: هذا كلام بليغ، ولفظ فصيح بحيث لا ينسج على منواله ولا يوتى على مثاله، وفيه إشارة إلى مصلحة الماشي وتنبيه على تخفيف المشقة عنه، فإن الحافي يلقي من التعب والمشقة والألم والعتار ما يقطعه عن المشي ويمنعه من الوصول إلى مقصوده، بخلاف المنتعل، فإنه يكون كالراكب في قلة التعب ووجود الراحة والتخلص من أذى خشونة الأرض، والتأذي بما يبطأ عليه من سيول وحجارة ونحوها، ويصل إلى مقصوده سريعاً كالراكب فلذلك شبه بالراكب. (بذل المجهود، اللباس، باب في الانتعال، مكتبه يحيوي سهارنپور ۵ / ۶۵)

(استكثروا) أي اتخذوا كثيراً (من النعال فإن الرجل لا يزال راکباً ما انتعل) أي ما دام الرجل لا لبس النعل يكون كالراكب. (مراقبة المفاتيح، كتاب اللباس، باب النعال، الفصل الأول، مكتبه إمداديه ملتان ۸ / ۲۸۴)

(۲) مسلم شریف، کتاب اللباس و الزينة، باب استحباب لبس النعال وما في معناها، النسخة الهندية ۲ / ۱۹۷، بيت الأفكار رقم: ۲۰۹۶۔

أبوداؤد شریف، کتاب اللباس، باب في الانتعال، النسخة الهندية ۲ / ۵۷۰، دار السلام رقم:

اس حدیث کا موقع بتا رہا ہے کہ سفر اور جہاد میں چلنا پھرنا بہت ہوتا ہے، ایک جوڑا کافی نہیں ہوتا ہے، اور ٹوٹ جائے تو بسا اوقات خریدنا دشوار ہے؛ لہذا جناب نے ارشاد فرمایا کہ کئی کئی جوڑے لے لو، تاکہ سہولت رہے اور برہنہ پیر چلنا نہ پڑے، پس اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو جوڑے رکھنے مسنون ہیں اور اگر بلا ضرورت محض فیشن کے لحاظ سے اپنائے زمانہ کی تقلید سے رکھے تو ناجائز اور یورپ کے ساتھ تشبہ ہے۔ اور اگر بڑائی شان کا لحاظ ہے تو تکبر میں داخل اور حرام اس قسم کی حرکتوں سے اجتناب لازم ہے۔ اور احتمال یہ بھی ہے کہ من الععال سے مراد من استعمال الععال ہو، جیسا کہ بیان فائدہ سے ظاہر ہے، تب تو فرمان شریف کا صرف یہ مطلب ہے کہ کثرت سے جوتی پہن کر چلا پھرا کرو، اگر ایک جوڑا کافی ہو تو ایک ورنہ زائد۔ واللہ اعلم بالصواب؟

الجواب : میری مراد بھی یہی ہے کہ جب مقتضے یعنی حاجت متحقق ہو اور مانع یعنی عوارض مواجبہ کراہت مثل تفاخر و تشبہ مرتفع ہوں اور محمل ثانی یعنی کثرت استعمال بھی محتمل ہے (۱)۔

۱۲/ محرم ۱۳۲۱ھ (ترجیح خامسہ ص ۱۲۶)

(۱) معناه أنه شبه بالراكب في خفة المشقة عليه، وقلة تعبهِ وسلامة رجليه مما يعرض في الطريق من خشونة وشوك وأذى ونحو ذلك، وفيه استحباب الاستظهار في السفر بالنعال وغيرها مما يحتاج إليه المسافر واستحباب وصية الأمير أصحابه بذلك. (شرح النووي على المسلم، النسخة الهندية ۲ / ۱۹۷)

(فقال أكثرُوا النعال) أي من لبسها (فإن الرجل لا يزال راكباً ما انتعل) قال ابن رسلان: هذا كلام بليغ، ولفظ فصيح بحيث لا ينسج على منواله ولا يوتى على مثاله، وفيه إشارة إلى مصلحة الماشي وتنبيه على تخفيف المشقة عنه، فإن الحافي يلقي من التعب والمشقة والألم والعثار ما يقطع عن المشي ويمنعه من الوصول إلى مقصوده، بخلاف المنتعل، فإنه يكون كالراكب في قلة التعب ووجود الراحة والتخلص من أذى خشونة الأرض، والتأذي بما يطأ عليه من سيول وحجارة ونحوها، ويصل إلى مقصوده سريعاً كالراكب فلذلك شبه بالراكب. (بذل المجهود، اللباس، باب في الانتعال، مكتبه حيوي

حضرت غوث اعظم کی بعض کرامات اور ان کی تصدیق کی شرط

سوال (۲۷۰۴): قدیم ۳۲۰/۴ - مولانا مفتی عنایت احمد صاحب نے اپنی کتاب الکلام المبین میں امام شافعیؒ کی کتاب مرآة الشیطان سے کرامات غوث الثقلین قدس سرہ العزیز میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے کو جناب حضرت غوث الثقلین سے بہت محبت تھی، آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوتا، دنیا کے کاروبار میں کم مشغول ہوتا، ایک دن اس بڑھیا نے آپ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو آپ کی نذر کیا، اور اللہ اپنا حق اس سے معاف کیا، آپ اسے تعلیم باطن فرمائیے، اس لئے کہ میرے گھر کے کام میں تو یہ رہتا ہی نہیں، ہر گھڑی یہیں حاضر رہتا ہے، اور اس لڑکے کو خانقاہ مبارک میں چھوڑ آئی، آپ نے اس کو ریاضت اور سبق باطن میں مشغول کیا، کبھی کبھی وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو دیکھنے آتی تھی، ایک دن آئی تو دیکھا کہ وہ بیٹا چنے چبار ہا ہے، اور بہت حقیر و ناتواں ہو گیا ہے، پھر وہ حضرت غوث الثقلینؒ کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپ مرغی کا گوشت کھا رہے ہیں، اُس نے کہا کہ حضرت آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے لڑکے کو چنے کھلاتے ہیں، آپ نے مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اُٹھ کھڑی ہو اُس خدا کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کریگا، فوراً وہ مرغی زندہ ہو گئی اور آواز کرنے لگی، سبحان اللہ! کیا رتبہ ہے اولیائے محمدیہ کا، جناب مفتی صاحب کے نزدیک قابل اعتبار نہ ہوتی تو اپنی تحریر میں ہرگز نہ لاتے، تاہم حضور والا سے عرض یہ ہے کہ سند قابل ماننے کے ہے یا نہیں؟

الجواب: کرامات اولیاء سے صادر ہو سکتی ہیں؛ اس لئے اس قصہ کے مان لینے میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے (۱) بشرطیکہ اس قصہ سے کوئی اور نتیجہ خلاف شریعت اپنی رائے سے مستنبط نہ کر لیں۔

(تتمہ البصر ص ۳۹)

← (استکثروا) أي اتخذوا کثیرا (من النعال فإن الرجل لا یزال را کبا ما انتعل) أي ما دام الرجل لا بس النعل یكون کالراکب. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب النعال، الفصل الأول، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۸ / ۲۸۴)

(۱) وقد ذهب أهل السنة والجماعة من الفقهاء والأصولیین والمحدثین وغیرهم - خلافا للمعتزلة ومن وافقهم - إلى أن ظهور الکرامة علی الأولیاء جائز عقلا؛ لأنہا من جملة الممكنات، وأنها واقعة نقلا مفیدا للیقین من جهة معجیء القرآن بها، وقوع التواتر ←

آیت کریمہ ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ“ پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب

سوال (۲۷۰۵): قدیم ۴/۳۲۰ - مجادلات معدلت کے نمبر: ۳ میں قرآن اور تفسیر کے ضمن میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے بعض جملوں میں مصراعیت کی شان ہے، اور بعض بالکل موزون ہیں؛ لیکن چونکہ وہ بلا قصد ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ کے خلاف ہیں، شعر وہ ہے کہ جس میں قصد وزن کا ہو، نہ کہ اتفاقاً وزن ہو گیا ہو اور حاصل آپ کی تقریر کا یہ ہے کہ کلام موزون بلا قصد شعر نہیں اور جب شعر نہیں تو مَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ کا خلاف لازم نہیں آتا، مگر اساتذہ فن نے لکھا ہے کہ شعر اصطلاح میں کلام موزون مناسب الالفاظ کو کہتے ہیں، قصد موزونیت اگرچہ داخل صفت شعر ہے؛ لیکن وجود شعر میں اس کو دخل نہیں، جو شعر بلا قصد منہ سے نکل جاتا ہے اس کو فی البدیہہ کہتے ہیں، اس صراحت کا نتیجہ یہ ہے کہ کلام موزون بلا قصد شعر ہے، اور آورد پر آمد کو ترجیح ہے، اگر برسبیل تمیز مان بھی لیا جائے کہ کلام موزون بلا قصد شعر نہیں تب بھی یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ قصد موزونیت نہ تھا، تو یہ موزونیت کہاں سے آگئی، قصہ مختصر اللہ پاک کی شان سے یہ بعید ہے کہ باوصف اہتمام نیز اتفاقاً بعض کلام

← علیہا قرنا بعد قرن و جیلا بعد جیل، وبعد ثبوت الوقوع لا حاجة إلى إثبات الجواز، قال ابن تيمية: وكرامات الأولياء حق باتفاق أهل الإسلام والسنة الجماعة، وقد دل عليها القرآن في غير موضع، والأحاديث الصحيحة والآثار المتواترة عن الصحابة والتابعين وغيرهم، وإنما أنكرها أهل البدع من المعتزلة والجهمية ومن تابعهم، ولكن كثيرا ممن يدعيها أو تدعى له يكون كذابا وأو ملبوسا عليه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۵ / ۱۸۰)

وكرامات الأولياء حق والدليل على حقية الكرامة ما تواتر من كثير من الصحابة ومن بعدهم بحيث لا يمكن إنكاره خصوصا الأمر المشترك، وإن كانت التفاصيل آحادا، وأيضا الكتاب ناطق بظهورها من مريم ومن صاحب سليمان عليه السلام وبعد ثبوت الوقوع لا حاجة إلى إثبات الجواز الخ. (شرح العقائد النسفية، مكتبة نعيمه ديوبند ص: ۱۴۴-۱۴۵)

وفيه إثبات كرامات الأولياء وهو مذهب أهل الحق. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، مكتبة إمداديه ملتان ۲۰۸/۹)

موزون ایسا صادر ہو جاوے کہ اوزان متعارفہ پر بے تکلف تقطیع کیا جاسکے، امید ہے کہ آپ اس شبہ کے

دور کرنے میں جواب تحریر فرماویں گے؟

الجواب: شعرا اصطلاحی وہ کلام موزوں ہے جس کے ایراد میں موزونیت من حیث اشعر العرفی کا قصد کیا گیا ہو، پس اس تعریف سے ایسی آیات و احادیث خارج ہو گئیں جو اوزان شعر یہ پر منطبق پائی جاتی ہیں، احادیث تو اس لئے کہ ان میں موزونیت کا قصد ہی نہیں، اور آیات اس لئے کہ اُن میں موزونیت من حیث اشعر یہ کا قصد نہیں، پس صرف قصد کا التزام قول بالاضطرار سے بچنے کے لئے مضرب نہیں۔ اور فی البدیہہ شعر میں عدم قصد کا شبہ نہ کیا جاوے؛ کیونکہ عدم قصد اس کے ورود میں ہے تو اس مرتبہ میں اس کے شعر ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور شعر ہونا اس کا مرتبہ ایراد میں ہے تو اس مرتبہ میں وہ شعر بھی ہے اور کلام نفسی باری تعالیٰ میں خود عدم قصد سے جواب ہو جاوے گا، کیونکہ وہ مرتبہ صفت کا ہے جو ارادہ کا متعلق نہیں ہے، اور تعریف مذکور میں عرفی کی قید سے دور کا شبہ جاتا رہا، اب جواب مذکور کی تائید کے لئے اہل مہارت کی کچھ نقل پیش کی جاتی ہے۔

فی کشاف اصطلاحات الفنون للقاضي محمد علی التهانوي وهو (أى الشعر)
الكلام الموزون المقفى الذي قصد إلى وزنه وتقفيته قصداً أولياً إلى قوله يعنى ليس
مقصوده تعالى 'أن يكون هذا الكلام شعراً على حسب اصطلاح الشعراء. ص ۷۴ (۱)۔
اور مجادلات کی عبارت میں جو بلا قصد واقع ہے، مراد اس سے خاص قصد کی نفی ہے، یعنی قصد وزن من
حیث الشعرية اور اسی لفظ کو اتفاق سے تعبیر کیا ہے ولا مشاحة في الاصطلاح اور جب ماہرین
نے تعریف میں قصد وزن کی تصریح کر دی تو کسی دوسرے کی تصریح نہ کرنا معارض اس کے نہیں ہو سکتا۔ لأن
الناطق يقضى على الساكت. اس تقریر میں تامل کرنے سے تمام شبہات مذکورہ فی السؤال مرتفع ہو
جاویں گے۔ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ (تمتہ رابعہ ص ۳۷)

(۱) کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، حرف الشين، مكتبة لبنان ناشرون بيروت ۱/ ۱۰۳۰۔
الشعر في الاصطلاح: الكلام المقفى الموزون على سبيل القصد. (الموسوعة الفقهية
الكويتية ۲۶ / ۱۱۲)

الشعر: اصطلاحاً: كلام مقفى موزون قصداً فلا يدخل فيه نحو قوله: "الذي أنقض
ظهرک - وورفعنا لک ذکرک"، فإنه موزون ومقفى لكن ليس بشعر لفقد القصد. (معجم
المصطلحات والألفاظ الفقهية، دارالفضيلة ۲ / ۳۳۸)

اعانت علی المعصیۃ کی چند جزئیات

سوال (۶۷۰۶): قدیم ۳۲۲/۴ - ﴿اعانت علی المعصیۃ کی نسبت جزئیات عجب متعارض ہیں، مکان کا بُت خانہ وغیرہ بنانے کے لئے کرایہ پر دینا ذمی کے لئے خرباجہ لے جانا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے، اور اس کی وجہ ہدایہ وغیرہ میں یہ لکھی ہے کہ معصیت عین کے ساتھ قائم نہیں؛ بلکہ درمیان میں فعل فاعل مختار حائل ہے؛ اس لئے نسبت منقطع ہو جاوے گی (۱) حالانکہ اس وجہ کا مقتضی یہ ہے کہ بیع سلاح کی اہل فتنہ کے ہاتھ جائز ہو، شامی نے اس مقام پر خود اپنا تردد ظاہر کر کے چھوڑ دیا ہے۔ کتاب الحظر والإباحۃ فصل فی البیوع (۲) وغیرہ اس کی نسبت کچھ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا، بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر کوئی

(۱) ومن آجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار أو کنیسة أو بیعة أو یباع فیہ الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة، وقالوا: لا ينبغي أن يكرهه لشيء من ذلك؛ لأنه إعانة علی المعصية، وله أن الإجارة ترد علی منفعة البيت؛ ولهذا تجب الأجرة بمجرد التسليم، ولا معصية فیہ، وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فیہ فقطع نسبتہ عنه ومن حمل لذمي خمرًا، فإنه يطيب له الأجر عند أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد: يكره له ذلك؛ لانه إعانة علی المعصية، وقد صح أن النبي صلى الله عليه وسلم لعن في الخمر عشرة حاملها والمحمول إليه له أن المعصية في شربها وهو فعل فاعل مختار، وليس الشرب من ضرورات الحمل ولا يقصد به، والحديث محمول علی الحمل المقرون بقصد المعصية. (هداية، کتاب الکراهية، فصل فی البیع، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۴۷۲-۴۷۳)

(۲) أقول: هو صریح أيضا فی أنه ليس مما تقوم المعصية بعينه، ولذا كان ما في الفتاوى مشکلا كما مر عن النهر إذ لا فرق بين الغلام وبين البيت والعصير، فكان ينبغي للمصنف التعويل علی ما ذكره الشراح، فإنه مقدم علی ما في الفتاوى، نعم علی هذا التعليل الذي ذكره الزيلعي يشكل الفرق بين ما تقوم المعصية بعينه وبين ما لا تقوم بعينه، فإن المعصية في السلاح والمكعب المفضض ونحوه، إنما هي بفعل الشاوي فليتأمل في وجه الفرق، فإنه لم يظهر لي ولم أر من نبه عليه. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/ ۵۶۲-۵۶۳، کراچی ۶/ ۳۹۲)

راستہ بیعہ یا کنیسہ کا پوچھتے تو بتلانا درست نہیں کہ اعانت علی المعصیۃ ہے (۱) کہاں تو یہ احتیاط اور کہاں مکان کے کرایہ پر دینے کی اجازت، غرض کہ اس کا قاعدہ کلیہ امام صاحبؒ کے مذہب پر کیا ہے؟

﴿۲﴾ ایک شخص نے سوال کیا ہے کہ ایک آدمی پھولوں کی تجارت کرتا ہے، چند پجاریوں سے معاہدہ کیا، وہ روز پھول لے کر اپنے دیوتاؤں پر چڑھاتے ہیں، آیا اس کے ہاتھ بیچنا درست ہے یا نہیں؟ علیٰ ہذا جانور کا ایسے آدمی کے ہاتھ بیچنا جو معلوم ہے کہ بُت پر چڑھائے گا اور اس کے نام پر ذبح کرے گا یا اور چیز میں جو چڑھائی جاتی ہیں ان کا خاص ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچنا جن کا تقرب الی غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا یقینی طور پر معلوم ہے، اگرچہ ان مسائل میں صاحبینؒ کے نزدیک تو حکم ظاہر ہے، شبہ امام صاحبؒ کے مذہب پر ہے، قیاس علیٰ بیع السلاح کا مقتضی ممانعت اور دیگر مسائل کا مقتضی جواز ہے، یہ بھی اگر لحاظ رکھا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج کل حتی المقدور دائرہ اجازت کو وسیع کرنا مناسب ہے؟

الجواب: اس مسئلہ میں اصل مذہب اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر درمیان میں کسی فاعل مختار کا فعل متخلل ہو جائے بشرطیکہ انتفاع اس شے سے وجہ محرم میں منحصر نہ ہو تو اس کی بیع وغیرہ اعانت علی المعصیۃ نہیں ہے، گو کراہت بمعنی خلاف اولیٰ سے خالی نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتویٰ سے جائز ہے تقویٰ کے خلاف ہے، اور واقعی اس بناء پر سلاح میں وسعت معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اس میں جواز منقول نہ ہونا غالباً احد الامرین کی وجہ سے ہے، یا تو امام صاحبؒ کے حکم کیونکہ خلاف الاولیٰ کو کراہت پر اور پھر کراہت کو تحریم پر محمول سمجھ لیا ہے اور یا جزئیات میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اقوال ٹھٹھ ہو گئے ہیں، یا میرے جی کو یہ لگتا ہے کہ معصیت لازمہ اور معصیت متعدیہ مضرہ للغير میں فرق کیا ہے، یعنی تخیل فعل مختار کو معصیت لازمہ میں قاطع نسبت قرار دیا ہے اور معصیت متعدیہ میں غایت اہتمام کے لئے قاطع نہیں قرار دیا جیسا دیانات میں جبکہ خواص کا فعل سبب ہو جائے افساد عقیدہ عوام کا تو خواص کے لئے بھی مکروہ ہو جاتا ہے، اور گو امام صاحبؒ سے یہ کلیہ منقول نہ ہو لیکن جزئیات سے کلیات مستخرج کئے گئے ہیں۔ وھذا أقرب الوجوہ عندی۔ اس تقریر پر پھولوں وغیرہ کا بیچنا صورتِ مسئلہ میں جائز معلوم ہوتا ہے، اگر یہ تقریر مان لی جائے تو امید ہے کہ کسی جزئی میں اشکال نہ رہے گا۔ ۱/۷ رجب ۱۳۲۲ھ

(۱) ومن سأل من أهل الذمة المسلم طريق البيعة لا ينبغي له أن يد له عليها الخ.

(البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/ ۳۷۲، کوئٹہ ۸/ ۲۰۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۶ / کتاب الوصایا

موصی لہ کے وصیت کو رد کرنے کے بعد موصی کا وصیت سے رجوع کرنا

سوال (۲۷۰۷): قدیم ۴/۳۲۳- زید نے مرض الموت میں ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے ترکہ سے ایک ثلث میں وصیت ہے کہ ایک سو روپیہ میں تجہیز و تکفین و ایصال ثواب، اور ایک سو روپیہ فلاں عمر کو اور بقیہ فلاں فلاں پانچ شخصوں کو جو وارث شرعی نہیں بھٹے مساوی دیا جاوے اور دو ثلث ورثہ شرعیہ کو تقسیم کیا جاوے، اس وصیت نامہ کو سن کر اور لوگوں نے اپنے اپنے دستخط کر دیئے، مگر پانچویں موصی لہ نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ کو لینا منظور نہیں ہے یہ سمجھ کر کہ یہ مال زکوٰۃ ہے، اس پر زید موصی نے کہا کہ تم منظور کر لو، پھر لوٹ کر میرے ہی اوپر لگا دینا، اور دوسرے موصی لہ نے بھی سمجھا یا کہ تم منظور کر لو یہ زکوٰۃ نہیں ہے سب کو ملا ہے، اور میں نے بھی لیا ہے، کیا میں تمہارے نزدیک زکوٰۃ کھانے والا ہوں، تب بھی نہیں مانا، تب زید موصی نے سمجھانے والے سے کہا کہ تم کیوں اصرار کرتے ہو، وہ نہیں منظور کرتے ہیں نہ لیں تم ان کا نام کاٹ دو اور چار ہی نام رہنے دو تب دوسرے شخص نے کہا کہ نام کاٹنے سے کاغذ مشکوک ہو جاوے گا تو زید موصی نے کہا کہ ان کے نام پر (ص) بنا دو پھر کہا گیا کہ ص کا مطلب بھی مشکوک رہے گا تب زید موصی نے کہا کہ ان کے نام پر ان سے انکار لکھوا لو چنانچہ زید موصی نے خود منکر کے ہاتھ اس کے نام پر اس کاغذ پر یہ الفاظ لکھوائے مجھ کو لینا منظور نہیں فلاں بقلم خود پھر زید موصی نے اس وصیت نامہ پر اپنے دستخط کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے مرنے سے کچھ پیشتر (مجملہ ان چار اشخاص کے جن کو تقسیم بین الشرکاء کے لئے بموجب وصیت نامہ کے مقرر کیا تھا) ایک شخص کے پاس بھیج دیا اس شخص نے اپنے پاس رکھ لیا اب بعد انتقال زید موصی کے وہ شخص منکر کہتا ہے کہ میں نے زکوٰۃ کا مال سمجھا تھا اس لئے میں نے انکار کیا تھا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ زکوٰۃ کا مال نہیں ہے اور میں نے مولویوں سے پوچھ لیا ہے اور مجھے لینا درست ہے

تو علمائے دین سے سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئلہ میں بعد انکار و رد و بدل منکر کے حق میں یہ وصیت رہی یا کالعدم ہوگئی اور اس کا یہ عذر کہ میں نے مالِ زکوٰۃ سمجھ کر انکار کیا تھا قبول ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور مالِ وصیت بعد ادائے دوسو (۲۰۰) روپے مصارفِ تجہیز و تکفین و وصیت در حق شخص واحد بقیہ ان پانچوں پر تقسیم ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی شخص بلا رضا مندی دیگر شرکاء کے تقسیم کر کے پانچویں شخص کو دیوے تو اس کو حلال ہے یا حرام؟ اور ایسی تقسیم کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب: الروایۃ الاولیٰ فی الہدایۃ: ص: ۶۲۱. وقبول الوصیۃ بعد الموت فإن قبلہا الموصیٰ لہ فی حال حیوۃ أوردہا فذلک باطل (۱). الروایۃ الثانیۃ فی الہدایۃ: ص: ۶۲۴. ویجوز للموصی الرجوع عن الوصیۃ وإذا صرح بالرجوع أو فعل ما یدل علی الرجوع کان رجوعاً (۲). الروایۃ الثالثۃ فی الدر المختار: باب الوصیۃ بثلث المال وأصلہ الموعول علیہ أنه متى دخل فی الوصیۃ، ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الأہلیۃ کان الكل للآخر کذا ذکرہ الزیلعی. (۳)

صورتِ مسئلہ میں اگر موصی بعد رد موصیٰ لہ کے اس باب میں کچھ دخل نہ دیتا تو یہ رد انکار جو حیاتِ موصیٰ میں ہوا قابلِ اعتبار نہ ہوتا؛ بلکہ موتِ موصیٰ کے بعد جب وہ قبول کر لیتا تو یہ وصیت بحال خود رہتی بشرطیکہ بعد موتِ موصیٰ کے نوبت انکار موصیٰ لہ کی نہ آئی ہو تسدل علیہ روایۃ الاولیٰ لیکن جب رد انکار موصیٰ لہ کے بعد موصیٰ نے کہا کہ ان کے نام پر ان سے انکار لکھو الو تو موصیٰ نے اس رد کو منظور کر لیا جو کہ فعل دال علی الرجوع عن الوصیۃ ہے؛ چنانچہ ظاہر ہے اس رجوع سے حق موصیٰ لہ کا باطل ہو گیا تسدل علیہ روایۃ الثانیۃ لیکن اس شخص کا حصہ یعنی موصیٰ بہ کا خمس ان چار باقی کو نہ ملے گا؛ بلکہ حق و رشتہ ہے؛ البتہ اگر موصیٰ اس کے بعد کہہ دیتا ہے کہ اب یہ مجموعہ ان چار کو ملے تو یہ خمس بھی علی السواء ان چاروں کو مل جاتا؛

(۱) الہدایۃ، کتاب الوصایا، باب فی صفۃ الوصیۃ الخ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۶۵۷۔

(۲) الہدایۃ، کتاب الوصایا، باب فی صفۃ الوصیۃ الخ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۶۶۰۔

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، مکتبہ زکریا

دیوبند ۱۰/ ۳۷۰۔

تبیین الحقائق، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، امدادیہ ملتان ۶/ ۱۹۰، مکتبہ

زکریا دیوبند ۷/ ۳۹۲۔

لیکن اگر نہ کہا ہو تو ان اربعہ کا اس خمس کا مستحق ہونا محتاج وصیت ہے اور وہ پائی نہیں گئی تعدل علیہ الروایۃ الثالثة البتہ اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور اپنی رضا سے اس کو یہ خمس دیدیں یا جو بالغ ہوں وہ اپنا حصہ اس خمس میں سے اس کو دیدیں تو اس کا لینا جائز ہے (۱) ورنہ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۷/ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ (امداد ج ۳ ص ۱۰۸)

وارث کے لئے وصیت کا حکم

سوال (۲۷۰۸): قدیم ۴/۳۲۵ - وارث کے لئے وصیت کی اور ورثہ نے بعد موت موصی اس کو رد کر دیا پھر اگر اجازت دیں تو وصیت صحیح ہو جائے گی؟ اور لازم یا کہ جدید تبرع ہوگا اور دینے نہ دینے کا اختیار ہوگا اسی طرح موصی لہ نے وصیت کو قبول نہیں کیا تو وصیت صحیح ہو جاوے گی یا نہیں؟

(۱) المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كف شاء من الملك. (بيضاوي

شریف، مکتبہ رشید ۷/۱)

المالک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامی، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب في تعريف المال، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۲۳۵، کراچی ۵/۵۰)

کل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مکتبہ اتحاد دیوبند ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲)

(۲) أما تصرفات الصبي فما كان منها نافعا له نفعاً محضاً صح منه بغير إذن وليه وما كان ضاراً به ضرراً محضاً فلا يصح ولو أذن وليه الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۴/۳۵)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا؟ ألا لا تظلموا؟ إنه لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد بن حنبل، بيروت ۵/۷۲، رقم: ۲۰۹۷۱)

سنن الدارقطني، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۲۲، رقم: ۲۸۶۳ -

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، کتاب الحدود، باب التعذير، مطلب في التعزير بأخذ المال، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/۱۰۶، کراچی ۴/۶۱) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: تصریح تلاش کرنے کا وقت نہیں ملا لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت اول میں یہ تصریح جدید ہوگا کیونکہ تصرف موقوف قبول یا رد پر منتہی ہو جاتا ہے ”ولا حکم لشیء بعد انتہائہ“ جیسا کہ بیع موقوف و نکاح موقوف میں کہ بعد رد اصلاً اعتبار نہیں رہتا (۱) اور صورت ثانیہ میں بھی اسی طرح وہ وصیت معتبر نہ ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم

۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ (امداد ج ۳ ص ۱۱۰)

اجنبی اور وارث کے لئے وصیت کا حکم

سوال (۲۷۰۹): قدیم ۳۲۶/۲ - ایک مسئلہ کی نسبت یہاں پر بڑا تردد ہے وصیت کی نسبت فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر دو شخصوں کے لئے وصیت کرے اور ایک کو مل نہ سکے تو اگر اس کو ملنے کا احتمال ہی نہ ہو تو کل مال موصی لہ ثانی کو مل جاوے گا اور اگر احتمال ہے تو نصف ملے گا مثلاً زید اور وارث کے لئے وصیت کی اور وارث کو نہ ملا تو جس قدر مال کی وصیت کی ہے اس کا نصف ملے گا اور اگر زید و عمرو کے لئے

(۱) صاحب فتح القدیر علامہ کمال ابن ہمام نے معراج الدراية کے حوالہ سے امام شافعی کے مسلک کی توجیہ میں عبارت پیش کی ہے، جو حضرت والا کی توجیہ کی مؤید ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

فالأولى في بيان وجه الشافعي هنا ما ذكر في معراج الدراية من أن الشارع أبطل الوصية بما زاد على الثلث وللوارث وللقاتل والإجازة لا تعمل في الباطل فتكون هبة مبتدأة؛ لأنها تمليك بلا عوض. (فتح القدیر، کتاب الوصایا، باب في صفة الوصية، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۴۵۱، کوئٹہ ۳۵۰/۹)

(۲) ولا بد في الوصية من القبول؛ لأن الإصماء تمليك فلا بد من القبول ويعتبر القبول بعد موت الموصى ولا اعتبار بالرد والقبول في حياته أي حياة الموصى وبه أي بالقبول تمليك الوصية. (مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۴۲۰-۴۲۱)

اعلم أن قبول الموصى له شرط لإفادة الملك للموصى له حتى لا يملك قبل القبول قبول الموصى له ورده إنما يكون بعد موت الموصى ولا ينظر إلى رده ولا إلى إجازته قبل الموت. (حاشية الشلبي على تبیین الحقائق، كتاب الوصايا، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۸۰، امدادیہ ملتان ۶/ ۱۸۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وصیت کی اور زید میت ہے تو کل مال عمر و کومل جاویگا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے کل مال کی زید اور وارث کے لئے وصیت کی اور بقیہ ورثہ نے اس کو جائز نہ رکھا تو آیا یہ سمجھا جاوے گا کہ چونکہ کل مال کی وصیت نادرست ہے تو گویا ثلث مال کی وصیت کی تھی زید و وارث کے لئے حتیٰ کہ زید کو ثلث کا نصف یعنی سدس ملے یا یہ نہ سمجھا جاویگا بلکہ اگر ورثہ راضی نہ ہوئے تو اجنبی کو ثلث مال دلایا جاویگا فقہاء کے قاعدہ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہاں تنصیف کی جاتی ہے وہاں وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہیں بلکہ تنصیف کرنا مقصود ہے اسی لئے اگر کسی وجہ سے ایک شخص کو نہ مل سکا تو دوسرے کو اس کا حصہ نہ دیا جاوے گا اور صورت مسئلہ میں یہ امر مفقود ہے کیونکہ بہر حال اجنبی کو نصف کل مال بلکہ اس سے بھی کم ملے گا اور اگر ورثہ راضی نہ ہوئے پھر ثلث کے نصف کرنے کی کیا وجہ؟ باب تمام التماس ہے کہ اس کی نسبت جو اعلیٰ حضرت کی رائے ہو اس سے مطلع فرمایا جاوے اور اگر بنظر تو جہات اعلیٰ حضرت کوئی روایت بھی تحریر فرمائی جاوے تو اور بھی اطمینان قلب ہو جاوے گا؟

الجواب: ہدایہ میں ہے۔

ومن أوصى لأجنبي ولوارثه فلأجنبي الوصية وتبطل وصية الوارث: لأنه أوصى بما يملك الإيصاء به، وبما لا يملك فصيح في الأول وبطل في الثاني. (۱)

اس روایت سے مسئلہ عنہا کا جواب ظاہر ہے کہ اس میں زید کو نصف ثلث ملے گا کیونکہ تعلیل ہدایہ کی اس میں جاری ہے۔ اوصیٰ بما یملک وبما لا یملک الخ کیونکہ روایت مذکورہ میں ما یملک سے مراد ظاہر ہے کہ وصیت للاجنبی ہے اور ”مالا یملک“ سے مراد وصیت للوارث ہے قطع نظر مقدار موصی بہ سے کہ وہ دوسری دلیل مستقل سے ثابت ہے کہ ثلث سے متجاوز نہ ہوگا اور اگر ثلث سے زائد ہو تو وہ بھی بمنزلہ ثلث کے ہوگا (۲) اور وصیت مسئلہ عنہا میں تقضیل أحدهما علی الآخر مقصود نہیں

(۱) الهدایة، کتاب الوصایا، باب الوصية بثلاث المال، مکتبہ اشرفیہ دیوبند

۶۶۷-۶۶۸/۴

إذا أوصى لأجنبي ووارثه كان للأجنبي نصف الوصية وبطلت للوارث؛ لأنه أوصى بما يملك وبما لا يملك فصيح فيما يملك وبطل في الآخر. (البحر الرائق، کتاب الوصایا، باب الوصية بثلاث المال، کوئٹہ ۸/۴۲۲، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۲۴۵)

(۲) عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت فعادني النبي صلى الله عليه وسلم ←

پس تساوی کا کیا جاوے گا اس بناء پر صورت مسئول عنہا بھی روایت مذکورہ کی ایک جزئی ہوگئی پس حکم مذکورہ بھی اس کے لئے ثابت ہوگا قو لکم وہاں وجہ یہ ہے کہ موصی کوکل دلانا مقصود نہیں الی قولکم یہ امر مفقود ہے قلت کل سے مراد کل متروکہ ہے یا کل موصی بہ اگر شق اول ہے تو مسلم نہیں کہ یہ وجہ ہے کہ اس کے لئے حاجت نقل ہے اور اگر شق ثانی ہے تو مسلم ہے؛ لیکن یہ کہنا کہ مقصود ہے مسلم نہیں؛ کیونکہ جب دو کے لئے وصیت کی تو زید کوکل موصی بہ دلانا مقصود نہیں بلکہ دونوں کی تساوی مقصود ہے اور کل مال معنی میں ثلث مال کے ہے پس لوازم تساوی سے زید کو نصف ثلث ملنا ہے آپ مکرر غور فرمائیے اگر کچھ شبہ رہے پھر لکھئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وحکم

۲۵/محرم الحرام ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۳ ص ۱۱۰)

وصیت کی تعلیق و اضافت کا حکم

سوال (۲۷۱۰): قدیم ۳۲۶/۴ - مسائل ذیل مدرسہ میں آئے ہوئے ہیں اور کوئی قابل تسکین جواب خدام کی نظر سے نہیں گزرا اس لئے اعلیٰ حضرت کو تکلیف دی جاتی ہے امید کہ تکلیف فرما کر رفع تردد فرمایا جاوے سوال سوم کی نسبت تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ درحقیقت وصیت انتفاع کی ہے نہ عین شے کی اور انتفاع حین حیات تک کی وصیت درست ہے اس لئے یہ جائز ہو جاوے وہ سوالات یہ ہیں:

← -إلی - قلت: أرید أن أوصی بالنصف؟ قال: النصف كثير. قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير؟ قال: فأوصی الناس بالثلث فجاز ذلك لهم. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب الوصية الثلث، النسخة الهندية ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

وتصح بما زاد على الثلث قال بعض المتأخرين يعني لا يجوز بما زاد على الثلث حتى لا يجوز في حق الفاضل على الثلث بل في حق الثلث فقط؛ لأنه لا تجوز هذه الوصية أصلاً. (البحر الرائق، كتاب الوصايا، كونه ۸/۴۰، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۲۱۴)

ألا يكون الموصی به زائداً على ثلث التركة إذا كان للموصی وارث لإجماع العلماء على وجوب الاقتصار في الوصية على الثلث بمقتضى الثابت بالسنة في حديث سعد بن أبي وقاص: الثلث والثلث كثير. (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الرابع الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الثاني، المطلب الثالث، الهدى انترنیشنل ديوبند ۵۷/۸) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) وصیت میں کسی قسم کی شرط میعاد انتقالِ ذاتِ شئیٰ میں کرے تو وہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟
 (۲) اگر زید ایک ثلث عین کی وصیت بحقِ اجنبی کرے اور شرط میعاد کی اس طرح کرے کہ بعد میرے پانچ سال تک مثلاً قابض نہ ہوگا بلکہ ورثہ قابض رہیں گے اور بعد پانچ سال کے موصیٰ لہ قابض ہوگا یہ میعاد شرط قابلِ پابندی ہوگی یا نہیں اور وصیت جائز ہوگی؟

(۳) اگر وصیت زید کل مال کی کرے بنامِ اجنبی کے اور شرط میعاد تاحیات کرے یعنی بعد وفات موصیٰ لہ میرے ورثہ پائیں گے اور حالتِ حیات میں اجنبی قابض رہے گا تو یہ وصیت جائز ہوگی یا نہیں؟ اور ورثہ موصیٰ بعد مرنے کے اس پر راضی ہو گئے؟
الجواب: وصیت کی تفسیر درمختار میں ہے۔

تملیک مضاف الی ما بعد الموت. (۱)

اور اس کے شرائط میں سے یہ بیان کیا ہے۔

وكون الموصی به قابلاً للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا
 أو نفعاً موجوداً للحال أم معدوماً أي وهو قابل للتملیک بعقد من العقود. قال
 فی النهاية: ولهذا قلنا بأن الوصية بما تشمر نخيله العام أو أبداً تجوز وإن كان الموصی
 به معدوماً؛ لأنه يقبل التملیک حال حياة الموصی بعقد المعاملة. وقلنا: بأن وصيته
 بما تلد أغنامه لا تجوز استحساناً؛ لأنه لا يقبل التملیک حال حياة الموصی بعقد من
 العقود الخ رد المختار. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ سوال اول و دوم میں یہ اشتراط ناجائز ہے کیونکہ حیات میں عین کی تملیک اس
 طرح ناجائز ہے پس وصیت میں موت موصیٰ کے بعد معاً موصیٰ لہ مالک ہوگا اور جب یہ نہیں تو وصیت باطل
 ہے اور سوال سوم میں وہی جواب صحیح ہے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اتم واكمل

۲/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد ج ۳ ص ۱۱۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۳۵، کراچی

۶/۶۴۸

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۳۸،

کراچی ۶/۶۴۹ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

متعلق جواب بالا

سوال (۲۷۱۱): قدیم ۲/۳۲۷ - وصیت کی نسبت جو اعلیٰ حضرت نے ترمیم فرمائی ہے صحیح ہے؛ لیکن شبہ صرف اس قدر ہے کہ فی نفسہ وصیت ثلث جائز ہے باقی شرط غایۃ مافی الباب فاسد ہے اور وصیت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔

وما لا یبطل بالشرط الفاسد القرض، والهبة، والصدقة، والنکاح، والإیصاء، والوصیة، والشركة. ۱۰ در مختار: مختصراً قوله: ”الوصیة“ كأوصیت لک بثلث مالی أن جاز فلان عینی وفيه نظر؛ لأنه مثال تعلیقها بالشرط وليس الکلام فيه. وفي البزازیة: وتعلیقها بالشرط جائز؛ لأنها فی الحقيقة إثبات الخلافة عند الموت. ۱۰ ومعنی صحة التعلیق أن الشرط إن وجد کان للموصی له المال وإلا فلا شئی له بجراح الخ شامی. (۱) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ شرط لغو ہو جاتی ہے اور تعلیق بالشرط وصیت میں صحیح ہے یہاں چونکہ شرط فاسد ہے اس لئے لغو ہو جاوے اور وصیت صحیح ہو آگے در مختار میں ہے:

وما تصح إضافته إلى الزمان المستقبل الإجارة وفسخها والمزارعة والمعاملة والمضاربة والوكالة والكفالة والإیصاء والوصیة والقضاء والإمارة. الخ والإیصاء أي جعل الشخص وصیاً والوصیة بالمال فإنهما لا یفیدان إلا بعد الموت فیجوز تعلیقهما وإضافتهما. رواه شامی (۲)

اگر صحت مسئلہ اس میں داخل مانی جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ دراصل یہاں بھی اضافت الی الزمان المستقبل ہے تو یہ اضافت بھی صحیح ہو جانا چاہئے خلاصۃ الامریہ ہے کہ اس میں تشفی نہیں ہوتی اس لئے اگر خدام اعلیٰ حضرت دوبارہ توجہ فرمائیں تو یقین ہے کہ رفع اشتباہ ہو جاوے؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۵۰۸ تا ۵۱۰، کراچی ۵/۲۴۹-۲۵۰۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ما یصح إضافته وما لا یصح، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۵۱۷-۵۱۸، کراچی ۵/۲۵۵-۲۵۶۔

الجواب: اضافت اور تعلیق دونوں کا صحیح ہونا ان عبارات سے مفہوم ہوا لیکن مراد اس سے وہ صورت معلوم ہوتی ہے جہاں وہ مضاف الیہ یا معلق بہ قبل موت موسیٰ پایا جاوے کہ اس وقت موسیٰ میں قابلیت تملیک ہو جیسا اصولیین نے تعلیقات میں کہا ہے کہ تکلم بالجزء تقدیراً و جو شرط کے وقت ہوتا ہے (۱) پس یوں سمجھیں گے کہ موسیٰ نے اب وصیت کی ہے بخلاف مسئلہ متکلم فیہما کے وہ شرط ایسے وقت پائی گئی جب موسیٰ میں تملیک کی صلاحیت نہیں اور ایصاء کے وقت کا صیغہ تملیک کے لئے کافی نہیں یہ فرق ہے مقیس و مقیس علیہ میں اور شرط فاسد سے مراد وہ ہے کہ بعد صحت تملیک کے ہو مثلاً یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ چیز فلاں کی ہو جاوے؛ لیکن پانچ سال تک دی جاوے اس میں یہ شرط فاسد اور وصیت صحیح ہو جاوے گی اور جب یہ کہا کہ یہ چیز فلاں شخص کی پانچ سال کے بعد ہوگی یہاں تملیک ہی صحیح نہیں ہوئی فاتح الفرق آپ روایات در مختار و رد المحتار سے اس تقریر کو ملا کر دیکھئے اگر شبہ رہے تو ان عبارتوں کا پتہ بھی لکھئے تاکہ میں بھی دیکھ سکوں جو عبارتیں آپ نے لکھی ہیں معلوم نہیں کہاں ہوں گی زیادہ فرصت ہوئی نہیں کہ تلاش کروں واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

۲۸ / ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۳ ص ۱۱۲)

متعلق جواب بالا

سوال (۲۷۱۲): قدیم ۳۲۷ - سوال اول کی نسبت جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ شامی جلد ثالث کی ہے باب السلم کے بعد باب المتفرقات میں بعنوان ما یبطل بالشروط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ درج ہے حضرت والا ملاحظہ فرمائیں جس قدر جوابات اعلیٰ حضرت نے ترمیم فرمائے ہیں سب کی نسبت اطمینان ہو گیا البتہ جواب اول (وصیت) کی نسبت اب تک کچھ پوری تشفی نہیں ہوئی؟

الجواب: میں نے آج شامی میں وہ مقام دیکھا اس میں ایک جزئیہ لکھا جس سے سارا اشتباہ صاف ہو گیا۔

(۱) عندنا المعلق بالشروط لا ینعقد سببا حقیقة، وإن انعقد صورة فإذا قال: إن دخلت الدار فأنت طالق، فكأنه لم يتكلم بقوله: أنت طالق قبل دخول الدار فحين يوجد دخول الدار فأنت التكلم بقوله أنت طالق. (نور الأنوار، بحث دخول شرط التعليقات في السبب والحكم، مكتبة نعمانية دیوبند ص: ۱۵۶-۱۵۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفی رد المحتار: قوله: والوصية الخ. وفي الخانية: لو أوصى بثلثه لأم ولده، إن لم تتزوج فقبلت ذلك، ثم تزوجت بعد إنقضاء عدتها بزمان فلها الثلث بحكم الوصية (إلى قوله) ووجهه أنه إذا مضت مدة بعد العدة ولم تتزوج فيها تحقق الشرط. الخ (ج: ۲، ص: ۳۵۵) (۱)

ظاہر ہے کہ معلق بہ عدم تزوج فی العدة تو ہے نہیں بلکہ عدم تزوج بعد العدة ہے اور اس وقت موسیٰ زندہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیق وصیت کی ایسی شے کے ساتھ بھی جائز ہے جو مدت موسیٰ کے بعد متحقق ہو اور تائید اس کی اسی کلیہ سے ہوتی ہے۔

الإضافة تصح فيما لا يمكن تمليكك للحال شامي قبيل باب الصرف. (۲)
اس کلیہ میں کوئی قید نہیں لگائی پس اس جزئیہ اور اس کلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کا یہ کہنا قابل عمل ہوگا کہ میرے بعد پانچ سال تک قابض نہ ہوا اور پھر موسیٰ قابض ہو. اہ. اب میں تحریرات سابقہ سے رجوع کرتا ہوں واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد ج: ۳، ص: ۱۱۳)

خاص جگہ دفن کرنے کی وصیت کرنا

سوال (۲۷۱۳): قدیم ۳۲۹/۴ - ایک شخص نے وصیت کی کہ مر جانے کے بعد اس گھر میں جہاں میں عبادت کرتا تھا دفن کرنا اب اس شخص کو بعد مر جانے کے اس کے عبادت خانہ میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) شامی، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب قال لم دیونہ إذا مت فأنت برئ، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۱۰/۷، کراچی ۲۵۰/۵۔
حانیة علی هامش الهندية، کتاب الهبة، فصل فی هبة المرأة مهرها من الزوج، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۲۸۲/۳، جدید ۱۹۶/۳۔

البحر الرائق، کتاب البیع، باب المتفرقات، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۰۵/۶، کوئٹہ ۱۸۳/۶۔

(۲) شامی، کتاب البیوع، قبیل باب الصرف، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۱۹/۷، کراچی ۲۵۷/۵۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار: ولا ينبغي أن يدفن الميت في الدار، ولو كان صغيرا لاختصاص هذه السنة بالأنبياء. اه وفي رد المحتار: ومقتضاه أنه لا يدفن في مدفن خاص كما يفعله من يبنى مدرسة ونحوها ويبني له بقربها مدفنا تأمل. ج: ۱، ص: ۹۳۵. (۱) وفي الدر المختار: قبيل باب الوصية بالخدمة فينبغي أن يكون القول بطلان الوصية بالتطيين مبنيا على القول بالكراهة: لأنها حينئذ وصية بالمكروه قاله المصنف. (۲) ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ وصیت باطل ہے (۳) اس پر عمل جائز نہیں۔ (۴)

۷/ صفر ۱۳۲۵ھ (امداد ج ۳ ص ۱۱۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۱۴۰، كراچی ۲/ ۲۳۵۔

البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۳۳۹، كوئٹہ ۲/ ۱۹۳۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب، قبيل باب الوصية بالخدمة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/ ۳۹۵، كراچی ۶/ ۶۹۰۔

(۳) ولو أوصى بأن يدفن في داره فوصيته باطلة. (هندية، كتاب الوصايا، الباب الثاني، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۶/ ۹۵، جديد ۶/ ۱۱۲)

الفقه على المذاهب الأربعة، مباحث الوصية، مبحث الوصية بالحج والقراءة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۳۰۔

البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۳۰۱، كوئٹہ ۸/ ۴۵۴۔

(۴) ولا يدفن الميت في داره وإن كان صغيرا بل يدفن في مقابر المسلمين كما كان يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بأصحابه وخصت الأنبياء بذلك. (البنية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الدفن، مكتبة اشرفيه ديوبند ۳/ ۲۶۰)

المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون، المجلس العلمي ۳/ ۱۰۹، رقم: ۲۵۲۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وارث یا اجنبی کے لئے وصیت اور رد کے بعد وارث کا اجازت دینا

سوال (۲۷۱۴): قدیم ۴/۳۲۹- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مورث نے وصیت کیا ہو قبل تین دن موت کے حالت بے ہوشی میں اپنی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے بیچ تین وارث اور چوتھے محبوب الارث کے بہ خلاف شرع محمدی کے اور انکار کیا ہو کسی وارث نے اس وصیت سے کہ جس کی حق تلفی ہوتی ہو بعد موت مورث کے اور پھر اقرار کرے وہی وارث بسبب جبر و دباؤ کے تو ایسی حالت میں کہ جب اُس نے پہلے انکار کیا ہو وصیت سے وصیت منسوخ ہو چکی یا نہیں؟ اور اگر وہ منسوخ ہو چکی تو دوبارہ اس کے اقرار سے پھر جواز اس کا ہو سکے گا یا نہیں؟

الجواب: اگر موصی وقت وصیت بالکل بے ہوش لا یعقل ہے تو وصیت صحیح نہیں کیونکہ موصی کا عاقل بالغ ہونا ضرور ہے۔

و شرائطها کون الموصی أهلاً للتملیک درمختار . (۱)
اور اگر اس قدر ہوش ہے کہ قصد کر کے اور سمجھ کے کلام کرتا ہے تو اگر کسی وارث کے لئے کچھ وصیت اس کے حق سے زیادہ کی ہے تو باطل ہے ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔
ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته وهم كبار درمختار . (۲)
اور اگر بعض بالغ ہوں اور بعض نابالغ اور بالغین جائز رکھیں یا نابالغین میں سے بعض جائز رکھیں بعض رد کر دیں تو بقدر حصہ بالغین و مجوزین کے جائز ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۳۷،
کراچی ۶/۶۴۹۔

البنایة شرح الهدایة، کتاب الوصایا، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۳/۳۸۷۔
مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۴۱۷۔
(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۴۶،
کراچی ۶/۶۵۵-۶۵۶۔

ولا لوارثه شیئاً ما إلا بإجازة الورثة وهم كبار عقلاء. (سکب الأنهر علی
ہامش المجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۴۱۸-۴۱۹)

ولو أجاز البعض وردّ البعض جاز على المجيز بقدر حصته درمختار. (۱)
 اور اگر اجنبی غیر وارث کے لئے وصیت کی ہے تو ثلث تک جائز ہے اگرچہ کوئی وارث راضی نہ ہو وارث ثلث
 سے زیادہ باجائز ورثہ بالغین مع تفصیل مذکور بلوغ بعض وعدم بلوغ بعض وقبول بعض وردّ بعض جائز ہے۔
 وتجاوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز
 ورثته بعد موته وهم كبار. درمختار. (۲)
 اور اگر بعد اجازت کے رد کرے تو جائز نہیں۔

بخلاف ما إذا أوصى بالزيادة على الثلث أو لقاتله أو لوارثه فأجازتها الورثة حيث
 لا يكون لهم المنع بعد الإجازة بل يجبروا على التسليم. درمختار. (۳)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۴۷/۱۰،
 کراچی ۶/۶۵۶۔

وإن أجاز البعض دون البعض يجوز على المجيز بقدر حصته دون غيره لولايته
 على نفسه فقط. (مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۶۵۶)
 الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الأول، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۶/۹۱،
 جدید ۶/۱۰۷۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند
 ۳۳۹/۱-۳۴۰، کراچی ۶/۶۵۰-۶۵۱۔

ثم تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة الورثة ولا تجوزر بما زاد على
 الثلث لقول النبي صلى الله عليه وسلم في حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه.
 الثلث والثلث كثير إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار؛ لأن الامتناع لحقهم
 وهم أسقطوه. (الهداية، کتاب الوصایا، باب صفة الوصیۃ بثلث المال، قبیل باب العتق في
 المرض، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۷۸، کراچی ۶/۶۷۸)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، قبیل باب
 العتق في المرض، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۷۸، کراچی ۶/۶۷۸)

بخلاف ما إذا أوصى بالزيادة على الثلث وأجازت الورثة ثم أرادوا أن يمتنعوا
 من التسليم لا يكون لهم ذلك. (البنایۃ شرح الہدایۃ، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث
 المال، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۳/۴۳۷) ←

اور اگر بعد رد کے اجازت دی جیسا صورت مسئلہ میں ہوا تو جائز ہے۔

لأن المراء یوخذ بإقراره. (۱)

اور شرعاً اگر اہ وہ ہوتا ہے جو قتل یا قطع یا حبس مدید یا ضرب شدید کے ساتھ ہو اس میں مکرہ بالفتح اپنے اقرار سے رجوع کر سکتا ہے اور یہاں کوئی صورت اگر اہ کی معتبر نہیں اس لئے اقرار لازم نہ ہو جاوے گا۔

فلو أكره بقتل أو ضرب شديد أو حبس أو قيد مدیدین حتی باع أو اشتري أو أقر

أو أجر أو فسخ أو أمضى. در مختار (۲)

تنبیہ چونکہ صورت سوال بوجہ انتشار بیان سائل متعین نہیں اور محتمل وجوہ کثیر کو ہے اس لئے جواب شقوق کے ساتھ تحریر ہوا واللہ اعلم

۲۶/ربیع الثانی دوشنبہ ۱۳۱۳ھ (امداد ج ۳ ص ۱۱۴)

بعد معافی مہر کسی جائیداد کی نسبت یہ لکھنا کہ یہ بعوض مہر کے ہے

سوال (۲۷۱۵): قدیم ۲/۳۳۰- اگر ہندہ زہرہ زید اپنے خاوند زید کو مہر معینہ معاف کر دے اور پھر خاوند ہندہ زید کسی جائیداد کی نسبت اپنے وصیت نامہ میں لکھ دے کہ فلاں جائیداد جو میں نے اپنی

← الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث، قبیل الباب الرابع، مکتبہ جدید

۱۲۴/۶، قدیم ۱۰۷/۶۔

(۱) قواعد الفقہ، مکتبہ اشرفی ص: ۱۲۰، رقم المادة: ۳۱۴۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الإکراہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۷۸/۹ تا

۱۸۰، کراچی ۱۲۹/۶-۱۳۰۔

فلو أكره علی بیع أو شراء أو إجارة أو إقرار أو استئجار بقتل أو قطع أو ضرب

شديد أو حبس مدید أو قيد كذلك خیر بعد زوال الإکراہ بین الفسخ والإمضاء لفقد

الرضي وهو شرط لصحة هذه العقود فخير. (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر،

کتاب الإکراہ، دار الكتب العلمیۃ بیروت ۴/۴)

الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الإکراہ، الباب الأول، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۳۵/۵،

جدید ۴/۵۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

زوجہ ہندہ کے نام براہ راست لی تھی وہ بعوض دین مہر ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں تو اس کی بابت کیا حکم ہوگا حالانکہ اصلی مہر پانچ سو روپیہ کا تھا اور وہ تقریباً ۲۸ سال قبل معاف بھی ہو چکا تھا اور اب اس کی حویلی جو ہندہ کے نام سے خریدی گئی اس کو زید بعوض دین مہر قرار دیتا ہے۔ بینو اتو جروا

الجواب : اگر اس لکھنے سے یہ مقصود ہے کہ میں نے یہ جائیداد بالفعل زوجہ کو دیدی ہے تو یہ بہہ ہے (۱) پس اگر مرض الموت کے قبل ہے تو اس کی صحت موقوف ہے وجود جمیع شرائط بہہ پر حتیٰ کہ بہہ بالعوض میں بھی وہ شرائط ضروری ہیں اور اگر مرض الموت میں ہے تو حکم وصیت میں ہے (۲)۔ اور وصیت وارث کے لئے جائز نہیں (۳)۔ اور اگر اس لکھنے سے یہ مقصود ہے کہ میرے مرنے کے بعد ہندہ کو یہ جائیداد

(۱) هي (الہبة) تملیک المال بلا عوض في الحال. (فتح القدیر، کتاب الہبة، مکتبہ زکریا دیوبند ۲۰/۹، کوئٹہ ۷/۴۷۹)
الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۲/۱۲۰۔

(۲) والہبة والصدقة من المريض لوارثه نظیر الوصية؛ لأنه وصية حکماً حتی تعتبر من الثالث. (مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، قبیل باب الوصية بثالث المال، دارالکتب العلمية بیروت ۴/۴۲۴)

تبیین الحقائق، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۳۷۷، امدادیہ ملتان ۶/۱۸۲
الہبة من المريض للوارث في هذا نظیر الوصية؛ لأنها وصية حکماً حتی تنفذ من الثالث. (الهدایة، کتاب الوصایا، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/۶۵۷)

(۳) عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: في خطبته عام حجة الوداع إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (الحديث) (سنن الترمذی، أبواب الوصایا، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/۳۲، دار السلام رقم: ۲۱۲۰)

سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰۔

لا تسجوز الوصية للوارث. (الجوہرۃ النيرة، کتاب الوصایا، دارالکتب دیوبند ۲/۳۶۹)

مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمية بیروت ۴/۴۱۸۔

دیدگی جاوے تو بھی وصیت ہے (۱) اور وصیت وارث کے لئے ناجائز ہے جیسا ابھی بیان ہوا اور اس لکھنے سے کہ بعوض دین مہر ہے شبہ بیع کا نہ کیا جاوے کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس نے میرے ساتھ احسان کیا ہے میں بھی احسان کرتا ہوں اس سے بیع لازم نہیں آتی کیونکہ لوازم بیع سے ہے وجوب الشمن بعد البیع اور یہ یہاں منتفی ہے۔

۲۱/ رجب ۱۳۲۷ھ (تمہ اولیٰ ص: ۱۹۶)

موصی کی زندگی میں موصی لہ کے رد سے وصیت کا باطل نہ ہونا

سوال (۲۷۱۶): قدیم ۳۳۱/۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائیداد جس کی آمدنی چونتیس روپے ماہوار تھی اس میں سے اپنی ایک حقیقی بہن اور درشتہ داروں کے لئے صرف ایسی مقدار کی جائیداد کی وصیت کی کہ وہ جائیداد موصی بہا رقبہ زمین کے اعتبار سے تو ثلث کل سے کم ہے مگر آمدنی کے اعتبار سے ثلث سے زیادہ ہے کیونکہ جائیداد موصی بہا کی آمدنی (۱۲) ہے اور کل کی آمدنی چونتیس روپے ہے اس جائیداد کی قیمت رقبہ زمین کے اعتبار سے کم و بیش نہیں ہوتی بلکہ آمدنی کے اعتبار سے مثلاً وہ جائیداد جو پانچ گز زمین پر ہے اور ماہوار کرایہ پر ہے اس جائیداد سے جو پندرہ گز زمین پر ہے اور ماہوار کرایہ پر ہے زیادہ قیمت کی ہوگی جائیداد موصی بہا ایک دوکان ہے (۱۰) ماہوار کرایہ کی اور اس کی چھت پر ایک کمرہ ہے ماہوار کا ہندہ نے اس میں سے (۱۰) ماہوار کرایہ کی دوکان دو رشتہ داروں کو اور ماہوار کا کمرہ ہمیشہ حقیقی کو دلا نا چاہا تھا۔

دونوں رشتہ داروں نے محض اس خیال سے کہ حقیقی بہن سے نزاع ہوگا کیونکہ دوکان کی چھت یعنی کمرہ بہن کو ملے گا ہندہ سے (وقت وصیت) کہا کہ ہم نہیں قبول کرتے ہندہ نے پھر کچھ نہ کہا چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ رد وصیت ہندہ کی مرضی کے خلاف ہے اور مرضی یہی ہے کہ وصیت قبول کر لی جائے اور ہمیشہ حقیقی نے

(۱) ہی (الوصیۃ) تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان اودینا۔ (الدر المختار

مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۳۳۵، کراچی ۶/ ۶۴۸)

مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۱۷۔

الموسوعة الفقیة الكويتیة ۴/ ۱۸۴۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بھی محض اس زعم سے کہ ہمیں نصف جائیداد ورثہ پہنچتی ہے (حالانکہ ہندہ کا پوتا حاجب ہے) ہم کم کو کیوں قبول کریں نیز اگر قبول بھی کر لیں تو ہماری وجہ سے ان دونوں رشتہ داروں کو بھی نفع پہنچ جائیگا وصیت کو قبول نہ کیا بعد وفات ہندہ کے وارث (حقیقی پوتہ) تمام جائیداد پر قبضہ کر کے چند روز کے بعد پانچ ہزار روپے کو فروخت کر کے تمام روپیہ خود ہی خرچ کر ڈالا اور حقیقی بہن اور دونوں رشتہ داروں کو اس زعم سے کہ وصیت باطل ہوگئی کچھ نہ دیا اور انہوں نے بھی مطالبہ نہ کیا مگر صراحۃً رد بھی نہیں کیا البتہ صرف دونوں رشتہ داروں نے کبھی کبھی انہیں الفاظ کا کہ ہم نے ہندہ سے کہہ دیا کہ ہم وصیت قبول نہیں کرتے اعادہ کیا اور ہمیشہ حقیقی نے بالکل سکوت اختیار کیا آیا صورت مسئلہ میں وارث ان موصیٰ لہم کا بنا براس روایت کے کہ بطل قبولہا ورد ہافی حیاتیہ مفروض ہے یا رشتہ داروں کا ان الفاظ کا اعادہ کرنا اور ہمیشہ ورشتہ داروں کا بطلان وصیت کے گمان پر سکت رہنا مبطل وصیت ہے مکرر آنکہ دونوں رشتہ داروں نے جو الفاظ مذکورہ امام الہندہ کا اعادہ کیا وہ محض اسی خیال سے کیا کہ یہ بطلان وصیت میں مؤثر ہو چکے ہیں ورنہ عدم بطلان معلوم ہونے پر ہرگز نہ کرتے اور اعادہ اس واسطے کیا تا کہ ہمیشہ حقیقی کو رنج پہونچے اعادہ سے انشاء رد نہ تھا بلکہ اخبار رد جو ان کے زعم کی بنا پر صحیح ہو چکا تھا گو بعد کو پشیمانی ہوئی مگر اپنی زبان سے قبول وصیت کا ذکر محض اس وجہ سے نہ کیا کہ یہ سمجھتے رہے کہ وصیت تو باطل ہو ہی چکی ہے اب ہمارے اس کہنے سے کیا ہوگا بجز اس کے کہ خود کو توند امت ہوگی اور وارث جائز سے نزاع ہوگا۔

الجواب: فی الدر المختار: کتاب الوصایا، وإنما یصح قبولہا بعد موتہ؛ لأن أوان ثبوت حکمہا بعد الموت فبطل قبولہا وردھا قبلہ وإنما تملک بعد القبول. اه وفي رد المحتار: فإن لم یقبل بعد الموت فہی موقوفۃ علی قبولہ لیست فی ملک الوارث ولا فی ملک الموصیٰ لہ حتی یقبل أو یموت، ثم قال بعد أسطر أنها تمت من جهة الموصیٰ تمامًا لا یلحقہ الفسخ ووقفت علی خيار الموصیٰ لہ فصار کالبيع بالخيار للمشتري لو مات فی الثلاث قبل الإجازة یتم. الخ (۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۴۹، کراچی

ان روایات سے ثابت ہوا کہ وصیت رد نہیں ہوئی موصیٰ لہم کا حق باقی ہے؛ البتہ یہ حق ثلث کے اندر اندر ہے۔ (۱)

۱۹/ رجب ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص: ۵۷)

(۱) وقبولہا بعد موتہ وبطل ردھا وقبولہا فی حیاتہ آی قبول الوصیۃ بعد موت الموصی؛ لأن أو ان ثبوت حکمہا بعد الموت فلا یعتبر قبولہ ولا ردہ قبلہ کما لا یعتبر أن قبل عقد الوصیۃ وملک بقبولہ آی الموصیٰ لہ یملک بالقبول إن الوصیۃ من جانب الموصیٰ قد تمت بموتہ تماما لا یلحقہ الفسخ من جہتہ وإنما یتوقف لحق الموصیٰ لہ، فإذا مات دخل فی ملکہ کما فی البیع المشروط فیہ الخيار للمشتري أو البائع ثم مات من لہ الخيار قبل الإجازة. (تبیین الحقائق، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۷۹/۷ تا ۳۸۱، امدادیہ ملتان ۶/۱۸۴)

مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۱۰ -

قال الکرخي فی مختصرہ: قبول الموصیٰ لہ و ردہ إنما یكون بعد موت الموصی ولا یُنظر إلى ردہ ولا إلى إجازتہ قبل الموت وإذا قبل الموصیٰ لہ بعد الموت ملک ما أوصیٰ لہ بہ إذا کان قدر الثلث، فإن لم یقبل بعد الموت فالوصیۃ موقوفۃ علی قبولہ لا تصیر فی ملکہ حتی یقبل، وهي خارجۃ عن الموصیٰ بموتہ لیست فی ملک الوارث ولا فی ملک الموصیٰ لہ حتی یقبل أو یموت. (حاشیۃ الشلبي علی التبیین، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۳۸۰، امدادیہ ملتان ۶/۱۸۴)

عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت فعادني النبي صلى الله عليه وسلم -إلى- قلت: أريد أن أوصي بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصي الناس بالثلث فجاز ذلك لهم. (صحيح البخاري، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، النسخۃ الهندیۃ ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۴۰۷۴)

ولا تجوز بما زاد علی الثلث. (هدایۃ، کتاب الوصایا، باب فی صفۃ الوصیۃ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/۶۵۴)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں

سوال (۲۷۱۷): قدیم ۳۳۲/۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ علیم الدین عرف المونے اپنی حیات میں انتقال سے تین چار سال قبل ایک وصیت نامہ مرتب کرا کر رجسٹری کرایا اس طرح پر کہ ایک ثلث اپنے چھوٹے بیٹے مسمیٰ عبداللہ کے نام اور ایک ثلث اپنے دونوں پوتوں کے نام کہ جو بیٹے عبداللہ مذکور کے ہیں اس وجہ سے کہ عبداللہ مذکور نے اپنی بیوی اور بیٹوں کے خلاف مرضی دوسرا نکاح کر لیا تھا اور دونوں بیٹوں اور ان کی ماں کے پاس کوئی اسباب معاش کا نہ تھا اور ایک ثلث اپنے بڑے بیٹے مسمیٰ عبدالرحیم کی زوجہ مسماۃ راج بی بی کے نام وصیت لکھی اور زبانی علیم الدین مورث اعلیٰ کے سنا کہ میں نے اس شرط پر یہ وصیت مسماۃ راج بی بی کے نام کرائی ہے کہ اگر میرے گھر کو آباد رکھے اور نکاح ثانی کر کے دوسری جگہ نہ جاوے تو وصیت راج بی بی کے نام جاری رہے ورنہ ساقط ہو۔ اب مسمیٰ علیم الدین کا انتقال ہو گیا اور جن کے واسطے وصیت کی تھی وہ سب زندہ ہیں شرعاً یہ وصیت کس طرح تقسیم ہوگی اور جو ترکہ بلا وصیت ہے وہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا تو جروا!

الجواب: عبداللہ وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے (۱) اور عبداللہ کے دونوں بیٹوں اور عبدالرحیم کی بیوی کے لئے گو وصیت جائز ہے لیکن ثلث سے زائد باطل ہے (۲) بلکہ ایک ہی ثلث میں

(۱) عن أبي أمية الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (الحديث) (سنن الترمذي، أبواب الوصايا، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۳۲/۲، دار السلام رقم: ۲۱۲۰)

سنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۳۹۶/۲، دار السلام رقم: ۲۸۷۰۔

لا تجوز الوصية للوارث. (الجوهرة النيرة، كتاب الوصايا، دار الكتاب ديوبند ۳۶۹/۲)

مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۸

(۲) عن عمر بن سعد عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت فعادني النبي صلى الله عليه وسلم ←

یہ تینوں اس نسبت سے شریک ہوں گے جو کہ موصی نے تجویز کی ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے پس تقسیم ترکہ کی اس طرح ہوگی کہ ایک ثلث میں سے آدھا تو زوجہ عبدالرحیم کو اور آدھا عبداللہ کے دونوں بیٹوں کو برابر ملے گا اور دو ثلث جو بچا وہ میراث میں عبداللہ کو دیا جائے گا اور یہ جواب اس صورت میں ہے کہ المومنی وصیت پر سب ورثہ رضا مند نہ ہوں اور بجز عبداللہ کے کوئی وارث نہ ہو ورنہ سوال مکرر کیا جاوے اور المومنی یہ شرط لغو ہے کہ راج بی بی نکاح ثانی نہ کرے اس کا وصیت سے جو حق ہے نکاح ثانی کرنے پر بھی ساقط نہ ہوگا۔

فی الدر المختار: وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد (إلی قوله) والإیضاء والوصیة. فی رد المختار: قوله: الوصیة لو أوصی بثلثه ولأم ولده إن لم تتزوج فقبلت ذلک، ثم تزوجت بعد انقضاء عدتها بزمان فلها الثلث بحکم الوصیة. ۵۱ ج: ۴، ص: ۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵. (۱) ۲۰/ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص ۷۳)

دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں

سوال (۲۷۱۸): قدیم ۳۳۳/۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے اپنے انتقال سے ۱۲-۱۳ سال قبل اپنا مکان مسکونہ اور اسباب خانہ جو خالص اس کی ملکیت تھا بموجودگی و رضا مندی اپنی دختر مسماۃ کلثوم مکان مذکور کو مع دیگر سامان اپنے لڑکے کے مسٹمی

← -إلی - قلت: أريد أن أوصی بالنصف؟ قال: النصف كثير. قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير؟ قال: فأوصی الناس بالثلث فجاز ذلک لهم. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب الوصية الثلث، النسخة الهندية ۱/ ۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/ ۳۳۹، كراچی ۶/ ۶۵۰) تبیین الحقائق، كتاب الوصايا، مكتبة زكريا ديوبند ۷/ ۳۷۵، امدادیہ ملتان ۶/ ۱۸۲ - (۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات مطلب قال لمديونه إذا مت فأنت بريء، مكتبة زكريا ديوبند ۷/ ۵۰۸ تا ۵۱۰، كراچی ۵/ ۲۴۹-۲۵۰

خانيه على هامش الهندية، كتاب الهبة، فصل في هبة المرأة مهرها من الزوج، مكتبة زكريا ديوبند قدیم ۳/ ۲۸۲، جدید ۳/ ۱۹۶ -

البحر الرائق، كتاب البيع، باب المتفرقات، مكتبة زكريا ديوبند ۶/ ۳۰۵، كوئٹہ ۶/ ۱۸۳. شيرازي قاسمی عفا اللہ عنہ

بکر کو بذریعہ وصیت نامہ منتقل کر دیا اب بعد انتقال مسماۃ زینب کے مسماۃ کلثوم اپنے شرعی حصہ مکان کو اپنے بھائی مسٹی بکر سے طلب کرتی ہے از روئے شرع شریف بعد ایسی وصیت کے مسماۃ کلثوم کچھ پانے کی مستحق ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر؟

الجواب: یہ وصیت للوارث ہے جو بدون اجازت دوسرے ورثہ کے جائز نہیں (۱) اور دوسرے ورثہ کی اجازت وہ معتبر ہے جو بعد موت موصی کے ہو اور وقت وصیت کی اجازت معتبر نہیں؛ لہذا یہ وصیت کالعدم ہے۔

فی مجمع الأنهر ولا تعتبر إجازة الورثة في حال حيوة الموصي حتى كان لهم أن يرجعوا بعد موت الموصي. ج: ۲، ص: ۲۶۳. (۲)
اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ وصیت نامہ شرعاً ہو اور اگر محض عرفاً ہو اور شرعاً کوئی دوسرا عقد ہو تو دوسرا حکم ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کی نقل دکھلا کر سوال کیا جائے۔

۱۵/ شوال ۱۳۳۶ھ (تمتہ خامسہ ص ۶۶)

(۱) عن عمرو بن خارجة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا وصية لوارث إلا أن يجيز الورثة. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الوصايا، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين الوارثين، دار الفكر بيروت ۳۵۸/۹، رقم: ۱۲۸۰۳)

سنن الدارقطني، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ۸۶/۴، رقم: ۲۴۵۲۔
ولا تجوز لوارثة إلا أن يجيزها الورثة. (هداية، كتاب الوصايا، باب في صفة الوصية، مكتبة اشرفيه ديوبند ۶۵۷/۴)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (هندية، كتاب الوصايا، الباب الأول، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۹۰/۶، جديد ۱۰۶/۶)

(۲) مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ۴۱۹/۴۔

ولا معتبر بإجازتهم في حال حياته؛ لأنها قبل ثبوت الحق إذا الحق يثبت عند الموت فكان لهم أن يردوه بعد وفاته. (هداية، كتاب الوصايا، باب في صفة الوصية، مكتبة اشرفيه ديوبند ۶۵۵/۴)

تكون الإجازة بعد موت الموصي عند جمهور الفقهاء، فلا عبرة بإجازة الورثة حال حياة الموصي فلو أجازوها حال حياته ثم ردوها بعد وفاته صح الرد وبطلت الوصية.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ۳/۴۷۲) ←

وصایا میں میراث کا جاری نہ ہونا

سوال (۲۷۱۹): قدیم ۴/۳۳۴ - بعد سلام علیک عرض ہے کہ جناب والدہ صاحبہ کی یہ وصیت ہے کہ جو آمدنی پانچ حصہ لکھنؤ پیپر مل سے ہو وہ خیرات کی جایا کرے اور دونوں میرے بیٹے نصف نصف خیرات کیا کریں اب برادر عزیز عبدالحفیظ صاحب کا انتقال ہو گیا اور کل پانچوں حصہ مذکورہ کی آمدنی میرے پاس آتی ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا کل پانچوں حصہ کی آمدنی میں خود خیرات کیا کروں یا نصف کی اور بقیہ نصف کی مولوی عبدالحفیظ صاحب کے ورثاء خیرات کیا کریں؟

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وصایت میں میراث جاری نہیں ہوتی یعنی وصی کی اولاد و ورثہ یہ ضروری نہیں کہ وصی ہوں اس لئے کل پانچوں حصے آپ ہی خیرات کر سکتے ہیں۔ (۱)
۳۰/جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ (تمتہ ثانیہ ص ۱۳۸)

بالغ و نابالغ کے مشترکہ مال سے صدقہ کے جواز کی صورت

سوال (۲۷۲۰): قدیم ۴/۳۳۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا شوہر انتقال کر گیا اور اولاد نابالغ چھوڑ گیا شوہر کی کچھ جائیداد غیر منقولہ ہے اور وہ غیر منقسم ہے۔ اب اس کی زوجہ اس جائیداد کی آمدنی سے کیا خیرات و صدقات کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور زوجہ ہی یتیم بچوں کی مربی اور متکفل ہے اگر وہ صدقہ و خیرات نہیں کر سکتی ہے تو کوئی ایسی صورت بتلائیے کہ جس سے وہ عورت جائیداد کے غیر منقسم ہونے کی حالت میں صدقہ و خیرات کر سکے اور اپنے شوہر کی روح کو ثواب مالی پہنچا سکے؟

← الفقہ الاسلامی وأدلته، الباب الرابع الوصایا، الفصل الأول، المبحث الثاني، المطلب الثاني، الهدی انٹرنیشنل دیوبند ۸/۴۸.

(۱) الحقوق المجردة لا تورث. (شامی، کتاب البیوع، باب خيار الشرط، مطلب في الفرق بين القيمة والتمن، مکتبہ زکریا دیوبند ۷/۱۳۲، کراچی ۴/۵۸۱)

(قولہ: لأن الأوصاف لا تورث) قال العلامة نوح: لأن وصف شخص لا يمكن فيه ذلك والإرث فيما يمكن فيه انتقال وهو الأعيان لا فيما لا يمكن فيه الانتقال وهو الأوصاف انتهى. (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب خيار الشرط، کوئٹہ ۳/۳۵) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) یہ بھی بتلائیے کہ وہ عورت اپنے خرچ میں کس قدر آمدنی اس مال غیر منقسم میں سے لاسکتی ہے؟

بینوا! حرم علی اللہ عزوجل

الجواب : (۱) فرائض کی رو سے اس زوجہ کے اور اس کی اولاد کے حصوں میں جو نسبت ہے اس کو دیکھ کر جس قدر خیرات دے اس کو اپنا حصہ قرار دے کر اُسی نسبت سے اور رقم جدا کر کے اُسے اولاد کے لئے بطور امانت کے محفوظ رکھ دے بعد بلوغ ان کو دیدے (۱) مثلاً زید متوفی کے صرف زوجہ اور دو بیٹے ہیں تو اگر آمدنی مشترک سے دو آنے خرچ کرے تو چودہ آنے اُن دو بیٹوں کے لئے محفوظ رکھ دے۔

(۲) خاص اس عورت کا حصہ اگر اتنا ہو کہ اس کے سب اخراجات کے لئے کافی ہو سکے تو اپنے حصہ کی قدر تک اس کو خرچ کرنے کا اختیار ہے (۲) اور اس صورت میں اگر اولاد کا حصہ ان کے ضروری اخراجات کے بعد بچتا ہو تو اس بچے ہوئے کو بطور امانت رکھے اور اگر عورت کا حصہ اس کے ضروری اخراجات کے لئے کافی نہ ہو تو اپنی اولاد کے حصہ سے بھی بقدر ضرورت مختصر لے کر اس کو بھی خرچ کر سکتی ہے۔ (۳)

۲۱/ شوال ۱۳۳۶ھ (تمتہ خامسہ ص: ۶۷)

(۱) ولا تقربوا مال الیتیم إلا بالتی ہی أحسن أي بالفعل التی ہی أحسن ما یفعل بما لہ کحفظہ وتشمیرہ والخطاب للأولیاء والأوصیاء لقولہ تعالیٰ: حتی یبلغ أشدہ فإنه غایة لما یفہم من الاستثناء لا للنہی کأنہ قیل احفظوہ حتی یبلغ فإذا بلغ فسلموہ إلیہ کما فی قولہ سبحانہ: فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إلیہم أموالہم. [النساء: ۶] (روح المعانی، سورۃ الأنعام، تفسیر الآیۃ: ۱۵۲، مکتبہ زکریا دیوبند ۸۲/۵)

(۲) المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوكة کیف شاء من المملک. (بیضاوی شریف، مکتبہ رشید ۷/۱)

المملک ما من شأنہ أن یتصرف فیہ بوصف الاختصاص. (شامی، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، مکتبہ زکریا دیوبند ۲۳۵/۷، کراچی ۵/۵)

کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء. (شرح المجلة لسلم رستم باز، مکتبہ اتحاد دیوبند ۱/ ۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲)

(۳) ومن کان من الأولیاء والأوصیاء فقیرا فلیأکل بالمعروف بقدر حاجتہ الضروریة من سد الجوعه وستر العورة قالہ عطاء وقتادة. (روح المعانی، سورۃ النساء تفسیر الآیۃ: ۶، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۳۲۵)

مقدار وصیت سے کم مال ہو تو کیا کریں؟

سوال (۲۷۲۱): قدیم ۴/۳۳۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مر اور اس نے اپنے مرنے سے دو ماہ قبل ایک شخص کو بلایا اور اس سے تنہائی میں کہا کہ میں نے اس قدر رقم اپنی زوجہ کے پاس رکھ دی ہے اور اس سے حسب ذیل وصیت کر دی ہے احتیاطاً تجھ سے بھی کہے دیتا ہوں خیال رکھنا اور وہ وصیت یہ ہے وہ رقم جو میں نے اپنی زوجہ کے پاس رکھ دی ہے اس میں سے اس قدر رقم اپنی ہمشیرہ کی شادی کے واسطے اور اس قدر رقم اپنی بیوی کے واسطے اور اتنی رقم حج بدل کے واسطے اور اتنی رقم چھوٹے بھائی کے واسطے اور اس قدر رقم اپنے لڑکے کی تعلیم وغیرہ میں صرف کرنے کے واسطے وصیت کر دی ہے اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور تیسرے روز ایک مجمع عام میں اس کی بیوی سے دریافت کیا گیا کہ تیرے شوہر نے تجھ سے کچھ وصیت کی تھی؟ تو اس نے بھی وہی تفصیل کسی قدر کمی بیشی کے ساتھ بیان کی جب رقم کو دیکھا گیا تو جتنی رقم متوفی نے بیان کی تھی اتنی رقم نہ نکلی بلکہ نصف رقم کے قریب نکلی اب اس صورت میں از روئے وصیت بہن اور بھائی کو ثلث مال سے حصہ مل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زوجہ اور پسر کے لئے تو وصیت باطل ہے۔ (۱)

وصي يخرج في عمل اليتيم استأجر دابة بمال اليتيم وينفق على نفسه من مال اليتيم كان له ذلك فيما لا بد له استحسانا وعن نصير رحمة الله تعالى للوصي أن يأكل من مال اليتيم ويركب دوابه، إذا ذهب في حوائج اليتيم قال الفقيه ابو الليث هذا إذا كان الوصي محتاجا وقال بعضهم: لا يجوز له أن يأكل ويركب دابته وهو القياس وفي الاستحسان: يجوز له أن يأكل بالمعروف إذا كان محتاجا بقدر ما يسعى في ماله. (هندية، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱۵۰/۶، جديد ۱۷۲/۶)

(۱) عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: في خطبته عام حجة الوداع إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (الحديث) (سنن الترمذي، أبواب الوصايا، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/۳۲، دار السلام رقم: ۲۱۲۰) ←

اور بھائی بہن کے لئے ثلث مابقی بعد التجیز والتکفین اداء الدیون میں وصیت جائز ہے (۱) اب دیکھنا چاہئے کہ آیا زوجہ نے صراحۃً یہ بھی اقرار کیا ہے کہ میرے پاس اتنی رقم رکھی ہے یا یہ اقرار نہیں کیا فقط حساب ہی بتلایا اگر یہ اقرار نہیں کیا تو زوجہ پر ضمان نہیں ہے اور اگر اس کا اقرار کیا ہے تو پھر اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر زوجہ نے حفاظت میں کمی کی ہے تو اس پر ضمان ہے (۲) اور اگر کمی نہیں کی تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ (۳)

← سنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۳۹۶/۲، دار السلام رقم: ۲۸۷۰۔

لا تجوز الوصية للوارث. (الجوهرة النيرة، كتاب الوصايا، دار الكتاب ديوبند ۳۶۹/۲)
مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۴۱۸۔
(۱) تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة. الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تفتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين ثم يقسم الباقي بين ورثته. (السراجي في الميراث ص: ۲-۳)
التركة تتعلق بها حقوق أربعة: جهاز الميت ودفعه والدين والوصية والميراث فيبدأ أولاً بجهازه وكفنه ثم بالدين ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين ثم يقسم الباقي بين الورثة. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۶/۴۴۷، جديد ۶/۴۴۰)

(۲) قال الموفق فأما إن تعدي المستودع فيها، أو فرط في حفظها فتلفت ضمن بغير خلاف نعلمه؛ لأنه متلف مال غيره فضمنه. (إعلاء السنن، كتاب الوديعة، باب لضمان على المؤمن، دار الكتب العلمية بيروت ۱۶/۷۶، مكتبه اشرفيه ديوبند ۱۶/۶۵)
والمعتبر في ضمان المودع التقصير في الحفظ الخ. (شامي، كتاب الإيداع، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۶۹، كراچی ۵/۶۷۳)

(۳) الوديعة أمانة في يد الوديع فإذا هلكت بلا تعد منه وبدون صنعه وتقصيره في الحفظ لا يضمن. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد ديوبند ۱/۴۳۱، رقم المادة: ۷۷۷)

إعلاء السنن، كتاب الوديعة، باب لا ضمان على المؤمن، دار الكتب العلمية بيروت ۱۶/۷۵، مكتبه اشرفيه ديوبند ۱۶/۶۵۔

اور اس میں زوجہ ہی کا قول مع الیمین معتبر ہے (۱) غرض جس قدر رقم زوجہ کے ذمہ قرار پاوے وہ اگر ثلث سے زائد نہ ہو اس میں بھائی و بہن کے لئے وصیت کی جاوے گی لیکن اگر زوجہ اقرار کرے کہ مال زیادہ تھا اور باوجود حفاظت کے وہ ضائع ہو گیا ہے تو اس خاص صورت میں اس مجموعہ کو دیکھیں گے کہ ثلث سے کم بھی ہے اگر وہ مجموعہ زیادہ ہو تو پھر ثلث میں وصیت ہوگی اور باقی ماندہ میں سے اسی نسبت سے لیں گے باقی ورثاء کا حق ہے مثال اس کی یہ ہے کہ کسی کا ترکہ کل ساٹھ روپیہ ہے اور اس نے تیس کی وصیت کی اور وہ زوجہ اس مقدار کا اقرار کرتی ہے مگر اس میں سے پندرہ روپیہ باوجود احتیاط کے ضائع ہو گئے جس سے زوجہ پر ضمان لازم نہیں آیا تو اب ظاہر میں تو یہ پندرہ نصف ہے اس تیس باقی کا اور ثلث ہے مجموعہ کا لیکن چونکہ واقع میں کل ترکہ کا ثلث نہیں ہے بلکہ اس کا ثلث بیس تھا اور یہ دس روپے زائد ورثہ کے تھے اس لئے مقدار گم شدہ میں سے بھی اسی نسبت سے دونوں کی رقموں کو گم کہا جاوے گا یعنی پانچ روپے ورثاء کے گئے اور دس وصیت میں سے گئے پس باقی پندرہ میں سے پانچ روپے ورثاء کو واپس کر دیئے جائیں گے اور دس روپے میں وصیت جاری ہوگی خوب سمجھ لیا جاوے۔

۲۱/ربیع الاول ۱۳۳۳ھ (تمہ ثالثہ ص ۲۲)

(۱) إن المودع مع المودع إذا اختلفا، فقال المودع هلك أو قال: ردتها إليك وقال المالك؛ بل استهلكتها فالقول قول المودع؛ لأن المالك يدعى على الأمين أمراً عارضاً وهو التعدي، والمودع مستصحب لحال الأمانة، فكان متمسكاً بالأصل، فكان القول قوله؛ لكن مع اليمين؛ لأن التهمة قائمة، فيستحلف دفعا للتهمة. (بدائع الصنائع، كتاب الوديعة، بيان حال الوديعة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۱۴، كراچی ۶/۲۱۳)

المبسوط للسرخسي، كتاب الوديعة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۱/۱۱۳۔
إعلاء السنن، كتاب الوديعة، باب لا ضمان على المؤمن، دار الكتب العلمية بيروت ۱۶/۷۷، مكتبه اشرفيه ديوبند ۱۶/۶۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مورث کی طرف سے بعض ورثہ کے حقوق مختص کر لینے کی چند جائز اور ناجائز تدبیریں

سوال (۲۷۲۲): قدیم ۴/۳۳۶- (اول یہ خط آیا) جناب من آج کل ایک انتظام درپیش ہے اس میں جناب والا کی رائے عالی کو اپنی اصلاح و بہبودی کا باعث سمجھتا ہوں اس لئے حسب ذیل عرض خدمت ہے جناب دادا صاحب کی جائیداد مطابق حصہ شرعی لڑکے اور لڑکیوں میں تقسیم ہوئی تھی مگر بہنوں کے انتقال کر جانے کے بعد سے والد صاحب کو ان کے بہونیوں نے اس قدر پریشان کر رکھا ہے کہ مار پیٹ تک کی بھی نوبت آگئی اس لئے اب بھی اور اس سے قبل بھی اکثر کہا کرتے ہیں اپنے لڑکوں سے کہ کل جائیداد تم لوگ اپنے نام کرالو پھر اپنی بہنوں کو کسی طرح راضی کر لینا ورنہ تم لوگ بھی اسی زحمت میں مبتلا ہو گے مگر میں ہمیشہ یہی جواب دیتا رہا کہ یہ شرعاً بالکل ناجائز ہوگا اور قیامت میں آپ مواخذہ ہوں گے اسی لئے جس طرح آپ کی خیر خواہی مقتضی ہے ہم لوگوں کو اس زحمت سے بچانے کی اسی طرح ہم لوگوں کی خیر خواہی مقتضی ہے کہ ہرگز خلاف شرع امر کا ارتکاب کرا کے آپ کو مواخذہ اخروی میں مبتلا نہ کریں؛ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ صرف لڑکوں کا نام چڑھانا چاہیں تو لڑکیوں و نیز والدہ صاحبہ کے حصوں کی قیمت کر کے بالقسط ادا کرنے کو وصیت کر جاویں اور اگر لڑکے قیمت بالقسط حسب تحریر آپ کے ادا نہ کریں تو لڑکیاں اپنا حصہ شرعی جائیداد میں سے لے لیں مگر ان سب امور کے لئے دستاویز قانونی کا بھی ہونا ضروری ہے تاکہ آئندہ کسی کو کسی قسم کی درنگی نہ ہو سکے لہذا جناب والا کی خدمت میں گزارش ہے کہ آیا یہ صورت جو اوپر بیان کی گئی اس میں کوئی شرعی خرابی تو نہیں ظاہر آتو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کہ لڑکیوں کا حصہ گو قیماً ہو پورا پورا ادا کر دیا جاوے تو والد صاحب مواخذہ نہ ہوں گے؛ کیونکہ بالمعاوضہ پورا حق دلایا گیا ہے صرف مصلحت متذکرہ بالابا باعث اس صورت کے اختیار کرنے کی ہوئی ورنہ کوئی عذر بھی نہیں یہ بھی تحریر فرمادیں کہ آیا والد صاحب کی حیات میں لڑکیوں کو راضی کرنا اور اس امر کی اطلاع کرنا بھی والد صاحب کے ذمہ ضروری ہوگا والد صاحب کی درخواست سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایسی صورت کے اختیار کرنے سے والد صاحب مواخذہ اخروی سے بری ہوں گے یا نہیں؟ ورنہ بندہ تو خود اپنے حصہ شرعی سے زیادہ تجاوز کرنا مطلق نہیں چاہتا گو کوئی بھی مصلحت ہو۔ فقط

اس کا یہ جواب گیا

یہ صورت قواعد شرعیہ پر منطبق نہیں ہوتی۔

پھر اس جواب پر یہ خط آیا

اگر تکلیف جناب کو نہ ہو تو کوئی صورت ایسی تحریر فرمائی جاوے جو شرعی قواعد پر بھی منطبق ہو اور جس میں زحمت مذکورہ کا بھی دفعیہ ہو۔

پھر یہ جواب گیا

وفي رد المحتار: قال الفهستاني: واعلم أن الناطفي ذكر عن بعض اشياعه أن المريض إذا عين لواحد من الورثة شيئاً كالدار على أن لا يكون له في سائر التركة حق يسجوز وقيل هذا إذا رضي ذلك الوارث به بعد موته فحينئذ يكون تعيين الميit كتعيين باقي الورثة معه كما في الجواهر. اه قلت: وحكى القولين في جامع الفصولين، فقال: قيل: جاز وبه أفتي بعضهم وقيل لا. اه ص: ۶۴۳، ج: ۵. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر مورث اپنے ترکہ میں اسی طرح وصیت کر جاوے کہ فلاں وارث کو فلاں چیز دی جاوے اور فلاں وارث کو فلاں چیز بشرطیکہ وہ انداز سے اس کے حصہ شرعی سے کم نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو ناجائز ہے کہ وصیت لوارث ہے جو کم ناجائز ہے۔ (۲)

(۱) شامی، کتاب الوصایا، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۳۴۶، کراچی ۶/۶۵۵۔

(۲) عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (الحديث) (سنن الترمذي، أبواب الوصايا، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/۳۲، دار السلام رقم: ۲۱۲۰)

سنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية

۳۹۶/۲، دار السلام رقم: ۲۸۷۰۔

اور بطریق مذکورہ تعین کردینا یہ تقسیم ہے اور اس کی ولایت مورث کو دی گئی ہے اور یہی وجہ تطبیق کی ہے دونوں قولوں میں جو کہ روایت مذکورہ میں ہیں پس اس بناء پر آپ کے والد صاحب ایسا کریں کہ سب ورثہ کے لئے موافق ان کے حقوق شرعیہ کے الگ الگ ایسے قریعے بنا کر کہ لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں کی شرکت نہ ہو وصیت لکھ دیں کہ اس کے موافق تقسیم ہو۔ (۱)

۲۷/ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تمہ رابع ص ۷۰)

مرض الموت کی تعریف

سوال (۲۷۲۳): قدیم ۳۳۷/۲ - ”صفائی معاملات“ میں اس کی تعریف میں جو عبارت ہے وہ نا تمام ہے اس میں اتمام کی ضرورت ہے وہ عبارت نا تمام یہ ہے: مرض الموت میں یعنی جس بیماری میں یہ شخص جانبر نہ ہو الخ؟

الجواب: اور ہونا چاہئے اس طرح کہ ”مرض الموت“ یعنی جس حالت میں اس شخص کے جانبر ہونے کی امید غالب نہ ہو بلکہ غالب موت ہو الخ پس جو امراض مدت دراز تک ایک حالت میں رہتے ہیں جیسے فالج وغیرہ وہ اس سے خارج ہیں۔

کذا فی الدر المختار: کتاب الوصایا. (۲)

۵/ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ (ترجیح خامس ص ۲۴)

← لاتجوز الوصیۃ للوارث. (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الوصایا، دارالکتاب دیوبند

۳۶۹/۲)

مجمع الأنهر، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۱۸۔

(۱) وأما إذا أراد الرجل أن یقسم أملاکہ فیما بین أولادہ فی حیاتہ لئلا یقع بینہم نزاع بعد موتہ، فإنہ وإن کان ہبۃ فی الاصطلاح الفقہی؛ ولكنہ فی الحقیقۃ والمقصود استعجال لما یکون بعد الموت وحينئذ ینبغي أن یکون سبیلہ سبیل المیراث. (تکملہ فتح الملہم، کتاب الہبات، مذهب الجمهور، التسویۃ بین الذکر والأنثی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۷۵/۲) شہیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) ہبۃ مقعد ومفلوج وأشل ومسلول من کل مالہ إن طالت ملتہ سنۃ ولم یخف ←

مصرف خیر میں صرف کرنے کی وصیت یعنی کسی مقروض کا

قرض ادا کرنا یا یونیورسٹی میں دینا

سوال (۲۷۲۲): قدیم ۴/۳۳۷- (۱) ایک شخص حج کو گئے تھے اتفاقاً مدینہ شریف کے قریب انتقال ہو گیا انتقال سے قبل جو روپیہ ان کے پاس تھا وہ اپنے ہمراہی کو دیا کہ اس کو نیک کام میں صرف کر دینا۔ جس جگہ تمہاری طبیعت چاہے اور چار سو روپے اپنے گھر گڑے ہوئے بتلائے اس کی بابت ایسا ہی کہا جب اُن کے ساتھی کھتولی آئے انہوں نے بیان کیا میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ اس روپے سے بغرض ثواب کسی مقروض کو کہ قرضہ کی وجہ سے نہایت پریشان ہو پچاس روپے دیئے جاویں کہ وہ قرضہ سے چھوٹ جائے تو شرعاً درست ہے یا نہیں اور جو روپیہ گڑا ہوا ہے وہ بدون مدد کسی عہدہ دار کے قبضہ میں آنا دشوار ہے جو شخص وصول کرنے کے درمیان واسطہ ہے وہ علی گڑھ کے خیال والوں میں ہیں روپیہ وصول ہونے پر ضرور یونیورسٹی کے لئے اس میں سے طلب کریں گے اس صورت میں اس مد کے اندر دینا کچھ حصہ کا اور باقی کسی صدقہ جاریہ میں لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟

← موتہ منہ وإلا تطل وخیف موتہ فمّن ثلثه؛ لأنها أمراض مزمنة لا قاتلة قبل مرض الموت أن لا يخرج لحوائج نفسه وعليه اعتمد في التجريد والمختار، أنه ما كان الغالب منه الموت، وإن لم يكن صاحب فراش (الدر) وفي الشامية: تحت قوله: لأنها أمراض مزمنة: وأما المقعد والمفلوج قال في الكتاب: إن لم يكن قديماً فهو بمنزلة المريض، وإن كان قديماً فهو بمنزلة الصحيح؛ لأن هذه علة مزمنة وليست بقاتلة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا، مكتبة زكريا ديوبند ۳۵۳/۱۰-۳۵۴، کراچی ۶/۶۶۰-۶۶۱)

الحاصل: أن مرض الموت هو الذي يخاف منه الموت غالباً وإن كان يحتم فلا يكون ذلك مرض الموت وكذلك صاحب الفالج والسل والنقرس ونحوها إذا طال به ذلك فهو في حكم الصحيح؛ لأن ذلك إذا طال لا يخاف منه الموت غالباً، فلم يكن مرض الموت. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، شرائط وجوب الإحداد، مكتبة زكريا ديوبند ۳۵۳/۳-۳۵۴، کراچی ۲۲۴/۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) اور یونیورسٹی علی گڑھ میں کسی کا چندہ دینا کیسا ہے اگر کسی صورت میں بھی ناجائز ہوگا تو میں حتی الوسع اس قصبہ میں اس میں چندہ نہ دینے کی کوشش بذریعہ وعظ کے کروں گا۔

الجواب : (۱) اس مقروض کو بھی دینا درست ہے (۱) اور ایسی اضطرار کی حالت میں یونیورسٹی میں دینا بھی درست ہے۔ (۲)

(۲) یونیورسٹی میں درست نہیں مگر میری رائے میں آپ اس زحمت میں نہ پڑیئے۔ (۳)
 ۷/ ربيع الاول ۱۳۳۰ھ (تمہ اولیٰ ص ۲۰۹)

(۱) وإذا أوصى بثلاث ماله لله تعالى فالوصية باطلة في قول أبي حنيفة وفي قول محمد الوصية جائزة وتصرف إلى وجوه البر وبقول محمد يفتى وتصرف إلى الفقراء (وقوله) ولو أوصى بالثالث في وجوه الخير يصرف إلى القنطرة وبناء المسجد وطلب العلم. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوصايا، الفصل الثالث، مكتبته زكريا ديوبند ۱۹/۳۹۲-۳۹۳، رقم: ۳۱۹۰۲-۳۱۹۰۷)

الفتاوى الهندية، كتاب الوصايا، الباب الثاني، مكتبته زكريا ديوبند قديم ۶/۹۷، جديد ۱۱۴/۶

المحيط البرهاني، كتاب الوصايا، الفصل الثالث، المجلس العلمي ۲۲/۲۶۴، رقم: ۲۰۳۹۲۔

الوصية لله تعالى وإعمال البر بدون تعيين جهة، تصرف في وجوه الخير. (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الرابع، الوصايا، المبحث الثالث، المطلب الرابع، الهدى انترنیشنل ۸/۶۶)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة وإساعة اللقمة بالخمر والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه وكذا إتلاف المال، وأخذ مال المسمتنع من أداء الدين بغير إذنه ودفع الصائل ولو أدى إلى قتله. (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الخامسة، مكتبته زكريا ديوبند قديم ص: ۱۴۰، جديد ۱/۲۵۱)

(۳) وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . [سورة المائدة: ۲]

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وصیت کی ایک مخصوص صورت کا حکم

سوال (۲۵ ۲۷): قدیم ۴/۳۳۸ - ہندہ کو کچھ زرف نقد سرکار سے ملتا تھا اس نے اس کو اپنی بہو مسماۃ زینب کے نام جس کا شوہر پسر ہندہ سامنے اپنی ماں کے مر گیا تھا ہیہہ کر دیا اور لکھ دیا کہ بعد میرے وہ روپیہ میری بہو کو ملا کرے اور بعد وفات اس کے میرے ورثہ کو ملا کرے اور بعد وفات ہندہ کے مقدمہ عدالت میں پیش ہو کر وہ ہیہہ نامہ وصیت نامہ قرار پایا اور ثلث زینب موصیٰ لہا کو دیا گیا باقی دو ثلث ورثائے ہندہ کو اب موصیٰ لہا مسماۃ زینب مر گئی۔ پس دو ثلث زینب کے ورثاء کو ملے گا یا مسماۃ ہندہ کے ورثاء کو؟ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ بموجب شرط ہیہہ نامہ (جو وصیت نامہ قرار پایا) ورثہ ہندہ کی طرف منتقل ہو جاوے گا اور بعض کی رائے ہے کہ وصیت تملیک ہے لہذا جو شرط اس کے خلاف ہوگی وہ باطل ہے پس اس ثلث کی مالک مستقل زینب ہے اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء کو ملے گا؟

الجواب: چونکہ وصیت یا ہیہہ دونوں خاص ہیں ملک موصیٰ وواہب کے ساتھ جو شرعاً ظاہر ہے اور جو روپیہ سرکار سے ہندہ کو ملتا ہے وہ تبرع محض ہے قبل قبض اس میں کوئی ملک یا حق تملیک اس کو حاصل نہیں؛ لہذا ہندہ کا یہ کہنا نہ وصیت ہے نہ ہیہہ ہے بلکہ تصرف حق غیر میں ہے (۱)؛ لیکن جب سرکار نے ایک ثلث زینب کو دیا اور دو ثلث ہندہ کے ورثاء کو چونکہ یہ ابتداءً تبرع ہے اس لئے یہ دینا اور لینا بھی درست ہو گیا گو اس کی یہ بنا کہ اس کو وصیت قرار دیا صحیح نہیں ہے اب بعد وفات زینب کے بھی بناءً علی الوصیت کسی کا حق نہیں جیسا بیان ہو چکا؛ بلکہ سرکار جس کو جس قدر دیدے اس کو اسی قدر لے لینا درست ہے وہ سب تبرع مبتداً ہوگا (۲)

(۱) ويشترط في الموصى به أن يكون في اختصاص الموصى فلا تصح الوصية بملك الغير ولو ملكه بعد الوصية. (الفقه على المذاهب الأربعة، مباحث الوصية، قبيل مبحث حكم الوصية، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۳۲۵)

منها أن يكون مملوكاً للوهاب فلا تجوز هبة مال غير لا استحالة تملیک ما ليس بمملوك. (بدائع الصنائع، کتاب الهبة، فصل في شرائط ركن الهبة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۶۹/۵، کراچی ۱۱۹/۶)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۲/۱۲۷ -

(۲) عن طارق أن عمر بن الخطاب كان يعطيهم العطاء ولا يزكيه. (المصنف لابن أبي

شيبه، كتاب الزكاة، ما قالوا في العطاء إذا أخذ، مؤسسة علوم القرآن ۵۲۸/۶، رقم: ۱۰۵۶۹) ←

پس بعض کا یہ کہنا کہ ہندہ کی شرط کے موافق منتقل ہو جاوے گا یا بعض کا یہ کہنا کہ وصیت تملیک ہے الخ اس لئے صحیح نہیں کہ شرط و تملیک دونوں مخصوص ہیں ملک و حق ملک کے ساتھ اور یہاں یہ مفقود ہے جیسا مذکور ہوا اور قول ثانی اس لئے بھی صحیح نہیں کہ اگر یہ تملیک واقعی بھی ہوتی تو چونکہ موصی بہ عین نہیں حق محض ہے اور حقوق میں وصیت کا بقاء موصیٰ لہ کی حیات تک رہتا ہے اس کی موت کے بعد وہ موصیٰ بہ ورثہ موصیٰ کی طرف عود کرتا ہے۔

فی الدر المختار ورد المختار بموت الموصیٰ لہ بعد موت الموصیٰ يعود العبد والدار
 أي خدمة العبد وسكنی الدار وغلتها إلى الورثة أي ورثة الموصی بحکم الملك أي ملك
 الموصی أو ورثته فلا يعود إلى ورثة الموصی لہ. اه ملخصاً. (۱) ومثله فی الهدایة. (۲)
 ۳/ ذی الحجۃ ۱۳۲۱ھ (امداد ج: ۳، ص: ۲۰۷)

← اختلف الناس في أخذ الجائزة من السلطان، قال بعضهم: لا يجوز ما لم يعمل أنه
 يعطيه من حرام، قال محمد: وبه نأخذ ما لم نعرف شيئاً حراماً بعينه. (هنديّة، كتاب الكراهية،
 الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۳۴۲/۵، جديد ۳۹۶/۵)
 الموسوعة الفقهية الكويتية ۷۸/۱۵۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة،
 مكتبة زكريا ديوبند ۴۰۰/۱۰، كراچی ۶۹۳/۶-۶۹۴۔

(۲) فإن كان مات الموصیٰ لہ عاد إلى الورثة؛ لأن الموصیٰ أو جب الحق للموصیٰ لہ
 ليستوفي المنافع على حكم ملكه فلو انتقل إلى وارث الموصیٰ لہ استحقها ابتداءً من ذلك
 الموصیٰ من غير مرضاته وذلك لا يجوز (هداية) وفي هامشه: قوله: عاد أي الموصیٰ به وهو
 خدمة العبد وغلته وسكنى الدار وغلتها إلى ورثة الموصیٰ لا إلى ورثة الموصیٰ لہ. (الهداية،
 كتاب الوصايا، باب الوصية بالسكنى والخدمة والثمرة، مكتبة اشرفيه ديوبند ۶۸۴/۴)

لو أوصى بخدمتها وغلتها لإنسان ومات الموصیٰ، ثم مات الموصیٰ لہ بعد القبول
 لاتصير الغلة والخدمة ميراثاً لورثة الموصیٰ لہ؛ بل تعود إلى ورثة الموصیٰ. (بدائع الصنائع، كتاب
 الهبة، الكلام في العقد، مكتبة زكريا ديوبند ۱۶۷/۵، كراچی ۱۸۸/۶) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۷ / کتاب الفرائض

خاص غرض کے لئے خریدے ہوئے سامان میں میراث کا حکم

سوال (۲۷۲۶): قدیم ۴/۳۳۹ - ترکہ ماموں صاحب میں کئی قسم کی چیزیں ہیں، ایک خاص انہی کے استعمال کے لائق جیسے مردانہ کپڑے وغیرہ، وہ تو یقیناً منقسم بین الورثہ ہوں گے، دوم خاص زنانہ چیزیں جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ تو یہ زوجین (*) میں جو جس کے قبضہ میں ہے غالباً اسی کی ملک قرار دی جائے، اور وراثت جاری نہ ہو، سوم اثاث البیت جیسے لوٹا پتیلی، صندوق، تخت چارپائی وغیرہ اسباب خانہ داری، قسم ثالث کا یہ حال ہے کہ زوجین میں جو چیز جس کے پاس ہے وہی اس کے اوپر قابض ہے، یہ بھی داخل ترکہ ہے یا نہیں؟ کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ اسباب و اثاث البیت حیات میں زوجین کو دیئے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا، کچھ زنانہ تھان زوجہ اولیٰ کے پاس بغرض نکاح احقر تھے، ان کا کیا حکم ہے؟ ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت میں ان کا لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار باب التحالف اختلاف الزوجان فی متاع فی البیت فالقول لكل واحد منهما فیما صلح له مع یمینه والقول له فی الصالح لهما وإن مات أحدهما واختلف وارثه مع الحي فی المشكل فالقول فيه للحي. (۱) ۱۵

(امداد ج ۳، ص ۱۱۵)

(*) مراد اس سے زوج و زوجہ نہیں؛ بلکہ دونوں زوجہ ہیں کہ میت کے دو زوجین تھیں

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الدعوی، باب التحالف، کراچی ۵/۵۶۳-۵۶۴، مکتبہ زکریا دیوبند ۸/۳۱۵ تا ۳۱۷

وإن اختلف الزوجان فی متاع البیت فالقول لكل واحد منهما فیما یصلح له لأن الظاهر یشهد له..... وله فیما یصلح لهما أي إذا اختلفا فیما یصلح لهما كان القول قوله لأن المرأة وما فی یدها فی ید الزوج والقول لصاحب الید فی الدعاوی..... فإن مات أحدهما فللحي أي إذا مات أحد الزوجین واختلف الحي مع ورثة الآخر كان المتاع للحي ومراده من المتاع ←

ولد الزنا اور ماں میں وراثت

سوال (۲۷۲): قدیم ۳۴۰/۲ - ولد الزنا کو اپنی ماں کی طرف سے تو غالباً ضرور میراث ملے گی، البتہ باپ کی طرف سے بوجہ غیر ثابت النسب ہونے کے میراث نہ ملے گی، اور غیر ثابت النسب ہونے کا غالباً یہی مطلب ہے کہ باپ سے نسب ثابت نہیں ماں سے تو ماننا پڑے گا، جو رائے عالی ہوارشا فرمائیں؟

الجواب: ماں سے ثابت النسب بھی ہے اور میراث بھی پاوے گا۔

فی الدر المختار ولد الزنا یرث من توأمه (۱) الخ قلت فمن الأم أولى واللہ اعلم،
۱۸ ربيع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد، ج ۳، ص ۱۱۶)

← ما یصلح لهما وهو المشکل الخ. (تبیین الحقائق، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۶۰/۵ - ۳۶۱، امدادیہ ملتان ۳۱۲/۴)

البحر الرائق، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۸۱/۷ - ۳۹۴، کوئٹہ ۲۲۵/۷ - ۲۲۶۔

الهدایہ، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲۱۵/۳ - ۲۱۶۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، کراچی ۷۷۷/۶، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۵۲۵۔

ویرث ولد الزنا واللعان بجهة الأم فقط لأن نسبه من جهة الأب منقطع فلا یرث به ومن جهة الأم ثابت فیرث به أمه وإخوته من الأم بالفرض لا غیر الخ. (تبیین الحقائق، کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۴۹۱/۷، امدادیہ ملتان ۲۴۱/۶)

البحر الرائق، کتاب الفرائض، کوئٹہ ۵۰۳/۸، مکتبہ زکریا ۳۹۱/۹۔

وکل من ولد الزنا وولد اللعان لا توارث بینہ و بین أبیہ و قرابة أبیہ بالإجماع وإنما یرث بجهة الأم فقط لأن نسبه..... من جهة الأم ثابت فنسبه لأمه قطعاً..... فیرث کل منهما عند الأئمة الأربعة من أمه وقرابتها. (الفقه الإسلامی وأدلته، الباب السادس: المیراث، الفصل السابع عشر، المبحث السابع، الہدی انٹرنیشنل دیوبند ۴۲۱/۸)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حصوں کے امتیاز اور سپردگی کے بغیر تقسیم معتبر نہیں

سوال (۲۷۲۸): قدیم ۳۴۰/۲ - زید نے انتقال کیا، اور خالد، ولید، عمر و پسران و ساجدہ عابدہ و دختران و حامدہ زوجہ چھوٹی، ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا، اس نے ترکہ زید کو بموجب شرع شریف تقسیم کیا، مگر مسماۃ عابدہ کو اس کے حصہ کا نصف ادا کیا، اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا، بعدہ مسماۃ عابدہ نے انتقال کیا اور ایک پسر اور ایک دختر اور شوہر چھوڑا، وارثان متوفیہ نے خالد سے باقی نصف جو زر نقد تھا طلب کیا، تب خالد نے ایک ہفتہ میں ادا کر دینے کا وعدہ کیا، اسی طرح پر خالد پر تقاضے ہوتے رہے اور وہ ہفتہ عشرہ میں دینے کا وعدہ کرتا رہا، آخر کار خالد نے کہہ دیا کہ میرے چوری ہو گئی، اور میرے مال کے ساتھ نصف حصہ عابدہ کا جو میرے پاس باقی تھا چوری ہو گیا، بعد اس کے خالد نے اپنے لئے جائیداد خریدی، اب یہ دریافت طلب ہے کہ جو نصف حصہ مسماۃ عابدہ کا خالد کے پاس باقی رہ گیا ہے، وہ از روئے شرع شریف خالد کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار من کتاب القسمة و رکنها هو الفعل الذی يحصل به الإفراز و التمييز بين الأنصباء ككيل و ذرع و فيه أيضا عن الخانية مكيل أوموزون بين حاضرو غائب أو بالغ و صغير فأخذ الحاضر أو البالغ نصيبه نفذت القسمة إن سلم حظ الآخرين و إلا لا، (۱)
ان روایات بالا سے معلوم ہوا کہ تقسیم میں جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہ ہو جائے وہ تقسیم معتبر نہیں بلکہ مال مشترک بدستور مشترک رہے گا۔ (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب القسمة، کراچی ۶/۲۵۳-۲۵۴، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۳۶۹-۳۷۰۔

(۲) و أما رکنها (القسمة) فهو الفعل الذي يحصل به الإفراز و التمييز بين النصيبين كالكيل في المكيلات و الوزن في الموزونات و الذرع في المذروعات و العدد في العدديات كذا في النهاية. (ہندیہ، کتاب القسمة، الباب الأول، قدیم زکریا دیوبند ۵/۲۴، جدید ۵/۲۳۷)

تبیین الحقائق، کتاب القسمة، مکتبہ زکریا ۶/۴۰۱، امدادیہ ملتان ۵/۲۶۴ ←

اسی طرح اگر بعض شرک اپنا حصہ علیحدہ کر لیں مگر بعض کو ان کا حصہ تسلیم نہ کیا جاوے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہیں ہوتی، پس صورت مسئلہ میں عابدہ کہ نصف حصہ اس کو تسلیم اور ادا نہیں کیا گیا تو وہ مشترک رہا اور سب کا چوری ہو گیا (۱) اس لئے تمام ترکہ زید سے اس مقدار کو منہا کر کے جس قدر ترکہ باقی رہا اس کو از سر نو تقسیم کر کے دیکھیں گے کہ اس باقی میں سے عابدہ کا کتنا حق ہے، وہ سب ورثہ سے حصہ رسد اس مقدار حق کے تکمیل کرنے کے لئے مطالبہ کرنے کی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا میں وہ وفات پا چکی ہے؛ اس لئے اس کے ورثہ اسی طرح اس مطالبہ کے مستحق ہیں۔ فقط واللہ اعلم

۱۲/ صفر ۱۳۰۲ھ (امداد ج ۳، ص ۱۱۶)

توارث اخت من الزنا

سوال (۲۷۲۹): قدیم ۴/۳۴۰ - زید فوت ہوا، ایک منکوحہ بی بی الف دو بیٹیاں ب، ج ایک منکوحہ کنیزک د اور ایک بیٹی کنیزک سے جس کی پیدائش قبل از نکاح ہے اور ایک بیٹا اسی کنیزک سے ز اور ایک حقیقی چھوٹا بھائی ط وارث چھوڑے، پھر بیٹا باپ سے پانچ سال بعد فوت ہوا، اندریں صورت زید کا ترکہ بروئے میراث ہر پسماندہ کو کتنا پہنچے گا؟

← فتح القدیر، کتاب القسمہ، مکتبہ زکریا دیوبند ۹/۴۳۶، گوئٹہ ۸/۳۴۸۔

(۱) والمکمل والموزون إذا کان بین حاضر وغائب أو من بالغ أو صبی فأخذ الحاضر أو البالغ نصیبہ فإنما ینفذ قسمته من غیر خصم بشرط سلامة نصیب الغائب والصغیر حتی لو هلاک مابقی قبل أن یصل إلی الغائب کان الهلاک علیہما. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب القسمہ، الفصل الثالث عشر، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۷/۲۲۳، رقم: ۲۷۰۴۸)

الفتاویٰ البزازیہ، کتاب القسمہ، الفصل الرابع، مکتبہ زکریا دیوبند جدید ۳/۷۶، قدیم علی هامش الہندیہ ۶/۱۵۳۔

خانیہ علی هامش الہندیہ، کتاب القسمہ، فصل فی قسمة الوصی، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۳/۱۵۶، جدید ۳/۹۸۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: مسئلہ: ۳۲-۹۶

زجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولود قبل نکاح	ابن	اخ
(الف)	(د)	(ب)	(ج)	(ہ)	(ز)	(ط)
۲/۶	۲/۶	۷/۲۱	۷/۲۱	م	۱۴	م

مسئلہ ۶ زمف ۱۴

ام (د)	اخت لام (ہ)	اخت لاب (ب)	اخت لاب (ج)	عم (ط)
۱/۷	۱/۷	۲/۱۴	۲/۱۴	م

(۹۶) الاحیاء المبلغ

الف	د	ب	ج	ہ
۶	۱۳	۳۵	۳۵	۷

صورت مندرجہ بالا میں بعد تقدیم یا مقدم علی الارث مثل تجہیز و تکفین و ادائے دیون جس میں مہر ہر دوز وجہ بھی ہے، و تحفیذ و صایا بشرط حصرو شتر کہ زید کا ۹۶ سہام ہو کر الف یعنی زوجہ زید کو ۶ سہام (۱) اور (د) یعنی زوجہ ثانیہ کنیز کو ۱۳ سہام اور (ب) و (ج) یعنی ہر دو دختران زید کو ۳۵ سہام دلائے جاویں (۲) اور (ہ) یعنی وہ بیٹی جس کی پیدائش قبل از نکاح ہے وہ چونکہ زنا سے پیدا ہوئی ہے اس لئے شرعاً

(۱) قال الله تعالى: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ الْآيَةُ . (سورة النساء: ۱۲)

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل والثلث مع الولد أو ولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث، فصل في النساء، ص: ۷-۸، مطبوعة یا سرندیم دیوبند ص: ۱۱)

وللزوجة الربع عند عدمهما والثلث مع أحدهما. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثامن، مكتبة زكريا دیوبند قدیم ۶/۴۵۰، جدید ۶/۴۴۲)

(۲) قال الله تعالى: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ الْآيَةُ.

(سورة النساء: ۱۱) ←

زید سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا، تو اس سے تو وارث نہ ہوگی، لیکن (ز) یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیا فی بہن ہے، اس لئے اس سے وارث ہوگی، (۱) اس کے ترکہ سے (۵) کو ۷ سہام ملیں گے (۲)
 ۸/ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ (امداد، ج ۳، ص ۱۱۷)

سرکاری وظیفہ میں میراث کا حکم

سوال (۲۷۳۰): قدیم ۳۴۱/۴ - زید و بکر و عمر و خالد و ہندہ و زینب حقیقی بھائی بہن ہیں، زید و بکر کی موجودگی میں عمر و خالد کا انتقال ہو گیا، ان کی اولاد ذکور و اناث سے باقی رہی اس کے بعد بکر بھی ایک زوجہ چھوڑ کر مر گیا، اس کے نام جو وظیفہ سرکار سے مقرر ہے اس کی تقسیم میں جھگڑا ہوا زید کا دعویٰ ہے کہ چونکہ میں حقیقی بھائی ہوں، اس واسطے زوجہ کا حق چھوڑ کر باقی کل میرے نام مقرر فرمایا جاوے، زوجہ کا یہ ادعا ہے کہ شوہر کا کل ترکہ میرے نام مقرر ہونا چاہئے، اولاد عمر و خالد اس بات کے دعویدار ہیں کہ وظیفہ مذکور سرکار

← وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فيكون للابن مثل حظ الأنثيين .
 (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مکتبہ زکریا دیوبند
 قدیم ۴۴۸/۶، جدید ۴۴۱/۶)

(۱) ویرث ولد الزنا واللعان بجهة الأم فقط؛ لأن نسبه من جهة الأب منقطع فلا يرث به ومن جهة الأم ثابت فيرث به أمه وإخوته من الأم بالفرض لا غير وكذا يرثه أمه وإخوته من أمه فرضاً لا غير . (تبيين الحقائق، کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند
 ۴۹۱/۷، امدادیہ ملتان ۲۴۱/۶)

البحر الرائق، کتاب الفرائض، کوئٹہ ۵۰۳/۸، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۹۱/۹ -
 الفقہ الاسلامی وأدلته، الباب السادس: الميراث، الفصل السابع عشر، المبحث السابع، ہدی انٹرنیشنل دیوبند ۴۲۱/۸ -

(۲) الأخوات لأم، للواحدة السدس . (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الفرائض، الباب الثانی، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۴۵۰/۶، جدید ۴۴۲/۶)
 البحر الرائق، کتاب الفرائض، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۸۰/۹، کوئٹہ ۴۹۷/۸ -

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سے بطور پرورش کل اولاد مقرر ہوا ہے اور ہنگام تقسیم وظیفہ مذکورہ سرکار نے جائیداد کسبہ قرار نہیں دیا ہے، بلکہ ایسا وظیفہ جائیداد غیر کسبہ قرار دیا جاتا ہے، ایسی حالت میں تنخواہ مذکورہ ہم کل اولاد کو بھی ملنا چاہئے، کیونکہ جو بعد ہمارے والد اور والدہ کی زندگی کی وجہ سے بکر کے درمیان تھا وہ ہماری والدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے جاتا رہا، اور مثل زید ہم بھی قرب رکھتے ہیں، کیا یہ وظیفہ زید کی خواہش کے موافق تقسیم ہو سکتا ہے یا اس کی زوجہ کی خواہش کے مطابق، اور اولاد عمر و خالد دلیل مذکورہ کی وجہ سے حصہ پاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب : چونکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے (۱)، اور وہ وظیفہ محض تبرع و احسان سرکار کا ہے، بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا (۲)؛ لہذا آئندہ جو وظیفہ ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، سرکار کو اختیار ہے جس طرح چاہے تقسیم کر دے (۳)؛ البتہ اگر یہ وظیفہ کسی جائیداد مملوکہ کا نفع جائز ہے تو اس میں میراث جاری ہوگی، اور اس صورت میں بکر کے ترکہ میں اس کی زوجہ کو رابع بوجہ اولاد نہ ہونے کے ملے گا۔ (۴)

(۱) لأن الإرث إنما يجري في المترك من ملك أو حق للمورث على ما قال عليه الصلاة والسلام من ترك مالا أو حقا فهو لورثته. (بدائع الصنائع، كتاب الحدود، صفات الحدود، مكتبة زكريا ۵/۵۲۳، کراچی ۷/۵۷)

الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثاني: حد القذف، المبحث الرابع، الهدى انتر نیشنل دیوبند ۶/۳۱۔

(۲) تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/۴۶۳، رقم لمادة: ۸۳۷) الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/۱۳۵۔

(۳) المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (بيضاوي شريف، مكتبة رشيد ۷/۱)

الملك مامن شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامي، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال۔ مكتبة زكريا ديوبند ۷/۲۳۵، کراچی ۵/۵۰)

(۴) قال الله تعالى: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ الْآيَةُ. (سورة النساء: ۱۲) ←

باقی زید اور اس کی دونوں بہنوں کا حق للذکر مثل حظ الأنثیین، (۱) اور بھائی بہنوں کے ہوتے عمر اور خالہ کی اولاد کا کچھ حق نہیں ہے۔ (۲)

۹/ محرم ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۳، ص: ۱۱۷)

حق وراثت میں مختلف جہتوں کا اعتبار

سوال (۲۷۳۱): قدیم ۳۳۲/۲ - وارث علی فوت ہوا، اس نے ایک زوجہ مسماة امۃ اللہ اور تین ابن العم ایک ذوالفقار علی، دوسرا محمد علی اور تیسرا احمد علی وارث چھوڑے، اور احمد علی ابن العم بھی ہے اور ابن الام بھی ہے، دو جہت رکھتا ہے، پس ترکہ وارث علی کا ان ورثاء پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

← أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل والثلث مع الولد أو ولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث، فصل في النساء، ص: ۷-۸، مطبوعة یا سرنديم ديوبند ص: ۱۱)

وللزوجۃ الربع عند عدمهما والثلث مع أحدهما. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثامن، مكتبة زكريا ديوبند قدیم ۴۵۰/۶، جدید ۴۴۲/۶)

(۱) أخرج البيهقي في سننه عن زيد بن ثابت فإن كان معهن أخ ذكر فإنه لا فريضة لأحد من الأخوات ويبدأ بمن شركهم من أهل الفرائض فيعطون فرائضهم فما فضل بعد ذلك كان بين الإخوة والأخوات للأب والأم للذكر مثل حظ الأنثيين. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الفرائض، باب ميراث الإخوة والأخوات لأب وأم أو لأب، دار الفكر بيروت ۲۸۸/۹، رقم: ۱۲۵۸۱)

الأخوات لأب وأم للواحدة النصف وللثنتين فصاعداً الثلثان ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين الخ. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثاني، مكتبة زكريا ديوبند قدیم ۴۵۰/۶، جدید ۴۴۲/۶)

(۲) فيقدم الابن على ابنه والأب على أبيه والأخ على ابنه بقرب الدرجة. (شامي، كتاب الفرائض، فصل في العصباء، مكتبة زكريا ديوبند ۵۱۸/۱۰)

الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السادس: الميراث، الفصل التاسع: العصباء، الهدى انترنیشنل ديوبند ۳۳۰/۸ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: بعد تقدیم حقوق متقدمہ کل ترکہ ۳۶ سہام پر منقسم ہو کر زوجہ کو ۹ (۱) اور احمد علی کو ۱۳ اور ذوالفقار علی اور محمد علی کو ۷، ۷ ملیں گے۔

فی الدرالمختار: ویأخذ ابن عم هو أخ لأم السدس بالفرض ویقتسمان الباقي بينهما نصفين بالعصوبة حیث لا مانع من إرثه بهما فیرث بجهتی فرض و تعصیب. (۲) والتخريج هكذا.

مسئله ۳۶/۱۲	وارث علی	مس	ابن العم ذوالفقار علی	ابن العم محمد علی
۹	۶	۷	۷	۷

(امداد، ج ۳، ص ۱۱۸)

(۱) قال الله تعالى: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ الْآيَةُ. (النساء: ۱۲)

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل والثلث مع الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث، فصل في النساء، ص: ۷-۸، مطبوعة یا سرندیم دیوبند ص: ۱۱)

وللزوجة الربع عند عدمهما والثلث مع أحدهما. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثامن، مكتبة زكريا دیوبند قديم ۶/۴۵۰، جدید ۶/۴۴۲)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، فصل في العصباء، كراچی ۶/۷۸۵، مكتبة زكريا دیوبند قديم ۱۰/۵۳۶

لوترک ابني عم أحدهما أخ لأم فله السدس والباقي بينهما. (البحر الرائق، كتاب الفرائض، مكتبة زكريا دیوبند ۹/۳۸۰، كوئٹہ ۸/۴۹۷)

ومن ترك ابني عم أحدهما أخ لام فلا أخ من الأم السدس والباقي بينهما نصفان لأن له قرابتين من جهتين. (الجوهرة النيرة، كتاب الفرائض، باب الحجب، دار الكتاب دیوبند ۲/۳۹۱)

الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصباء، مكتبة زكريا دیوبند قديم ۶/۴۵۱، جدید ۶/۴۴۴۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے

سوال (۳۲۲): قدیم ۴/۳۲۲ - شرع محمدی کا مسئلہ یہ ہے کہ جب عصبہ نہ ہو تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں، لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبہ نہ ہو، اگر حضرت آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جاوے، مثلاً ایک علوی یا صدیقی وغیرہ کا انتقال ہوا، ایک غاصب نے متوفی کی جائیداد پر قبضہ حاصل کر لیا تب ذوی الارحام نے دعویٰ متروکہ کا کیا، غاصب یہ کہتا ہے کہ تم اس وقت وارث ہو سکتے ہو کہ جب عصبہ نہ ہو، علوی اور صدیقیوں کے بہت سے خاندان دنیا میں موجود ہیں، جب تک وہ موجود ہیں تم بحیثیت ذوی الارحام کے وارث نہیں ہو سکتے ہو تو ایسی حالت میں ذوی الارحام کو عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہیے، یہ ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب قریب محال ہے، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوی الارحام متوفی کے متروکہ کا کبھی وارث نہ ہو، یہ بات اگرچہ خلاف عقل ہے، لیکن اس کے لئے فقہ کی کسی مستند کتاب کی ضرورت ہے، عنایت فرما کہ فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیے؟

الجواب: اس غاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہے کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہے (۱) ورنہ اگر عصبہ میں اس قدر تقسیم ہوتی تو ذوی الارحام کے وارث ہونے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے اس کو خود شریعت باطل کر رہی ہے، اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو گیا اور جوائمہ توریث

(۱) أخرج ابن أبي شيبة في مصنفه عن إبراهيم قال: كان عمر وعبد الله يعطيان الميراث ذوي الأرحام قال فضيل: فقلت لإبراهيم: فعلي؟ قال: كان أشد هم في ذلك أن يعطي ذوي الأرحام. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الفرائض، من كان يورث ذوي الأرحام، مؤسسه علوم القرآن ۱۶/۲۴۹، رقم: ۳۱۸۰۶)

هل يرث بعضهم من بعض؟ قال: عامة أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ذوي الأرحام يرث بعضهم من بعض وأنهم مؤخرون عن أصحاب الفرائض والعصبات لا يرث مع أحدهم علمائنا أخذوا بقول: عامة الصحابة رضي الله عنهم. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الفرائض، الفصل السابع والعشرون، مكتبة زكريا ديوبند ۲۰/۳۱۷، رقم: ۳۳۳۴۰-۳۳۳۴۱)

ذوی الارحام کے قائل نہیں ہیں انہوں نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہیں کی، اور اس کے بعد کے مستحقین کو میراث دلائی حتیٰ کہ اخیر میں بیت المال مستحق قرار پایا (۱) تو یہ سب احکام جو نصاً و اجمالاً ثابت ہیں سب باطل ہو جائیں گے، اور نص اور اجماع کا ابطال باطل ہے۔ اور جو دعویٰ مستلزم امر باطل کو ہو وہ خود باطل ہے، معلوم ہوا کہ یہ استدلال اور دعویٰ غاصب کا باطل ہے، تمام کتب فرائض و فقہ کی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہیں:

- (۱) ابن ثم ابن الابن وإن سفل. (۲) أب. (۳) جد صحيح وإن علا حتی إلى آدم عليه السلام. (۴) جزء الأب وإن سفل. (۵) جزء الجد یعنی عم ثم ابنه وإن سفل.
 - (۶) عم الأب ثم ابنه وإن سفل. (۷) عم الجد ثم ابنه وإن سفل. (۲)
- بس اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مفہوم تصانیف حسب تصریح علمائے حجت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں، اور مرتبہ ثالثہ میں جد کے عموم وإن علا سے دوسرے مراتب میں عموم لازم نہیں؛ بلکہ عدم عموم اس لئے لازم ہے کہ عموم کی صورت میں جزء الجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ نکالنا چاہئے،

(۱) وذهب مالک والشافعي إلى أن ذوي الأرحام لا يرثون فإذا مات شخص من غير ذوی فرض ولا عصبه وله ذورحم ردت التركة إلى بيت المال وهذا رأي زيد بن ثابت وسعيد بن المسيب وسعيد بن جبیر وأخذ به الأوزاعي وأبو ثور وداؤد وابن جرير الطبري، واستدلوا بأن الله تعالى ذكر في آيات الموارث نصيب أصحاب الفروض والعصبات ولم يذكر لذوي الأرحام شيئاً، ولو كان لهم حق لبينه، قال الله تعالى: وما كان ربك نسياً. (مریم: ۶۴) قال صلى الله عليه وسلم، إن الله اعطى لكل ذي حق حقه وأيضاً سئل عليه الصلوة والسلام عن ميراث العمة والخالة، فقال أخبرني جبريل أن لا شيء لهما. (الفقه الاسلامي وادلته، الباب السادس: الميراث، الفصل الخامس عشر، الهدى انترنیشنل دیوبند ۸/۳۷۷-۳۷۸)

المبسوط للسرخسي، كتاب الفرائض، باب ميراث ذوی الأرحام، دارالکتب العلمیة بیروت ۳۰/۳۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، کراچی ۶/۷۷۴-۷۷۵، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۵۱۸-۵۲۱۔

مجمع الأنهر، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، دارالکتب العلمیة بیروت ۴/۵۰۴-۵۰۵۔

کیونکہ عم الأب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جز ہی ہیں، اور بعض محشین نے جو جزء السجد میں جد کو عام کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض متون میں کل مراتب کو چار عنوان میں منحصر کر دیا ہے:

جز ۱: أصل ۲:.. جزء الأب: ۳. جزء السجد ۴: اس پر شبہ عدم تناول عم الأب وعم السجد کا وارد ہوتا تھا اس کے دفع کے لئے عام کہہ دیا (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہیں، بلکہ عموم خاص ہے جو تناول عم الأب اور عم السجد پر منتہی ہو جاوے، جیسا شامی نے اس ایراد کو اسی طرح دفع کیا ہے (۲)، پس ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب میں جد سے خاص أب الأب مراد ہے، پس جو شخص میت کے اب الاب کے عم کی اولاد سے بھی نہ ہو وہ عصبہ نہیں ہے، اور یہ بہت ہی ظاہر ہے؛ لیکن قدر نے فہم درکار ہے (*) فبای حدیث بعدہ يؤمنون، (۳) واللہ اعلم تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۰/ ذیقعد ۱۳۲۲ھ (امداد، ج ۳، ص: ۱۱۸)

(*) اس سے حضرت نے رجوع فرمایا ہے جس کی تفصیل کتاب میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔ ۱۲

(۱) هم (العصبات) أربعة أصناف جزء الميت وأصله و جزء أبيه و جزء جده (إلى قوله) ثم الجد أي أب الأب وإن علا ثم جزء أبيه أي الإخوة ثم بنوهم وإن سفلوا ثم جزء جده أي الأعمام الخ (السراجية) وفي الهامش: قوله أبو الأب الخ، فسره به الجد لإفادة تعميم..... لأن الذهن قد يخصص الجد بالأب الأب بلا واسطة فقط ولا يتبادر إلا إليه عمه بمجموع قوله: أب الأب وإن علا ۱۲. (السراجي، باب العصبات، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۲۰-۲۱)

(۲) ثم جزء جده أراد بالجد ما يشمل أبا الأب ومن فوقه بدليل قوله الآتي وإن علا فلا يرد أن عم الأب وعم الجد في كلامه الآتي خارجان عن الأصناف الأربعة. (شامی، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/ ۵۱۸، كراچی ۷۷۴/۶)

(۳) سورة المرسلات رقم الآية: ۵۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قرض دار اور اس کے ورثاء کی عدم موجودگی میں میت کے ترکہ کا مصرف

سوال (۲۷۳۳): قدیم ۳۴۴/۲ - زید مر گیا اور اس کے ذمہ کچھ قرض ایک بقال کا تھا، اور زید نے اس قدر روپیہ نہیں چھوڑا کہ قرض اس کا ادا ہو، اور زید کے مرنے سے پہلے وہ بقال مر گیا تھا، صرف اس کا بھتیجا باقی تھا، کچھ مدت کے بعد ورثہ زید زید کا ایک مکان بیع کر کے چاہتے ہیں کہ قرضہ ادا کر دیں، لیکن جس وقت ادا کرنا چاہا تو اس بقال کے کوئی وارث نہیں، اب سوال یہ ہے کہ وہ قرض کاروپیہ کس مصرف میں صرف کیا جائے، تاکہ زید سے اس کا مواخذہ نہ ہو؟

الجواب: اصل قرض دار کے نزدیک دور کے رشتہ داروں کی اور اس کے بھتیجے کے نزدیک دور کے رشتہ داروں کی تحقیق ضرور ہے، اگر کوئی موجود ہو تو لکھیں تاکہ مسئلہ بتایا جاوے، اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو یہ روپیہ ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے، مساجد کی مرمت و خدمت، تیل بتی، لوٹا بدھنا، ڈول رسی، مؤذن و امام کی تنخواہ، مدارس اسلامیہ میں علماء کی تنخواہ، طلبہ کی اعانت خوراک و پوشاک کی، اور جو لوگ بلا تنخواہ اللہ کے لئے علم دین پڑھا رہے ہیں۔ (والدلائل ہذہ)

فی کتاب الفرائض من الدر المختار: ثم یوضع فی بیت المال لا إرثاً بل فیئاً للمسلمین (۱). وفی باب اللقطة منه إلا إذا عرف أنها لدمی فإنها توضع فی بیت المال، فی رد المختار: للنوائب بحر ط. (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الفرائض، مکتبۃ زکریا دیوبند ۵۰۲/۱۰ - ۵۰۳، کراچی ۷۶۶/۶

سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴۹۷/۴

(۲) الدر المختار مع رد المختار، کتاب اللقطة، مکتبۃ زکریا دیوبند ۴۳۸/۶، کراچی ۲۷۹/۴ - ۲۸۰

البحر الرائق، کتاب اللقطة، کوئٹہ ۱۵۴/۵، مکتبۃ زکریا دیوبند ۲۵۸/۵

مجمع الأنهر، کتاب اللقطة، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵۳۰/۲

وفيه قبيل باب المرتد وما أخذ منهم بلا حرب ومنه تركة ذمي (إلى قوله)
 مصالحنا، ثم قال: وكفاية العلماء والمتعلمين تجنيس (إلى قوله) وبه يدخل
 طلبه العلم فتح في رد المحتار: ومثله بناء مسجد و حوض (إلى قوله) وكذا
 النفقة على المساجد كما في زكوة الخانية: فيدخل فيه الصرف على إقامة
 شعائرها من وظائف الإمامة والأذان ونحوهما بحر (١) وفي باب المستأمن
 من الدر المختار: فإن أدانته حربي دينا ببيع أو قرض وبعكسه أو غضب
 أحدهما صاحبه وخرج إلينا لم نقض لأحد بشيء ويفتي المسلم برّد
 المغصوب وبرّد الدين أيضا ديانة لا قضاء انتهى مختصرا (٢) قلت: محصل
 من هذه الروايات أن هذا الدين الذي هو من تركة هذا الرجل الكافر واجب
 رده ديانة سواء كان ذميا أو حربيا ويكون على كل فيئا يصرف في مصارفه
 فانطبق الجواب على كلا القولين في الهند أهو دار الإسلام أم دار الحرب.
 فافهم فقط واللّه اعلم وعلمه اتم.

٥/ زيّعه ١٣٢٣هـ (امداد، ج ٣، ص: ١١٩)

- (١) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب
 في مصارف بيت المال، مكتبة زكريا ٦/ ٣٤٨-٣٤٩، كراچي ٤/ ٢١٧ -
 فتح القدير، كتاب السير، قبيل باب أحكام المرتدين، كوئته ٥/ ٣٠٧، مكتبة زكريا
 ديوبند ٦/ ٦٢ -
 حانية على هامش الهندية، كتاب الزكاة، فصل في العشر والخراج، مكتبة زكريا ديوبند
 قديم ١/ ٢٧٤، جديد ١/ ١٦٨ -
 البحر الرائق، كتاب السير، فصل في الجزية، قبيل باب أحكام المرتدين، كوئته
 ٥/ ١١٨، مكتبة زكريا ديوبند ٥/ ١٩٩ -
 (٢) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن، كراچي ٤/ ١٦٧،
 مكتبة زكريا ٦/ ٢٧٦-٢٧٧ -
 الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٧/ ١٨٩-١٩٠ - شبير احمد قاسمي عفا الله عنه

تقسیم ترکہ اور مشترکہ مال کے ذریعہ حاصل شدہ منافع کا حکم

سوال (۳۴۲): قدیم ۴/۳۴۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ سولہ برس کا ہوا، زید نے انتقال کیا اور سات لڑکے محمود و عبد الحمید و احمد و عبد الحلیم و محمد سلیم و عبد المجید و محمد شبلی اور دو لڑکی اقلیمہ و نعیمة اور ایک بی بی سکینے کو ورثہ چھوڑا، لیکن محمود زید کی حیات ہی میں جد ا ہو گیا تھا اور ایک قطعہ مکان زید نے اس کو دیا تھا، بقیہ لڑکے بعد وفات زید چند روز تک حسب لیاقت اپنے اپنے کام یکجا رہ کر رہے، بعد اس کے عبد الحمید بھی کچھ روپے لے کر بلا اجازت عرصہ بارہ برس کا ہوا کہ کنارہ ہو گیا، بعدہ محمد سلیم عرصہ چھ برس کا ہوا کہ کچھ روپیہ بلا اجازت ناجائز طور پر خرچ کر کے کنارہ ہو گیا، اور عبد الحمید نے عرصہ سات برس کا ہوا کہ انتقال کیا، باقی احمد و عبد الحلیم و محمد شبلی ابھی تک ایک جگہ ہیں، مگر عبد الحلیم زید کی حیات سے اب تک روزگار کا کام کرتے آتے ہیں، اور احمد دس برس سے کام کرتے ہیں، اور محمد شبلی زید کی وفات کے وقت ایک برس کا تھا، تین چار برس سے روزگار کا کام کرتا ہے، عرصہ تیرہ برس کا ہوا کہ اقلیمہ نے انتقال کیا اور عرصہ دو برس کا ہوا کہ مسماہ سکینے نے انتقال کیا، زید کا ترکہ ابھی تک تقسیم نہیں ہوا، زید کے ترکہ سے اور کچھ مہاجنوں سے روپیہ لے کر لڑکوں نے روزگار کر کے مال زیادہ حاصل کیا ہے، اب اس حالت میں مال کیونکر تقسیم ہوگا؟

الجواب: بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث ترکہ زید کا (۱۲۸) سهام پر منقسم ہو کر ساتوں لڑکوں میں سے ہر لڑکے کو ۱۴، ۱۴ اور دونوں لڑکیوں کو ۷، ۷ (۱) اور زوجہ کو ۱۶ ملیں گے۔ (۲)

- (۱) قال الله تعالى: يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيْنِ الْآيَةِ. (النساء: ۱۱)
- وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فيكون للابن مثل حظ الأنثيين. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثاني، مكتبة زكريا ديوبند قدیم ۶/۴۴۸، جدید ۶/۴۴۱)
- (۲) قال الله تعالى: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ الْآيَةِ. (النساء: ۱۲)
- أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد وولدا لابن وإن سفل والثلث مع الولد أو ولدا لابن وإن سفل. (السراجي، فصل في النساء، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۱۰)

اور محمود کو جو مکان زید نے دیا تھا، اگر مرض موت سے قبل دیا تھا، وہ بلا شرکت خالص اس کا ملوک ہے (۱) اور باقی ترکہ حسب حصص بالامشترک ہے (۲)، پھر بقیہ لڑکے جو یکجا کام کرتے رہے، اگر یہ کام سب حصہ داروں کی رضامندی سے تھا تو نفع میں بھی سب شریک ہوں گے، اور اگر بعض ور شرابی نہ تھے، تو وہ نفع میں شریک نہ ہوں گے (۳) البتہ یہ نفع بوجہ اس کے کہ مال غیر میں تصرف بلا اذن تھا جائز نہ ہوگا، بلکہ اس کا تصدق واجب ہوگا (۴) پھر عبد الحمید جب کچھ روپے لیکر جدا ہوا ہے اس وقت ترکہ زید کا جس قدر موجود تھا اس میں عبد الحمید کا حصہ دیکھنا چاہئے کس قدر تھا، اگر دونوں برابر ہیں تو حساب برابر ہوا، اور اگر دونوں میں

(۱) ولو وهب رجل شيئا لأولاده في الصحة روي عن أبي حنيفة أنه لا بأس به. (هندية، كتاب الهبة، الباب السادس، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۴/ ۳۹۱، جديد ۴/ ۴۱۶) شامي، كتاب الوقف، مطلب مهم في قول الواقف على الفريضة، كراچی ۴/ ۴۴۴، مكتبة زكريا ۶/ ۶۶۴۔

حكم الهبة ثبوت المالك للموهوب له. (الفتاوى التاتارخانية: كتاب الهبة، مكتبة زكريا ۱۴/ ۴۱۳، رقم: ۲۱۵۳۷)

(۲) إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/ ۶۱۰، رقم: المادة: ۱۰۹۲) (۳) إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصي الصغار في الأراضي الموروثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم أما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة فالغلة للزراع ولو كان البذر مشتركاً. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/ ۶۰۹، رقم المادة: ۱۰۸۹)

(۴) عن رافع بن خديج أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من زرع في أرض قوم بغير إذنهم فليس له من الزرع شيء وله نفقة. (جامع الترمذي، أبواب الأحكام، باب ما جاء من زرع في أرض قوم بغير إذنهم، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۳، دار السلام رقم: ۱۳۶۶) ولو أجاز الزوج المهر بغير إذن المرأة فالأجرة له كالغاصب إذا أجاز المصوب ويتصدق بالأجرة لأنها مال حصل بسبب محظور وهو التصرف في ملك الغير بغير إذن فيتمكن فيه الخبث فكان سبيله التصديق به. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان ما يسقط به نصف المهر۔ مكتبة زكريا ديوبند ۲/ ۵۹۷، كراچی ۲/ ۲۹۹)

تفاوت ہے تو کمی بیشی کا حساب بقیہ ورثہ سے رہے گا، اسی طرح محمد سلیم کے جدا ہونے کے وقت دیکھا جاوے گا، پھر عبد الحمید کے انتقال کے وقت حسب قاعدہ مذکورہ جس قدر اس کا ترکہ قرار پاوے گا اس کے ورثہ شریعیہ میں منقسم ہوگا، اسی طرح اقلیمہ اور سیکنہ کے انتقال کے وقت یہی عملدرآمد ہوگا، اور شرکت فی النفع کے لئے کام کرنے کی ضرورت نہیں، صرف رضا بشرط بلوغ کی ضرورت ہے، پس جوڑ کے نابالغ تھے اُن کے مال میں تجارت کرنے کا بھائیوں کو حق حاصل نہیں، اسی طرح جو راضی نہ تھے (۱)، اس لئے نہ وہ نفع میں شریک ہوں گے نہ اُن پر قرضہ مہاجن کا پڑے گا، باقی ورثہ نفع اور قرضہ دونوں میں شریک ہوں گے (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ (امداد، ج ۳، ص ۱۲۰)

ترکہ میں مہر وغیرہ پر حق مرہن مقدم ہے

(یہ مسئلہ جلد سوم کتاب الرهن صفحہ ۳۸۵ میں گذر چکا ہے۔ (۳)

مہر میں وراثت کا حکم

سوال (۴) (۲۷۳۵): قدیم ۴/۳۴۶ - مسماۃ زاہدہ بانو یک برادر زادہ و دودختر وارث گذاشتہ فوت شدہ و سوائے زرنقد بابت مہر خود چیزے ترکہ نہ کردہ، پس دریں صورت در عوض مہر میت مزبورہ بدختر ان چہ قدر میرسد و برادر زادہ چند روز مہر بمال متروکہ محسوب است یا چگونہ؟ بینوا تو جروا

(۱) کل من الشركاء في شركة المالك أجنبي في حصة سائرهم فليس أحدهم وكيلا عن الآخر ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/۶۰، رقم المادة: ۱۰۷۵)

ہندیہ، کتاب الشریکۃ، الباب الأول، الفصل الأول، مكتبة زکریا قدیم ۲/۳۰۱، جدید ۲/۳۱۱۔
(۲) إذا أخذ أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۰) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
(۳) یہ مسئلہ امداد الفتاویٰ جدید سوال ۲۰۸۸ کے تحت موجود ہے۔

(۴) ترجمہ سوال:- زاہدہ بانو کا انتقال ہوا، ورثہ میں ایک بھتیجہ اور دولڑکیاں چھوڑیں، اور ترکہ میں اپنے مہر کی قیمت کے علاوہ کچھ بھی نہیں چھوڑا، تو اس صورت میں مذکورہ میت کے مہر کے بدل میں سے لڑکیوں کو کتنا ملے گا اور بھتیجہ کو کتنا؟ اور مہر کی قیمت ترکہ میں شمار ہوگی یا اور کوئی حکم ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب: (۱) زر مہر ہجود دیگر اموال مملوکہ در مال متروکہ محسوب است در ترکہ شمار خواہد شد (۲) پس زر نقد گذاشتہ میت مع مہر ہمہ را ترکہ قرار دادہ بر سہ حصہ منقسم خواہد شد، دو ثلث بدو دختر (۳) و یک ثلث باقی بہ برادر زادہ خواہد رسید (۴) پس مسئلہ از سہ شد و ایناں را اختیار است کہ از زوج متوفیہ تقاضا مہر کردہ وصول کنند واللہ اعلم۔

۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۳۰۰ھ (امداد، ج ۳، ص: ۱۲۲)

(۱) **جواب کا ترجمہ:** زر مہر کو دوسرے اموال کی طرح ترکہ میں شمار کیا جائے گا؛ لہذا نقدی روپیہ اور مہر کے پیسے سب کو ترکہ قرار دے کر تین حصوں میں تقسیم کر دیں گے، دو ثلث تو دونوں لڑکیوں کو مل جائے گا، اور باقی ایک ثلث بھتیجہ لے لے گا تو مسئلہ تین سے بنا، اور ان کو اختیار ہے کہ متوفیہ کے شوہر سے مہر کا مطالبہ کر کے اپنا اپنا حصہ وصول کر لیں۔

(۲) كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشترك بينهم على قدر حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبة اتحاد ديوبند ۱/ ۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)

(۳) وأما لبنات الصلب فأحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للثنتين فصاعدا الخ.

(السراجي، في الميراث، فصل في النساء، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۱۰، ۱۱)

وأما النساء فالأولي: البنت ولها النصف إذا انفردت وللبنين فصاعدا الثلثان. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثاني، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۶/ ۴۴۸، جديد ۶/ ۴۴۱)

البحر الرائق، كتاب الفرائض، كوئٹہ ۸/ ۴۹۴، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۳۷۴-۳۷۵

(۴) والعصبة كل من يأخذ ما أبقتة أصحاب الفرائض وعند الانفرد يحوز جميع المال. (السراجي، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۵)

ثم العصابات بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت، ثم أصله ثم جزء أبيه ثم جزء جدہ ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، فصل في العصابات، كراچی ۶/ ۷۷۴، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/ ۵۱۸)

والعصبة أربعة أصناف عصبة بنفسه وهو جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جدہ الأقرب..... فأما الكلام في العصبة بنفسها فنقول أولى العصابات بالميراث الابن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب..... ثم الأخ لأب وأم ثم لأب وابن الأخ لأب وأم. (البحر الرائق، كتاب الفرائض، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۳۸۱، كوئٹہ ۸/ ۴۸۹) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سرکاری عطیہ میں میراث کا حکم

(۱) سوال (۲۷۳۶): قدیم ۴/۳۲۶ - خدمت قضاات حسب فرمان سلطان بنام زید مقرر بودوزید چہار پسر داشت مسمیون عمرو و بکرو خالد و محمود و ازاں جملہ عمرو پسرکلاں روبروئے زید بحصول سند سرکار برانعام خدمت مذکورہ قابض گردیدہ بموجب وصیت زید نصف معاش خدمت مذکورہ در قبضہ خود داشتہ در باقی نصف معاش بہ بکرو خالد و محمود علی السویہ برائے قوت ببری آنہا تقسیم کردہ داد مگر اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بنام عمرو حاصل می شد بعد فوت عمرو ابراہیم پسرش بدستور پدر بحصول اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بر نصف حصہ خود تا حالت تحریر قابض و متصرف است پس در ملک مشروط الخدمت سوائے عمرو و ابراہیم صاحب سند بہ برادران و اعمام آنہا حصہ از روئے شرع شریف جو از می شود یا نہ، و اگر ابراہیم بموجب سند خود معاش منقسم از بکرو خالد و محمود واپس کردن خواہد دعوی ابراہیم در معاش منقسمہ درست می گردد یا نہ؟ و فی زمانہ حکام سرکار آصفیہ حصہ در ملک مشروط الخدمت می کنند ایں چه جواب موافق کتب ہائے معتبرہ و فقہ ہائے مسجل زیر سطور ہذا زیب و مزین خواہند فرمود؟ بینوا تو جروا

(۱) ترجمہ سوال :- شاہی فرمان کے مطابق قضا کی خدمت زید کے سپرد تھی، اور زید کے چار لڑکے ہیں، عمرو، بکر، خالد اور محمود ان میں سے بڑا لڑکا عمرو زید کے سامنے ہی سرکاری سرٹیفکیٹ لے کر مذکورہ خدمت (قضاء) کے انعام پر قابض ہو گیا، زید کی وصیت کے مطابق عمرو نے مذکورہ خدمت کی نصف آمدنی اپنے قبضہ میں رکھی، اور باقی نصف بکر، خالد اور محمود کو زندگی گزارنے کی خاطر برابر برابر تقسیم کر کے دے دیا، مگر تمام شرائط کے ساتھ سرکاری سرٹیفکیٹ میں آمدنی عمرو کے نام پر ہی آتی ہے عمرو کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا ابراہیم باپ کی طرح تمام شرائط کے ساتھ سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کر لینے کی وجہ سے آمدنی میں سے اپنے نصف حصہ پر تادم تحریر قابض و متصرف ہے، تو خدمت کے ساتھ مشروط ملکیت میں سرٹیفکیٹ والے عمرو اور ابراہیم کے علاوہ ان کے بھائیوں اور چچاؤں کا بھی شرعا کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ابراہیم اپنی سند کی بنا پر تقسیم شدہ (بقیہ نصف) معاش اور آمدنی کو بکر، خالد اور محمود سے واپس لینا چاہے تو تقسیم شدہ معاش میں ابراہیم کا دعویٰ درست ہوگا یا نہیں؟ اور ہمارے زمانے میں سرکار آصفیہ کے حکام خدمت کے ساتھ مشروط ملکیت میں حصہ کرتے ہیں تو یہ کیسا ہے؟ ان مسائل سے متعلق مدون فقہ اور معتبر کتابوں کے موافق جواب تحریر فرمائیں؟ بینوا تو جروا

(۱) **الجواب:** ملک کہ زید قاضی را از سرکار عطا شد اگر سرکار زید را مالک کرده است بعد وفات در و میراث جاری خواهد شد و ہمہ وارثانش مستحق حصص خود ہا خواهند شد (۲)، و اگر آں ملک از سرکار بمقابلہ ہمیں خدمت است پس ہر کہ بر آں خدمت مقرر باشد ہماں مستحق است بشرط اذن سرکار آصفیہ و در و میراث جاری نخواہد شد۔ (۳) فقط واللہ اعلم

۲۳/ جمادی الثانی ۱۳۰ھ (امداد، ج ۳، ص: ۱۲۲)

(۱) **ترجمہ جواب :-** سرکاری طرف سے قاضی زید کو جو ملکیت ملی ہے اگر سرکار نے زید کو (انعام کے طور پر) مالک بنایا ہے تو وفات کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی، اور زید کے تمام ورثاء اپنے اپنے حصوں کے مطابق اس ملکیت کے حق دار ہوں گے، اور اگر وہ ملکیت سرکار سے اسی خدمت (قضاء) کے بدلے ملی ہے تو جو شخص اس خدمت کے لئے مامور ہوگا وہی شخص اس کا مستحق ہوگا، بشرطیکہ سرکار آصفیہ کی طرف اجازت ہو اور اس میں میراث جاری نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

(۲) لأن التركة في الاصطلاح ماتركة المیت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعین من الأموال. (شامی، کتاب الفرائض، کراچی ۶/ ۷۵۹، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/ ۴۹۳)

إن الأصل الأول في نظام الميراث الإسلامي: أن جميع ماترك المیت من أملاكه ميراث للورثة. (تكملة فتح الملهم، کتاب الفرائض، جميع ماترك المیت ميراث، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۴)

إن أعيان المتوفي المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، مکتبہ اتحاد دیوبند ۱/ ۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)

(۳) ولا يصح الصلح والاعتياض لأن الاعتياض عن حق الغير لا يصح ولا يجري فيه الإرث لأن الإرث إنما يجري في المتروك من ملك أو حق للمورث على ما قال عليه الصلاة والسلام: من ترك مالا أو حقا فهو لورثته ولم يوجد شيء من ذلك فلا يورث الخ. (بدائع الصنائع، کتاب الحدود، قبيل مقدار الواجب منها، مکتبہ زکریا دیوبند ۵/ ۵۲۳، کراچی ۷/ ۵۷)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ترکہ نبویہ سے متعلق حدیث کا حل

سوال (۲۷۳۷): قدیم ۴/۳۴۷ - احقر نے حدیث مالک بن انس (۱) کے متعلق دریافت کیا کہ حضرت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عباسؓ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث لانورث الخ سے تسکین نہیں ہوئی اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں آکر وراثت کے دعویدار ہوئے، جب انہوں نے بھی حدیث لانورث کی بناء پر اُن کے دعوے کو خارج کر دیا تو اب بھی ان کو تسکین نہ ہوئی، اور انہوں نے تیسری مرتبہ پھر وراثت کا دعویٰ کیا، یہ تو ناممکن ہے کہ ان حضرات نے شیخین کو روایت حدیث میں جھوٹا سمجھا ہو، کیونکہ اگر واقعی اُن کی جلالت و عظمت سے قطع نظر بھی کر لی جاوے تب بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا جو اُن کی نسبت عقیدہ ہے وہ یہی ہے کہ شیخین تمام امت سے افضل ہیں، چنانچہ وہ کوفہ کے منبر پر علی رؤس الاشهاد اس کا اعلان فرماتے تھے (۲)، اور ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے یہ حدیث بیان کرتا ہے میں اس سے قسم لیتا ہوں مگر حدثنی ابو بکر و صدق ابو بکر الخ (۳) پس لامحالہ اُن کو کوئی اور شبہ ہوگا، پس میں وہ شبہ دریافت کرنا چاہتا ہوں، اس وقت مجھے شیعوں کو جواب دینا مقصود نہیں، کیونکہ شیعوں کے لئے تو وہ جواب موجود ہیں کہ وہ دم بھی نہیں مار سکتے، بلکہ مقصود صرف حضرت علیؓ و عباسؓ کا اپنی تسکین کے لئے عذر معلوم کرنا ہے؟

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب فرض الخمس، النسخة الهندية ۴۳۵/۱، رقم:

۲۹۹۵، ف: ۳۰۹۴۔

صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسير، باب حکم الفیء، النسخة الهندية ۹۰/۲، بیت

الأفکار الدولية رقم: ۱۷۵۷۔

(۲) عن عبد خیر قال: سمعت علیا یقول علی المنبر: خیر هذه الأمة بعد نبیہا

أبو بکر وعمر۔ (مسند احمد بن حنبل، بیروت ۱/۱۲۹، رقم: ۱۰۶۰)

(۳) سنن ترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة عند التوبة، النسخة الهندية،

۹۲/۱، دار السلام رقم: ۴۰۶۔

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا

کہ روایت صحاح میں اس کی کہیں تصریح نہیں ہے کہ ان حضرات نے صراحتاً حضرت عمرؓ کے اجلاس میں وراثت کا دعویٰ کیا، اس لئے یوں کہا جاوے کہ ان کو عدم موروثیت ترکہ نبوی کی تصدیق تو ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ہی ہو گئی تھی، اور امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کے اجلاس میں ابتداء یہ طلب تولیت کے لئے تشریف لائے تھے، مگر اپنے مقصود کو انہوں نے صاف صاف لفظوں میں ظاہر نہیں کیا بلکہ یوں کہا:

ادفعها إلینا کما فی صحیح مسلم۔ (۱)

پس چونکہ یہ الفاظ دعویٰ میراث اور طلب تولیت دونوں کا احتمال رکھتے تھے اور خلافت صدیقی میں یہ لوگ وراثت کا دعویٰ کر بھی چکے تھے، اس سے امیر المومنین یہی سمجھے کہ اب بھی یہ میراث ہی کا دعویٰ کر رہے ہیں، اس لئے امیر المومنین نے فرمایا کہ وراثت تو میں تم کو حدیث لا نورث کی وجہ سے نہیں دے سکتا، ہاں اگر تم چاہو تو تولیت دے سکتا ہوں، چونکہ ان کا مقصود دعویٰ میراث کا تھا ہی نہیں بلکہ طلب تولیت ہی مقصود تھی جس کو امیر المومنین نے خود منظور کر لیا، نیز انہوں نے سمجھا کہ اس وقت یہ کہنا کہ ہمارا مقصود دعویٰ وراثت نہ تھا جیسا کہ آپ نے سمجھا ایک گونہ خلاف ادب ہے، کیونکہ بلا ضرورت تغلیط ہے امیر المومنین کے خیال کی، اس لئے انہوں نے اپنے مقصد کی توضیح کی ضرورت نہ سمجھی، اور تولیت قبول کر کے چلے آئے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے قبول تولیت ہی کو اپنے مدعا کی توضیح کے لئے کافی سمجھا ہو اس لئے الفاظ سے توضیح کی ضرورت نہ سمجھی ہو، غرض کہ یہ تولیت لے کر آئے، کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؓ و عباسؓ میں تولیت کے متعلق جھگڑا ہوا، اور یہ دونوں طلب تقسیم تولیت کے لئے خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے، اس وقت بھی انہوں نے اپنے مقصد کی توضیح نہیں کی، بلکہ حضرت عباسؓ نے ان الفاظ سے حضرت علیؓ کی شکایت کی۔

یا أمیر المومنین أرحني من هذا الکاذب الاثم الغادر الخائن کما فی صحیح

مسلم۔ (۲)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسير، باب حکم الفیء، النسخة الهندية ۲/ ۹۰-۹۱،

بيت الأفكار الدولية رقم: ۱۷۵۷۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسير، باب حکم الفیء، النسخة الهندية ۲/ ۹۰، بیت

الأفکار الدولية رقم: ۱۷۵۷۔

چونکہ اولاً یہ خلافت صدیقی میں دعویٰ وراثت کر چکے تھے، اور اس کے بعد ایک مرتبہ خود امیر المؤمنین کے اجلاس میں انہوں نے مجمل الفاظ میں تولیت طلب کی تھی، جس کو امیر المؤمنین نے دعویٰ وراثت سمجھا تھا، اور اُن کے خیال کی غلطی بوجہ مذکورہ ظاہر نہ ہوئی تھی، اس لئے انہوں نے اس نزاع کو بھی دعویٰ وراثت سے متعلق سمجھا اور چونکہ امیر المؤمنین کے خیال میں اُن کا دعویٰ وراثت دودفعہ بحديث نبوی خارج ہو چکا تھا اس لئے ان کے بار بار دعویٰ کرنے پر امیر المؤمنین کو غصہ آگیا، اور آپ نے ابطال دعویٰ وراثت کے لئے اس قدر اہتمام کیا، کہ جو دعویٰ کرتے تھے ان کو حاضرین جلسہ اور خود اُن متنازعین سے تسلیم کرا لیتے تھے، جب یہ لوگ اس دعوے کو تسلیم کر لیتے تھے تب دوسرا دعویٰ کرتے تھے اسی گفتگو کے ضمن میں امیر المؤمنین نے معاتبانہ طور پر یہ بھی فرمایا کہ تم نے اولاً ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجلاس میں وراثت کا دعویٰ کیا، انہوں نے تمہارے دعوے کو حدیث لانورث کی بنا پر خارج کیا، مگر تم نے دوبارہ پھر میرے یہاں وراثت کا دعویٰ کیا، چونکہ اس دعوے کی کوئی اور وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے انہیں کاذب و آثم و خائن و غادر سمجھا، اور جب میں نے بھی تمہارے دعوے کو اسی حدیث کی بنا پر خارج کر دیا اور تم کو تولیت دیدی، تو اب پھر تم وہی دعویٰ لے کر آئے ہو، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مجھے بھی کاذب و آثم و خائن و غادر سمجھا، کیونکہ اس کے علاوہ میرے فیصلہ کو منظور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، پس خواہ تم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور مجھے کاذب و آثم و غادر و خائن سمجھو، جیسا کہ تمہارے بار بار دعویٰ وراثت کرنے سے معلوم ہوتا ہے، مگر خدا شاہد ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صادق و بارور و راشد و تابع للحق تھے اور میں بھی، پس جب کہ سابق فیصلے مطابق حکم خدا و رسول ہیں تو اب میں انہیں منسوخ نہیں کر سکتا، تم کو تولیت منظور ہو رکھو، نہ منظور ہو میرے حوالے رکھ دو، میں خود ڈبٹ لوں گا۔ (۱)

(۱) عن مالک بن اوس قال: أرسل إليَّ عمر بن الخطاب فجئته فقال: هل لك في عباس وعلي قال: نعم فأذن لهما. فقال عباس: يا أمير المؤمنين: اقض بيني وبين هذا الكاذب الآثم الغادر الخائن. فقال القوم: أجل يا أمير المؤمنين فاقض بينهم وأرحهم. فقال مالک بن اوس: يخیل إلى أنهم قد كانوا قد موهم لذلك. فقال عمر: اتلوا أنشدكم بالله الذي ←

امیر المومنین چونکہ ذاتی طور پر بھی باہیت تھے اور رعب حکومت اور غصہ نے اس کو اور بھی بڑھا دیا تھا، اور اس کے ساتھ ان حضرات کو ان کا ادب بھی ملحوظ تھا، ان وجوہ سے ان کو اس وقت بھی یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی، کہ امیر المومنین! ہم وراثت کے مدعی ہو کر نہیں آئے بلکہ تقسیم تولیت کی درخواست کے لئے آئے ہیں، اس لئے حضرت عباسؓ نے جو کہ مدعی ہو کر آئے تھے اپنے دعوے سے دستبرداری دیدی، اور تولیت پوری امیر المومنینؓ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ قصہ ہے، اس میں نہ حضرت عباسؓ و علیؓ پر کوئی شرعی الزام عائد ہوتا ہے نہ شیخینؓ پر، بلکہ حضرت عمرؓ سے اُن کے مقصد سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی، جس میں وہ معذور تھے، اور حضرت علیؓ و عباسؓ سے اپنے مدعا کی توضیح نہ کرنے میں کوتاہی ہوئی جس میں وہ بھی معذور تھے۔ انتہی

ما أفاده عم فیضه و طال بقائه علی رؤس المستفیدين مع توضیح.

← بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً قَالُوا: نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ فَقَالَ: انْشُدْ كَمَا بِالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً قَالَا نَعَمْ..... قَالَ: فَلَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثُ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً فَرَأَيْتُمَا هَذَا كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٍ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَا لِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٍ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهَذَا، وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمْ وَاحِدٌ فَقُلْتُمْ ادْفَعْهَا إِلَيْنَا فَقُلْتَ: إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمْ عَلَيَّ أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَخَذْتُمَا هَا بِذَلِكَ، قَالَ: أَكْذَلِكُ قَالَا: نَعَمْ قَالَ: ثُمَّ جِئْتُمَا نِي لَأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا، وَلَا وَاللَّهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بَغِيرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ.

(صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب حكم الفئ، النسخة الهندية ۲/ ۹۰ - ۹۱،

اس کے بعد میں نے روایت: غضبت فاطمة و هجرته ولم تكن مهاجرة حتى توفيت أو نحوه. (۱) کا جواب چاہا، تو اس کے جواب میں افادہ فرمایا کہ:

ان کی نسبت یہ تو خیال نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے حدیث رسول اللہ ﷺ سننے کے بعد بھی اپنے دعوے وراثت پر اصرار کیا ہو، اور یہ غصہ اور ہجر اس وجہ سے ہوا ہو کہ ان کو حصہ کیوں نہیں دیا گیا اور یہ بھی خیال نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے ہجر ممنوع شرعی کا ارتکاب کیا ہو، کیونکہ یہ دونوں باتیں اُن کی جلالتِ شان سے نہایت ہی بعید ہیں، اس لئے بر تقدیر صحت واقعہ و عدم خطاء الناقل فی الفہم یوں کہا جاوے گا کہ نازک مزاج شہزادی تھیں، یہ عتاب اُن کا بطور ناز کے تھا جو اپنے مخلصین پر ہوتا ہے، اور وجہ اس کی ان کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ نے مخلص ہو کر ہم سے ضابطہ کا برتاؤ کیوں کیا، اُن کو زیبا تھا کہ جب ہم ترکہ کے مستحق نہ ٹھہرے تھے تو ہمیں خشک جواب دیتے اور نرمی سے فرماتے کہ ترکہ دینے سے تو میں اس لئے معذور ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی، ہاں آپ اطمینان رکھیں، میں دوسرے طریقوں سے آپ کی خدمت کروں گا اس وقت نہ حضرت فاطمہؓ پر کوئی شرعی الزام ہے، نہ ابو بکر صدیقؓ پر، رہی یہ بات کہ پھر ابو بکر صدیقؓ نے ایسا کیوں نہ کیا، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس قدر حضرت فاطمہؓ نے درخواست کی تھی اتنی ہی بات کے جواب کو انہوں نے کافی سمجھا ہو اور اس کی طرف ان کا ذہن نہ پہنچا ہو، کہ اس کا ان کی طبیعت پر کیا اثر ہوگا، اور کوئی دلیل بھی اس کی نہ تھی، کہ خواہ مخواہ یہ طرز انہیں ناگوار ہوگا، نیز شرعاً ان کے ذمہ واجب بھی نہ تھا، اور یہ بات کہ معلوم ہونے کے بعد انہوں نے معذرت کیوں نہ کی، سوا اول تو اس کا وہی جواب ہے کہ شرعاً اُن پر واجب نہ تھی، دوسرے اس کی کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے معذرت نہیں کی، ممکن ہے کہ انہوں نے معذرت کی ہو، مگر حضرت فاطمہؓ کے دل سے یہ تکدر جو محض ناز کے طور پر تھا نہ گیا ہو،

(۱) عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها، أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت أبا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا نورث ماتركنا صدقة، فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت أبا بكر فلم تزل مهاجرة حتى توفيت (الحديث) (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب فرض الخمس، النسخة الهندية، ۴۳۵/۱، رقم: ۲۹۹۴، ف: ۳۰۹۲-۳۰۹۳)

اور یہ واقعہ اس لئے منقول نہ ہوا ہو کہ سلف نے محض واقعات کی روایت کا چنداں اہتمام نہیں کیا، اُن کی ہمتیں نقل احکام یا اُن واقعات کی نقل میں مصروف تھیں جن کو احکام سے تعلق ہے، یا زائل ہو گیا ہو جیسا کہ روایت شعبی سے معلوم ہوتا ہے۔

كذا في فتح الباري ج: ۶. كتاب فرض الخمس. (۱)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ واللہ اعلم انتہی بزیادۃ ما

۱۲/ شعبان ۱۳۳۵ھ (تمہ خامس ص: ۲۱)

ورثہ کے حق میں مال حرام کا حکم

سوال (۲۷۳۸): قدیم ۴/۳۵۰ - باپ نے بذریعہ حلال یا حرام کچھ مال حاصل کیا تھا، بیٹوں کو تحقیقی طور سے معلوم ہوا کہ ذریعہ حرام سے مال حاصل کیا، اس صورت میں بیٹوں کو وہ مال لینا حلال ہے یا حرام؟

الجواب: ہر چند بعض فقہاء نے مطلقاً مال حرام کو وارث کے لئے حلال کہا ہے، لیکن یہ روایت صحیح نہیں، مشہی بہ اور معتمد یہ ہے کہ اُن کے لئے بھی حرام ہے، پس اگر ارباب حقوق ورثہ کو معلوم ہیں تو اگر بعینہ اُن کی چیز محفوظ ہو تو اس کو ورنہ اس کی قیمت واپس کر دیں، اور اگر معلوم نہیں تو اگر مال حرام معین اور متمیز ہے تو اس کو مالک کی نیت سے تصدق کر دیں، اور اگر مخلوط غیر متمیز ہے تو اگر اس کی مقدار قیمت معلوم ہے اس کو تصدق کر دیں ورنہ تخمینہ کر کے تصدق کر دے انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔

(۱) روي البيهقي من طريق الشعبي: أن أبا بكر عاد فاطمة فقال لها علي: هذا أبو بكر يستأذن عليك قالت: أتحب أن آذن له؟ قال: نعم فأذنت له، فدخل عليها فترضاها حتى رضيت، وهو وإن كان مرسلا في إسناده إلى الشعبي صحيح وبه يزول الإشكال في جواز تمادي فاطمة عليها السلام على هجر أبي بكر. (فتح الباري، كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، مكتبة اشرفية ديوبند ۶/۲۴۸، تحت رقم الحديث: ۳۰۹۳، دار الريان للتراث القاهرة ۶/۲۳۳)

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب قسم الفیء والغنیمۃ، باب بیان مصرف أربعة أخماس الفیء الخ، دار الفكر بیروت ۹/۴۳۶، رقم: ۱۳۰۰۵ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

لأنأخذ بهذه الرواية وهو حرام مطلقاً على الورثة فنتبه در مختار (١)، في الشامي بعد البحث الطويل الحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه وإن كان مالا مختلطاً مجتمعاً من الحرام والحلال ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل حكماً والأحسن ديانة الشنزه عنه. انتهى (٢) في الدرالمختار عليه ديون ومظالم جهل أربابها فعليه التصديق بقدرها وسقط عنه المطالبة في العقبى. (٣) والله أعلم

٨/ صفر ١٣٠٢هـ (امداد، ج ٣، ص: ١٢٣)

(١) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٣٨٦، مكتبة زكريا ديوبند ٩/٥٥٤ -

ولسنا نأخذ بهذه الرواية بل هو حرام مطلق على الورثة. (المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل الرابع عشر، المجلس العلمي ٨/٦٣، رقم: ٩٥٩٤) الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع عشر، مكتبة زكريا ديوبند ١٨/١٥٧، رقم: ٢٨٣٤٨ -

(٢) شامي، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، مكتبة زكريا ديوبند ٧/٣٠١، كراچي ٥/٩٩ -

صرح الحنفية بأنه إذا مات الرجل وكسبه خبيث فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه وفي البزازية: إن علم المال الحرام بعينه لا يحل له (للوارث) أخذه وإن لم يعلمه بعينه أخذه حكماً وأما في الديانة فإنه يتصدق به بنية الخصماء. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٤/٢٤٦) بزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع، مكتبة زكريا ديوبند قديم ٦/٣٦٠، جديد ٣/٢٠٣ - ٢٠٤ -

(٣) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب اللقطة، مكتبة زكريا ديوبند ٦/٤٤٣، كراچي ٤/٢٨٣ -

مجمع الأنهر، كتاب اللقطة، قبيل كتاب الآبق، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٥٣١ الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٦/٣٣٥ - شبير احمد قاسمي عفا الله عنه

تحقیق تقسیم صنف ثالث ذوی الارحام مختلف الاصول

سوال (۳۹ ۲۷): قدیم ۴/۳۵۰ - رضانی بیگم فوت شد و یک دختر برادر و یک پسر خواہر و یک دختر خواہر دیگر کہ ہمہ از بنی اعیان بودہ اند بگذاشت اندریں صورت بچہ طور تر کہ میت خواہد گشت؟
الجواب: مسئلہ ۴ رضانی بیگم

بنت اخت	ابن اخت	بنت اخ
۱	۱	۲

جواب دیگر

مسئلہ ۴ رضانی بیگم

بنت اخت	بنت اخ	ابن اخت
۱	۱	۲

جواب دیگر (*)

مسئلہ تصح من ۱۲ رضانی بیگم

بنت اخت	بنت اخ	ابن اخت	یہ نہما اثلا ثا
۲	۲/۶	۴	

(*) یہ تینوں جواب مختلف محبوس کے لکھے ہوئے سوال ساتھ آئے تھے، سائل کا مقصود ان احقر کا جواب اقوال سے شروع ہوا ہے۔

اقول مثلاً و مسلمانہ ورثہ ذوی الارحام صنف ثالث سے ہیں، اور قرب الی المیت اور ولدیت عصبہ وقت قرابت میں برابر لیکن مختلف الاصول ہیں، اس صورت میں امام ابو یوسف ابدان فروع کا لحاظ کر کے لہذا کرم مثل حظ الأنثیین تقسیم فرماتے ہیں، اور امام محمد اصول پر تقسیم کر کے ذکر کو ایک طائفہ اناث کو ایک طائفہ فرض کر کے ہر ایک کے فروع کو لہذا کرم مثل حظ الأنثیین دیتے ہیں۔

وإن كانوا من بني الأعيان أو بني العلات أو بني الأخياف يقسم على الأبدان عند أبي يوسف رحمه الله وكذلك محمد رحمه الله إن اتفقت أصولهم وإلا فيقسم على الخلاف ثم يجعل المذكور طائفة والإناث طائفة على قياس ما سبق من الشيخ والعلوى. (۱)

پس جواب ثانی بنا بر مذہب ابو یوسف کے صحیح ہے اور جواب ثالث بنا بر مذہب محمد کے صحیح ہے، اور جواب اول دونوں کے خلاف ہے، اور دونوں مذہبوں کی تصحیح و ترجیح میں اختلاف ہے۔

كما يظهر لمن نظر ضياء السراج.

لیکن صاحب سراجی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔

وقول محمده رحمه الله تعالى: أشهر الروایتين عن أبي حنيفة رحمه الله في جميع ذوی الارحام وعلیه الفتوی. (۲) قال الشيخ: فالعمل به أولى والله أعلم بالصواب وعنده أم الكتاب والحق في باب من شأن رب الأرباب.

۲۶/محرم ۱۳۵۰ھ (امداد، ج ۳، ص: ۱۲۳)

بیوی کے پاس رکھے ہوئے سامان کا حکم

سوال (۲۷۴۰): قدیم ۳۵۱/۴ - علمائے دین متین اس صورت میں نزدیک شریعت کے کیا فرماتے ہیں، سوال اول، شیخ بشارت علی نے زوجہ اولیٰ کے سامنے مقام راجگڑھ سے روپیہ بصیغہ نوکری پیدا کر کے ایک حویلی پختہ تیار کرائی اور ایک نشست گاہ اور ایک بہل خانہ خرید کیا، اور زوجہ اولیٰ سے دولڑکیاں پیدا ہوئیں، اور زندہ ہیں، زوجہ مذکورہ نے انتقال کیا۔

(۱) ضیاء السراج، شرح السراجی، فصل فی الصنف الثالث، مطبوعہ پٹنکا پور کانپور ص: ۴۸۔

(۲) السراجی، باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الأول، مکتبہ رحیمیہ دیوبند

سوال دوم: بشارت علی نے بعد انتقال زوجہ اولیٰ کے نکاح ثانی کیا، اور اس سے دو پسر اور ایک دختر پیدا ہوئی، اور مقام سندھ سے روپیہ حاصل کیا، اور وہ روپیہ حوالہ زوجہ ثانیہ رہا، اور دختر زوجہ ثانیہ نے اسی روپیہ سے جائیداد اپنے نام سے خرید کی۔

سوال سوم: ہر دوزوجہ کا مہر حسب دستور شیخ زادگان مبلغ پانچ پانچ ہزار روپے کا مقرر ہوا۔

سوال چہارم: کچھ جائیداد جدی شیخ صاحب موصوف نے چھوڑی، اب اس صورت میں ورثہ زوجہ اولیٰ کو کس قدر حصہ پہنچتا ہے، اور ورثہ زوجہ ثانیہ کو کس قدر حصہ پہنچتا ہے، اور جو جائیداد زوجہ اولیٰ کے سامنے مندرجہ سوال پیدا کی یا تیار کرائی، اس میں کسی قدر ورثہ ہر دوزوجہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور جو جائیداد زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخ صاحب مذکور خرید کی، اس میں بھی ورثہ زوجہ اولیٰ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر زوجہ ثانیہ دعویٰ کرے کہ مجھ کو بطور ہبہ روپیہ دیا ہے تو اس کے ذمہ گواہ لازم ہیں یا نہیں؟

الجواب: جو روپیہ شیخ بشارت علی نے زوجہ ثانی کو حوالہ کیا ہے بحکم عرف وہ امانت ہے، صرف حوالہ کرنے سے ملک نہیں ہو جاتا، اور اگر وہ دعویٰ ہبہ وغیرہ کا کرے تو گویا ملکیت شوہر کا اقرار کر کے مدعی انتقال ملک کی ہے، پس گواہ لانے اس پر لازم ہیں،

في الشامي: في بحث اختلاف الزوجين في متاع البيت هكذا وفي البدائع وهذا كله إذا لم تقر المرأة ان هذا المتاع اشتراه. فإن أقرت بذلك سقط قولها لأنها أقرت بالملك لزوجها ثم ادعت الانتقال إليها فلا يشبث الانتقال إلا بالبينة. انتهى

و كذا إذا ادعت أنها اشتترته منه كما في الخانية: ولا يخفى أنه لو برهن على شرائه كان كإقرارها بشرائه فلا بد من بينة على الانتقال إليها منه بهبة ونحو ذلك ولا يكون استمتاعها بمشريه ورضاه بذلك دليلاً على أنه ملكها ذلك كما تفهمه النساء والعوام وقد أفيت بذلك مراراً، بحر. شامي جلد رابع، ص: ۴۳۲. (۱)

پس کسی شخص دانا کو حکم مقرر کر کے اس کے رو برو اپنے اس دعوے پر بینہ یعنی گواہ گزارے، اگر وہ بینہ نہ لاسکے تو جو ورثہ اس سے نزاع اور مطالبہ روپیکا کرتے ہیں وہ اس حکم کے سامنے یہ قسم کھائیں کہ قسم خدا کی ہم کو معلوم نہیں کہ شوہر نے اس کو یہ روپیہ ہبہ کیا ہو،

(۱) شامی، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۱۶/۸، کراچی

البينة على المدعى واليمين على من أنكر الحديث. (۱) وفي الدر المختار مع الشامي: التحليف على فعل نفسه يكون على البنات أي القطع بأنه ليس كذلك والتحليف على فعل غيره يكون على العلم أي أنه لا يعلم أنه كذلك لعدم علمه بما فعل به غيره. انتهى جلد رابع ص: ۴۲۶. (۲)

پس اگر انہوں نے قسم کھالی تو دعویٰ زوجہ ثانیہ کا مسموع نہ ہوگا، اور وہ امانت ہی قرار دی جاوے گی اور اس میں میراث جاری ہوگی یعنی کل مال متروکہ مع اس روپے کے میراث قرار دے کر حسب تخریج ذیل کل ورثہ میں بقدر حصص تقسیم ہوگا، البتہ اگر وہ اپنے مہر میں رکھنا چاہے بشرطیکہ شیخ بشارت علی نے مہر ادا نہ کیا ہو، اور نہ اُس نے معاف کیا ہو تو بقدر پانچ ہزار روپے کے رکھ سکتی ہے، اس میں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا (۴) اور اسی طرح زوجہ اولیٰ کا مہر بھی بشرط عدم اداء و عدم ابراء اسی مال متروکہ میں سے نکالا جاوے گا مگر وہ چونکہ

← البحر الرائق، کتاب الدعوی، باب التحالف، کوئٹہ ۲۲۵/۷، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۸۳/۷۔

بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل: اختلاف الزوجین فی متاع البيت، قبیل فصل الکفائة، فی إنکاح غیر الأب، مکتبہ زکریا دیوبند ۶۱۲/۲۔

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب القسامۃ، باب أصل القسامۃ الخ، دار الفکر بیروت ۲۱۶/۱۲، رقم: ۱۶۹۱۲۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الدعوی، مکتبہ زکریا دیوبند ۳۰۰/۸، کراچی ۵۵۲/۵۔

والأصل فيه: أن التحليف على فعل نفسه يكون على البنات أي أنه ليس كذلك والبنات القطع، والتحليف على فعل غيره على العلم نفي أي أنه لا يعلم أنه كذلك. (مجمع الأنهر، کتاب الدعوی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۵۹/۳)

فتح القدير، کتاب الدعوی، فصل فی کیفیۃ اليمين والاستحلاف، مکتبہ زکریا دیوبند ۲۱۱/۸، کوئٹہ ۱۸۸/۷۔

(۳) المرأة تأخذ مهرها من التركة من غير رضا الورثة، إن كانت التركة دراهم وإن كانت التركة شيئا يحتاج إلى البيع فبيع ما كان يصلح لتستوفي صداقها. (خلاصة الفتاوى، کتاب الوصایا، الفصل السابع فی الدعوی والشهادة، مکتبہ اشرفیۃ دیوبند ۲۴۱/۴)

شوہر کے سامنے مرگئی ہے اس لئے چوتھائی حصہ یعنی منجملہ پانچ ہزار روپے کے ایک ہزار سو پچاس روپے شوہر کو میراث میں آکر معاف ہو گیا (۱)، تین چوتھائی باقی یعنی تین ہزار سات سو پچاس روپے اسی مال متروکہ میں سے نکال کر زوجہ اولیٰ کے وارثوں یعنی اس کی دونوں لڑکیوں کو اور جو کوئی اس کا شرعاً وارث ہو ان کو از روئے فرائض تقسیم کیا جاویگا، پس اب دیکھنا چاہئے کہ ترکہ میں دونوں مہر نکال کر اگر حساب برابر ہو جاتا ہے یا کمی رہتی ہے تو اور ورثہ بالکل محروم ہیں، اور اگر کچھ باقی رہتا ہے تو اس باقی میں اور ورثہ بحسب تخریج ذیل شریک ہوں گے، تخریج حصص کل ورثہ یہ ہے:

مسئلہ ۹۶/۸ شیخ بشارت علی مورث

زوجہ ثانیہ	بنت من الاولیٰ	بنت من الاولیٰ	ابن من الثانیہ	ابن من الثانیہ	بنت من الثانیہ
الف	بے	جیم	دال	ہے	واو
۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۲/۲۳	۲/۲۳	۱

مسئلہ ۱۲/۶ ۱: من الثانیہ واو

ام	اخ لاب وام	اخ لاب وام	اخت لاب	اخت لاب
الف	دال	ہے	بے	جیم
۱/۲	۵/۵	۵/۵	م	م

مسئلہ ۹۶

الف	بے	جیم	دال	ہے
۱۳	۱۲	۱۲	۲۹	۲۹

یعنی بعد تقدیم ما یجب تقدیمہ شرعاً من التجهیز والتکفین وأداء الدین کالمہر وغیرہ وتنفيذ الوصیة من الثلث. (۲)

(۱) المسمى دين في ذمته وقد تأكد بالموت فيقضي من تركته، إلا إذا علم أنها ماتت أولاً فيسقط نصيبه من ذلك (الهداية) وفي هامشه: وهو النصف على تقدير أن لا يكون لها ولد والربع إن كان لها ذلك. (هداية كتاب النكاح، باب المهر، قبيل فصل في أحكام النكاح في الكفار، مكتبة اشرفية دیوبند ۳۳۷/۲ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ←

ترکہ شیخ بشارت علی مورث اعلیٰ کا اس طرح تقسیم ہوگا کہ منجملہ چھپانے سہام کے زبجہ ثانیہ کو چودہ (۱) ایک بنت الاولیٰ کو بارہ، دوسری بنت الاولیٰ کو بارہ (۲)، ایک ابن الثانیہ کو اُنٹیس، دوسرے ابن الثانیہ کو اُنٹیس ملیں گے (۳) فقط واللہ اعلم وهو یقضى بالحق۔

۱۴/محرم الحرام ۱۳۰۱ھ (امداد، ج ۳، ص: ۱۲۴)

← ولاتقتیر ثم تقضى دیونہ من جمیع ما بقى من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين ثم يقسم الباقي بين ورثته. (السراجي، مكتبة رحيمية دیوبند ص: ۳-۴)

و كذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، مكتبة زكريا دیوبند ۱۰/۹۳ تا ۹۶، كراچی ۶/۷۵۹ تا ۷۶۱۔

(۱) قال الله تعالى: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ كُنَّ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ الْآيَةُ. (النساء: ۱۲)

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد وولداً لابن وإن سفل والثلث مع الولد أو ولد الابن وإن سفل. (السراجي فصل في النساء، مكتبة رحيمية دیوبند ص: ۱۰) وللزوجة الربع عند عدمهما والثلث مع أحدهما. (هندية، كتاب الفرائض، الباب الثامن، مكتبة زكريا دیوبند قديم ۶/۵۰، جديد ۶/۴۴۲)

قال الله تعالى: فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ (النساء: ۱۱)

وأما للأُم فأحوال ثلاث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً من أي جهة كانا الخ. (سراجي، فصل في النساء، مكتبة رحيمية دیوبند ص: ۱۶-۱۷) وللأُم..... السدس مع أحدهما أو مع الاثنين من الإخوة أو من الأخوات الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، مكتبة زكريا دیوبند ۱۰/۵۱، كراچی ۶/۷۷۲)

(۲) قال الله تعالى: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ (النساء: ۱۱) وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فيكون للابن مثل حظ الأنثيين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، مكتبة زكريا دیوبند قديم ۶/۴۴۸، جديد ۶/۴۴۱)

تبين الحقائق، كتاب الفرائض، مكتبة زكريا دیوبند ۷/۴۸۰، امدادية ملتان ۶/۲۳۴۔
(۳) والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض، وعند الانفراد يحوز جميع

المال. (السراجي، مكتبة رحيمية دیوبند ص: ۵) ←

وصیت برائے وارث یا اجنبی واجازت وارث بعد رد

یہ مسئلہ جلد ہذا کے صفحہ ۳۲۹ پر لکھا گیا ہے۔ (۱)

کسی کے نام جائیداد خریدنے سے اس کی ملک نہ ہونا اور بعد مرنے کے
مثل دوسرے ترکہ کے تقسیم ہونا

یہ مسئلہ بھی امداد الفتاویٰ جلد سوم صفحہ ۱۸ پر لکھا جا چکا ہے۔ (۲)

نانی کے بھتیجے کی وراثت کا حکم

سوال (۲۷۴۱): قدیم ۴/۳۵۴ - نانی کا برادر زادہ محروم ہیں یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار: باب توريث ذوي الأرحام، ثم عمات الأباء

والأمهات وأخوالهم (إلى قوله) وأولاد هؤلاء. (۳)

نانی کا برادر زادہ خال الام کی اولاد ہے، پس جو اس پر مقدم ہیں اُن کے فقدان کے وقت اس کو میراث ملے گی اور اُن کے تحقق کے وقت یہ محروم ہوگا۔ (۴) فقط

۹/رمضان ۱۳۲۷ھ (تمہ اولیٰ ص: ۱۹۹)

← ثم العصباء بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت: ثم أصله، ثم جزء أبيه ثم جزء جده
ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض،
فصل في العصباء، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/۵۱۸، کراچی ۶/۷۷۴)

و كذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۳۸۱، كوئٹہ ۸/۴۸۹۔

(۱) امداد الفتاویٰ، جدید سوال نمبر ۲۷۴۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) امداد الفتاویٰ، جدید سوال نمبر ۱۶۳۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، کراچی ۶/۷۹۶،

مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/۵۵۳۔

(۴) الخامس عمات الأباء والأمهات كلهم وأخوالهم وأولاد هؤلاء فأولاهم ←

قبل ادائے دین وارث ترکہ کا مالک ہے یا نہیں

سوال (۲۷۴۲): قدیم ۴/۳۵۴ - قبل ادائے دین وارث مالک مال کا ہوگا یا نہیں؟ فقط

الجواب: مالک ہو جاتا ہے، مگر اس کی یہ ملک مشغول بحق غیر ہوگی، مثل اصل مورث کے کہ وہ بھی اپنے مال کا مالک تھا، مگر مشغول تھا بحق غیر (۱)

۶/ رمضان ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص: ۱۹۹)

زمین عاریت کی بیع باطل ہونا اور وصیت کا ثلث میں جاری ہونا

سوال (۲۷۴۳): قدیم ۴/۳۵۴ - زید تین بہنیں رکھتا تھا، منجملہ ان کے ایک بہن کی لڑکی

یعنی ہمیشہ زادی زید کی مسماۃ ہندہ زید سے جو کہ ماموں ہندہ کا تھا، ایک ٹکڑا زمین کا مانگ کر اس میں مکان بنا کر رہنے لگی، زید چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر مر گیا، اور ہندہ بعد وفات اپنے ماموں زید کے ایک لڑکی چھوڑ کر مر گئی، اور دختر ہندہ نے مکان مذکورہ جو ہندہ نے زمین اپنے ماموں سے لے کر بنوایا تھا ایک غیر شخص

«بالمیراث أولهم..... ثم خامسهم. وفي رواية عن أبي حنيفة وعليه الفتوى. (البحر الرائق، كتاب الفرائض، كوئٹہ ۸/۵۰۷، مكتبة زكريا ديوبند ۹/۳۹۷)

وإن لم يكن من أعمام أب الميت وخالاته وأخواله كان حكم أولادهم مثل حكم أولاد الصنف الرابع، فإن لم تكن أولادهم ينتقل الحكم إلى عمومة أبوي الميت وخمئولتهم ثم إلى أولادهم وهكذا إلى مالا يتناهي. (حاشية السراجي، قبيل فصل في الخنثى، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۵۵)

(۱) قال علماء نارحمهم الله، الدين إذا كان محيطاً بالتركة يمنع ملك الوارث في التركة، وإن لم يكن محيطاً فكذلك في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى الأول وفي قوله الآخر: لا يمنع ملك الوارث بحال؛ لأنه يخلف المورث في المال، والمال كان مملوكاً للميت في حال حياته مع اشتغاله بالدين كالمروءون فكذلك يكون ملكاً للوارث.

(كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت ۲۹/۱۳۷)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱/۲۱۳ - شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کو بلا عوض کسی قیمت کے زبانی دیدیا اور بعد دینے کے مرگئی، اور یہ وصیت کر گئی کہ میری اور چیزیں کسی کار خیر میں صرف کر دینا، اب ہندہ کے ماموں زاد بھائی سب یہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے ہندہ کو یہ مکان رہنے کو دیا تھا، ہندہ کی لڑکی کو کوئی حق اس کے دینے کا یا کسی طرح سے منتقل کرنے کا نہیں تھا، یہ فعل ناجائز اس کا ہے، علاوہ اس کے جتنی چیزیں اس کی ہیں سب کے مالک ہم لوگ ہیں، اور اس لئے سب چیزیں ہم لوگوں کو ملنا چاہئے، اب اس میں کیا کیا جائے، اُمید ہے کہ بموجب حکم خدا و رسول کے اس سے سرفراز فرمادیں، کہ بموجب اس کے عمل میں لایا جاوے اور بامید اس کے مکان قفل سے بند کر دیا گیا، اور سب چیزیں ایک شخص کے یہاں امانت رکھ دی گئی ہیں؟ فقط

الجواب: اگر ہندہ نے زید سے یہ زمین بطور عاریت کے لی تھی، تو ہندہ اس کی مالک نہیں ہوئی؛ اس لئے اس کا دینا غیر شخص کو جائز نہیں ہوا (۱)، البتہ تعمیر کی مالک ہندہ ہے، اس کا ہبہ کرنا جائز ہو گیا۔

في رد المحتار عن الذخيرة: هبة البناء دون الأرض جائزة. ج: ۵، ص: ۸۶ (۲)

(۱) منها أن يكون مملوكا للواهب فلا تجوز هبة مال الغير لاستحالة تمليك ما ليس بمملوك. (بدائع الصنائع، كتاب الهبة، فصل في شرائط ركن الهبة، مكتبة زكريا ديوبند ۱۶۹/۵، کراچی ۱۱۹/۶)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۲۷/۴۲۔

الفتاوى الهندية، كتاب الهبة، الباب الأول، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۳۷۴/۴، جدید ۳۹۶/۴۔

(۲) شامی، كتاب الهبة، قبيل باب الرجوع في الهبة، کراچی ۶۹۸/۵، مكتبة زكريا ديوبند ۵۰۴/۸۔

الفتاوى الهندية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر: في المتفرقات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۴۰۴/۴، جدید ۴۳۲/۴۔

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر: المتفرقات، مكتبة زكريا ديوبند ۴۹۶/۱، رقم: ۲۱۸۷۲۔

اور باقی جو دوسرے اموال کی نسبت وصیت کی ہے تو اس کا ثلث تو بلا رضا مندی ورثہ کے موافق وصیت کے نافذ ہو جاوے گا (۱)، باقی دو ثلث کے مالک ورثہ شرعیہ ہیں، اب ہندہ کے تمام رشتہ داروں کی تفصیل لکھنا چاہئے کون کون ہیں تاکہ سب کا حصہ بتلایا جاوے۔

۶/ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ (تتمہ اولی ص: ۱۹۹)

خالہ زاد بھائی پر علاقائی ماموں مقدم ہے

سوال (۲۷۴۴): قدیم ۴/۳۵۵ - مسئلہ یہ ہے کہ میاں شیخ محمد کو جو ورثہ ملا وہ اس کی نانی کے گھر کا تھا، میاں شیخ محمد نے بعد وفات کوئی وارث جدی یا پسری نہیں چھوڑا، ایک خالہ زاد بھائی ہے اور ایک ماموں یعنی ماں کا علاقائی بھائی ہے، لہذا اس کا حق کس کو پہنچتا ہے؟

الجواب: فی الدر المختار: باب توريث ذوي الأرحام منهم أصناف أربعة جزء الميت ثم أصله ثم جزء أبويه ثم جزء جدية أو جدتيه (إلى قوله) ويقدم الأقرب في كل صنف. (۲)

(۱) عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت فعادني النبي صلى الله عليه وسلم - إلى - قلت أريد أن أوصي بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصي الناس بالثلث فجاز ذلك لهم. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴ -

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذاك لا الزيادة عليه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/۳۳۹، كراچی ۶/۲۵۰) تبیین الحقائق، كتاب الوصايا، مكتبة زكريا ديوبند ۷/۳۷۵، امدادية ملتان ۶/۱۸۲ -

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، مكتبة زكريا ديوبند ۱۰/۵۴۷-۵۵۴، كراچی ۶/۷۹۲-۷۹۷ -

بنابر روایت ہذا صرف ماموں وارث ہے، اور خالہ زاد بھائی محروم ہے۔ (۱)

۸/ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص: ۹۳)

شیعہ و سنی کے درمیان میراث کا حکم

سوال (۲۷۴۵): قدیم ۴/۳۵۵- زید کا انتقال ہوا جو سنی المذہب تھا، اس کے صرف دو بیٹے

ہیں، ایک سنی دوسرا شیعہ، آیا دونوں وارث ہوں گے یا صرف سنی؟

الجواب: جو اختلاف دین مانع تو ارث ہے وہ اختلاف کفر و اسلاماً ہے نہ کہ سنی و بدعت (۲)، پس جو شیعہ کھلم کھلا کفر یہ عقائد کا قائل نہ ہو وہ سنی کا وارث ہوگا۔ (۳)

۸/ محرم ۱۳۳۲ھ (تمتہ ثانیہ ص: ۱۱۲)

(۱) ترتیب ذوی الأرحام فی الإرث کترتیب العصابات یقدم فروع المیت ثم أصوله ثم فروع أبویه ثم فروع جدیه وجدتیہ کالعلمات والأعمام لأم والأخوال والخالات وإن بعدوا فصاروا أربع أصناف والترجیح بقرب الدرجة لأن إرثهم بطریق العصوبة فیقدم الأقرب علی الأبعد فی کل صنف منهم کما فی العصابات . (تبیین الحقائق، کتاب الفرائض، مکتبۃ زکریا دیوبند ۷/ ۴۹۵، امدادیہ ملتان ۶/ ۲۴۳)

البحر الرائق، کتاب الفرائض، مکتبۃ زکریا دیوبند ۹/ ۳۹۷-۴۰۸، کوئٹہ ۸/ ۵۰۶-۵۰۷-۵۱۳۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) عن أسامة بن زيد رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (ترمذي شريف، أبواب الفرائض، باب ما جاء في إبطال

الميراث بين المسلم والكافر، النسخة الهندية ۲/ ۳۱، دار السلام رقم: ۲۱۰۷)

واختلاف الدين أيضا يمنع الإرث والمراد به الاختلاف بين الإسلام والكفر. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض، الباب الخامس في الموانع، مکتبۃ زکریا دیوبند قدیم ۶/ ۵۴، جدید ۶/ ۴۶۶)

البحر الرائق، کتاب الفرائض، مکتبۃ زکریا ۹/ ۳۸۶، کوئٹہ ۸/ ۵۰۰۔

(۳) حضرات والا رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ ۱۳۳۲ھ میں تحریر فرمایا ہے، اور ۱۳۴۲ھ میں تقریباً دس سال کے

بعد جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے اس میں شیعہ تبرائی اور شیعہ غالی میں فرق بیان فرمایا کہ جو شیعہ غالی حضرت عائشہ صدیقہؓ

امور خیر میں صرف کرنا بیت المال کے قائم مقام ہے

سوال (۲۷۶): قدیم ۳۵۵ - ترک کی تقسیم میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال میں داخل کر دیا جاوے، آج کل ایسی صورت میں کہاں صرف کیا جاوے اور رد علی الزوجین آج کل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: امور خیر میں صرف کرنا قائم مقام بیت المال کے ہے (۱)، اور رد علی الزوجین اس وقت جائز ہے جب کہ زوجین مصارف بیت المال میں سے ہوں (۲)۔

۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ (حوادث ۲: ۱)

← پر تہمت لگاتے ہیں اور قرآن مجید میں کمی زیادتی کے قائل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حد الوہیت تک پہنچا دے وہ کافر ہیں ان کے ساتھ سنی کا نکاح کسی طرح درست نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مسئلہ نمبر ۱۰۸۷ پر؛ لہذا کھلم کھلا کفریہ عقائد کی وجہ سے ایسا شیعہ وارث بھی نہیں ہو سکتا۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) ثم بیت المال أي إذا لم يوجد أحد من المذکورین توضع التركة في بيت المال على أنها مال ضائع فصارت بجميع المسلمين (الشريفيه) وتحتة في هامشه: فيصرف إلى نفقة المريض وأدويته إذا كانوا فقراء وإلى نفقة اللقيط وعقل جنائته وإلى من هو عاجز عن الكسب وليس له من يفرض عليه نفقته وكذلك إلى مثل ذلك، وذكر في الكامل: أنه يجوز صرفه إلى مصارف الجزية والخراج كالقضاة والفقهاء الأعلام وغير ذلك مما فيه صلاح دار الإسلام وجوز الطحاوي الصرف في أكفان الموتى الفقراء وجعل قاضيخان يعم الرباطات والقناطير. (الشريفيه شرح السراجيه، قبيل فصل في الموانع، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۱۱)

حاشية السراجي، قبيل فصل في الموانع، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۶۔

(۲) ذکر في بعض الكتب: أن الزوجان يرد عليهما في هذا الزمان لفساد بيت المال ففهم منه بعض العلماء أنه يرد عليهما مطلقا مع أن المراد بالرد عليهما إذا لم يكن للميت أحدا من ذوي الفروض النسبية ولا أحدا من ذوي الأرحام كأنهما وضع بيت المال بل كأنهما جعلوا مصرفا من مصارف بيت المال الخ. (حاشية السراجي، قبيل فصل في الموانع، مكتبة رحيمية ديوبند ص: ۵) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

زوجین پر رد کے لئے ذوی الارحام کا نہ ہونا شرط ہے

سوال (۲۷۷): قدیم ۴/۳۵۵ - زید مر اس نے ایک زوجہ اور ایک ہمشیرہ زادہ وارث چھوڑے، زوجہ کو ربع دینے کے بعد تین ربع کو کیا کیا جاوے آیا زوجہ پر رد کیا جاوے کیونکہ ذوی الارحام کا مرتبہ ترتیب ورثہ میں بعد رد ہے مفتی بہ اب یہ ہے کہ رد علی الزوجین جائز ہے یا ذوی الارحام کو بعد ادائے قرض زوجہ دیا جاوے قول در المختار: ثم ذوی الأرحام طحطاوی محشی در مختار لکھتا ہے۔

يعني إذا عدم أصحاب الفروض النسبية والعصبات المذكورة يبدء في التركة بذوی الأرحام وإنما قيدنا أصحاب الفروض بالنسبية؛ لأنه إذا كان في المسئلة أحد الزوجين يعطي فرضه والباقي لذوی الأرحام لأنهما ليسا من أهل الرد فكما أن المال عند عدمه يقسم بين ذوی الأرحام يقسم ما بقي من فرضه بينهم. (۱)

اب تامل یہ ہے کہ جب رد علی الزوجین مفتی بہ ہے اور مرتبہ رد ذوی الارحام پر مقدم ہے، تو زوجہ پر رد کر کے ذوی الارحام کیوں نہ محروم کر دیا جاوے؟

الجواب: فی رد المختار عن القنية: ويفتي بالرد على الزوجين في زماننا لفساد بيت المال. وفيه قال المحقق أحمد بن يحيى بن سعد التفتازاني أفتى كثير من المشايخ بالرد عليهما إذا لم يكن من الأقارب سواهما الخ وفيه عن المستصفي والفتوى اليوم على الرد على غير الزوجين عند عدم المستحق لعدم بيت المال. (ج: ۵ ص: ۷۷۱) (۲)

یہ روایات نص ہیں اس میں کہ یہ رد علی الزوجین ذوی الارحام پر مقدم نہیں ہے بلکہ بیت المال کے درجہ میں ہے جو سب مستحقین سے مؤخر ہے اور ذوالارحام کے ہوتے ہوئے زوجین پر رد نہ ہوگا۔ (۳)

لإنعدام العلة وهو أظهر من أن يتهم لا ثباته.

۲۸/ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص: ۴۶)

(۱) حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الفرائض، کوئٹہ ۴/۳۷۲۔

(۲) شامی، کتاب الفرائض، باب العول، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۰/۵۴۰، کراچی ۶/۷۸۸۔

الفقہہ الإسلامی وأدلته، الباب السادس، الفصل الثالث عشر، الهدی انٹرنیشنل ۸/۳۵۵۔

(۳) ذکر فی بعض الكتب أن الزوجين يرد عليهما في هذا الزمان لفساد بيت المال ←

لڑکیوں کو نہ دینے کی صورت میں لڑکوں کا جائیداد موروثہ کا مالک نہ ہونا

سوال (۲۷۸): قدیم ۴/۳۵۶ - جناب والد بزرگوار نے جس کی عرض پہلے کر چکا ہوں انتقال کیا، مبلغ تیرہ سو روپے اراضی رہن کا قرضہ ہے اور ترکہ میں استعمالی پارچہ اور برتن، چار پائی وغیرہ اسباب خانگی و دو صد بیگہ اراضی خام و مکان سکونت وغیرہ چھوڑا لیکن یہاں کے ناقص رواج کے باعث موانع پیش آرہے ہیں، وہ یہ ہیں کہ یہاں لڑکیوں کو ترکہ میں سے نہیں دیا جاتا اور بندہ دینا چاہتا ہے بلکہ رجسٹر انتقال میں اراضی بموجب حکم شرع لکھوا دی ہے، اگر احکام مانع نہ ہوئے تو آسان صورت ہے، کیونکہ اراضی کو فروخت کر کے مبلغ تیرہ سو روپے قرض کا ادا کر دیں گے، ورنہ اگر بجائے لڑکیوں کے حصہ کے ترکہ جائیداد میں بھتیجیوں کا نام لکھا گیا، جو شرعاً ترکہ سے محروم ہیں۔ تو البتہ دقت ہوگی، کیونکہ پھر نصف قرضہ بموجب نصف حصہ جو مجھے ملے گا، ادا کر سکتا ہوں، اور لڑکوں سے ایسی اُمید نہیں کہ وہ فروخت جائیداد کر کے قرضہ ادا کر دیں، میرے لئے ہر دو صورت میں نصف حصہ ہی ملتا ہے کیونکہ شرعاً دو بہن اور ایک بندہ وارث ہیں جس میں نصف حصہ ہوتا ہے، اور یہاں کے رواج پر بھی نصف میں بھتیجے اور نصف بندہ کا، بہر حال مجھ کا کارہ کا نصف حصہ ہے، اور کوشش یہی ہے کہ بموجب حکم شرع بجائے لڑکوں کے دونوں بہنوں کو حصہ ملے، اگر خدا نخواستہ یہاں کے قانون و رواج کے موافق ترکہ تقسیم ہوا تو میرے لئے اس نصف حصہ لینے میں تو کوئی گناہ نہیں ہے، بلا ادا ایگی قرض مبلغ تیرہ سو روپے کے گھر کی اشیاء یعنی سامان برتن وغیرہ استعمالی پارچہ جات کا تقسیم کرنا کیسا ہے، کیونکہ اس سامان و پارچہ سے یہ کثیر رقم ادا نہیں ہو سکتی، اور کم رقم میں اس مقدار سے حصہ رہن بھی رہا نہیں ہو سکتا، تو کیا کیا جاوے، علیٰ ہذا کسی جگہ سے لگان وصول ہونے پر تقسیم کیا جاوے یا نہیں؟

← ففہم منه بعض العلماء أنه يرد عليهما مطلقا مع أن المراد بالرد عليهم إذا لم يكن للميت أحد من ذوى الفروض النسبية ولا أحد من ذوي الأرحام كأنهما وضعاً موضع بيت المال بل كأنهما جعلاً مصرفاً من مصارف بيت المال كما يفهم من عبارات الفقهاء ففي الدر المختار ذكر الزيعلي معزيا للنهاية أن بنت المعتق والابن والبنت رضاعاً تترث في زماننا لفساد بيت المال وكذا ما فضل عن فرض أحد الزوجين يرد عليه. (حاشية السراجي، قبيل

الجواب: چونکہ جائیداد کا ہر ہر جز و آپ میں اور بہنوں میں شرعاً مشترک ہے (۱) اور تقسیم

غیر مالک کی معتبر نہیں ہے، لہذا بھتیجیوں کے نام جتنا جاویگا اس میں بھی آدھا آپ کا اور آدھا بہنوں کا ہوگا، اور جتنا آپ کے نام آویگا اس میں بھی آدھا آپ کا اور آدھا بہنوں کا ہوگا، اسی طرح تمام اشیاء منقولہ میں اور محاصل و منافع جائیداد میں آدھا آدھا ہوگا، اور جتنا بھتیجیوں کے پاس جاوے گا اس میں وہ غاصب ہونگے اور آپ اور بہنیں شرعاً اس کے استرداد کا حق رکھتے ہیں (۲)، مگر قرضہ چونکہ کل جائیداد کے متعلق ہے؛ اس لئے جس قدر جائیداد آپ کے قبضہ سے نکل جاوے گی، مثلاً نصف جائیداد بھتیجیوں کو چلی گئی اُتنا ہی قرضہ آپ سے متعلق نہ رہے گا، اور نصف قرضہ آپ کی مقبوضہ جائیداد سے ادا کیا جاوے گا، سوال کی عبارت کہیں کہیں پریشان اور مبہم ہے، اگر اس جواب کے بعد بھی کوئی جز و سوال کا بلا جواب کر رہ گیا ہو تو مکرر پوچھ لیں۔

۳/ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ ص ۲۷)

← تبیین الحقائق، کتاب الولاء، قبیل فصل أسلم رجل علی ید رجل الخ، امدادیہ ملتان ۱۷۸/۵، مکتبہ زکریا دیوبند ۶/۲۲۶۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) أعيان المتوفی المتروکة عنه مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم. (شرح المجله لسلم رستم باز، مکتبہ اتحاد دیوبند ۱/۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)

(۲) عن عبد الله بن السائب بن يزيد عن أبيه عن جده أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يأخذن أحدكم متاع أخيه لا عباً ولا جاداً وقال سليمان لعباؤ لا جاداً، ومن أخذ عصاً أخيه فليبردها. (سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب من يأخذ الشيء من مزاح، النسخة الهندية ۶۸۳/۲، دار السلام رقم: ۵۰۰۳)

سنن الترمذی، أبواب الفتن، باب ما جاء لا یحلّ لمسلم أن یروع مسلماً، النسخة الهندية ۳/۲، دار السلام رقم: ۲۱۶۰۔

عن أبي حميد الساعدي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا یحلّ لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق. (مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بیروت ۴/۱۷۱)

مسند احمد بن حنبل، بیروت ۵/۴۲۵ رقم: ۴۰۰۳۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

